تاریخ احمدیت

جلد نمبر 29

1973ء

مؤلفہ

اسفندیار منیب

عرضِ ناشر

تاریخ مرتب کرنا سمندر کی گہرائیوں میں چھپے قیمتی اور حقیقی موتیوں کو ڈھونڈنے کے مترادف ہے۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ جماعت احمدیہ کی ایک صدی سے زائد عرصہ پر محیط تاریخ کے بکھرے نایاب موتیوں کو لڑی میں پرو کر احباب جماعت کے سامنے پیش کرنے کے لئے شعبہ تاریخ احمدیت اب تک ۲۸ جلدیں ہدیہ قارئین کر چکی ہے۔ یہ تاریخ احمدیت کی جلد نمبر ۲۹ ہے جو ۱۹۷۳ء کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔

یہی وہ سال ہے جس میں پاکستان کے آئین میں ''مسلمان'' کی ایک خودساختہ اور من گھڑت تعریف شامل کر کے ایک مستقل فتنہ کی بنیاد رکھی گئی۔ علاوہ ازیں اس جلد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دوسرے دورۂ یورپ کی ایمان افروز روئداد، اشاعتِ قرآن عظیم، پاکستان میں آنے والے ہولناک سیلاب میں جماعت احمدیہ کے خدمت خلق کے میدان میں کارنامے، آزاد کشمیر کی قرارداد پر تبصرہ نیز دیگر مضامین کے علاوہ اس سال وفات پا جانے والے جماعتی بزرگان وخدمت گاران کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے۔

اس جلد کی تیاری میں محترم اسفندیار منیب صاحب کی نگرانی میں شعبہ تاریخ احمدیت کے جملہ کارکنان نے جس محنت اور شوق سے معاونت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور بیش از بیش دینی خدمات سرانجام دینے کی توفیق بخشے اور اس کتاب کی اشاعت کو نافع الناس بنائے۔ آمین

خالد مسعود

ناظر اشاعت

پیش لفظ

۱۹۷۳ء کے حالات وواقعات پر مشتمل تاریخ احمدیت کی اس جلد کا نمبر ۲۹ ہے۔ جماعت احمدیہ میں یہ سال اپنی وقعت واہمیت کے اعتبار سے ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ اس سال میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اپنے دوسرے دورۂ یورپ کے لئے انگلستان، ہالینڈ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، اٹلی، ڈنمارک اور سویڈن تشریف لے گئے۔ آپ نے اس دورے میں جہاں افراد جماعت کی تربیت واصلاح کے لئے بیسیوں خطبات وخطابات ارشاد فرمائے وہاں دیگر مذاہب پر اسلام کی صداقت وحقانیت عیاں کرنے کے لئے پریس کانفرنسز، انٹرویوز اور ملاقاتوں کا ذریعہ استعمال فرمایا۔ آپ کا یہ نہایت کامیاب وکامران دورہ جو کئی ماہ پر محیط اور ہر لحاظ سے اپنے اندر خیر وخوبی لئے ہوئے تھا، کی ایمان افروز روئداد اس جلد کی زینت ہے۔

پھر مستقبل کی راہیں متعین کرنے والا صد سالہ جوبلی کا عظیم الشان پروگرام، جس کا اعلان خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے تیسرے روز تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا، اس تقریر کا ایک حصہ شاملِ اشاعت ہے۔

اس کے علاوہ ۱۹۷۳ء میں آنیوالے ایک ہولناک سیلاب میں جماعت احمدیہ پاکستان نے خدمت خلق کے میدان میں جو کارنامے سرانجام دیئے اور وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں، کا تذکرہ بھی اس جلد میں شامل ہے۔

نیز اس جلد میں جماعت احمدیہ عالمگیر کی دیگر مساعی حسنہ کا بھی ذکر ہے مثلاً ربوہ میں جدید پریس کے تہہ خانہ کی کھدائی میں اہلِ ربوہ کا قابلِ تقلید وقارِ عمل، آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک قرارداد پر تبصرہ، مجلس شوریٰ کے ہنگامی اجلاس کی روداد، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے دورۂ افریقہ کی تفصیلات، قلمی دوست اور سائیکل سفر کی تحریکات نیز جلسہ سالانہ ربوہ اور ذیلی تنظیموں کے اجتماعات کی رپورٹنگ۔

اسی طرح اس سال عالمِ جاودانی کی طرف رخصت ہو جانے والے بزرگانِ سلسلہ مثلاً حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب، حضرت سید میر داؤد احمد صاحب اور محترم شیخ بشیر احمد صاحب سابق

جج ہائیکورٹ کی سیرت وسوانح کا بیان اور کئی ایک مخلصین سلسلہ کے حالاتِ زندگی پر مواد بھی شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔

اس جلد کی تیاری میں محمد انور نسیم صاحب، بلال احمد قمر صاحب، اویس احمد باجوہ صاحب، قیصر محمود صاحب اور طاہر احمد آصف صاحب نے خصوصی تعاون فرمایا ہے۔

بہت سی نادر و نایاب تصاویر بھی اس کتاب کی زینت ہیں۔ تصاویر کے حصول کے لئے عمیر علیم صاحب انچارج مخزن تصاویر لندن اور عدنان احمد وڑائچ صاحب نے تعاون کیا ہے۔ جلد ہذا کے مواد کی دستیابی اور حوالہ جات کی جانچ پڑتال کے لئے مکرم محمد صادق ناصر صاحب انچارج خلافت لائبریری بمعہ عملہ کا تعاون بھی ہمہ وقت میسر رہا۔

اللہ تعالیٰ تمام تعاون کرنے والوں کو اجر عظیم سے نوازے اور بیش از پیش خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

جزاھم اللّٰہ احسن الجزاء

خاکسار

اسفندیار منیب

شعبہ تاریخ احمدیت

تاریخ احمدیت جلد 29 (سال 1973ء)

فہرست مضامین

صلح تا فتح ۱۳۵۲ہش / جنوری تا دسمبر ۱۹۷۳ء

اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل و احسان ہے کہ کاروانِ احمدیت اب اپنی زندگی کے چوراسیویں سال میں داخل ہو چکا ہے اور یہ قافلۂ حق اعداء و معاندین کے بغض و عناد اور مخالفت و عداوت کے باوجود بے مثل و بے نظیر ترقیات پر قدم مارتے ہوئے آگے سے آگے ہی بڑھتا چلا جا رہا ہے۔
الحمدللہ علیٰ ذالک

جماعتی ترقیات کی تفصیلات کا احاطہ کرنا تو ہمیشہ سے ایک مشکل کام رہا ہے لیکن اب یہ مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جا رہا ہے کہ دوران سال نازل ہونے والے افضال خداوندی کو کما حقہ احاطۂ تحریر میں لایا جا سکے، کیونکہ بارانِ رحمت باری شمار و قطار سے باہر ہے۔ اس لئے بہت سی تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے فقط اجمال پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ سال ۱۹۷۳ء کی اس جلد میں بھی اختصار کے ساتھ جماعتی ترقیات کا بیان زیب قرطاس کیا گیا ہے۔ اس سال کی جلد کا آغاز موصیان کرام کی مرکزی کمیٹی کے قیام سے کیا جا رہا ہے۔

موصیان کرام کی مرکزی کمیٹی کا قیام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۹۶۶ء میں تنظیم موصیان کی بنیاد رکھی تھی۔ اس سال کے آغاز میں حضور کے حکم پر اس تنظیم کی ایک مرکزی کمیٹی کا قیام بھی عمل میں آیا۔ حضور نے اس کمیٹی کا اعلان ۵ جنوری ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ میں بایں الفاظ فرمایا:۔

> ’’میں نے قریباً سات سال قبل موصیان کی ایک تنظیم کا اعلان کیا تھا اور کچھ ابتدائی کام ان کے ذمہ لگائے تھے۔...... میں نے یہ کام ان کے ذمہ لگایا تھا کہ تمہارے گھر میں بڑا ہو یا چھوٹا، مرد ہو یا عورت کوئی بھی ایسا نہ رہے جو قرآن کریم

کے پڑھنے کی عمر کو پہنچا ہوا ہو لیکن قرآن کریم پڑھ نہ سکتا ہو۔یا ترجمہ جاننے کی عمر کو پہنچا ہوا ہو مگر ترجمہ نہ جانتا ہو یا عام روزمرہ زندگی سے تعلق رکھنے والی تفسیر قرآن کا انہیں علم نہ ہو۔......

پھر موصیان کے ذمہ ایک یہ کام بھی کیا گیا تھا کہ جماعت احمدیہ کی عام تربیت کے معیار کو بلند کرنے کے لئے ،ان کی کوششوں سے کم از کم پانچ ہزار واقفین عارضی ہمیں ملنے چاہئیں۔اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا پانچ ہزار سے زیادہ واقفین عارضی ہمیں مل تو گئے لیکن اس میں کتنا حصہ موصیان کی کوششوں کا ہے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔......تیسرے موصیان کو یہ بھی کہا گیا تھا کہ تم جہاں بھی رہتے ہو......اس میں کوئی شخص ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم آنا چاہیئے تھا لیکن اسے پڑھنا نہیں آتا۔...... ربوہ میں موصیان کی ایک مرکزی سب کمیٹی مقرر ہو جانی چاہیے جو ان سب کاموں کے کروانے کی ذمہ دار ہو۔نظارت اصلاح وارشاد یا اس سے تعلق رکھنے والے ہمارے تین چار بزرگ دوست عبدالمالک خان صاحب، ابوالعطاء صاحب اور قاضی محمد نذیر صاحب ہیں یہ موصیان ربوہ کا ایک جائزہ لیں اور عمر کے لحاظ سے،صحت اور ہمت کے لحاظ سے اور کام کی اہلیت کے لحاظ سے ان کے نزدیک جو ۲۵ موصیان کام کروانے کے اہل ہوں ان کی فہرست مجھے اگلے جمعہ سے پہلے دے دیں میں ان میں سے ایک کمیٹی مقرر کر دوں گا۔اور پھر خواہ باتنخواہ کلرک اور دوسرا عملہ جو ضروری ہے اور سٹیشنری یعنی کاغذ وغیرہ کا جو خرچ ہے اس کا انتظام کرنا پڑے یہ انتظام تو انشاء اللہ ہو جائے گا لیکن پہلے تو اس کمیٹی کو جائزہ لینا چاہیے کہ موصیان نے کس حد تک کام کیا ہے۔دوسرے چونکہ موصیان کی چھان بین ضرور ہوتی رہنی چاہیے اس لئے یہ کمیٹی موصیان کا عمومی جائزہ بھی لے کیونکہ صرف وصیت کا چندہ شرط نہیں ہے یہ تو ایک معمولی سی شرط ہے۔ اصل تو دوسری چیزیں ہیں جن کا خیال رکھنا چاہیے۔“[1]

السید منیر الحصنی آف دمشق کے اعزاز میں الوداعی تقریب

سید منیر الحصنی عرب ممالک کی ایک قابل فخر احمدی شخصیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

الہام میں مذکور ابدال شام میں سے ایک عظیم بدل تھے۔آپ دمشق میں پیدا ہوئے اور جماعت احمدیہ سے آپ کا تعارف حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے ذریعہ ہوا۔۱۹۲۷ء میں حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کے ساتھ پادری الفریڈ نلسن کا دمشق میں مناظرہ ہوا۔اس مناظرہ کے محرک السید منیر الحصنی صاحب تھے۔آپ مولانا صاحب کے دلائل سن کر احمدیت میں شامل ہو گئے۔[2] آپ کو ۱۹۲۸ء میں جماعت احمدیہ شام کے امیر بننے کا اعزاز بھی حاصل ہوا اور آپ اس عہدہ پر تاحیات فائز رہے۔آپ کی وفات ۹/اپریل ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔[3]

آپ ۱۹۷۲ء کے جلسہ سالانہ پر ربوہ تشریف لائے۔مورخہ ۷جنوری ۱۹۷۳ء کو بعد نماز عصر جمعیۃ الناطقین بالعربیہ کی طرف سے محترم السید منیر آفندی الحصنی کے لئے ایک الوداعی عصرانہ کا اہتمام کیا گیا۔جس میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد،سلسلہ کے ناظر صاحبان اور تحریک جدید کے وکلاء حضرات کے علاوہ متعدد دیگر احباب نے بھی شمولیت فرمائی۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بھی اس موقع پر رونق افروز تھے۔متعدد تصاویر بھی لی گئیں۔حضور انور کے ارشاد پر مولانا ابوالعطاء صاحب نے عربی زبان میں معزز مہمان کو خوش آمدید اور الوداع کہتے ہوئے ان سے اپنے کچھ تاثرات بیان کرنے کی درخواست کی۔محترم السید منیر الحصنی نے اپنی مبسوط اور شستہ عربی تقریر میں بتایا کہ مجھے کس طرح جلسہ سالانہ پر آنے کی تحریک ہوئی۔پھر انہوں نے اس مرکز سلسلہ سے جماعت کی وابستگی کا ذکر فرمایا۔آخر میں آپ نے کہا کہ جو کچھ میں نے دیکھا اور محسوس کیا ہے شام میں جا کر اپنے عزیز بھائیوں کو بتاؤں گا اور جس محبت ومودّت سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور احباب جماعت نے مجھے نوازا ہے،اپنے دوستوں کو اس سے آگاہ کروں گا۔اس کے بعد حضور انور نے خطاب فرمایا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بعض مثالیں دے کر انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے معروف ''آہنی دیوار'' یعنی اشتراکی ممالک میں بھی اسلام کے لئے دروازے کھل رہے ہیں۔پھر حضور نے سب حاضرین سمیت دعا کی اور یہ تقریب ختم ہوئی۔یہ تقریب حضور انور کے مکان کے وسیع باغیچہ میں منعقد ہوئی۔تقریب کے خاتمہ کے بعد حضور نہایت محبت و پیار سے معزز مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے اور مکان کے جس حصہ میں آپ کے گھوڑے موجود تھے،اس کی سیر کرائی اور بتایا کہ ان گھوڑوں کو حدیث نبوی کی تعمیل میں کس طرح پیار سے پالا جاتا ہے۔جس میں بعض عربی النسل بھی ہیں۔آخر میں حضور انور نے آپ کو معانقہ کا شرف عطا فرمایا۔[4]

عیدالاضحیٰ کی مبارک تقریب

۱۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو عیدالاضحیٰ کی بابرکت تقریب اسلامی شعار کے مطابق نہایت سادہ اور پروقار طریق پر منائی گئی۔احباب ربوہ نے اور بہت سے افراد جو دور ونزدیک سے آئے ہوئے تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اقتداء میں نماز عید ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔حضور انور نو بج کر بیس منٹ پر بذریعہ کار مسجد اقصیٰ تشریف لائے۔نماز عید پڑھانے کے بعد حضور انور نے ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا جس کے آغاز میں حضور نے قرآن مجید کی آیات وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ......(الصافات:۱۰۸،۱۰۹) تلاوت فرمائیں اور پھر ان کی پر معارف تشریح بیان فرمائی۔

حضور انور نے آیات کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جس قربانی کے لئے تیار ہو گئے تھے اس کے فدیہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک ذبح عظیم کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ذبح عظیم یہ ہے کہ جس طرح بکرا اپنی گردن قصاب کی چھری کے سامنے رکھ دیتا ہے اسی طرح مومن اپنے وجود کو خدا تعالیٰ کے مطالبات کی مبارک چھری کے نیچے رکھ دے وہ اپنی تمام خواہشات و جذبات کو چھوڑ کر خدا میں گم ہو کر ایک موت اپنے اوپر وارد کر لے جس کے بعد خدا تعالیٰ اسے ایک ابدی زندگی کا وارث بنا دے گا۔آخر میں حضور انور نے فرمایا کہ ہمارا فرض ہے کہ جن قربانیوں کا ہم سے مطالبہ کیا جارہا ہے ان کے لئے ہمیشہ تیار رہیں اور انہیں پیش کرتے چلے جائیں۔خطبہ کے اختتام پر حضور نے اجتماعی دعا کروائی جس کے بعد حضور واپس تشریف لے گئے۔[5]

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کا انتقال

(وفات:۲۵ جنوری ۱۹۷۳ء)

اس سال جماعت احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک خاندان کی دو ممتاز شخصیات حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور سید داؤد احمد صاحب کی دائمی مفارقت کے صدمات سہنے پڑے اور پوری جماعت ان کی جدائی پر مغموم ہو گئی۔

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے پوتے، حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے فرزند اکبر اور جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ کی ولادت ۳؍ اکتوبر ۱۸۹۰ء کو قادیان دارالامان میں ہوئی۔ ۱۹۰۱ء کے لگ بھگ مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہوئے۔ فروری ۱۹۰۴ء میں مدرسہ کے جن نو طلباء نے مڈل پاس کیا ان میں سرفہرست آپ تھے۔ ان دنوں مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر حضرت مفتی محمد صادق صاحب تھے اور آپ کے ساتھ امتحان پاس کرنے والوں میں عبدالغفار خان صاحب ولد انوار حسین خان صاحب رئیس شاہ آباد اور اقبال علی غنی صاحب برادر حضرت فیض علی صاحب صابر بھی تھے۔[6]

آپ کو ۲؍ مارچ ۱۹۰۶ء بروز جمعہ حضور علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے آپ کی بیعت کی خبر دیتے ہوئے حسب ذیل نوٹ سپرد اشاعت فرمایا:۔

"ایک اور پیشگوئی پوری ہوگئی"

''۲۲؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اشتہار بعنوان ''ایک الہامی پیشگوئی کا اشتہار'' شائع ہوا تھا اُس کے صفحہ ۲ میں ۲۰؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء کی ایک رؤیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درج فرمائی ہے اور وہ یہ ہے۔

> ''مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا''۔[7]

یہ رؤیا ہے اس وقت آپ نے اس کی تعبیر یوں فرمائی کہ خدا تعالیٰ کا کوئی ایسا بیّن الثبوت نشان ظاہر ہوگا جس سے لوگوں کے دلوں پر تسلط ہو اور وہ مجھے لوگوں کے دلوں میں عزیز بنا دے۔ یہ تعبیر بطور خود و بجائے خود نہایت معقول اور مقبول ہے مگر کیسی خوشی کی بات ہے کہ یہ رؤیا اپنے لفظوں میں بھی بالکل پوری ہوگئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے اس رؤیا میں جو بچہ دکھایا گیا تھا وہ عزیز احمد تھا جو جناب مرزا سلطان احمد صاحب افسر مال میانوالی کا بیٹا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پوتا ہے۔ رؤیا مذکور اشارۃً درج ہوئی تھی ورنہ صاف طور پر آپ نے فرمایا تھا کہ عزیز احمد خلف مرزا سلطان احمد کو میں نے دیکھا

ہے۔اس جمعہ کو مرزا عزیز احمد نے اپنے برگزیدہ دادا صاحب کے ہاتھ پر انہیں مسیح موعود تسلیم کر کے بیعت کر لی الحمد للہ علیٰ ذالک۔اور اس طرح پر یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔بعض لوگ جو حقائق سے ناواقف ہیں اور ایسے نشانات پر غور کرنے کے عادی نہیں شاید اس کو سرسری نظر سے دیکھیں لیکن جو لوگ حالات سے واقف ہیں وہ اس کو ایک عظیم الشان نشان سمجھتے ہیں۔جس وقت اعلیٰ حضرت نے یہ رؤیا دیکھا اس وقت عزیز احمد کی عمر نو سال سے کچھ زیادہ تھی اور ادھر حضرت اقدس کے ساتھ کوئی تعلقات باقی نہ تھے۔عزیز احمد ایک مخالف خاندان میں پرورش پا رہا تھا ایسی صورت میں یہ کب ممکن تھا کہ ایسی امید ہو سکے اور پھر اپنے بلوغ تک عزیز احمد زندہ بھی رہے یا خود اعلیٰ حضرت زندہ رہیں لیکن اب جبکہ اپنے خاندان میں مرزا عزیز احمد پہلا بچہ ہے جو حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرتا ہے بحالیکہ ابھی مرزا سلطان احمد صاحب کو جو مرزا عزیز احمد کے والد ماجد ہیں یہ موقعہ نہیں ملا تو پھر اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں کیا شک رہا بلکہ یہ ایک نہیں تین نشان ہیں۔اوّل مرزا عزیز احمد صاحب کا اس وقت تک زندہ رہنا (خدا اس کی عمر میں اور برکت دے۔آمین) خود اعلیٰ حضرت کا زندہ رہنا۔پھر عزیز احمد کا بیعت کرنا غرض یہ کئی نشانوں کا مجموعہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں دکھایا۔خدا کرے کہ عزیز عزیز احمد کی بیعت اس کے باقی گھرانے پر نیک اثر ڈالنے والی ہو۔آمین''۔[8]

حضرت میاں صاحب نے اپنی خودنوشت روایات میں واقعہ بیعت کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''ہمارے گھر میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں ایک دیوار تھی۔اِس وقت بھی ایک دیوار ہے مگر موجودہ دیوار نئی بنی ہوئی ہے جیسے اس دیوار میں ایک کھڑکی دونوں طرف کھلتی ہے اسی طرح پرانی دیوار میں سے بھی ایک کھڑکی دوسری طرف کھلتی تھی۔سب سے پہلا نظارہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف کا مجھے یاد ہے وہ اس دن کا ہے جس دن پنڈت لیکھرام کے قتل کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام والے گھر کی تلاشی پولیس نے لی تھی۔میں نے حضرت صاحب کو نہیں دیکھا تھا۔مگر مرزا نظام الدین صاحب کو میں نے اندر صحن میں کھڑے ضرور دیکھا تھا۔اَور لوگ بھی تھے۔مگر کون کون تھے۔مجھے یاد نہیں رہا۔میں بچپن میں بھی قادیان میں تعلیم پاتا رہا۔ڈسٹرکٹ بورڈ پرائمری سکول میں پہلے اور پھر اُس سکول میں جو جماعت نے قائم کیا تھا۔اور جس میں شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب حکیم استاد تھے۔وہ سکول مرزا نظام الدین صاحب کے

دیوان خانہ کے اُس حصہ میں لگا کرتا تھا جہاں اب جماعت کے دفاتر واقع ہیں۔اس کے بعد میں قادیان سے باہر تعلیم پاتا رہا۔چھٹی جماعت سے غالباً میں پھر قادیان کے سکول میں داخل ہوا اور آٹھویں پاس کرنے تک وہاں رہا۔اور پھر کچھ دیر نویں جماعت کسی باہر کے سکول میں پڑھ کر پھر قادیان واپس آ گیا۔غالباً مڈل کی جماعتوں میں جب تک تھا۔اس وقت یہاں ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب (سابق سردار مہر سنگھ) نے جو مجھے پڑھایا کرتے تھے، مجھے گاہے گاہے تبلیغ بھی کی۔اس وقت ہمارے گھر میں سے اور رشتہ داروں میں سے کوئی بھی احمدی نہیں تھا۔اَور بزرگوں نے بھی تبلیغ مجھے کی۔ اور مجھے اُن کے اسمائے گرامی یاد نہیں ہیں۔نویں جماعت میں حضرت خلیفہ ثانی نے بھی جو کہ اُس وقت سکول میں ہی تعلیم پاتے تھے گاہے گاہے تبلیغ کی۔اس زمانہ میں مجھے کئی خواب آئے۔ مجھے اس وقت صرف ایک یاد ہے۔اور وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک تالاب کے ایک طرف کے کنارہ پر بندوقیں لئے بیٹھے ہیں۔اور دوسری طرف کے کنارہ پر جو لوگ ہیں ان پر نشانہ لے رہے ہیں۔دوسری طرف مرزا نظام الدین صاحب اور دیگران تھے۔یہ تالاب وہ ہے جو اب بھی محلّہ دارالانوار میں عبدالرحیم درد صاحب کے مکان کے سامنے واقعہ ہے۔اور غالباً حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے حصہٴ اراضی میں آ چکا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس وقت مجھے اشتہار بھی دیا کرتے تھے۔ایک اشتہار جو انہوں نے دیا تھا وہ غالباً عبداللہ آتھم کے متعلق تھا۔شیخ یعقوب علی صاحب بھی جب موقعہ ملتا تھا مجھے تبلیغ کرتے تھے۔تقریباً اُسی زمانہ میں دیوار والا مشہور مقدمہ بھی ہوا تھا۔دیوار کی وجہ سے سکول کے طلباء موجودہ قصرِ خلافت کی گلی کے راستہ مسجد اقصیٰ میں برائے ادائیگی نماز جایا کرتے تھے۔ایک دن مغرب کی نماز کے وقت زور کی تالیوں کی آواز آئی۔ میں اس وقت اپنے گھر میں موجود تھا۔میں نے بھاگ کر اپنے مکان کے کمرہ کی کھڑکی میں سے دیکھا۔تو سکول کے طلباء مسجد کو جا رہے تھے۔اور بعض ان میں سے تالیاں بجا رہے تھے۔ان میں ایک طالب علم مسمی غلام محمد (ڈاکٹر غلام محمد بٹ جو آجکل لاہور پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں) آیا۔مجھے اچھی طرح یاد ہے میرے دریافت کرنے پر مجھے انہوں نے بتایا کہ مقدمہ دیوار والا حضرت صاحب نے جیت لیا تھا۔اس پر میں نے بھی گھر میں کھڑے ہوئے ہی تالی بجا دی۔جس پر مجھے اماں جی (تائی صاحبہ) نے سخت سست بھی کہا۔مجھ سے کچھ پہلے مکرمی مرزا احسن بیگ صاحب نے بیعت کی۔اور میں نویں جماعت میں تھا جب میں نے بیعت کی۔ایک دن غالباً شیخ یعقوب علی صاحب مغرب کی نماز میں

میرے ساتھ ہو لئے۔ (میں اس سے پہلے بھی مسجد مبارک میں نماز ادا کیا کرتا تھا) میں صحیح طور پر نہیں کہہ سکتا مگر اس نماز میں غالباً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی میرے آس پاس ہی تھے۔ ممکن ہے اور کوئی بزرگ بھی ہو۔ مگر مجھے نام یاد نہیں ہے۔ یہ احباب مجھے عین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس لے گئے اور اُس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب علیہ الرحمۃ بھی مسجد مبارک میں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت اقدس سے کہا کہ عزیز احمد حضور کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔ یہ مجھے یاد نہیں ہے کہ آیا حضرت اقدس نے کچھ کہا کہ نہیں۔ مگر انہوں نے میری بیعت لے لی۔ مجھے بہت مبارکیں دی گئیں۔ غالباً دوسرے ہی روز حضرت اقدس نے اپنے گھر میں دعوت کی۔ اُس دعوت میں حضرت خلیفہ ثانی، میاں بشیر احمد صاحب، میاں شریف احمد صاحب، میر محمد اسحٰق صاحب اور دوسرے بچے شامل تھے۔ دو تخت پوش بچھے ہوئے تھے۔ ان پر ایک چاندنی بچھی تھی۔ ہم نے وہاں کھانا کھایا۔ حضرت اماں جان کھانا نکال کر دے رہی تھیں۔ اور حضرت صاحب پاس ہی ٹہل رہے تھے۔ اور جہاں تک مجھے یاد ہے نہایت ہی خوش نظر آتے تھے۔ یقین سے تو نہیں کہہ سکتا مگر کچھ یاد پڑتا ہے کہ حضرت اقدس نے میری طرف اشارہ کر کے حضرت خلیفہ ثانی کو کہا ''محمود یہ تمہارا بھتیجا ہے''۔ اس کے بعد میرزا بشیر احمد صاحب کی شادی میں مجھے حضرت اقدس نے بطور براتی کے بہ ہمراہی حضرت خلیفہ ثانی، میر ناصر نواب صاحب، میر محمد اسحٰق صاحب وغیرہم بھی تھے، (بھجوایا) غالباً دعوت ولیمہ میں بھی مَیں شامل ہوا تھا۔ اس وقت تک میں انٹرنس پاس کر چکا تھا۔ میں علی گڑھ کالج میں داخل ہو گیا۔ وہاں ۱۹۰۷ء میں ایک سٹرائیک طلباء نے کی۔ یہ انگریز پروفیسران کالج کے خلاف تھی۔ میں اس میں شامل ہو گیا۔ گو ماسٹر محمد دین صاحب، صوفی غلام محمد صاحب اس میں شامل نہ ہوئے۔ اس بناء پر حضرت اقدس نے میرا اخراج جماعت سے کر دیا۔ میں تو خاموش رہا مگر قبلہ والد صاحب نے خود مجھے ایک معافی نامہ تحریر کر کے بھیجا اور لکھا کہ میں اس کی نقل کر کے اور اس پر دستخط کر کے فوراً بلا تاخیر حضرت اقدس کی خدمت ارسال کر دوں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور میری معافی کا اعلان ہو گیا۔

مئی ۱۹۰۸ء میں جب حضرت اقدس کا وصال ہوا۔ تو میں رائے ونڈ ریلوے سٹیشن کے قریب ایک گاؤں اعظم آباد میں مقیم تھا۔ وہاں میرے خسر میرزا اسلم بیگ صاحب مرحوم کی اراضی تھی۔ وہاں بذریعہ تار میرے والد صاحب نے مجھے حضرت صاحب کے وصال کی اطلاع دی۔ اور مجھے فوری طور پر واپس بلا بھیجا اور میں واپس قادیان چلا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کے فوراً بعد کا ایک واقعہ سہواً رہ گیا ہے وہ میں اب تحریر کرتا ہوں۔

بیعت کے غالباً کچھ دن بعد قبلہ والد صاحب قادیان رخصت پر تشریف لائے اور اماں جی (تائی صاحبہ) نے ان کو کہا کہ سلطان احمد دیکھو اسے (یعنی مجھے) کیا واوگ گئی اے۔ اس پر والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ تائی اور کچھ نہیں تو نماز تو پڑھے گا ہی۔ اس پر غالباً اماں جی کچھ ناراض سی ہوئیں۔ خدا کی قدرت اس دن سے کئی سال بعد اماں جی مذکور نے خود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

میں اس وقت غالباً اپنی ملازمت کے سلسلہ میں شملہ یا دہلی میں تھا۔ مگر میں نے ان کی بیعت کی خبر سن لی۔ یا پڑھ لی۔ جب میں رخصت پر قادیان آیا تو میں نے اماں جی سے پوچھا کہ اماں جی اب آپ کو کیا ''واوگ گئی ہے''۔ اس پر وہ ہنس پڑے۔''[9]

حضرت مصلح موعود نے آپ کے واقعہ بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ''ساری جماعت کے لوگ ان سے واقف ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہیں اور انہیں ایک فوقیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ جب ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب کو سلسلہ کے متعلق اظہار خیال کا موقعہ نہ ملا تھا اس وقت انہوں نے بیعت کی تھی۔ اگر چہ ان کی اس وقت کی بیعت میں اساتذہ کا بہت کچھ دخل تھا اور خود میرا بھی دخل تھا۔ میرے ذریعے ہی ان کی بیعت کا پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بیعت کے متعلق سن کر بہت خوش ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی والدہ سے بھی بہت محبت تھی۔ جب خاندان میں بہت مخالفت تھی اور آنا جانا بھی بند تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے عزیز احمد کی والدہ کئی بار آتی جاتی ہیں اور روتی رہتی ہیں کہ لوگوں نے خاندان میں یہاں تک تفرقہ ڈال دیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے مل بھی نہیں سکتے''۔[10]

حضرت میاں صاحب کا پہلا نکاح ۲ رنومبر ۱۹۱۰ء کو ہوا۔اس سلسلہ میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت سیدنا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے بھی شامل بارات ہونے کی درخواست کی چنانچہ لکھا:۔

''برادرم معظم سلام علیکم

اگر آپ بہ مورخہ ۲ رنومبر ۱۹۱۰ء بوقت شام لاہور میں تشریف لاکر شامل رسم نکاح خوانی برخوردار عزیز احمد طال عمرہ ہوں تو کمال مشکوری کا باعث ہوگا۔دوسری نومبر ۱۹۱۰ء وقت شام یہ رسم ادا ہوگی بہ فضل خدائے کریم۔مائی صاحبہ کی خدمت میں سلام عرض کریں۔۳۱ راکتوبر ۱۹۱۰ء

احقر سلطان احمد''

اخبار بدر(قادیان) نے مبارک باد کے زیر عنوان لکھا:۔

''ہمارے مرزا عزیز احمد صاحب احمدی بی۔اے جن کو احمدیہ پبلک سے انٹروڈیوس کرانے کے لئے مجھے یوں کہنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے کا نکاح لاہور میں مرزا اسلم بیگ صاحب کی لڑکی سے ہوا۔اللہ تعالیٰ اس قران السعدین کو مبارک کرے''۔[11]

بعد ازاں رخصتانہ اور ولیمہ کی خبر مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع کی:۔

''اب دلہن کا رخصتانہ ہوا اور میرزا عزیز احمد صاحب اپنی اہلیہ کو لے کر قادیان میں آئے۔سب سے پہلے دولہا دولہن حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اس کے بعد یہاں بھی ولیمہ ہوا۔اللہ تعالیٰ اس قران السعدین کو مبارک کرے۔خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب بھی آئے تھے مگر جلد واپس تشریف لے گئے''۔[12]

خود حضرت میاں صاحب نے بیان فرمایا:۔

''میری پہلی شادی مکرم مرزا اسلم بیگ صاحب (الفضل میں سہواً محمد اعظم بیگ چھپ گیا ہے جو صحیح نہیں) کی دختر سے ہوئی۔ہم بارات لے کر لاہور گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ہم حضور کو اس وقت میاں صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ہمارا قیام منشی افتخار الدین صاحب کے گھر پر تھا۔

بارات جب لاہور سے روانہ ہوکر بٹالہ کے سٹیشن پر پہنچی تو حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے ہمیں لینے کے لئے دو رتھ بھجوائے ہوئے تھے (یہ ایک قسم کی بہلی ہوتی تھی جس کے دو بڑے بڑے

پہیے ہوتے تھے اور بیل کھینچا کرتے تھے) ان دنوں ابھی قادیان تک ریل نہیں گئی تھی۔ جب ہم قادیان پہنچے تو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ دلہن کو گھر لے جانے کی بجائے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے پاس سلام اور دعا کے لئے لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت والد صاحب کے ارشاد کی تعمیل کر دی گئی‘‘۔[13]

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی دینی خدمات کا آغاز خلافت ثانیہ سے ہوتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا بیان ہے:۔

’’مارچ ۱۹۱۴ء میں پہلے (پرائیویٹ) سیکرٹری صاحبزادہ مرزا عزیز احمد ایم اے تھے۔ان کے بعد خاکسار مفتی محمد صادق نے اس خدمت کو سرانجام دیا اور میرے ولایت جانے پر مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کو اس خدمت کے سرانجام دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔اس وقت محرر ڈاک صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب تھے مگر دفتر کوئی نہ تھا‘‘۔[14]

حضرت میاں صاحب نے علی گڑھ سے ایم اے پاس کیا جس کے بعد ایک لمبے عرصہ تک اعلیٰ سرکاری ملازمت میں رہے اور بالآخر اے۔ ڈی ایم کے معزز عہدہ سے جون ۱۹۴۵ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ دوران ملازمت آپ کا کردار ہر اعتبار سے مثالی رہا۔ جہاں جہاں متعین ہوئے خدا ترسی، انصاف پروری اور ہمدردی خلائق کے ایسے ایسے شاندار نمونے قائم کئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔اس حقیقت کا کسی قدر اندازہ اُن چند واقعات سے ہوتا ہے جو مرزا منظور احمد صاحب قادیانی (برلاس منزل دارالرحمت غربی ربوہ) نے آپ کے وصال کے بعد کنری پاک سندھ میں بیان کئے اور مولوی محمد اشرف صاحب ناصر مربی سلسلہ تھرپارکر نے قلمبند کر کے اخبار الفضل ۱۰/اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۴ پر شائع کرا دیئے۔مولوی صاحب موصوف نے لکھا:۔

’’محترم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اغلباً فیروز پور میں متعین تھے کہ آپ کی عدالت میں ایک متعصب ہندو کا کوئی مقدمہ پیش ہوا۔ اپنے کیس کی کمزوری اور ناجائز حربوں کے استعمال میں ناکامی کے پیش نظر اسے یقین تھا کہ اس کیس کا فیصلہ اس کے حق میں نہیں ہوسکتا۔لہٰذا اس نے عدالت اعلیٰ میں درخواست کی کہ چونکہ مجھے مرزا صاحب سے بوجہ ان کے مسلمان ہونے کے انصاف کی توقع نہیں اس لئے میرا یہ مقدمہ کسی اور عدالت میں منتقل کیا جائے اور علاوہ ازیں اس نے ہندو اخبارات میں بھی بڑا پراپیگنڈا کیا کہ مرزا عزیز احمد بڑا متعصب مسلمان ہے۔اس لئے ایک ہندو کے مقدمہ میں اس جج سے انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی لیکن جب اعلیٰ عدالت میں یہ درخواست پیش ہوئی تو دلائل

سننے کے بعد اس اعلیٰ عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمارے سامنے کوئی ٹھوس وجہ ایسی پیش نہیں کی گئی جس کی بناء پر ہم یہ مقدمہ کسی اور جج کے سپرد کریں۔اس لئے اس مقدمہ کی سماعت مرزا عزیز احمد صاحب ہی کریں گے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس درخواست کی وجہ سے اور اخبارات میں اس کی طرف سے زہریلے پراپیگنڈا کی وجہ سے میرے دل میں لاشعوری طور پر اس ہندو کے خلاف جذبات پیدا ہو گئے۔جس کا اثر یہ ہوا کہ شروع مقدمہ میں ہی اس ہندو کو سزا دینے کے لئے اپنے دلائل کو مضبوط کرتا رہا تا آنکہ اس مقدمہ کی سماعت مکمل ہوگئی۔فیصلہ کے لئے دن مقرر کر دیا گیا۔ محترم صاحبزادہ صاحب اپنے چیمبر میں بیٹھ کر دیر تک فیصلہ کو قلمبند فرماتے رہے اور فیصلہ میں اس کے لئے انتہائی سزا تجویز کرتے ہوئے فائل کو اپنی نگرانی میں گھر لے آئے اور رات کو سوتے وقت یہ فائل اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لی۔نصف شب کا وقت ہوگا کہ کسی غیبی طاقت نے محترم صاحبزادہ صاحب کو اپنی گرفت میں لے کر اتنے زور سے بھینچا کہ آپ کا انگ انگ ٹوٹنے لگا اور ساتھ ہی یہ پُرشوکت آواز آئی کہ ''اتنا غلط فیصلہ'' اور اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھ کھل گئی۔سارا جسم خوف اور پسینہ سے شرابور تھا۔ گھر والوں کو جگایا، پانی پیا۔ جب ہوش آیا تو اُسی وقت وضو کر کے دو نفل ادا کئے۔ بڑا استغفار کیا، دعائیں کیں اور سوچنے لگے کہ یہ نظارہ کس کے متعلق تھا اور میں نے کون سا غلط فیصلہ کیا ہے۔معاً آپ کی توجہ تکیہ کے نیچے پڑی ہوئی فائل کی طرف گئی۔آپ نے اسی ہندو کے مقدمہ کے فیصلہ کو پڑھنا شروع کیا۔آپ فرماتے تھے کہ میں نے اس فیصلہ کو پڑھا تو مجھے اس میں بڑے سقم نظر آئے اور میں نے محسوس کیا کہ واقعی یہ فیصلہ غلط ہے۔ چنانچہ آپ نے اس فیصلہ کو پھاڑ دیا اور ایک نیا فیصلہ لکھا۔اس کے بعد آپ کو بڑی ہی پُرسکون نیند آ گئی۔

دوسرے روز جب آپ عدالت جا رہے تھے تو ڈرائیور کو حکم دیا کہ موٹر کو اس لان کی طرف لے چلو جہاں وکلاء بیٹھتے ہیں۔وہاں کافی وکلاء جمع تھے۔آپ موٹر سے اتر کر ان کی طرف گئے۔انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا۔آپ نے فرمایا آج میں ایک نہایت اہم فیصلہ کرنے والا ہوں لہٰذا آپ سب کو دعوت دیتا ہوں کہ اس فیصلہ کو سننے کے لئے آئیں۔

اس دن وہ ہندو اپنے گھر سے بخش بخشوا کر عدالت میں آیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ وہ سزا سے کسی صورت بچ نہیں سکتا۔اس کے اعزا و اقربا بھی کافی تعداد میں جمع تھے۔وہ بڑی گھبراہٹ اور بے چینی

سے اِدھر اُدھر چکر لگاتا جاتا اور اپنی جیب سے ایک ایک چیز نکال کر اپنے عزیزوں کو اس خدشہ کے تحت دیتا جاتا کہ نہ معلوم اب کتنی لمبی مدت کے لئے زندان میں رہنا ہوگا۔ عدالت سے جب اس ہندو کا نام پکارا گیا تو وہ کپکپاتے اور ڈگمگاتے قدموں سے کمرۂ عدالت میں داخل ہوا۔ سب وکلاء اور حاضرین کی نظریں جج پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے کیونکہ اس ہندو کی انتقال مقدمہ کی درخواست اور اخبارات میں معزز جج کے خلاف پراپیگنڈا کی بناء پر ہر ایک کو خیال تھا کہ آج اس ہندو کو سخت سزا سننی ہوگی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا۔ کیوں لالہ جی آ گئے۔ وہ کہنے لگا حضور حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ لالہ جی آپ نے بڑا زور لگایا کہ مقدمہ کسی اَور کے پاس چلا جائے اور خوب مخالفانہ پراپیگنڈا بھی کیا لیکن آپ کی ایک نہ چلی اور آخر کار میرے پاس ہی پھنسے۔ ہندو لالہ کو اپنا بھیانک انجام نظروں کے سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا رنگ فق ہوتا جا رہا تھا۔ اور صاحبزادہ صاحب فرماتے جا رہے تھے لالہ جی تم نے بھی بڑا زور لگایا اور ہم نے بھی تمہیں سزا دینے کے لئے بڑا زور لگایا لیکن اس کے باوجود ہم آپ کو باعزت بری کرتے ہیں۔ اس ہندو کا یہ سننا تھا کہ غش کھا کر زمین پر گر پڑا اور کمرۂ عدالت میں موجود ہر شخص کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ ''آج انصاف کی حد ہوگئی''۔

ایک دن محترم صاحبزادہ صاحب کے نوکروں نے آپ کو بتایا کہ آپ جب عدالت سے کوٹھی میں واپس آتے ہیں تو اس وقت ایک سایہ سا کوٹھی کی چار دیواری سے جھانکتا نظر آتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا پیچھا کرو اور پکڑ کر لاؤ۔ دوسرے دن وہی سایہ نظر آیا۔ نوکر جو پہلے ہی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے اسے پکڑ کر آپ کے پاس لے آئے۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ تو وہی ہندو ہے جسے آپ نے بری کیا تھا۔ آپ نے نوکروں کو فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور میرے پاس آنے دو۔ آپ نے پوچھا۔ لالہ جی کیا بات ہے آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ وہ ہندو کہنے لگا مہاراج میں آپ کو سچ سچ بتاؤں کہ میں کیوں ایسا کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ مجھے آپ ایک دیوتا معلوم ہوتے ہیں۔ میرے من میں آپ کے دیدار کے لئے ایک آگ سی لگی رہتی ہے اور جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں مجھے کسی پل آرام نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا تو پھر تمہیں یوں چوروں کی طرح جھانکنے کی ضرورت نہیں ہے اور ہاتھ بڑھا کر کہا۔ آؤ آج سے ہم اور آپ دوست بنتے ہیں آپ ہر وقت بلا روک ٹوک مجھے مل سکتے ہیں آپ پر کوئی پابندی نہیں اور

اس طرح ایک ہندو آپ کی نیکی و پارسائی اور دیانتداری کی وجہ سے تاعمر آپ کا غلام بے دام بن گیا۔

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نہایت ہی دعا گو اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ مکرم مرزا منظور احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک گھرانہ میں ایک تنازعہ پیدا ہوگیا جس پر اُس گھر کی عزت کا دارو مدار تھا۔ محترم صاحبزادہ صاحب مرزا منظور احمد صاحب کو ساتھ لے کر اس گھرانہ میں گئے اور ان سے بات کی لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اس گھر سے واپس آتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے کہ مرزا صاحب اب آخری ہتھیار بھی استعمال کرلیں اور آپ باہر سڑک پر ہی سجدہ ریز ہوگئے۔ مرزا منظور احمد صاحب فرماتے ہیں اس وقت سورج کی شعاعیں آپ کی گردن کے ساتھ یوں مس کر رہی تھیں جیسے سورج کے ساتھ آپ کا تعلق ہوگیا ہے۔ آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور مجھے فرمانے لگے کہ اب جاؤ اور جا کر فریقین سے بات کرو۔ چنانچہ میں گیا اور چند منٹ میں مسئلہ حل ہوگیا اور باعزت سمجھوتہ ہوگیا۔ یہ محض آپ کی دعا کا کرشمہ تھا جس کے متعلق آپ کو یہ یقین واثق تھا کہ

؎ غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو"

سرکاری ملازمت کے آخری ایام میں آپ ملتان میں تعینات تھے۔ اسی دوران ۲۷ مارچ ۱۹۴۵ء کی صبح کو سیدنا حضرت مصلح موعود بذریعہ سندھ ایکسپریس سفر سندھ سے واپسی پر ملتان تشریف لائے۔ آپ کی کوٹھی پر رونق افروز ہوئے۔ اس کوٹھی میں چند دن سے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آئی سی ایس منتظم آبادی حویلی پروجیکٹ مع اپنی بیگم صاحبہ کے فروکش تھے۔ حضرت مصلح موعود نے کوٹھی میں احمدیوں کے علاوہ ہر مذہب و ملت کے اصحاب اور اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں اور بعض دیگر معززین کو شرف ملاقات بخشا اور ایمان افروز ملفوظات سے نوازا۔ حضور اگلے روز ۱۲ بجے کوئٹہ پسنجر کے ذریعہ عازمِ دارالامان ہوگئے۔[15]

حضرت میاں صاحب سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوکر جولائی ۱۹۴۵ء کے شروع میں قادیان تشریف لے آئے۔[16] اور اس طرح آپ کی مرکزی خدمات کا آغاز ہوا۔ ۱۹۴۶ء میں آپ دو ماہ کے لئے قائمقام ناظر امور عامہ مقرر ہوئے۔ بعدازاں ۱۹۴۷ء میں آپ جوائنٹ ناظر دعوت و تبلیغ مقرر ہوئے۔ پھر آپ اس تاریخی مشاورتی مجلس میں بھی شامل ہوئے جس کا قیام حضرت مصلح موعود کے حکم پر رتن باغ لاہور میں اوائل ستمبر ۱۹۴۷ء میں ہوا اور جو اپریل ۱۹۴۹ء تک جاری رہی۔ (ہجرت پاکستان

کے بعد حضرت مصلح موعود جماعت احمدیہ کی از سر نو تنظیم کے بارہ میں انتہائی متفکر تھے اس لئے حضور انور نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی تاسیس کے ساتھ ہی یہ حکم دے دیا کہ ناظر صاحبان (اور بعد ازاں صدر انجمن یا تحریک جدید کے بعض مخصوص شعبوں کے انچارج) روزانہ رتن باغ میں جمع ہوں اور اپنی رپورٹیں سنا کر ہدایات حاصل کریں چنانچہ ابتدائی اور ہنگامی ایام میں روزانہ اور پھر حسب ضرورت ہفتہ میں تین، دو یا ایک بار یہ اہم مشاورتی میٹنگ ہوتی تھی۔اس سلسلہ کی آخری مجلس جس کی کارروائی محفوظ ہے ۴؍اپریل ۱۹۴۹ء کو منعقد ہوئی۔) [17]

مئی و جون ۱۹۴۸ء میں آپ نے قائم مقام ناظر امور عامہ کے فرائض انجام دیئے۔[18] ۲۶؍مئی ۱۹۴۹ء کو بذریعہ گزٹ صوبہ پنجاب ربوہ میں نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی کا قیام ہوا جس کے پانچ نامزد ممبران میں سے ایک آپ بھی تھے۔[19] ۱۹۴۹ء میں حضرت مصلح موعود کے حکم سے آپ ناظر اعلیٰ کے منصب پر فائز ہوئے۔آپ نے نظارت علیا کی پہلی رپورٹ میں نہایت عجز وانکسار سے لکھا:

’’یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ میرے جیسے آدمی کو حضرت خلیفۃ المسیح نے سلسلہ کی خدمت کے لئے پسند کیا ہے ورنہ من آنم کہ من دانم‘‘۔[20]

آپ مسلسل بائیس سال تک نظارت علیا کے سربراہ رہے اور نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے مفوضہ فرائض بجالاتے رہے اور ایسی شاندار خدمات انجام دیں جن کی اہمیت زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ روز بروز بڑھتی جائے گی۔۱۹۵۴ء تا ۱۹۵۶ء تک آپ ایڈیشنل ناظر اعلیٰ کے عہدہ پر تھے۔[21]

مئی ۱۹۵۶ء سے مئی ۱۹۶۱ء تک ناظر اعلیٰ اوّل کی حیثیت سے کام کیا۔[22] (اس وقت ناظر اعلیٰ ثانی میاں غلام محمد صاحب اختر تھے)

۱۹۶۲ء میں آپ نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں اپنے ماہانہ الاؤنس ترک کرنے اور رضا کارانہ خدمت کرنے کی عرضداشت پیش کی جسے حضور نے شرف قبولیت بخشا اور آپ جولائی ۱۹۶۲ء سے آنریری طور پر پہلے سے زیادہ جوش و جذبہ کے ساتھ سلسلہ احمدیہ کی بے لوث اور مخلصانہ خدمات میں سرگرم عمل ہو گئے۔[23]

نظارت علیا کی بھاری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ کو نومبر ۱۹۵۰ء سے اکتوبر ۱۹۵۴ء تک صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے فرائض بھی انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ کے چہار سالہ دور صدارت میں مجلس کے مستقل دفتر کی تعمیر کی طرف توجہ کی گئی۔ناخواندہ اور کم تعلیم یافتہ انصار کے

لئے نصاب مقرر ہوا۔ انصار کو بحیثیت تنظیم تحریک جدید میں شمولیت کی پُر زور تحریک کی گئی اور انفرادی تبلیغ کے پروگرام کو منظّم کرنے کی مساعی تیز تر کر دی گئیں۔[24]

خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں نہ صرف اپنے عہدہ کے اعتبار سے بلکہ ذاتی طور پر بھی آپ حضرت مصلح موعود کے دست و بازو تھے۔ خلافت ثالثہ کا انتخاب ۸ر نومبر ۱۹۶۵ء کو آپ کی صدارت میں ہوا۔[25] اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت امن وسکون اور اتفاق و اتحاد سے معمور فضا میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس نازک موقع پر آپ نے جس غیر معمولی جرأت و فراست، وقار اور عالی ہمتی کا ثبوت دیا وہ ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

حضرت میاں صاحب ناظر اعلیٰ کے عہدہ پر ۳۰ر اپریل ۱۹۷۱ء تک فائز رہے۔ ۱۲ر مئی ۱۹۷۱ء کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے آپ کے اعزاز میں نہایت وسیع پیمانہ پر الوداعی تقریب کا انعقاد ہوا۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی شرکت فرمائی اور خطاب سے نوازا۔ اس تقریب میں صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جس میں بتایا کہ ربع صدی تک آپ نے بحیثیت ناظر اعلیٰ نہایت اخلاص، باقاعدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ گراں بہا خدمات انجام دیں۔ آپ کی اصابت رائے، اعلیٰ انتظامی قابلیت اور ماتحتوں کے ساتھ آپ کا ہمدردانہ اور مشفقانہ سلوک۔ یہ سب امور ایسے ہیں جن کی وجہ سے آپ کے ساتھ کام کرنے والے کارکن کبھی آپ کی یاد کو اپنے قلوب سے محو نہ کر سکیں گے۔[26]

۲۵ر جنوری ۱۹۷۳ء کو حضرت میاں صاحب قریباً دس بج کر پچیس منٹ پر محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اگلے روز بروز جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مقبرہ بہشتی ربوہ کے وسیع و عریض میدان میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں ربوہ اور بیرونجات کے ہزاروں مخلص احمدیوں نے شرکت کی اور آپ کا جسد خاکی مقبرہ بہشتی کے احاطہ خاص میں حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔[27]

چوہدری فضل احمد صاحب ریٹائرڈ ڈپی ای ایس نائب ناظر تعلیم ربوہ کا بیان ہے کہ:

''حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب سابق ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ بے لوث خدمت دین میں ممتاز، صدر انجمن میں اعزازی کارکن، اپنے ماتحتوں اور احباب سے شفقت کا سلوک کرنے والے، فرض شناس اور نرم دل مگر اصولوں کے پکے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

آپ مستحقین کی امداد سے دریغ نہ کرتے جب بھی آپ سے کسی ایسے شخص کی امداد طلب کی گئی آپ نے خندہ پیشانی سے دی۔ وسیع القلب ایسے تھے کہ اپنے بیگانے یا واقف و ناواقف کے درمیان کبھی امتیاز نہ برتا۔ بسا اوقات فرماتے۔ بتاؤ کیا لکھوں۔ یا فرماتے لکھ لاؤ میں دستخط کر دیتا ہوں۔ اپنی خاندانی وجاہت پر کبھی نہیں اترائے بلکہ نہایت منکسر المزاج۔ فیصلہ دینے میں صائب الرائے اور غلط تجویز کے رد کرنے میں مضبوط چٹان تھے۔

قادیان کی واپسی کی بے حد تڑپ تھی اور فرمایا کرتے تھے میں ہر سجدے میں قادیان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ حضرت المصلح الموعود کی زندگی میں فرماتے تھے۔ میں جب پوچھتا ہوں کب ملے گا تو حضور فرماتے ہیں ''دفعۃً''۔ اپنے ساتھیوں اور رفقاء کار کو یاد رکھتے۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے۔ فرماتے میرے والد بزرگوار نے ان کو علی گڑھ میں میرا ٹیوٹر بنا رکھا تھا۔ جب کبھی مولوی صاحب دفتر نظارت میں علالت یا کسی اور مجبوری سے تشریف نہ لاتے تو ان کا بار بار پوچھتے۔

صدر انجمن سے فارغ ہونے کے بعد زیادہ وقت گھر میں گذرتا۔ آپریشن کے باوجود بینائی بحال نہیں ہوئی تھی۔ مطالعہ نہیں کر سکتے تھے۔ بغیر شغل طبیعت اکتا جاتی۔ جب پوچھا جاتا کیا حال ہے تو اکثر فرماتے حال ٹھیک نہیں ہے۔ دعا کریں بینائی کام نہیں دیتی۔ گھر سے باہر صرف ماموں جان (ماموں جان سے مراد خان عبدالرحمٰن خان صاحب برادر نسبتی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ہیں۔) کے پاس البشریٰ میں جاتا ہوں۔

ہر ماہ دو مرتبہ خاکسار کو شرف ملاقات نصیب ہوتا۔ پنشن بل کی تکمیل کے وقت اور پھر رقم پیش کرنے پر۔ فارغ ہونے پر جب میں جزاک اللہ کہتا تو فرماتے۔ کام میرا کرتے ہو اور جزاک اللہ بھی کہتے ہو۔ جاتے آتے مصافحہ ہوتا اور واپسی پر معانقہ بھی۔ اکثر اوقات برادرم چوہدری علی اکبر صاحب بھی خاکسار کے ساتھ ہوتے۔ جب میں اکیلا جاتا تو نہایت شفقت سے پوچھتے وہ کیوں نہیں آئے۔ انہیں دعا کے لئے کہنا۔ بسا اوقات گیٹ تک تشریف لاتے اور خوش طبعی میں فرماتے، گیٹ تک چلتا ہوں تا ایسا نہ ہو کہ لوٹ آؤ۔ فرمایا کرتے:۔

ا۔ علی گڑھ میں بعض لوگ مجھے چڑانے کے لئے اللہ میاں کا پڑپوتا کہتے تھے۔ مگر میری طبیعت میں کبھی ملال نہ آیا۔ اس پر حیران ہو کر وہ پوچھتے آپ ہماری بات کا برا کیوں نہیں مناتے۔

۲۔میں نے ایم اے اکنامکس کا امتحان دیا ہوا تھا۔نتیجہ کے بارے میں بہت فکرمندی تھی۔رات کو دعا کی۔اچانک لاہور سے مبارکباد فرسٹ کلاس کا تار آیا۔رات کو لاہور پہنچا۔دیا سلائی سے رزلٹ شیٹ کو دیکھا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرفہرست میرا ہی نام تھا۔اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔

۳۔جب میں ڈپٹی کمشنر کریمینل ٹرائیز تھا۔مجھے سرگودھا چنیوٹ سڑک پر سے گذرنے کا اکثر اتفاق ہوتا۔اس وقت یہ ربوہ والی زمین پہاڑیوں کے درمیان خوفناک منظر پیش کرتی تھی اور چوروں اور ڈاکوؤں کا اڈا مشہور تھی۔میرا ڈرائیور ہمیشہ خیال رکھتا کہ اس جگہ سے ہم دن کی روشنی میں گذر جائیں اور کار کی سپیڈ تیز کر کے دَرے سے نکل کر اطمینان کا سانس لیتا تھا‘‘۔[28]

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۶؍جنوری ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

’’ہمارے کیلنڈر کے لحاظ سے آج جمعہ کی رات قریباً دس بج کر پچیس منٹ پر ہمارے ایک بزرگ بھائی حضرت مرزا عزیز احمد صاحب وفات پا گئے ہیں انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے تھے۔اپنے والد سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلقۂ بیعت میں آئے اور احمدی ہوئے اور اس طرح ان کی روحانی حیات شروع ہوئی۔پھر وہ خلافت سے بھی وابستہ رہے پھر ان کے والد حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد خلافت ثانیہ میں عمر میں اپنے چھوٹے بھائی اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں امامِ وقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق ملی۔حضرت مرزا عزیز احمد صاحب علی گڑھ یونیورسٹی میں اس وقت داخل ہوئے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پھیلا رہے تھے یعنی اس وقت قریباً جوانی کی عمر ہو چکی تھی۔آپ نے لمبی عمر پائی۔مجھے ان کی صحیح عمر تو یاد نہیں وفات کے وقت کم وبیش ۸۲ سال کی عمر تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا لمبا عرصہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔آپ بڑے بے نفس انسان تھے اور بڑے ہنس مکھ اور خوش مزاج انسان تھے اور بڑی دعائیں کرنے والے انسان

تھے اور انسان سے بڑا پیار کرنے والے انسان تھے اور بچوں کی تربیت کا بڑا خیال رکھنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا صبر عطا کر رکھا تھا جب آپ کی پہلی بیوی وفات پاگئیں اور ان کے بطن سے ان کے دونوں بیٹے بھی فوت ہو گئے تو ان کی وفات کے صدمے کو انہوں نے بڑے صبر سے برداشت کیا۔ پھر جب حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ان کی شادی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس صبر کا اجر یہ عطا فرمایا کہ ان کی نسبتاً بڑی عمر میں دو اور بیٹے عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کا یہ مزید پیار بھی حاصل ہوا کہ ان کے صبر اور اپنے لئے ان کی محبت کو دیکھ کر ان کے ہر دو بچوں کو اسلام کے لئے محبت رکھنے والے دل عطا فرمائے۔ آپ کے دونوں بیٹے واقفِ زندگی ہیں اور بڑے اخلاص سے سلسلے کے کام کرنے والے ہیں۔ میں نے بتایا ہے کہ جس طرح کیلے کا پودا پھل دینے کے بعد اپنی جڑوں سے دو چار مزید پودے نکالتا ہے اور اس لحاظ سے ہم اسے مردہ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کا خاندان زندہ ہے اسی طرح حضرت مرزا عزیز احمد صاحب جسمانی لحاظ سے تو وفات پا گئے ہیں مگر وہ روحانی طور پر زندہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نسل کو روحانی طور پر زندہ کیا ان کو خدا کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائی'‘۔[29]

صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اپنے غیر معمولی اجلاس میں آپ کی رحلت پر ایک قرار دادِ تعزیت پیش کی جس میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔[30] صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے علاوہ انصار اللہ مرکزیہ، لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، تحریک جدید، تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور وقف جدید نے بھی قرار دادیں پاس کیں جس میں آپ کی دینی خدمات کو زبردست خراج تحسین ادا کیا گیا۔[31] حضرت میاں صاحب کو تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شمولیت کا اعزاز بھی حاصل تھا۔[32]

چوہدری عبدالواحد صاحب بی۔اے نائب ناظر اصلاح و ارشاد ربوہ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی نسبت تحریر فرمایا:۔

حضرت میاں عزیز احمد صاحب کو ہم سے جدا ہوئے عرصہ ہو گیا مگر چشمِ تصور میں وہ آج بھی اپنے صاف ستھرے مخصوص لباس۔ سفید شلوار (موسم کے لحاظ سے) سیاہ یا سفید اچکن، ترکی ٹوپی، پاؤں میں سیاہ مکیشن میں ملبوس نیچی نگاہیں کئے انگلیوں پر **سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ**

العظیم. اللّٰھم صلِّ علٰی محمدٍ و علٰی اٰلِ محمد کا ورد کرتے پُر وقار طریق سے ہلکے ہلکے قدموں چلے آتے نظر آ رہے ہیں۔ از راہ شفقت تقریباً روزانہ ہی بعد نماز عصر خاکسار کے گھر تشریف لاتے۔ آتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی کلام کے کچھ شعر سنا دیا کرتے۔ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے:

؎ اے، آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم
بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کبھی بلند آواز میں اور کبھی ہلکے ترنم میں بھی یہ شعر گنگنایا کرتے۔ اکبر الٰہ آبادی، غالبؔ اور ڈاکٹر اقبال کے بہت سارے شعر زبانی یاد تھے۔ جو دورانِ گفتگو برموقعہ ومحل سنایا کرتے۔ اپنے طالب علمی کے زمانہ کی باتیں۔ خاندانی باتیں۔ اپنی ملازمت کے زمانہ کے واقعات سنایا کرتے تھے۔

زمانہ طالب علمی میں نماز تہجد کے پابند تھے۔ آپ نے ایم اے کا امتحان دیا۔ نماز تہجد میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی کامیابی کے لئے دعا کی۔ جس طرح بچہ اپنی ماں سے لاڈ پیار کر کے اپنا کوئی مطالبہ پورا کرنے کی ضد کرتا ہے اسی طرح اپنی کامیابی کے لئے دعا کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں بھی دعا کی درخواست کی۔ دعائیں مقبول ہوئیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دوران سال ہونے والے کسی امتحان میں پاس نہیں ہوا کرتا تھا مگر جب ایم اے کا نتیجہ نکلا تو آپ کا نام سرفہرست تھا۔ یہ دعاؤں کا ہی اثر تھا۔ ایک دن آتے ہی فرمانے لگے۔ بھئی میں نے آج ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں سامنے ایک چھوٹی سی میز ہے جس پر کپڑا پڑا ہے۔ میں سامنے کھڑا ہوں۔ فرمانے لگے ”تم نے جو کام کیا ہے میں اس سے بہت خوش ہوں“۔

حضرت میاں صاحب فرمانے لگے۔ پتہ نہیں۔ میں نے وہ کون سا کام کیا ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام خوش ہوئے۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے خلافت ثالثہ کا انتخاب حضرت میاں صاحب کی صدارت میں ہوا تھا۔ معاً راقم الحروف کا ذہن اس طرف گیا۔ عرض کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اشارہ اس طرف تو نہیں تھا؟

فرمانے لگے۔ پتہ نہیں۔ خاکسار کا خیال یہی ہے کہ حضرت اقدس کا اشارہ انتخابِ خلافت کے واقعہ کی طرف ہی تھا۔ **و اللّٰہ اعلم بالصّواب۔**

اپنی سروس کے زمانہ کی باتیں بھی سنایا کرتے تھے۔ فرمانے لگے۔ میں قصور میں مجسٹریٹ تھا۔ ایک دن کورٹ سے آ کر ابھی لباس تبدیل ہی کر رہا تھا کہ کوٹھی سے باہر کسی کے رونے چلّانے کی آواز آئی۔ میں جلدی سے باہر نکلا۔ سنتری سے پوچھا۔ ’’یہ کیسا شور تھا‘‘۔ اس نے بتایا کہ فلاں لالہ صاحب ہیں نا! ان کا کوئی مقدمہ آپ کے پاس ہے وہ آیا تھا کہ میں نے ایک ہزار روپے رشوت دینا ہے۔ میں نے اسے روکا اور کہا کہ یہاں سے جلد چلے جاؤ۔ صاحب ناراض ہوں گے۔ مگر اس نے اصرار کیا۔ اس پر میں نے اسے دو تھپڑ مار کر بنگلے سے باہر کر دیا (اور گالی دے کر کہنے لگا) دیکھیں وہ سڑک پر جا رہا ہے (آپ کی طبیعت میں پاکیزہ مزاح تھا) فرمانے لگے:۔ ’’میں نے رشوت لینی تو نہیں تھی ہزار روپیہ تو مجھے دیکھ لینے دیتے‘‘۔

فرمایا۔ تنخواہیں ان دنوں تھوڑی ہوا کرتی تھیں جن میں گذارا مشکل سے ہوتا تھا مگر ہم اُسی تنخواہ میں گزارا کیا کرتے تھے۔ فرماتے۔ ابا جان نے مجھے دو نصیحتیں کی تھیں ایک یہ کہ ماتحت چھوٹے ملازموں کی تنخواہیں تھوڑی ہوتی ہیں ان کی معمولی بھول چوک کو نظر انداز کرنا۔ دوسرے یہ کہ تمہارے باپ نے رشوت کبھی نہیں لی۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی رشوت نہیں لو گے۔ فرمانے لگے۔ الحمد للہ! میں نے دونوں نصیحتوں پر عمل کیا۔

حضرت میاں صاحب نے ایک یہ واقعہ سنایا کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ تھا۔ ایک اجلاس کی صدارت ابا جان (یعنی حضرت مرزا سلطان احمد صاحب) نے کی۔ ایک اجلاس کے صدر فقیر افتخار الدین تھے اور ابا جان ان کی دائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے فی البدیہہ یہ شعر کہے:۔

ے ہم نشینِ بے ریایم از رہِ اخلاص گُفت
کاے کلام تو فروغ دیدۂ برناد پیر
درمیانِ انجمن معشوق ہرجائی مباش
گاہ باسلطان باشی گاہ باشی بافقیر

گفتمش اے ہمنشیں معذور مے دارم ترا
در طلسم امتیازِ ظاہری ہستی اسیر
من کہ شمع عشق در بزم جاں افروختم
سوختم خود را و سامان دوئی ہم سوختم

نوٹ:۔مولانا غلام رسول مہر صاحب نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

''اس میں سلطان سے مراد مرزا سلطان احمد تھے جو پہلے اجلاس کے صدر تھے۔اور فقیر سے مراد فقیر افتخار الدین تھے جو لاہور کے ایک ممتاز خاندان کے رکن اور اس دور کے ممتاز عہدیدار تھے۔''[33]

خاکسار کے کوارٹر کے پاس پہاڑیوں پر مزدوروں کے پتھر توڑنے کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ ایک دن کچھ منٹ تک سوچتے رہے پھر فرمایا۔اللہ کا مجھ پر کس قدر فضل ہے اگر وہ مجھے ان پتھر توڑنے والوں میں بنا دیتا تو میں کیا کر سکتا تھا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے۔

حضرت میاں صاحب بعض اوقات اپنے دوستوں کے ساتھ بے تکلف ہو جاتے۔جناب قاضی عبدالرحمٰن صاحب کو حضرت میاں صاحب کے ساتھ ایک لمبا عرصہ کام کرنے کا موقع ملا۔انہوں نے سنایا کہ ان کی اچکن ایک جگہ سے معمولی سی پھٹی ہوئی تھی۔حضرت میاں صاحب نے اسے دور سے دیکھا۔چپکے سے کرسی سے اٹھے۔قاضی صاحب کے پاس سے گزرتے ہوئے اس سوراخ میں انگلی ڈال کر اچکن کو چیرتے ہوئے دفتر سے باہر نکل گئے۔اگلے دن ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نئی اچکن لفافہ میں بند لے کر دفتر میں آئے اور قاضی صاحب سے بڑی معذرت کے ساتھ فرمانے لگے۔اگر آپ برا نہ منائیں تو یہ اچکن پہن لیں۔میں نے اسے صرف ایک بار پہنا ہے۔

نماز مغرب سے پہلے تقریباً روزانہ بہشتی مقبرہ جاتے وہاں چار دیواری کے اندر مزارات پر دعائیں کرتے۔باہر آکر صحابہ کرام کے قطعہ کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرتے پھر خاکسار کی والدہ کی قبر پر بھی جا کر دعا کیا کرتے۔کبھی کبھی غیر موصیان کے قبرستان میں جا کر اپنے برادر نسبتی کی قبر پر دعا کیا کرتے۔

آپ کا وجود نیکی ہی نیکی تھا۔شفقت ہی شفقت تھا۔کبھی سیر کو جاتے کسی سائل نے سوال کیا کچھ نہ کچھ اس کی مدد نقدی سے کر دیا کرتے۔ہر سفارش مانگنے والوں کی ضرور سفارش کر دیتے۔جس شخص کو بھی آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقعہ ملا وہ آپ کی بلند شخصیت اور حسن سلوک کا معترف ہوا۔حضرت میاں صاحب ہر من پیارے تھے۔ان کو اپنے دوستوں سے پیار تھا ان کے لئے دعائیں کیا کرتے۔

ان کے دوستوں کے دل میں حضرت میاں صاحب کے لئے محبت واحترام کے جذبات تھے۔آپ کی مجلس پاکیزہ ہوتی جس میں مذہبی، اخلاقی، علمی اور حالات حاضرہ پر گفتگو ہوتی۔کبھی وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آئی تھی کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آسکتا ہے جب حضرت میاں صاحب ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے اور ہماری مجلس کا سدا کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔

؎ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد [34]

اولاد:

(پہلی اہلیہ شریفہ بیگم صاحبہ بنت مرزا اسلم بیگ صاحب سے)

۱۔مرزا سعید احمد صاحب مرحوم ۲۔مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم ۳۔نصیرہ بیگم صاحبہ (بیگم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب)

(دوسری اہلیہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب سے)

۴۔الحاج صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ایم اے (حال ناظر اعلیٰ وامیر مقامی) ۵۔ریحانہ باسمہ صاحبہ (بیگم سید سید احمد ناصر صاحب ابن حضرت میر محمد اسماعیل صاحب) ۶۔صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم اے (حال ناظر دیوان وصدر مجلس وقف جدید) ۷۔دُردانہ صاحبہ (بیگم ملک فاروق احمد صاحب ملتان) ۸۔عتیقہ فرزانہ صاحبہ (بیگم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب) ۹۔نزہت صاحبہ (بیگم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث)

ایک مسودہ قانون پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تبصرہ

۲۵؍جنوری ۱۹۷۳ء کو پنجاب اسمبلی میں غیر سرکاری ارکان کی کارروائی کے دوران جو قانونی مسودے پیش کئے گئے۔ان میں ایک ''مسودۂ قانون تحریم بوسیدہ......اوراقِ قرآن مجید'' بھی شامل تھا۔اس مسودۂ قانون میں اس کی اغراض ووجوہ یہ بیان کی کہ:

''اکثر اوقات یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ قرآن مجید اور دوسری کتابوں، اخبارات اور رسالوں کے پھٹے ہوئے صفحات گلیوں میں، گندگی اور غلاظت کے ڈھیروں پر بکھرے ہوئے پائے جاتے ہیں جس سے دینی جذبات رکھنے والے اصحاب کے احساسات مجروح ہوتے ہیں، بناء بریں قرآن مجید کی آیات کی تحریم کا اہتمام کرنے کی غرض سے مسودۂ قانون ہذا پیش کیا جاتا ہے''۔

اس مسودۂ قانون میں لازمی قرار دیا گیا کہ:۔

’’صوبہ پنجاب میں کسی اخبار، میگزین، رسالہ یا کسی دیگر مطبوعات میں جبکہ قرآن مجید کا حوالہ دینا مطلوب ہو تو قرآن مجید کی آیات ماسوائے ان کے ترجمے کے درج نہیں کی جائیں گی‘‘۔

اس کی خلاف ورزی کی حسب ذیل سزا تجویز کی گئی کہ:۔

’’اگر کوئی اخبار، کتابچہ یا کوئی رسالہ ایسا مضمون شائع کرے جس میں قرآنی آیات درج ہوں تو اس کے ناشر کو سزائے قید دی جائے گی جو چھ ماہ تک ہو سکتی ہے یا سزائے جرمانہ جو پانچ سو روپے تک ہو سکتی ہے یا دونوں سزائیں دی جائیں گی‘‘۔[35]

اس افسوسناک مسودہ قانون پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اگلے ہی روز ۲۶ جنوری ۱۹۷۳ء کو ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا:۔

’’پنجاب اسمبلی میں ایک صاحب نے قانون کا ایک مسودہ پیش کیا ہے اور یہ تجویز کیا ہے کہ کسی اخبار یا رسالہ یا دوسری مطبوعات میں جب قرآن کریم کی کسی آیت کا حوالہ دینا مطلوب ہو تو قرآن کریم کی اصل آیت درج کرنے کی بجائے اس کا ترجمہ لکھا جائے یعنی قرآن کریم کے الفاظ کسی اخبار یا کسی رسالے یا کسی کتاب میں نہ چھاپے جائیں۔ انّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس سلسلہ میں یہ وسوسہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اخبارات وغیرہ میں چھپنے کی وجہ سے قرآن کریم کی آیات کی بے حرمتی ہوتی ہے گویا ان کی تحریم کے لئے یہ مسودہ قانون پیش کیا گیا ہے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی تو بڑا ہی مبارک اور قابل صد احترام ہے۔ پھر کل یہ بل پیش ہو جائے گا کہ کسی اخبار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک شائع نہ کیا جائے۔ یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوگا بلکہ بڑھتے بڑھتے اس سب سے بزرگ و برتر اور حرمت و احترام اور بزرگی اور نیکی اور نور کے سرچشمہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات تک جا پہنچے گا جس کا قرآن کریم میں جا بجا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ پھر ایک بل یہ پیش ہو جائے گا کہ کسی اخبار یا رسالے یا مطبوعات میں اللہ تعالیٰ کا نام شائع نہ کیا جائے۔......غرض یہ اسلام دشمنی کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اسلام سے ناواقفیت کے نتیجہ

میں اور قرآن کریم اور اس کی افادیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ مسودہ پیش کیا گیا ہے۔
میرا نفس یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ اس مسودہ کو اکثریت رد کر دے بلکہ میرا نفس پاکستانی
شہریوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس شخص کو سمجھایا جائے کہ وہ اپنا مسودہ واپس لے لے
کیونکہ اس کا اسمبلی میں پیش ہو کر زیر بحث آنا بھی میرے نزدیک قرآن کریم کی بے
حرمتی ہے۔'' [36]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا قیام لندن اور عظیم الشان دینی خدمات

اکتوبر ۱۹۷۲ء میں عالمی عدالت انصاف کے اراکین کے انتخابات کے سلسلہ میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا نام حکومت پاکستان نے دوبارہ انتخاب کے لئے بھیجا لیکن جناب الٰہی کی طرف سے آپ کو ایک انتہائی مبشر رؤیا میں تحریک ہوئی کہ اب خدمت دین کے لئے وقف ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت چوہدری صاحب نے فوراً وزارت امور خارجہ پاکستان کو چٹھی لکھی کہ آپ کا نام واپس لے لیا جائے۔ جس کے بعد آپ اس سال ۵؍فروری ۱۹۷۳ء کی رات کو نصف شب سے قبل ہیگ سے بذریعہ بحری جہاز لندن روانہ ہو گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خصوصی ہدایت کے ماتحت مسجد فضل سے متصل عمارت میں قیام فرما ہو گئے۔[37] حضرت چوہدری صاحب کے قیام لندن سے برطانیہ میں مقیم احمدیوں کی قسمت جاگ اٹھی اور احمدیہ مشن انگلستان کا ایک نیا اور بابرکت دور شروع ہوا۔ حضرت چوہدری صاحب ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۳ء تک (سردیوں کے چار مہینوں کے سوا) لندن میں فروکش رہے۔ اس دوران اہل انگلستان بالخصوص مخلصینِ جماعت کو آپ کی بابرکت مجالس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان ایام میں آپ کے شب و روز خدائے عزّ وجل کی ہدایت کی تعمیل میں خدمت دین قلمی جہاد کے لئے سرتاپا وقف تھے یہی وجہ ہے کہ چند سالوں کے اندر اندر آپ کے ہاتھوں انگریزی زبان میں نہایت بلند پایہ لٹریچر تیار ہو کر شائع ہو گیا جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اس کی مختصر جھلک درج ذیل ہے۔

Prophet at Home

Wisdom of the Holy Prophet(S.A.W)

Gardens of the Righteous

Excellent Exemplar

Islamic Worship

Pilgrimage to the House of Allah

Islam and Human Rights

Agony of Pakistan

Deliverance from the Cross

Tadhkirah

Ahmadiyyat: Renaissance of Islam

Essence of Islam Vol. I to IV

Punishment of Apostacy in Islam

Hazrat Maulvi Noorud-deen Khalifatul Messih I

Muhammad: Seal of the Prophets[38]

جدید پریس کی عمارت کے سنگ بنیاد کی مبارک تقریب

۱۸؍فروری ۱۹۷۳ء کا دن سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ایک یادگار دن ہے کیونکہ اس روز ۱۱ بجے دوپہر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ربوہ میں پُرسوز دعاؤں اور بصیرت افروز خطاب کے ساتھ جدید پریس کی عمارت کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا۔ یہ عمارت محلّہ دارالنصر میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (بعدازاں طبیہ کالج پھر مدرسۃ الحفظ اور اب جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن) سے متصل رقبہ میں بنائی گئی۔ سنگ بنیاد کی اس بابرکت تقریب کا آغاز تلاوت قرآن عظیم سے ہوا۔ ازاں بعد مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب (سیکرٹری نصرت پرنٹرز اینڈ پبلشرز لمیٹڈ) نے استقبالیہ ایڈریس پڑھا جس میں مجوزہ پریس کے بعض کوائف بیان کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

’’مجوّزہ پریس کی زمین کا رقبہ ۳۲ کنال ہے اور مجوزہ عمارت کا رقبہ ۱۴۰۰۰ مربع فٹ ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ایک زمین دوز ہال ہوگا جس کا رقبہ ۱۰۰×۶۰ فٹ یعنی ۶۰۰۰ مربع فٹ ہے اس میں طباعت اور جلد بندی کے دو شعبے ہوں گے۔ ہال میں دس آفسٹ مشینیں لگ سکیں گی۔

۲۔ہال کے اوپر ایک اور منزل ۶۰×۱۰۰ فٹ کی ہوگی جس میں فوٹو گرافی، پلیٹ بنانے کا شعبہ، مونو فوٹو اور کاغذ کے سٹور کی جگہ ہوگی۔

۳۔انتظامیہ بلاک اس کے علاوہ ہے جس میں سات کمرے ہوں گے اس کا رقبہ ۲۵۰۰ مربع فٹ ہے۔

۴۔پلیٹوں کی گرینڈنگ کے لئے دو کمرے ۴۶۰ مربع فٹ کے تجویز کئے گئے ہیں۔

مجوزہ عمارت پر خرچ کا اندازہ چار لاکھ روپیہ ہے۔مزید توسیع کے لئے گنجائش موجود ہے اور مجوزہ ہال کے سائز کے دو اور ہال بنائے جاسکتے ہیں''۔[39]

ایڈریس کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک روح پرور خطاب فرمایا۔ حضور انور نے اپنے خطاب میں فرمایا:۔

''میں سمجھتا ہوں ہمارے لئے ایک وقت تک تربیتی کاموں کی طرف توجہ دینا ضروری تھا۔ایک بنیاد کا قائم کرنا ضروری تھا وہ بنیاد قائم ہو چکی ہے اب اس بنیاد پر اسلام کی اس عظیم الشان عمارت کے کھڑا کرنے کا وقت آ گیا ہے جس کے سایہ میں جس کی چھتوں کے نیچے بنی نوع انسان کو اکٹھا کیا جانا ہے۔اس کی ابتداء ہم نے چھوٹے پیمانہ پر تجربۃً باہر دوسرے مطبع خانوں میں کی ہے۔قرآن کریم کے متن، اس کے ترجمہ اور اس کی تفسیر کو چھپوایا ہے۔اس سے ہم نے تجربہ حاصل کیا۔......اس تجربہ کے بعد آج ایک اہم کام کی ابتدا کی جا رہی ہے اور وہ اپنے ایک جدید اور بہترین قسم کے چھاپہ خانے کی ابتداء ہے جس کی عمارت کا سنگ بنیاد اس وقت رکھا جائے گا۔اگر ہمارے اپنے چھاپہ خانے ہوں تو ہمیں قرآن کریم ایک چوتھائی خرچ پر یا بعض حالات میں نصف خرچ پر میسر آ سکتا ہے۔

غرض یہ عمارت جس کی بنیاد آج رکھی جائے گی یہ ابتداء ہے۔اس لحاظ سے بھی یہ ابتداء ہے کہ ہمیں مرکز میں اس سے بھی بہت بڑے مطبع کی ضرورت ہے لیکن ابتداء ہو جائے گی خدا تعالیٰ نے چاہا تو اسی کے فضل اور اسی کی رحمت سے ایک دن ہماری انتہائی خواہش بھی پوری ہو جائے گی تاہم مرکز احمدیت میں صرف ایک مطبع

سے تو ہمارا کام نہیں چلے گا۔ یہ تو ایک اصل اور جڑ ہے جو اس باغ میں لگائی جارہی ہے جس کو چھاپہ خانوں کا باغ کہا جا سکتا ہے۔ پھر پاکستان میں دوسری جگہوں پر بھی بڑے بڑے چھاپے خانے بن جائیں گے۔ پھر دنیا کے ہر ملک میں ایسے چھاپے خانے ہماری ملکیت اور ہماری نگرانی میں چلنے والے ہوں گے جہاں قرآن کریم اور اس کے ترجمہ اور تفسیر کی طباعت کا کام ہو رہا ہوگا تا کہ ساری دنیا کے ہاتھ میں قرآن عظیم اپنے متن کے اعتبار سے بھی ترجمہ کے لحاظ سے بھی اور تفسیر کے لحاظ سے بھی پہنچ جائے۔......پس یہ ایک بڑا عظیم کام ہے جس کی ابتداء آج ایک چھوٹے پیمانے پر ہو رہی ہے۔اس وقت مطبع کا سنگِ بنیاد رکھا جائے گا۔ میں نے منتظمین کو تاکید کی ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ وہ وعدہ کے مطابق آئندہ جلسہ سالانہ سے قبل اس عمارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔اسی طرح میری یہ بھی دعا ہے اور مَیں اپنے رب کریم کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ اس سے کہیں قبل اس کے بعض ایسے حصے مکمل ہو جائیں گے جن میں ہم کام شروع کر دیں گے کیونکہ طباعت کا کام مختلف مراحل میں سے گذرتا ہے۔اس لئے اس چھوٹی سی عمارت میں جس کا اعلان کیا گیا ہے اور جس کا رقبہ چند سوفٹ ہے ہم کام شروع کر سکتے ہیں۔ پھر اگلے سال تک عمارت کے لحاظ سے اس چھوٹے سے مطبع میں کام پورے طور پر شروع ہو جائے گا۔......پس آج ہم دعاؤں کے ساتھ اس کام کو شروع کر رہے ہیں اور دعاؤں کے ساتھ اس کو جاری رکھیں گے۔اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت اس منصوبہ کو کامیابی کی انتہا تک پہنچائے گی کیونکہ وہ ہمارا رب، ہمارا محبوب، ہمارا آقا، ہمارا رب کریم اور ہم سے بڑا پیار کرنے والا خدا ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو کامیاب کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہے اس کے راستے میں دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں بن سکتی۔

غرض ہم دعا کے ساتھ اس مجوزہ پریس کی عمارت کی ابتدائی اینٹیں رکھیں گے۔ میں ہاتھ اٹھا کر بھی دعا کروں گا۔اینٹیں رکھنے اور رکھوانے کے وقت بھی دعا

میں مشغول ہوں گا۔ دوست بھی دعاؤں میں لگے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس محبوب کام کو کامیابی کی انتہا تک پہنچائے۔‘‘[40]

حضور نے اس بصیرت افروز تقریر کے بعد پُرسوز اجتماعی دعا کرائی اور پھر حضور اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں پر عمارت کی بنیادیں کھودی گئی تھیں۔حضور نے دعائیں کرتے ہوئے تین اینٹیں اپنے دست مبارک سے بنیاد میں رکھیں جس کے بعد ایک ایک اینٹ مندرجہ ذیل اصحاب نے رکھی:۔

۱۔صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید

۲۔مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ پنجاب

۳۔کرنل عطاء اللہ صاحب چیئر مین نصرت پرنٹرز لمیٹڈ

۴۔مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری (مینیجنگ ڈائریکٹر)

۵۔مولانا نسیم سیفی صاحب (ڈائریکٹر)

۶۔مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب سیکرٹری نصرت پرنٹرز اینڈ پبلشرز لمیٹڈ ربوہ

۷۔شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ صدر مجلس وقف جدید

اس مبارک تقریب میں متعدد افرادِ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام و بزرگانِ سلسلہ کے علاوہ دیگر مقامی احباب بھی کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔علاوہ ازیں مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر، شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر ضلع لائل پور، چوہدری اسداللہ خان صاحب امیر ضلع لاہور، چوہدری احمد جان صاحب امیر ضلع راولپنڈی، مولوی محمد عرفان صاحب امیر صوبہ سرحد، میاں محمود احمد خان صاحب امیر پشاور، رانا محمد خان صاحب امیر بہاولنگر، چوہدری رشید احمد صاحب امیر ملتان، عبدالباری صاحب امیر رحیم یار خان، چوہدری نذیر احمد صاحب امیر ضلع ساہیوال، چوہدری محمد اسلم صاحب امیر ضلع سیالکوٹ اور ان کے علاوہ متعدد دیگر اصحاب بھی بیرونی جماعتوں کے اس تقریب میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔

بنیاد رکھے جانے کے بعد حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی گئی اور پھر سات جانور بطور صدقہ ذبح کئے گئے۔اس موقعہ پر مجوّزہ عمارت کے نقشے بھی آویزاں کئے گئے تھے جنہیں حاضرین دلچسپی کے ساتھ دیکھتے رہے۔[41]

تہ خانہ کی کھدائی کے لئے اہل ربوہ کے پُر جوش وقارعمل

جدید پریس کے نقشہ میں ایک تہ خانہ ۱۰۰×۶۰ فٹ بنانے کی تجویز تھی جس کی کھدائی پر دس ہزار روپیہ کا اندازہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ارشاد فرمایا کہ اہل ربوہ یہ کام وقارعمل کے ذریعہ انجام دیں۔ حضور بنفسِ نفیس ۱۷/ مارچ ۱۹۷۳ء کو ملاحظہ کے لئے موقع پر تشریف لے گئے اور کھدائی کے لئے وقارعمل کی نگرانی کا کام چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سپرد فرمایا اور سمیع اللہ سیال صاحب مہتمم خدام الاحمدیہ مقامی نے صدر صاحب کی ہدایت کے مطابق سارے کام کو ربوہ کے محلّوں پر تقسیم کیا اور ۱۸/ مارچ ۱۹۷۳ء سے نماز عصر کے بعد روزانہ وقارعمل منانے کا سلسلہ پورے جوش وخروش سے شروع کر دیا گیا۔ پہلے دو دن انصار نے اس خدمت میں حصہ لیا۔ بعد ازاں ہر محلے کے خدام، انصار اور اطفال نے اپنے حصہ کی کھدائی کا کام تنظیم کے ساتھ شروع کر دیا۔

۳۰/ مارچ تک جامعہ احمدیہ، طبیہ کالج اور بعض دیگر محلّہ جات نے اپنے حصہ کا کام مکمل کر لیا۔ ان ایام میں سارا دن پریس کے میدان میں چہل پہل رہتی تھی۔ مختلف محلوں سے مخلصین جماعت تشریف لاتے اور بصد ذوق شوق مشغول ہو جاتے۔ رات کو وقارعمل کے لئے روشنی کا انتظام تھا۔ کیونکہ بعض اوقات رات کے گیارہ بارہ بجے تک وقارعمل جاری رہتا تھا۔[42] ۳۱/ مارچ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مجلس شوریٰ کے دوران فرمایا:۔

> ’’حال ہی میں اہالیان ربوہ نے بڑا اچھا کام کیا ہے۔ میرے دل سے ان کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ آپ بھی ان کے لئے دعا کریں۔ تھوڑا عرصہ ہوا میں نے پریس کی عمارت کی بنیاد رکھی تھی اس میں ایک تہ خانہ بنانا تھا۔ انجینئر نے تخمینہ دیا کہ ۲۷ ہزار مکعب فٹ زمین کھودنے پر دس ہزار روپیہ لگے گا۔ میں نے مقامی احباب کو خطبہ میں تحریک کی کہ وقارعمل کے ذریعہ یہ کام کیا جائے۔ چنانچہ اہل ربوہ نے بڑے جوش اور ولولہ سے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ راتوں کو روشنی کا انتظام کر کے بھی انہوں نے کام کیا۔ پرسوں کی رپورٹ ہے کہ نصف کام ہو چکا ہے۔ ۱۰/ اپریل تک کام مکمل کرنے کا وقت میں نے مقرر کیا تھا۔ مشاورت کی وجہ سے تین روز کام نہیں ہو سکا۔ امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کام جلد مکمل ہو جائے گا۔

اہل ربوہ نے اس طریق سے سلسلہ کا دس ہزار روپیہ بچا لیا ہے۔ہم سب کا یہ عزم ہونا چاہیے کہ جماعت کا ایک دھیلا کا نقصان بھی نہیں ہونے دیں گے اور جماعت کو ایک دھیلے کے فائدے سے بھی محروم نہیں ہونے دیں گے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نافع الناس وجود کی عمر میں برکت ڈالی جاتی ہے۔ اسی طرح محنت سے کام کرنا اور آخری عمر میں بھی کام کو نہ چھوڑنا اور مناسب حال ورزش کرنا اور کم کھانا صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔اس سے عمریں بھی بڑھتی ہیں۔میں نے ایک مضمون میں پڑھا تھا کہ چین میں بیسیوں ایسے لوگ ہیں جو ایک سو دس اور ایک سو بیس سال کی عمر میں بھی عملی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ہزارہا ایسے لوگ ہیں جو سو سال کی عمر میں بھی Active ہیں۔اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ بڑی عمر میں بھی کام کرتے ہیں اور کام ترک نہیں کرتے۔‘‘ [43]

۸۔۹/اپریل کو خصوصی طور پر اطفال الاحمدیہ ربوہ کا اجتماعی وقارعمل ہوا۔دونوں دن قریباً ۶۰۰ اطفال نے بڑی محنت، والہانہ جذبہ اور خلوص کے ساتھ قریباً ساڑھے تین گھنٹے وقارعمل کیا۔اس موقع پر اطفال کی ایک متحرک فلم (ویڈیو) بھی لی گئی۔

خدام، انصار اور اطفال کی ایمان افروز اور مثالی سعی و جدوجہد کے نتیجہ میں ۲۴/اپریل ۱۹۷۳ء تک تہ خانہ کی کھدائی کا کام پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔

اہل ربوہ نے جس جذبہ اور جوش وخروش سے زیر تعمیر عمارت کے تہ خانہ کی کھدائی کی، اس پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خطبہ جمعہ ۲۰/اپریل ۱۹۷۳ء کے دوران نہایت درجہ خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’احباب جماعت ربوہ نے بڑی ہمت کے ساتھ اور بڑی بشاشت کے ساتھ وقارعمل کے اس کام میں حصہ لیا ہے جو اُن کے سپرد کیا گیا تھا۔...... یہ کام بڑا محنت طلب تھا۔احباب نے خدا کے فضل سے بڑی محنت کر کے اسے مکمل کیا ہے۔ حالانکہ کچھ دنوں سے گرمی بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں (اطفال) نے اپنے علیحدہ بھی وقارعمل کئے اور بڑوں کے ساتھ مل کر بھی کئے۔اللہ

تعالیٰ ان سب کو اسلام اور جماعت کا جزّ بنائے رکھے۔ پھر جو بڑے ہیں خدام ہیں یا انصار ہیں (بعض انصار بڑی ہمت سے کام کرنے والے ہیں) سب نے اس کام میں نہایت گرمجوشی سے حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جنہوں نے سستی دکھائی ہے خدا کرے ان کی سستیاں دور ہو جائیں۔ دوست یہ بھی دعا کریں کہ یہ کام جو شروع ہوا ہے اور بڑی برکتوں سے شروع ہوا ہے جس کے لئے ہزاروں آدمیوں نے گھنٹوں کام کر کے پریس کے تہ خانے کی کھدائی کی ہے اللہ تعالیٰ اس پریس کو جماعت کے لئے اور اسلام کے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے بابرکت کرے۔

اس پریس کے قیام کا مقصد قرآن کریم کی عالمگیر اشاعت ہے خدا کرے کہ ہمارا یہ مقصد ہمارے تخیّل اور تصور سے بڑھ کر پورا ہو۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ سے جماعت احمدیہ کو قرآن کریم کے انوار ساری دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے"۔[44]

ازاں بعد ۶؍جولائی ۱۹۷۳ء کو دوبارہ خطبہ جمعہ میں ہی اہل ربوہ کے پُرجوش وقارعمل کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"اہل ربوہ نے، بچوں نے، بڑوں نے، خدام نے، انصار نے اور اطفال نے حتّٰی کہ اطفال سے کم عمر کے بچوں نے بھی بڑے پیار سے اور بڑی محنت سے اور بڑے استقلال سے تہ خانہ کی کھدائی کا کام مکمل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے اہل ربوہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ ہماری گردنیں اللہ تعالیٰ کے اس پیار پر اس کے حضور جھک جاتی ہیں۔ تہ خانہ کی کھدائی کے بعد اب تعمیر کا کام شروع ہے جسے اکتوبر نومبر تک مکمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ تاہم انجینئر صاحب کو میں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر وہ جلسہ سالانہ سے پہلے پہلے مکمل کر دیں تب بھی غنیمت ہے۔ مجھے تسلی ہو جائے گی اور میں جلسہ پر احباب سے کہہ سکوں گا اور جماعت اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گی کہ پریس کی عمارت تیار ہو گئی ہے۔ اس کے اندر جو مشینیں لگنی ہیں وہ تو

پریس کی عمارت کا انتظار کر رہی ہیں ۔جوں ہی عمارت مکمل ہوگئی وہ لگ جائیں گی‘‘۔[45]

نوجوانانِ احمدیت کے ترجمان رسالہ خالد نے مئی ۱۹۷۳ء میں اس تاریخی وقار عمل کی تصاویر شائع کرنے کے علاوہ حسب ذیل الفاظ میں اس اجتماعی وقارعمل کی تفصیلات شائع کیں ۔

’’اہالیان ربوہ کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۶؍ مارچ ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ میں جدید پریس کی عمارت کے تہ خانہ کی کھدائی کا کام ان کے سپرد کیا۔

۱۷؍ مارچ کی شام کو حضور انور بنفس نفیس موقع پر تشریف لے گئے ۔ جہاں چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، چوہدری بشیر احمد صاحب صدر عمومی، سمیع اللہ سیال صاحب مہتمم مقامی، ابوالمنیر نورالحق صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ ربوہ اور سردار بشیر احمد صاحب افسر تعمیرات بھی موجود تھے۔آپ نے وہاں نقشہ کا معائنہ فرمایا اور کھدائی کے کام کی نگرانی مجلس خدام الاحمدیہ کے ذمہ لگائی۔

۱۸؍ مارچ کو بعد نماز عصر حصولِ برکت کے لئے انصار بزرگوں نے دعاؤں سے اس کام کا آغاز کیا۔ ۱۹؍ مارچ کو بھی انصار نے ہی کام کیا۔ پھر ۲۱؍ تاریخ سے باقاعدہ یہ کام شروع ہوا۔ مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مکرم سمیع اللہ صاحب سیال مہتمم مقامی کو اس کا نگران مقرر فرمایا جنہوں نے ۷۰ فٹ چوڑے، ۱۱۰ فٹ لمبے اور ۹ فٹ گہرے گڑھے کی کھدائی کے لئے اس رقبہ کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کر کے ۷۰×۶ کے حساب سے ربوہ کے تعلیمی اداروں اور محلّہ جات کے ذمہ لگا دیا۔ جامعہ احمدیہ کو ۷۰×۸ فٹ رقبہ کھدائی کے لئے دیا گیا۔

اتنے بڑے کام کے لئے جو کسّیاں اور تگاریاں مختلف تنظیموں (خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور انصاراللہ مرکزیہ) کے پاس تھیں وہ کافی نہ تھیں۔ چنانچہ مجلس مرکزیہ نے اس غرض کے لئے مزید سامان بھی خرید کیا۔اسی طرح مقام عمل پر پینے کے پانی، بجلی اور فرسٹ ایڈ کا انتظام کیا گیا۔

خدام احمدیت جن کے پہلو بہ پہلو اطفال اور انصار بزرگ بھی شریک کار تھے، بڑے جذبہ اور خلوص سے اس کام میں مصروف ہوگئے۔جس والہانہ انداز میں یہ کام کیا گیا اس کا کسی قدر اندازہ اس امر سے بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کام نماز عصر کے بعد سے شروع ہو کر مغرب تک، اس کے بعد نمازِ عشاء کے بعد سے رات بارہ ایک بجے تک بلکہ بعض اوقات ساری ساری رات جاری رہا اور بعض حلقوں نے نماز فجر کے بعد بھی کام کیا۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس سارے کام کے لئے ربوہ کے تعلیمی اداروں یا دفاتر یا بازاروں میں کوئی چھٹی نہیں کی گئی بلکہ سارا کام فارغ اوقات میں ہی سرانجام دیا گیا۔اسی طرح اس سارے کام میں مٹی کھودنے یا باہر پھینکنے کے لئے کوئی مشینی مدد حاصل نہیں کی گئی بلکہ تمام کام جسمانی محنت سے ہی کیا گیا ہے۔

مجلس مشاورت پر خدام کے سپرد بعض خدمات تھیں۔ اسی طرح آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ کی وجہ سے بھی تمام منتظمین اور خدام کا ایک حصہ انتظامات میں مصروف تھا جس کی وجہ سے کم وبیش دس دن کام بند رہا۔ پھر بھی اہالیانِ ربوہ کے ذوق وشوق کی وجہ سے حضور انور کے ارشاد فرمودہ ٹارگٹ کے اندر ستر فیصد سے زائد کام مکمل ہو گیا۔خدا تعالیٰ کے فضل سے ۲۴/اپریل کو یہ کام تکمیل کو پہنچا۔تعلیمی اداروں میں سے اپنی بہتر کارکردگی کے لحاظ سے جامعہ احمدیہ اوّل اور طبیہ کالج دوم رہے۔ محلوں میں سے دارالعلوم شرقی اور باب الابواب اوّل اور محلّہ دارالنصر غربی دوم قرار پایا۔

۲۴/اپریل ۱۹۷۳ء کو یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا چنانچہ اس روز بوقت شام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ازراہ شفقت اس کام کے معائنہ کے لئے تشریف لائے اور آپ نے کام کا آخری حصہ ملاحظہ فرمایا۔ اس وقت دو حلقوں کے خدام بڑے جوش سے تکمیل کار کے آخری مراحل میں مشغول تھے۔

اس کے بعد حضور انور اختتامی دعا کے لئے تشریف لائے۔اس وقت تمام اہالیانِ ربوہ اپنے پیارے امام کی زیارت اور ان کے ارشادات عالیہ سننے کے لئے بڑے ذوق وشوق سے ترتیب کے ساتھ اپنے اپنے محلّہ کی قطار میں کھڑے تھے...... بعدازاں ایک مختصر خطاب میں خدام کی حوصلہ افزائی فرمائی اور آئندہ وقار عمل کے سلسلہ میں اہم اور قیمتی نصائح سے نوازا''۔[46]

صدرِ پاکستان کا حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو خراجِ تحسین

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان کے عالمی عدالت انصاف کی صدارت سے ریٹائر ہونے پر صدرِ پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے آپ کو حسب ذیل پیغام ارسال کیا۔ یہ پیغام اخبار پاکستان ٹائمز ۱۸/مارچ ۱۹۷۳ء کے صفحہ ۱۲ پر بھی اشاعت پذیر ہوا۔

ترجمہ:۔''آپ نے سالہا سال تک اہل پاکستان اور بین الاقوامی برادری کی جو بے لوث خدمات سرانجام دی ہیں میں ان پر گہری قدر دانی کے جذبات آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔اُس سیاسی

تحریک کے ایک سر برآوردہ رکن کی حیثیت سے جو برصغیر میں مسلمانوں کو ایک وطن دلانے پر منتج ہوئی اور اس سے بھی قبل ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے آپ نے قیام پاکستان میں بہت نمایاں کردار ادا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ اس نوزائیدہ مملکت کے پہلے وزیر خارجہ مقرر ہوئے اور سات سال تک اس عہدہ پر فائز رہے ان ابتدائی سالوں میں آپ نے پاکستان کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے میں بہت ہاتھ بٹایا حتٰی کہ اس نئی مملکت کو دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور بین الاقوامی اجتماعات میں اس کی آواز پُروزن اور وقیع شمار ہونے لگی۔ پاکستان کے لئے آپ کی خدمات یہاں تک ہی محدود نہ رہیں۔اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر کی حیثیت سے اور پھر عالمی عدالت کے جج کی حیثیت سے آپ نے نہ صرف مجموعی لحاظ سے بین الاقوامی برادری کی خدمت کی بلکہ ایسا کرنے میں آپ نے پاکستان کے عزووقار میں بھی اضافہ کیا۔

میں پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ گوناگوں حیثیتوں کے اعتبار سے آپ کو بین الاقوامی برادری اور اقوام متحدہ میں عزوشرف کا جو مقام حاصل رہا ہے وہ یقیناً باعث افتخار تھا اور قدرتی طور پر ہم سب اس فخر میں شریک تھے۔ عالمی عدالت سے آپ کے ریٹائر ہونے پر مَیں اور میرے رفقاء کار اپنی اس انتہائی پُرخلوص خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ آئندہ زندگی میں بھی آپ صحت و عافیت کے ساتھ خوش وخرم رہیں۔‘‘

یہ پیغام اس الوداعی دعوت کے موقع پر پہنچایا گیا جو محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے اعزاز میں منعقد ہوئی تھی اس خصوصی دعوت میں Grand Mistress Baroness Sweerts De Landas Wyborgh عالمی عدالت کے بعض ججوں، عالمی عدالت کے رجسٹرار اور دفتر خارجہ ہالینڈ کے سیکرٹری جنرل نے شرکت کی۔ پاکستان کے اٹارنی جنرل مسٹر یحیٰ بختیار بھی اس تقریب میں موجود تھے۔[47]

مغربی افریقہ میں خدمت کے لئے ڈاکٹروں کی ضرورت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء کو تحریک فرمائی کہ مغربی افریقہ کے باشندوں کی خدمت کے لئے فوری طور پر احمدی ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

’’اس وقت دنیا کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے ذریعہ جو مہم جاری ہے اس کے ایک حصہ یعنی مغربی افریقہ میں جو کام ہو رہا ہے اس کے لئے آٹھ دس ڈاکٹروں کی ضرورت ہے جن کے نام ہمیں دو تین مہینوں کے اندر اندر مل جانے چاہئیں۔ اس واسطے پاکستانی احمدی ڈاکٹروں اور ان پاکستانی یا غیر پاکستانی احمدی ڈاکٹروں کو جو انگلستان میں یا امریکہ میں یا دوسرے ملکوں میں ہیں ان کو میں اللہ کے نام پر آواز دیتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے پیش کریں پھر ہم ان میں سے حالات اور ضرورت کے پیش نظر جتنوں کی ضرورت ہوگی جب چاہیں گے بلا لیں گے۔ سردست ان کو اپنے نام پیش کر دینے چاہئیں پاکستان میں بھی اور بیرون پاکستان میں بھی۔ میرے خیال میں بیرون پاکستان بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے سو سے اوپر احمدی ڈاکٹر ہوں گے جو اپنا کام کر رہے ہوں گے یا کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اگلے دو چار ماہ میں اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے والے ہوں گے۔

غرض اگلے تین ماہ کے اندر اندر آٹھ دس ڈاکٹر بہتر ہو کہ فزیشن سرجن ہوں یعنی نسخے لکھنے کے علاوہ آپریشن کرنا بھی جانتے ہوں ورنہ خالی فزیشن ہوں یا خالی سرجن ہوں وہ اپنے نام پیش کر دیں پھر ان کو حسب حالات اور ضرورت باہر بھجوانے کا انتظام کیا جائے گا۔‘‘[48]

میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی کے اعزاز میں الوداعی تقریب

۲۳ ؍مارچ ۱۹۷۳ء کی شام کو تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے ممبرانِ سٹاف کی طرف سے سکول کے سابق ہیڈ ماسٹر میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی کے اعزاز میں وسیع پیمانہ پر ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ میاں صاحب موصوف اعلاءِ کلمۂ اسلام کی غرض سے امریکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ تقریب آپ کی روانگی سے قبل آپ کی خدمت میں مبارکباد اور محبت و عقیدت کے پُرخلوص جذبات پیش کرنے کے لئے منعقد کی گئی تھی۔ تقریب میں مہمان خصوصی کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے بعض ناظر صاحبان، پرنسپل صاحب تعلیم الاسلام کالج، اصلاح ہائی سکول چنیوٹ کے ہیڈ ماسٹر صاحب نیز تعلیم

الاسلام ہائی سکول کے جملہ ممبران سٹاف اور سینئر کلاسز کے بعض طلباء نے شرکت کی۔

دعوت چائے کے بعد پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب کی صدارت میں تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام کے چند اشعار پڑھے گئے۔ بعدۂ سٹاف سیکرٹری مکرم ملک عبدالرشید صاحب نے محترم میاں محمد ابراہیم صاحب کی خدمت میں الوداعی ایڈریس پیش کرتے ہوئے تعلیم الاسلام ہائی سکول کی تعمیر و ترقی میں آپ کی گرانقدر خدمات کا ذکر کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد کی تعمیل میں اعلاء کلمہ اسلام کی غرض سے امریکہ تشریف لے جانے کے عزم پر آپ کی خدمت میں مبارکباد پیش کی اور بہت پُر خلوص جذبات اور دلی دعاؤں کے ساتھ آپ کو الوداع کہا۔

میاں محمد ابراہیم صاحب نے اپنی جوابی تقریر میں خدمت دین کی توفیق ملنے کو خدا تعالیٰ کا فضل قرار دیا اور اس خیال کا اظہار فرمایا کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ٹیچر اور پھر ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے انہیں خدمات بجالانے کی جو سعادت ملی اور اب مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمت کا جو نیا موقع میسر آ رہا ہے یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ اگر چاہے تو اپنے فضل سے سرخرو کر سکتا ہے۔ آخر میں آپ نے سکول کے ممبران سٹاف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست کی۔ بعدۂ محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب نے بھی اپنی صدارتی تقریر میں بعض پرانے واقعات بیان کر کے اپنے استاذی المکرّم میاں محمد ابراہیم صاحب کی بحیثیت ٹیچر خدمات کو سراہا۔

آخر میں چوہدری عبدالسمیع صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول نے مہمان خصوصی اور جملہ دیگر مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ جس کے بعد اجتماعی دعا پر یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔[49]

جلسہ سالانہ کی روزانہ مختصر رپورٹ دنیا بھر میں بھجوانے کا ارشاد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۳/ مارچ ۱۹۷۳ء کو ایک احمدی دوست کی تجویز پر ارشاد فرمایا کہ:۔

> ’’جلسہ سالانہ کے دنوں میں روزانہ کی رپورٹ مثلاً ہر روز آٹھ بجے شام تک کی رپورٹ اگلے دن صبح چھپ جانی چاہیے خواہ وہ الفضل کے حجم کا ایک ورق یعنی بڑی مختصر رپورٹ ہی کیوں نہ ہو اور پھر اسی دن بذریعہ ہوائی ڈاک ساری دنیا میں

بھجوانے کا انتظام ہونا چاہیے بلکہ تحریک جدید کو چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ اس کا انگریزی میں ترجمہ یا الگ اپنی طرف سے آزادانہ طور پر انگریزی میں روزانہ کی رپورٹ تیار کر کے بذریعہ ہوائی ڈاک بھجوانے کا انتظام کرے اس طرح بعض جگہ تو ۳-۴ دن میں اور بعض جگہ ۱۵-۲۰ دن کے اندر خبریں پہنچ جائیں گی۔ بعض جگہیں تو ایسی بھی ہیں کہ جہاں ڈاک کا انتظام خراب ہونے کی وجہ سے دو دو تین تین ہفتے کے بعد ڈاک پہنچتی ہے۔ دوست تو یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہوائی ڈاک زیادہ سے زیادہ پانچ دس دن میں پہنچ جاتی ہوگی مگر بعض جگہ ایسا نہیں ہوتا۔

مجھے یاد ہے جب میں مغربی افریقہ کے دورہ پر گیا تھا تو جو خطوط مجھے یہاں سے پہلے ہفتے میں لکھے گئے تھے ان میں سے بعض خطوط دو اڑھائی مہینے کے بعد مجھے اس وقت ملے جب میں دورہ ختم کر کے لندن سے ہوتا ہوا یہاں واپس پہنچ چکا تھا۔ گویا اڑھائی تین مہینے اور بعض خطوط چار مہینے تک ساری دنیا کا چکر کاٹ کر یہیں واپس آ گئے۔

پس اگرچہ دنیا کے بعض حصوں میں ڈاک کا انتظام ٹھیک نہیں ہے لیکن جب تک کوئی دوسرا انتظام نہیں ہو جاتا اس وقت تک جلسہ سالانہ کے دنوں میں الفضل کو بند نہیں ہونا چاہیے۔ ان دنوں اس پر زیادہ عملہ لگانا چاہیے۔ تحریک بھی علیحدہ طور پر انگریزی میں بلیٹن تیار کرے اس کے لئے اخبار کی پیروی کرنا ضروری نہیں ہے یعنی الفضل تو اخبار ہی کی شکل میں شائع ہوگا لیکن تحریک اپنی رپورٹ بلیٹن کی شکل میں شائع کرے۔ غرضیکہ جلسہ سالانہ کی کارروائی کی اطلاع بیرونی دنیا میں ساتھ کے ساتھ ہونی چاہیے''۔[50]

عوامی میلہ میں ربوہ رائڈنگ کلب کے گھڑ سواروں کی نمایاں کامیابی

مارچ ۱۹۷۳ء کے آخری ہفتہ میں لاہور میں عوامی میلے کا انعقاد ہوا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد پر ربوہ رائڈنگ کلب (یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خود تجویز فرمایا۔ اس کے نگران چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، سیکرٹری جناب عبدالرشید صاحب غنی اور نائب سیکرٹری صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب تھے) کے گھوڑ سواروں نے شرکت کی اور

نمایاں کامیابی حاصل کی جس کی تفصیل سیکرٹری کلب جناب عبدالرشید غنی صاحب ایم اے مہتمم صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ کے الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے۔

’’حکومت کی طرف سے جونہی عوامی میلہ کی تاریخوں کا اعلان ہوا ربوہ میں ایک ہفت روزہ تربیتی کیمپ کا انتظام کیا گیا جس میں مندرجہ ذیل گھوڑسوار احباب شامل ہوئے۔

ا۔ ملک غلام عباس صاحب۔۲۔ چوہدری ناصر احمد صاحب۔۳۔ چوہدری افتخار احمد صاحب۔ ۴۔ چوہدری ثناء اللہ صاحب۔۵۔ چوہدری ریاض احمد صاحب ۶۔ چوہدری ڈاکٹر محمود احمد صاحب۔ ۷۔اللہ داد صاحب۔

ان کھلاڑیوں نے ۱۵ مارچ کو ربوہ پہنچ کر ۲۳ مارچ تک اپنی مشقیں جاری رکھیں۔

روانگی سے قبل ۲۱ مارچ کو حضور انور نے از راہ شفقت اپنے ان خدام کو شرف ملاقات بخشا اور ان کے کھیل Tent-Pegging (نیزہ بازی) اور گھوڑوں کے بارے میں تفصیلی ہدایات دیں جس کے بعد کھلاڑیوں کا یہ قافلہ عوامی میلہ میں شرکت کے لئے ۲۴ مارچ کو لاہور پہنچا۔

عوامی میلہ میں پنجاب کے تمام حصوں سے گھوڑے شامل ہوئے جن میں بہت سے کہنہ مشق سوار اور اعلیٰ قسم کے نسلی گھوڑے بھی شامل تھے۔انفرادی نیزہ بازی میں تقریباً ۱۵۰ افراد نے حصہ لیا۔اجتماعی نیزہ بازی یعنی چار چار کی ٹیمیں بہت زیادہ تعداد میں شامل ہوئیں پنجاب کے تمام علاقوں سے انفرادی اور اجتماعی ٹیمیں اتنی تعداد میں شامل ہوئیں کہ انتظامیہ کے لئے تمام مقابلہ جات کو پروگرام کے مطابق جاری رکھنا مشکل ہو گیا۔ یہ مقابلہ جات کھانے اور آرام کے وقفوں میں بھی جاری رکھنے پڑے۔ شائقین جب تک مقابلہ جات ہوتے رہتے جم کر بیٹھتے اور خوب داد دیتے رہے۔

۲۶ مارچ کو صبح ہماری نیزہ بازی کی ٹیم جو ملک غلام عباس، چوہدری ناصر، چوہدری افتخار احمد، چوہدری ثناء اللہ صاحبان پر مشتمل تھی نے کھیل میں حصہ لیا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی پہلی ہی دفعہ سب سے زیادہ نمبر حاصل کر کے سیمی فائنل میں پہنچ گئی۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن پر تبصرہ کرنے والوں نے ربوہ کے کھلاڑیوں کی بہت تعریف کی اور سٹیڈیم میں دیکھنے والے لوگوں نے ان کے کھیل کو بے حد سراہا۔

۲۶۔۲۷ مارچ کو انفرادی نیزہ بازی میں ہمارے تمام کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔جس میں ملک غلام عباس صاحب اور چوہدری ناصر احمد صاحب کا کھیل معیاری رہا۔۳۰؍مارچ کو اجتماعی نیزہ بازی کا

سیمی فائنل کھیلا گیا جس میں ہماری ٹیم نے بہت اعلیٰ کھیل کا مظاہرہ کیا اور فائنل میچ میں حصہ لینے کی حقدار قرار پائی۔ اسی دن شام کو فائنل میچ کھیلا گیا جس میں ہماری ٹیم کا دسواں نمبر تھا۔

ربوہ رائڈنگ کلب کی یہ شاندار کامیابی ہے کہ پہلے سال ہی مقابلہ میں شامل ہوئی اور فائنل میں پہنچ گئی''۔[51]

لاہور کے احمدی سائیکل سواروں کے سفر ربوہ کی ولولہ انگیز روداد

امسال حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مجلس مشاورت منعقدہ ۳۰، ۳۱ مارچ و یکم اپریل ۱۹۷۳ء سے قبل منتظمین سے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ مرکز سلسلہ ربوہ میں شوریٰ کے دنوں آپ خدام باہر سے بھی انتظامیہ کا ہاتھ بٹانے کے لئے منگواتے ہیں اس لئے اس موقع پر کچھ خدام سائیکلوں پر بھی ربوہ آئیں۔ چنانچہ اس خواہش کی تعمیل میں لاہور، فیصل آباد اور سیالکوٹ سے ۹۵ خدام ربوہ میں مشاورتی انتظامات میں مدد کے لئے پہنچے۔ چنانچہ لاہور کے احمدی سائیکل سواروں کی حسب ذیل رپورٹ رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع ہوئی۔

ملک بہادر خان صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور تحریر فرماتے ہیں:۔

''مجلس مشاورت سے کچھ عرصہ قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ مشاورت کے موقع پر خدام کے قافلے مختلف شہروں سے سائیکلوں پر بھی آئیں۔ حضور کے اس منشاء مبارک کے مطابق ہمارا قافلہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۳ء کو ٹھیک دو بجے مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ میں اکٹھا ہوا۔ جونہی ہمیں روانگی کے لئے پیڈلوں پر قدم رکھنے کی اجازت ملی سب خدام میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ہمارا قافلہ شہر کی چہل پہل، بھیڑ، ٹانگے، رکشے سب پیچھے چھوڑتا ہوا جلدی ہی شاہدرہ موڑ پر پہنچ گیا۔ ہوا آج سخت مخالف تھی ایسا معلوم ہوتا تھا آج ہوا ہماری زور آزمائی کا، ہمارے شوق کا، ہمارے جذبہ کا امتحان لے رہی ہے۔ ایک تجویز یہ تھی کہ پہلا پڑاؤ ۲۵ میل کے فاصلہ پر شیخوپورہ میں کیا جائے مگر اپنے پیارے آقا کے دیدار کی تمنا اور روحانی مرکز میں جلد از جلد حاضر ہونے کے شوق نے اس تجویز کو قبول نہ کیا اور پہلا پڑاؤ چوہڑ کانہ میں کرنے کا فیصلہ ہوا۔

جو سرور اور لطف اس سفر میں آیا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ ہوا مخالف ہو تب بھی اور موافق ہو تب بھی احمدیت کے شیدائیوں کا یہ قافلہ والہانہ انداز میں لحظہ بہ لحظہ اپنے محبوب آقا کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا

اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضور کے ارشاد کے جواب میں اس مختصر سے قافلہ کے ہر فرد کا رواں رواں **لبیک یا امیر المؤمنین لبیک** کا نعرہ لگا تا ہوا ہواؤں کا سینہ چیرتا ہوا درختوں، مکانوں اور کھیتوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں تھا۔ اس موقع پر ایک نوعمر شریکِ قافلہ کا جذبہ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے جس نے کبھی ۱۰ میل بھی سائیکلنگ نہ کی تھی آج نہایت ذوق و شوق سے ۱۰۰ میل کے سفر میں خدام بھائیوں سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ مخالف ہوائیں اس کے ولولہ کو ماند کرنے کی بجائے مہمیز کا کام دے رہی تھیں۔

سرسبز اور لہلہاتے کھیت اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے۔ کتنے گاؤں آئے اور گذر گئے۔ کتنی انجانی صورتیں پیچھے رہ گئیں۔ اب رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ اب خوبصورت مناظر رات کی سیاہی میں غائب ہو رہے تھے کہ ہمارے پڑاؤ کی پہلی منزل یعنی چوہڑکانہ (فاروق آباد) آ گیا۔ اس وقت ہماری گھڑیوں میں ساڑھے سات بجے تھے۔

چوہڑکانہ کی جماعت نے جس محبت اور اخلاص سے ہمارا استقبال کیا اور پھر جس ذوق وشوق سے ہمارے آرام کا خیال رکھا دل سے ان کے لئے دعا نکلتی ہے۔ چوہڑکانہ کے اطفال وخدام سب اپنے مہمانوں کی دلجوئی میں مصروف تھے۔

یہاں آرام وطعام کے ساتھ ساتھ روحانی مائدہ کا سامان بھی وافر مقدار میں موجود تھا۔ چوہڑکانہ کی جماعت نے خلفائے سلسلہ کی تقاریر کے ٹیپ ریکارڈ لگا دیئے۔ ایسی تقاریر کہ جن کے سننے سے ہمارے ایمانوں کو ایک نئی اور تازہ زندگی ملی۔ صبح سوا چار بجے ہم لوگ نمازِ تہجد کے لئے بیدار ہوئے اور صبح کے ناشتہ کے بعد ساڑھے چھ بجے پُرسوز اجتماعی دعا کے ساتھ یہ قافلہ پھر سُوئے منزل رواں دواں ہو گیا۔

صبح کا سہانا سماں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حسین جلوے ہر طرف بکھرے ہوئے۔ مرکز میں حاضر ہونے کا شوق۔ اپنے پیارے آقا کے دیدار کی تمنا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ کے عرصہ میں خانقاہ ڈوگراں پہنچ چکے تھے جو چوہڑکانہ سے قریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یاد رہے کہ یہ حصۂ سڑک انتہائی شکستہ اور خراب ہے اور سائیکل سواروں کو کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سائیکل سواروں کا یہ سُبک رفتار قافلہ پُرجوش نعرے لگاتا ہوا۔ طویل سڑکوں کے فاصلہ کو مختصر کرتا ہوا جا رہا تھا۔ کچھ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے دیکھے گئے۔ کچھ ہمیں روک لیتے اور پوچھتے کدھر کا ارادہ ہے؟ اور جب ہمارا جواب سنتے تو حیران رہ جاتے۔

اب ہم چنیوٹ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ فیصلہ یہ ہوا تھا کہ چنیوٹ جا کر چائے پئیں گے۔ کچھ آرام کریں گے لیکن جب چنیوٹ موڑ پر پہنچے تو ہر ایک نے جسم میں ایک نئی زندگی اور نیا ولولہ محسوس کیا۔ مرکزِ اسلام ربوہ میں جلد از جلد قدم رکھنے کے شوق میں ہم آرام کرنے کے سب فیصلے بھول چکے تھے نہ آرام کا خیال رہا اور نہ تھکاوٹ دور کرنے کے لئے چائے کی چُسکی پیش نظر رہی۔

اجتماعی رنگ میں لاہور کے سائیکل سواروں کا یہ پہلا قافلہ پُر جوش نعرے لگاتا ہوا ربوہ میں داخل ہوا تو اہالیانِ ربوہ نے مسکراتے چہروں کے ساتھ ہمیں داد دی۔ ہمارا قافلہ جسے طے شدہ پروگرام کے مطابق پانچ بجے (شام) پہنچنا تھا دو بجکر بیس منٹ پر دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں حاضر تھا۔

مجلس مشاورت میں حضور انور نے سائیکل سواروں کی آمد پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں کو دل کا دورہ ہوتا ہے انہیں بھی ڈاکٹر سائیکلنگ کا مشورہ دیتے ہیں۔ نیز بعض امراضِ انسانی کے مداوا کے لئے بھی سائیکل چلانا مفید ہے۔ ہم سب خوش بخت ہیں کہ حضور نے ہمیں قریباً ۲۰ منٹ تک اپنی ملاقات سے نوازا۔

مجلس مشاورت کی ڈیوٹی ادا کرنے کے بعد جب ہم واپس ہوئے تو محسوس ہوا کہ خوشی کے لمحات کتنے مختصر ہوتے ہیں۔ یونہی پلک جھپکنے میں گذر جاتے ہیں لیکن اپنی حسین یادوں کے نقش دلوں پر چھوڑ جاتے ہیں''۔[52]

''ختم نبوت'' پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا وجد آفرین خطبہ

۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ختم نبوت پر ایک نہایت درجہ روح پرور اور وجد آفرین خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو بعد ازاں ایک خوبصورت رسالہ کی صورت میں جلد ہی شائع کر کے ملک بھر میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

حضور نے فرمایا:۔

> ''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر قرآن عظیم صرف رسول کہتا تو نفسِ رسالت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی فرق نہ رہتا یا حضرت یحییٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نفسِ رسالت میں کوئی فرق نہ رہتا اگر چہ فضیلت اپنی جگہ پر ہوتی لیکن اتنی نمایاں فضیلت

کہ جو تمام انبیاء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز کر دے اس کی ہمیں سمجھ نہ آتی ۔اس لئے قرآن کریم نے جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہہ کر رسالت کے مقام پر تمام رُسل اور انبیاءؑ کے برابر کھڑا کر دیا وہاں آپ کو ایک اَور اعلیٰ مقام عطا فرمایا جس کا ذکر سورۃ احزاب کی آیت ۴۱ میں موجود ہے۔اس لحاظ سے آپ رسول بھی ہیں اور خاتم الانبیاء بھی ہیں ۔خاتم الانبیاء یا ختم المرسلین۔ختم نبوت یا ختم رسالت کا جو مقام ہے اسے اسلامی اصطلاح میں مقامِ محمدیت کہتے ہیں اور اس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منفرد ہیں۔ یہ وہ فضیلت نہیں جس کا ’’ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ‘‘، میں (نسبتی فضیلت) ذکر ہے نسبتی فضیلت میں بھی نسبتی لحاظ سے اوّل اور آخر ہوتا ہے اگر نفسِ رسالت میں کوئی فرق نہ ہو اور چشم تصور میں تمام انبیاء ایک میدان میں کھڑے ہوں تو مشرق کی طرف سے دیکھیں گے تو شمال والا آخری ہو گا۔ جنوب کی طرف سے دیکھیں گے تو جو نبی غربی کونے میں ہے وہ آخری نبی ہو گا۔ پس ایک تو یہ نسبتی طور پر آخری ہے اس میں کسی فضیلت کا ذکر نہیں بلکہ یہ ایک نسبتی چیز ہے جس زاویہ سے آپ دیکھیں گے مقابلہ کی انتہا آخری بن جاتی ہے۔

پس فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ایک بنیادی حقیقت ہے اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ بھی اپنی جگہ ایک بنیادی حقیقت ہے دراصل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیدا کرنے والے رب کے حضور جو منفرد مقام حاصل تھا اس کے اظہار کے لئے آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔خاتم النبیین یعنی مقام محمدیت قُربِ اتم کا مقام ہے۔ بالفاظ دیگر آپؐ صفات باری کے مظہر اتم تھے۔ یہ شرف صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ہے۔ دوسرا کوئی نبی اس مقام تک پہنچ نہیں سکا۔ کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ رسالت میں ایک لاکھ بیس ہزار رسول شامل ہیں ۔ان میں ہم نے کوئی فرق نہیں کرنا۔لیکن مقام محمدیت کے لحاظ سے آپ کو جو منفرد مقام حاصل ہے وہ صفات باری کے مظہر اتم ہونے کا مقام ہے اس مقام کو انسانوں کے مقابل میں انسان کامل کہتے ہیں اور قرب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے قریب تر۔ دوسرا کوئی شخص خدا کے پیار کے حصول میں آپ سے زیادہ اور قریب تر

ہوا نہ ہوسکتا ہے غرض اس مقامِ محمدیت کو بیان کرنے کے لئے مختلف اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔......پس فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اپنی جگہ پرصحیح اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ اپنی جگہ پر درست ہے۔لفظ رسالت میں کوئی فرق نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول بھی ہیں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔رسالت کے اعتبار سے آپ میں اور آدم میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔لیکن آپ محض ایک رسول ہی نہیں بلکہ آپ خاتم النبیین بھی ہیں۔خاتم النبیین کے ارفع مقام کے لحاظ سے کسی اَور نبی کو یہ جرأت نہ ہوسکتی کہ وہ اس ارفع واعلیٰ مقام کا دعویدار بنے۔اس میں آپ منفرد ہیں۔آپ کا مقام خدائے ذوالجلال کے داہنی جانب عرشِ رب کریم پر ہے جسے ہم مقامِ محمدیت کہتے ہیں۔اس معنی میں حقیقتاً آپ ایک عظیم الشان آخری نبی ہیں اور ہم علیٰ وجہ البصیرت آپ کے آخری نبی ہونے پر ایمان لاتے ہیں وہ آخری مقام جو آپ کو معراج میں دکھایا گیا اور آپ نے اس کی جو تصویر کھینچی ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو آخری نبی مانتے ہیں''۔[53]

مجلس مشاورت ۱۹۷۳ء

اس سال مجلس مشاورت کا انعقاد ۳۰۔۳۱/مارچ ویکم اپریل ۱۹۷۳ء کو حسب معمول ایوان محمود ربوہ میں ہوا۔قبل ازیں یہ دستور تھا کہ مرکز کی طرف سے صدر انجمن احمدیہ،تحریک جدید اور وقف جدید کے میزانیے جماعتوں کو براہ راست بھجوائے جاتے تھے مگر بعض وجوہ کی بناء پر اس سال تینوں میزانیے ضلعی نمائندگان تک پہنچانے کے لئے ضلعی نظام کو بھجوائے جانے لگے۔[54] اس مشاورت کے موقع پر پہلی بار لاہور،سیالکوٹ اور لائل پور (فیصل آباد) سے ۹۵ سائیکل سوار خدام مشاورتی انتظامات میں ہاتھ بٹانے کے لئے مرکز پہنچے۔[55] مشاورت میں جماعت احمدیہ لندن کی نمائندگی کے فرائض خالد اختر احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ لندن نے انجام دئے۔[56] پاکستان کے طول وعرض سے شامل ہونے والے نمائندگان کے علاوہ چھ سو سے زائد مہمان بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔مقامی احباب کی تعداد ان کے علاوہ تھی جو بطور زائر کارروائی سنتے رہے۔مستورات کے لئے گیلری میں بر عایت پردہ عمدہ انتظام تھا۔[57] ان مختصر جھلکیوں کے بعد کچھ تفصیل زیبِ قرطاس ہے۔

شوریٰ کے چار اجلاس ہوئے جن کی صدارت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمائی ان اجلاسوں میں حضور کے زیرارشاد، مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ صوبہ پنجاب، شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ ضلع لائل پور اور چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کو فرائض صدارت کی انجام دہی میں حضور کا ہاتھ بٹانے کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔[58] تین کمیٹیوں کا تقرر حضور کی ہدایت پر عمل میں آیا۔

ا۔ سب کمیٹی نظارت اصلاح و ارشاد و نظارت تعلیم (صدر حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سرگودھا۔ سیکرٹری ملک حبیب الرحمٰن صاحب ربوہ)

۲۔ سب کمیٹی برائے میزانیہ صدر انجمن احمدیہ (صدر مرزا عبدالرحمٰن صاحب کراچی۔ سیکرٹری شیخ محبوب عالم صاحب خالد ناظر بیت المال)

۳۔ سب کمیٹی برائے میزانیہ تحریک جدید و وقف جدید (صدر چوہدری خالد سیف اللہ صاحب۔ سیکرٹری چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اوّل)[59]

مشاورت میں غلبہ دین کی مہم کو تیز تر کرنے کیلئے متعدد اہم تنظیمی، تبلیغی اور تربیتی تجاویز زیرغور آئیں اور مجموعی طور پر بتفصیل ذیل ایک کروڑ، سڑسٹھ لاکھ، باون ہزار تین سو بانوے روپے کے بجٹ آمد و خرچ ۷۴-۱۹۷۳ء منظور کئے جانے کی سفارش کی گئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

میزانیہ تحریک جدید	11267955
میزانیہ وقف جدید	270000
میزانیہ صدر انجمن احمدیہ	5214437

مشاورتی کارروائی کے دوران فضل عمر فاؤنڈیشن، صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور وکالت تبشیر تحریک جدید کی سالانہ رپورٹیں بھی سنائی گئیں جو بالترتیب بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) اقبال احمد صاحب شمیم آنریری سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن، مولانا عبدالمالک خاں صاحب اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ نے پڑھیں۔

فضل عمر فاؤنڈیشن کی رپورٹ کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے دست مبارک سے شیخ عبدالقادر صاحب لائل پوری محقق عیسائیت اور قریشی محمد اسد اللہ صاحب مربی سلسلہ احمدیہ کو انعامات عطا فرمائے۔ شیخ صاحب نے ''حضرت مریم بنت عمران'' کے موضوع پر اور قریشی صاحب

نے ''ضرورت نبوت'' کے عنوان پر مقالات سپر دقلم فرمائے تھے جو انعام کے مستحق قرار پائے۔قریشی صاحب کو دو انعام دیئے گئے کیونکہ آپ دو سال انعام کے مستحق قرار پائے تھے۔علاوہ ازیں مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری سابق ایڈیٹر بدر قادیان کا انعام حضور نے ان کی نیابت میں رانا محمد خاں صاحب کو عطا فرمایا۔[60]

مشاورت ۱۹۷۳ء کی جان اور علم وعرفان کا مرکز خلیفہ راشد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی مقدس شخصیت اور حضور کے نہایت اہم اور بیش قیمت ارشادات تھے جن سے حضور وقتاً فوقتاً نوازتے رہے اور نمائندگان کے ایمان وایقان میں غیر معمولی اضافہ کا موجب بنے۔

حضور انور نے فرمایا:۔

''قرآن کریم نے کہا ہے شَاوِرْهُمْ ۔سب سے مشورہ کرو۔اس کی دو شکلیں ہیں۔ایک مشورہ وہ ہے جو سارا سال ہوتا رہتا ہے پھر اس کی بھی آگے کئی شکلیں ہیں۔ ایک وہ شکل ہے کہ کوئی ناظر یا کوئی عہدہ دار اپنے کام کے متعلق مشورہ لیتا ہے۔ یا خلیفۂ وقت جن دوستوں سے مناسب سمجھتا ہے ان سے مختلف معاملات کے متعلق مشورہ کرتا رہتا ہے۔

دوسری شکل یہ ہے اور وہ بڑی پیاری شکل ہے کہ جس دوست کے ذہن میں کوئی تجویز آتی ہے وہ مجھے بھیجتا ہے۔میں نے کہا ہے کہ یہ شکل بڑی پیاری ہے۔اس لئے کہ یہ میرے قلبی اور ذہنی سکون کا باعث بنتی ہے ہر چیز کے متعدد اور بعض دفعہ سینکڑوں پہلو ہوتے ہیں۔ایک دوست ہے جس کے سامنے کسی چیز کے صرف دو پہلو آتے ہیں۔وہ اسی کے مطابق مشورہ دے دیتا ہے۔باقی پہلو مثلاً اگر کسی چیز کے سو پہلو ہیں تو باقی ۹۸ کا اس کو علم نہیں ہوتا۔ یا ان کے متعلق اس نے سوچا ہی نہیں ہوتا۔اسی طرح کوئی اور دوست ہے جس کے دماغ میں پچاس سے پچپن تک کے پہلوؤں کے متعلق کوئی بات آ گئی۔کوئی اور دوست ہے اس کے ذہن میں پانچ سے دس پہلوؤں تک بات ذہن میں آ گئی۔ان سارے یا ان میں سے بہت سے پہلوؤں یا مختلف پہلوؤں کے متعلق مختلف آراء میرے پاس آ جاتی ہیں یا پھر یہ شکل بنتی ہے کہ چونکہ دو چار پہلو سامنے آئے تھے اس لئے تجویز سارے پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر قابل

قبول نہیں ہوتی۔لیکن اس شخص کو ثواب مل جاتا ہے اور مجھے بڑا لطف آتا ہے کہ دوست جماعتی کاموں میں دلچسپی لے رہے ہیں یا یہ ہوتا ہے کہ چونکہ پچاس آدمیوں نے سو پہلوؤں پر روشنی ڈال دی۔یا کوئی خبر ہے اور اس کے متعلق ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے پہنچا دیا۔دوسرا ٹکڑا ایک اور نے پہنچا دیا۔جب وہ ساری چیزیں پہنچ جاتی ہیں تو اس واقعہ کی ایک پوری شکل سامنے آجاتی ہے۔مختلف دوستوں نے مختلف رنگوں میں جو بات کی ہوتی ہے اس میں سے ایک بڑی اچھی بات نکل آتی ہے۔

پس شَاوِرْهُمْ کے حکم کے اندر یہ بھی آجاتا ہے کہ ہر ایک کی بات ماننا ضروری نہیں ہے۔کیونکہ اگر ایک ہی بات کے متعلق پچاس آدمی مختلف آراء کا اظہار کریں تو گویا پچاس متضاد باتیں ایک ہی وقت میں کیسے مانی جاسکتی ہیں۔لیکن پچاس متضاد باتوں سے میرے لئے بہت سے مفید اور کارآمد نکتے نکل آتے ہیں۔اور میں ان سے فائدہ اٹھاتا ہوں''۔[61]

حضور انور نے جماعتی سکولوں اور کالجوں کو حکومتی تحویل میں لئے جانے کے متعلق فرمایا:۔

''اسی طرح یہاں بھی ہمارے کالج اور سکول حکومت نے اپنی تحویل میں لے لئے ہیں ہم نے حکومت کے ساتھ ہمیشہ تعاون کیا ہے اب بھی تعاون کریں گے۔ہم پہلے بھی دل سے تعاون کرتے رہے ہیں اور اب بھی کریں گے۔یہی ہمارے مذہب یعنی اسلام نے ہمیں سکھایا ہے اور یہی ہماری عقل کا تقاضا ہے کہ حکومتِ وقت سے ہر ممکن تعاون کرنا چاہیے۔بہرحال ہم نے ہر مرحلہ پر حکومت سے تعاون کیا...... حکومت نے اگر ہمارے سکولوں اور کالجوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔البتہ ایک فرق ضرور پڑتا ہے اور وہ یہ کہ ہمارے نو لاکھ روپے تعلیم پر خرچ ہو رہے تھے وہ بچ گئے ہیں۔اب وہ نو لاکھ روپے حکومت خرچ کر رہی ہے۔ میں نے بتایا ہے ہم حکومت سے تعاون کرتے ہیں ہمیں ان کو یہ بتانا پڑے گا کہ ہم حکومت کی تحویل میں چلے جانے کے بعد بھی تعلیمی اداروں اور ان کی عمارتوں کا اسی طرح خیال رکھتے ہیں جس طرح پہلے رکھتے تھے''۔[62]

حضور انور نے جماعت کو درپیش خطرات اور قربانیاں پیش کرنے کے متعلق فرمایا:۔

’’اس وقت جماعت ایک بڑی عظیم اور خطرناک جنگ کے زمانہ میں داخل ہو رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس قسم کی قربانیاں جماعت سے مانگے گا۔لیکن ہمیں یہ پتہ ہونا چاہیے اور ہمارے دل میں یہ ہمیشہ عزم ہونا چاہیے کہ خواہ کسی قسم کی قربانی ہم سے مانگی جائے ہم وہ اس کے حضور پیش کر دیں گے۔اس لئے بھی کہ ہمارے زندگی بھر کے تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ اُس کی راہ میں انسان جو بھی حقیر قربانیاں پیش کرتا ہے اس کے بدلہ میں انسان گھاٹے میں نہیں رہتا۔اللہ تعالیٰ تو اسی دنیا میں بدلہ دے دیتا ہے۔......پس خدا تعالیٰ کسی کا قرض نہیں رکھتا۔خدا تعالیٰ نے کب جماعت کو لاوارث چھوڑا ہے کہ اب بھی وہ ہمیں لاوارث چھوڑ دے گا۔اور نہ ہی وہ کسی کا قرض اپنے پاس رکھتا ہے۔پس جن دوستوں کو خدا نے پیسہ دیا ہے وہ گھاٹے میں نہیں رہیں گے اگر وہ پہلے سے زیادہ قربانیاں دیں۔ہم ایسے لوگوں پر بدظنی نہیں کرتے۔وہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو اور مال دے وہ ان کے مالوں میں اور برکت ڈالے۔اور وہ اسے خدا کی راہ میں خرچ کریں۔جو اس نے ہمیں دیا ہے۔ مثلاً دو کروڑ۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سست ہو جائیں۔کیونکہ اس دو کروڑ کے ساتھ ہم نے ان طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے اور کر رہے ہیں جن کو اس وقت کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپے ملتے ہیں۔عیسائیت کا جال اس وقت دنیا میں پھیلا ہوا ہے وہ کروڑوں میں بات نہیں کرتے وہ اربوں میں بات کرتے ہیں۔بلکہ ان کو عیسائیت کی اشاعت کیلئے صرف امریکہ سے اربوں ڈالر مل جاتے ہوں گے۔اور ہمارا ان کے ساتھ مقابلہ ہے ہمارے پاس نہ اتنی دولت ہے اور نہ ان کے معیار کی ڈگریاں ہوتی ہیں مثلاً چوٹی کے ڈاکٹر پادری بن کر آ جاتے ہیں اور ہمارا جامعہ احمدیہ کا شاہد اس کے مقابلہ میں جاتا ہے۔اسی طرح یہاں کے ایم بی بی ایس ڈاکٹر جن کے متعلق یہ خطرہ رہتا ہے کہ کسی وقت دولت مشترکہ ان کی ڈگریوں کو ردّ نہ کر دے۔وہ جب افریقہ میں جاتے ہیں تو ان کا مقابلہ چوٹی کے ماہرین ڈاکٹروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض ان کے پاس ساری دنیا کی دولت اور طبّی ساز وسامان ہوتا ہے مگر ان کے مقابلہ میں ہمارا ڈاکٹر کامیاب ہوتا ہے۔وزراء اپنے گورنمنٹ ہسپتال کو چھوڑ کر احمدی ڈاکٹر

کے پاس آ جاتے ہیں۔لوگ پوچھتے بھی ہیں کہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔کہتے ہیں ہمیں یہیں شفاء ملتی ہے۔افریقہ میں ایک آدمی بیمار تھا وہ یورپ چلا گیا۔اس نے یورپ میں جا کر اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ میں نے یہاں آ کر چوٹی کے ڈاکٹروں سے علاج کروایا ہے مگر جو فائدہ مجھے احمدی ڈاکٹر سے ہو رہا تھا وہ نہیں ہوا۔اس لئے احمدی ڈاکٹر سے کہو کہ وہ مجھے دوائی بھجوائے۔اب یہ ہمارے اختیار کی بات تو نہیں ہے یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔پس جو لوگ قربانی دینے والے ہیں وہ تو قربانیوں میں بڑھتے چلے جاتے ہیں''۔[63]

شیخ بشیر احمد صاحب سابق جج ہائیکورٹ و امیر جماعت احمدیہ لاہور کا انتقال

یکم اپریل ۱۹۷۳ء کو سلسلہ احمدیہ کے مشہور و ممتاز خادم اور پاک و ہند کے نامور قانون دان شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان و سابق جج ہائیکورٹ لاہور انتقال فرما گئے۔ ریڈیو پاکستان نے دو بار اس حادثہ کی خبر نشر کی اور اگلے روز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی بعدازاں آپ کا جسدِ خاکی بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعۂ خاص میں سپرد خاک کر دیا گیا۔[64]

شیخ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب (بیعت و زیارت ۱۹۰۰ء۔وفات ۲۳؍اگست ۱۹۴۹ء) کے فرزند تھے جو ۲۳؍اپریل ۱۹۰۲ء کو پنجاب کے صنعتی شہر گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔[65] اسلامیہ کالج لاہور میں تعلیم پائی اور احمدیہ ہوسٹل لاہور کے خالص دینی ماحول میں پروان چڑھے اور یہیں خدمتِ دین کا ولولہ و شوق پیدا ہوا۔اس دور کا ناقابل فراموش واقعہ دوسرے طلباء کے ساتھ مسیح محمدی کے مزار مبارک کی حفاظت کا ہے جو ۱۹ تا ۲۱؍مارچ ۱۹۲۱ء کو پیش آیا جبکہ غیر احمدی علماء نے جلسہ عام کر کے فتنہ و فساد برپا کرنے کی سازش کی۔[66] چنانچہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''۱۹۲۱ء میں حنفی اور اہل حدیث مسلک کے علمائے کرام نے مشترکہ اعلان کیا کہ وہ ''قادیانیت'' کو مغلوب کرنے اور قادیان کو فتح کرنے کے لئے قادیان میں ایک زبردست مشترکہ جلسہ کریں گے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے علمائے کرام کا ایک عظیم اجتماع قادیان میں ہوا۔دیگر اعلانات کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ ہم مرزا صاحب کی قبر کو کھود کر دیکھیں گے۔اگر ان کے جسم کو قبر میں کوئی گزند نہ پہنچا ہو تو

ہم ان کے دعویٰ کی صداقت کو تسلیم کر لیں گے۔ ورنہ ثابت ہو جائے گا کہ ان کا دعویٰ نعوذ باللہ جھوٹا ہے۔ ایسے اعلانات کی وجہ سے حفظِ امن اور شعائر اللہ کی حفاظت کے متعلق جماعت پر بڑی بھاری ذمہ داری عاید ہوگئی خصوصاً اس امر کے مدنظر کہ حکومت کی طرف سے جو جماعت احمدیہ کو اس کے ضبط اور نظام کے باعث شک کی نگاہ سے دیکھتی تھی اور جماعت کے متعلق بدظنی رکھتی تھی، کسی مؤثر اقدام یا انتظام کی امید نہیں تھی۔ جلسہ کی تاریخ سے ایک دن پہلے خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد موصول ہوا کہ احمدیہ ہوسٹل کے طلباء کو ساتھ لے کر فوراً قادیان پہنچ جاؤ۔ میں ہوسٹل کا وارڈن بھی تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔ میں نے جمعہ کی نماز میں اعلان کیا کہ ہوسٹل کے تمام طلباء شام کی گاڑی سے قادیان جانے کے لئے اسٹیشن پر پہنچ جائیں۔ چودھری بشیر احمد صاحب بھی اگرچہ ہوسٹل میں نہیں رہتے تھے، آ گئے۔ شیخ بشیر احمد صاحب (حال ایڈووکیٹ لاہور سابق جج ہائی کورٹ) ہوسٹل میں رہتے تھے لیکن اس دن کسی کام سے اپنے وطن گوجرانوالہ گئے ہوئے تھے۔ شام کو واپس آئے تو اسٹیشن پر اپنے ہمجولیوں کو دیکھ کر ان سے سبب دریافت کیا اور معلوم ہونے پر وہ بھی شامل ہو گئے۔ گاڑی نصف شب کے قریب بٹالہ پہنچی۔ بعض طلباء نے خواہش ظاہر کی کہ دو چار گھنٹے اسٹیشن پر آرام کرنے کے بعد قادیان روانہ ہوں۔ میں نے کہا میرے نام جو ارشاد آیا ہے اس میں فوراً پہنچنے کا حکم ہے توقف کی گنجائش نہیں۔ ہم فوراً روانہ ہو گئے۔ تین چار میل چلنے کے بعد شہری طلباء میں سے بعض نے تھکان کی شکایت کی اور کہا کچھ سستا لیں۔ میں نے کہا سستانے بیٹھ گئے تو منزل بہت دور ہو جائے گی ہمت سے بڑھتے چلو۔ فجر کی اذان ہو رہی تھی کہ ہم مسجد مبارک کے چوک میں پہنچ گئے۔ دفاتر سب کھلے تھے اور ہر طرف روشنی تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا متعلقہ دفتر میں اپنے پہنچنے کی اطلاع کر دو اور وضو کر کے نماز میں شامل ہو جاؤ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ نماز کے فوراً بعد سب کی ڈیوٹی لگا دی گئی اور سب اپنے اپنے مقررہ مقام پر چلے گئے۔ مجھے ارشاد ہوا کہ علمائے کرام کے جلسے میں حاضر رہوں اور اگر کوئی اشتعال انگیز بات کی جائے تو مجسٹریٹ صاحب کو توجہ دلا دوں۔ میرے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پریس کے نمائندگان اور چھ رضاکاروں کو جلسہ میں جانے کی اجازت دی۔ جماعت کے افراد کو جلسہ گاہ میں جانے یا اس کے قریب سے گذرنے کی ممانعت کر دی گئی تا کہ کسی قسم کے تصادم کا امکان پیدا نہ ہو۔ قصبے کے اندرون اور بیرون احمدیہ محلوں میں پہرے، حفاظت اور خبر رسانی کا انتظام تھا۔ ہر فرد چوکس تھا۔ نمازوں اور دعاؤں میں خاص سوز و گداز تھا، باہمی محبت اور ہمدردی کا بحرِ بیکراں ہر طرف موجزن تھا۔

جلسہ کی کارروائی صبح ہوتے ہی شروع ہو جاتی تھی اور دو پہر کے وقت کھانے اور نمازوں کا وقفہ چھوڑ کر پھر شروع ہو کر پہر رات گئے تک جاری رہتی تھی۔علمائے کرام کثیر تعداد میں تشریف لائے تھے اور سب کو وقت دینے کے لئے ضروری تھا کہ اجلاس لمبے ہوں۔نتیجۃً میری حاضری بھی جلسے میں صبح سے رات تک لازم تھی۔ جب اجلاس نماز اور کھانے کے لئے ملتوی ہوتا تو میں واپس جا کر جلدی میں کچھ کھا لیتا اور مسجد مبارک میں نماز میں شامل ہونے کا موقع بھی میسر آ جاتا اور مختصر رپورٹ بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں گذارش کر دیتا۔ رات کا اجلاس ختم ہونے کے بعد حضور دن بھر کی تمام رپورٹیں سننے کے بعد انتظامات کے معائنے کے لئے تشریف لے جاتے۔ خاکسار بھی اردل میں حاضر رہتا۔ واپسی پر مجھے دو تین گھنٹے نیند کے لئے میسر آ جاتے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ان تین دنوں میں امام جماعت کو نیند کے لئے کوئی وقت میسر آیا کہ نہیں اور اگر میسر آیا تو کتنا؟ معائنے کے دوران میں بھی عجب کیفیت دیکھنے میں آتی ہر مقام اور ہر چوکی پر ڈیوٹی والے مستعد اور چوکس تھے۔احمدیہ محلوں میں ہر جگہ روشنی تھی اور کسی قسم کی پریشانی نہیں تھی۔ ہر فرد بلا استثناء اپنی مفوّضہ ڈیوٹی کو پورے شوق اور انہماک سے ادا کر رہا تھا۔حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب ایسے جیّد عالم اور واجب الاحترام بزرگ بیت المال کے دروازے پر پہرہ دار کے طور پر جوانوں کی طرح مستعد ایستادہ تھے۔ آنکھوں میں وہی چمک، لبوں پر وہی تبسم، چہرے پر وہی بشاشت جو قرآن کریم کا درس دیتے وقت ہوا کرتی تھی۔ وہ قرآن کریم کا درس، یہ قرآن کریم پر عمل۔ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ سب سے زیادہ خطرے اور بدیں وجہ سب سے زیادہ اعزاز کی ڈیوٹی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر پہرہ کی ڈیوٹی تھی۔ حفاظت کی سہولت کی خاطر حضور کے مزار اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے مزار کے گرد جلدی میں ایک کچی دیوار چاروں طرف کھڑی کر کے اس پر چھت ڈال دی گئی تھی۔ دیوار کے گرد اور چھت پر پہرہ تھا۔احمدیہ ہوسٹل کے طلباء میں سے بعض کی ڈیوٹی اس مقام پر تھی۔ان طلباء میں میاں عطاء اللہ صاحب بھی شامل تھے جو بعد میں جماعت احمدیہ راولپنڈی کے امیر ہوئے۔چھت پر شیخ بشیر احمد صاحب، شیخ یوسف علی صاحب، شیخ محمد احمد صاحب اور مرزا عبدالحق صاحب پہرے پر متعین تھے۔

علمائے کرام کے جلسے میں بفضل اللہ کوئی ناگوار واقعہ رونما نہ ہوا۔فالحمدللہ۔تقریریں تو بے شک سلسلے کی مخالفت میں تھیں۔ جلسے کی غرض ہی یہی تھی لیکن کوئی بات عملاً فساد، اشتعال یا شرانگیزی کی نیت

سے کہی گئی معلوم نہیں ہوتی تھی۔مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تقریر کی تمہید کے طور پر چند اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور نظم ؎

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

پڑھے۔لازم ہے کہ جماعت احمدیہ کے مکمل ضبط اور نظم کا بھی اثر منتظمینِ جلسہ اور علمائے کرام پر ہوا ہو۔جس کے نتیجے میں کوئی ناگوار بات معرضِ وجود میں نہ آئی''۔[67]

۱۹۲۳ء میں شدھی تحریک کی روک تھام میں حصہ لینے والے سرفروش مجاہدین میں سے ایک شیخ بشیر احمد صاحب بھی تھے۔[68]

۱۹۲۷ء میں آپ جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے جنرل سیکرٹری اور ۱۹۲۸ء میں سیکرٹری وصایا بہشتی مقبرہ مقرر ہوئے۔[69] ۱۹۲۹ء میں آپ نے نمائندہ گوجرانوالہ کی حیثیت سے مجلس مشاورت قادیان میں پہلی بار اور ۱۹۳۱ء میں دوسری بار شرکت فرمائی۔[70] ۳۲-۱۹۳۱ء میں آپ نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے زیر انتظام کشمیری مسلمانوں کی شاندار قانونی خدمات انجام دیں۔جس کی تفصیل اپنے مقام پر آ چکی ہے۔

۱۹۳۴ء میں آپ کی کتابِ زندگی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا جب کہ آپ جماعت احمدیہ لاہور کے امیر منتخب ہوئے۔اس منصب پر آپ ۱۹۵۳ء تک فائز رہے اور نہایت فرض شناسی، مستعدی اور معاملہ فہمی کے ساتھ اپنے فرائض بجالاتے رہے۔[71] ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء کو سیدنا حضرت مصلح موعود نے احراری فتنہ کے مقابلہ اور گندے لٹریچر کے جواب کے لئے ۱۴ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی کا اعلان فرمایا۔اس کمیٹی میں آپ کا نام دوسرے نمبر پر تھا۔[72] اسی سال کے آخر میں تحریک جدید کی بنیاد رکھی گئی جس کے مالی جہاد میں آپ پوری عمر بھر پور حصہ لیتے رہے۔[73]

۱۹۳۵ء میں ہندوستان میں نیشنل لیگ کا قیام عمل میں آیا اور آپ اس کے صدر مقرر ہوئے۔اور اس دور کے احراری اور مصری فتنوں کے ازالہ کے لئے انتھک کوشش کی۔نیز جماعت کے دوسرے مخلص وکلاء کے دوش بدوش مقدمات کی کمال خوش اسلوبی سے پیروی کرتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خطبہ جمعہ ۲/اگست ۱۹۳۵ء کے دوران شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''ان مظالم کے نتیجہ میں آپ ہی آپ لوگوں کی تربیت ہوتی جا رہی ہے۔ اب ہر شخص خود بخود یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ قومی حملہ کے مقابلہ میں قومی دفاع کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔اس قسم کے قومی حملوں کے دفاع میں کانگرس ہم سے زیادہ واقف تھی۔مگراب ہماری جماعت بھی اس طریق کار سے واقف ہوتی جاتی ہے اوراپنی ذمہ داری کا زبردست احساس پیدا ہوتا جارہا ہے۔ یہاں دفعہ 144 نافذ کی گئی اور ہم چونکہ قانون کی باریکیوں سے واقف نہیں اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ حکام بعض دفعہ زبردستی بھی ایک دفعہ کا نفاذ کر دیا کرتے ہیں۔اس لئے جب انہوں نے دفعہ 144 لگائی تو ہم نے دل میں کہا گورنمنٹ نے جو کچھ کیا ہوگا اپنے حالات کے ماتحت درست کیا ہوگا۔مگران فتن کی وجہ سے ہماری جماعت میں جو قومی روح پیدا ہو چکی تھی اس کے ماتحت لاہور میں بیٹھے اور قانون کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے ہمارے عزیز شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو ایک بات سوجھی اور انہوں نے سمجھا کہ گورنمنٹ نے بے جا طور پر اس دفعہ کا ہم پر اطلاق کیا ہے۔چنانچہ وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اس دفعہ کو تڑوا سکتے ہیں۔میرے ذہن میں فلاں بات آئی ہے۔میں نے کہا کہ ہمیں تو اس کا علم نہیں تھا آپ کوشش کریں۔چنانچہ انہوں نے کوشش کی اور وہ دفعہ اُڑ گئی۔گو مدت کے گذر جانے کی وجہ سے قانونی طور پر اُڑی مگر بہرحال اُڑی۔اسی طرح ہزاروں احمدیوں کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ سلسلہ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔غرض یہ تربیت اور تنظیم جواب ہماری جماعت کی ہو رہی ہے وہ اس سے پہلے نہیں تھی''۔[74]

۴۲-۱۹۴۱ء میں آپ کو خدا کے فضل سے انبالہ کے ایک جماعتی مقدمہ میں شاندار نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔جس کی تفصیل صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مطبوعہ رپورٹ کے الفاظ میں یہ ہے کہ:۔

''حاجی میراں بخش صاحب مرحوم انبالہ کے نابالغ پسر عزیز بشارت احمد کا گارڈین بابو عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ انبالہ کو تجویز کیا گیا۔مگر دوسری طرف سے نابالغ کا غیر احمدی نانا گارڈین بننے کا مدعی تھا۔چنانچہ یہ مقدمہ عدالت میں گیا۔سب جج صاحب انبالہ نے نابالغ کے غیر احمدی نانا کو گارڈین مقرر کر دیا۔اس سے ایک احمدی بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔اس لئے ہماری طرف سے

یہ مقدمہ ہائیکورٹ میں لے جایا گیا۔شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو پیروی کے لئے مقرر کیا گیا۔سو الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہائیکورٹ نے نمائندہ جماعت بابو عبدالرحمٰن صاحب کا حق گارڈینی تسلیم کرتے ہوئے بابو صاحب کو نابالغ کا گارڈین مقرر کر دیا ہے۔اب بابو صاحب نے عدالت کی معرفت عزیز مذکور کو حاصل کر کے قادیان میں بھجوا دیا ہے اور اسے یہاں بورڈنگ تحریک جدید میں داخل کروا دیا گیا ہے۔جہاں اس کی حفاظت اور آرام وآسائش کا حتی الامکان خیال رکھا جاتا ہے۔ان ہر دو مقدمات میں عدالت ابتدائی میں میاں محمد مستقیم صاحب احمدی وکیل نے جس ہمدردی اور اخلاص سے کام کیا اس کے لئے وہ بہت شکریہ کے مستحق ہیں۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء‘‘۔[75]

۱۹۴۳ء میں آپ مجلس مشاورت کی سب کمیٹی نظارت علیا کے صدر مقرر ہوئے۔[76] ۱۹۴۴ء کے شروع میں جب کہ حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہ لیڈی ولنگڈن ہسپتال (Lady Willingdon Hospital) میں داخل تھیں سیدنا حضرت مصلح موعود آپ کی کوٹھی واقع 13۔ٹمپل روڈ لاہور میں قیام فرما تھے کہ اس دوران ۶/۵ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب کو آپ پر ایک عظیم الشان رؤیا کے ذریعہ انکشاف ہوا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔

۱۸/اکتوبر ۱۹۴۶ء کو تحریک جدید انجمن احمدیہ کی رجسٹریشن ہوئی۔تحریک جدید کے آرٹیکلز اینڈ میمورنڈم آپ نے مرتب فرمائے۔تحریک جدید بورڈ آف ڈائریکٹرز کے اوّلین دس ممبروں میں آپ بھی شامل تھے۔[77] ۲۵۔۲۶/جولائی ۱۹۴۷ء کو آپ نے پنجاب کے حد بندی کمیشن کے سامنے نہایت قابلیت اور عمدگی سے جماعت احمدیہ کا کیس پیش کیا اور اعداد وشمار اور حقائق کی روشنی میں ثابت کیا کہ ایک عظیم الشان مذہبی مرکز کی حیثیت سے قادیان کا اوّلین استحقاق ہے کہ اسے مسلم مملکتِ پاکستان کے ساتھ شامل کیا جائے۔[78] یکم ستمبر ۱۹۴۷ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے رتن باغ لاہور میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی بنیاد رکھی۔اس انجمن کے ابتدائی گیارہ ممبروں میں آپ بھی شامل تھے۔

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۴۹ء۔۱۹۵۰ء۔۱۹۵۱ء میں شریک ہونے والے پاکستانی وفد کی قیادت کے فرائض آپ نے انجام دیئے۔۱۹۶۰ء میں نگران بورڈ کا قیام عمل میں آیا جس کے ایک ممبر آپ بھی تھے۔۲۷/اپریل ۱۹۶۱ء کو سیرالیون کا جشنِ آزادی منعقد ہوا۔اس تقریب میں جماعت احمدیہ پاکستان کی طرف سے کامیاب نمائندگی کا اعزاز آپ کو حاصل ہوا۔[79] ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۳ء تک مجلس افتاء کے نائب صدر رہے۔

۱۹۶۳ء میں بورڈ قضاء کے فیصلہ کے خلاف نظر ثانی کے لئے آٹھ ممبروں پر مشتمل ایک مرکزی پینل قائم کیا گیا جس کے آپ بھی ممبر تھے۔[80] خلافت ثالثہ کے عہد مبارک کی پہلی مجلس مشاورت منعقدہ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷ مارچ ۱۹۶۶ء میں نظارتوں اور شعبوں کی منصوبہ بندی کی غرض سے ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی جس کے پانچ ممبر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بنفس نفیس نامزد فرمائے۔ جن میں سرفہرست آپ تھے۔[81] الغرض شیخ صاحب کی عظیم الشان دینی وملّی خدمات کا سلسلہ نصف صدی پر محیط ہے۔

حضرت شیخ صاحب کے انتقال کے بعد ۶ را پریل ۱۹۷۳ء کو بعد نماز جمعہ مسجد احمدیہ دارالذکر میں جماعت احمدیہ لاہور کا غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا جس میں محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ مرحوم کی وفات پر محترم چوہدری اسداللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے قرارداد پیش کی۔[82]

جماعت احمدیہ کے ترجمان روزنامہ ''الفضل'' نے ۴ را پریل ۱۹۷۳ء کی اشاعت کے صفحہ نمبر ۶ پر آپ کے درج ذیل سوانح زیب قرطاس کئے:۔

''محترم شیخ صاحب مرحوم ۲۳ را پریل ۱۹۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔

آپ نے اسلامیہ کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پائی۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ کو احمدیہ ہوسٹل لاہور کے ابتدائی دور کے خاص دینی ماحول میں رہنے کا موقع ملا۔ بعد میں آپ نے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا اور پھر پریکٹس شروع کر دی۔ اپنی خداداد ذہانت ومحنت وغیر معمولی قابلیت کی وجہ سے جلد ہی ممتاز وکلاء میں شمار ہونے لگے بالخصوص دیوانی مقدمات میں آپ ملک کے چوٹی کے وکلاء میں سے ایک تھے۔ چار سال تک آپ ہائی کورٹ لاہور کے جج بھی رہے۔ جس کے بعد آپ نے پھر پریکٹس شروع کر دی۔ ۱۹۶۱ء میں سیرالیون کی ایک کانفرنس میں جماعت احمدیہ پاکستان کے نمائندہ کے طور پر شریک ہوئے اور واپسی پر آپ کو حج بیت اللہ کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

محترم جناب شیخ صاحب مرحوم اوائل عمر سے ہی بہت دیندار تھے۔ دعاؤں، عبادات اور دینی خدمات میں خاص شغف رکھتے تھے۔ ایک لمبے عرصے تک آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اہم دینی خدمات سرانجام دینے کا خصوصی شرف حاصل رہا۔ سالہا سال آپ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر رہے۔ دارالقضاء کے بورڈ کے قاضی اور پھر صدر بھی رہے۔ اٹھارہ برس تک متواتر جماعت احمدیہ لاہور

کے امیر رہے۔آپ آل انڈیا نیشنل لیگ کے پہلے صدر تھے۔حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے زیراہتمام کشمیری مسلمانوں کے مقدمات کی مفت پیروی کرتے رہے۔۱۹۵۳ء کے فسادات پنجاب کے بعد منیر انکوائری کورٹ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے بلا معاوضہ پیروی کی اور اس سلسلے میں بہت قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔آپ انگریزی کے علاوہ اردو کے بھی اعلیٰ پایہ کے مقرر تھے اور اس قابلیت کو حتی المقدور دین کی خدمت میں صَرف کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

آپ کی شادی محترم سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب آف جدہ کی صاحبزادی سے عمل میں آئی تھی۔ جو کہ حضرت سیّدہ ام وسیم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہمشیرہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو صاحبزادے (شیخ نصیر احمد صاحب ایڈووکیٹ اور شیخ منیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور) اور آٹھ صاحبزادیاں دیں جن میں سے چار شادی شدہ ہیں۔شیخ مظفر احمد صاحب ظفر (ابن محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائل پور) شیخ ناصر احمد صاحب (ابن محترم شیخ نذیر احمد صاحب مرحوم برادر اکبر محترم شیخ صاحب مرحوم) شیخ جمیل احمد صاحب (ابن شیخ عبدالعزیز صاحب لائلپور) اور ڈاکٹر محمد شفیق سہگل صاحب (ابن شیخ محمد عمر صاحب سہگل) آپ کے داماد ہیں''۔

خالدِ احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب نے آپ کی وفات پر ایک نوٹ میں لکھا:۔

''محترم جناب شیخ صاحب مرحوم بہت سی مثالی خوبیوں کے مالک تھے ایک بڑی خوبی ان کی یہ تھی کہ مالی قربانی میں بہت آگے تھے۔ مجھے اخویم شیخ عبدالقادر صاحب مرحوم مربی سلسلہ احمدیہ لاہور نے بارہا بتایا تھا کہ لاہور کی جماعت میں شیخ صاحب موصوف بھی اس بارے میں ایک نمونہ ہیں کہ ہر آمدنی پر فی الفور اپنا چندۂ وصیت ادا کرتے ہیں بلکہ آپ نے اپنے منشی صاحب کو ہدایت دے رکھی ہے کہ جب بھی کوئی رقم موصول ہو تو پہلے اس میں سے وصیت کی رقم ادا کیا کرو اور پھر رقم جمع کیا کرو یہ طریق عمل بہت مفید ہے یہی وجہ تھی کہ محترم جناب شیخ صاحب کی وفات پر جب ان کی وصیت کا حساب کیا گیا تو حصۂ آمد تقریباً پورے کا پورا ادا شدہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب مرحوم کو بہت کچھ دیا۔ دینی و دنیوی عزت اور قبولیت بھی عطا فرمائی اور اموال سے بھی نوازا مگر محترم شیخ صاحب مرحوم نے مال سے دل نہیں لگایا۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے وہ خوشی محسوس کرتے تھے اور اس توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔

انہوں نے بیشتر مواقع پر بلکہ شاید کہا جا سکے کہ ہر موقعہ پر جب انہیں سلسلہ کی طرف سے قانونی

خدمات بجا لانے کی سعادت حاصل ہوتی اور انہیں ان خدمات کے عوض عام دستور کے مطابق ہزاروں روپیہ مل سکتا تھا اور پیش بھی کیا گیا مگر انہوں نے اسے منظور نہ کیا بلکہ اسے اپنی خوش بختی قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو قانونی قابلیت بخشی ہے وہ سلسلہ کے کام آ سکی ہے۔ ان کی زندگی کی تاریخ میں ایسے متعدد واقعات کا ذکر ہو گا۔

محترم جناب شیخ صاحب مرحوم نے طبیعت نہایت شگفتہ پائی تھی اور ذہانت و فطانت کا بھی قدرت نے انہیں حصۂ وافر عطا فرمایا تھا اس لئے وہ اپنے احباب سے بے تکلفی میں بڑی دل لگی سے پیش آتے۔ ان کی مجلس میں سنجیدگی کے ساتھ علمی، مذہبی اور سیاسی امور کے علاوہ لطائف کا بھی چرچا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو قانونی واقفیت عطا فرمائی تھی۔ اس کی تمام عدالتوں اور وکلاء کی نگاہوں میں خاص قدر تھی اور بڑے بڑے اہم معاملات میں ان سے ہمیشہ مشورہ لیا جاتا تھا۔ جماعت کے تو وہ عرصہ دراز تک خاص قانونی مشیر تھے۔

محترم جناب شیخ صاحب مرحوم سالہا سال تک جماعت احمدیہ لاہور کے امیر رہے ہیں اور آپ نے جماعت کی بے شمار تعلیمی اور تنظیمی خدمات سرانجام دی ہیں وہ زمانہ بڑے ہنگاموں کا زمانہ تھا اور لاہور ایسی مرکزی جماعت کی امارت کے فرائض کو خوش اسلوبی سے سرانجام دینا بڑی کامیابی تھی۔

محترم شیخ صاحب مرحوم کی علم دوستی مشہور تھی۔ جماعت کے اہل علم احباب سے بھی آپ کا خاص تعلق تھا۔ آپ کو اس امر کا شدید احساس تھا کہ احباب جماعت کو بہت زیادہ علمی ترقی کرنی چاہیے اور اپنی علمی دھاک دنیا بھر میں جلد تر بٹھا دینی چاہیے اس کے لئے وہ اپنے ذہن میں متعدد سکیمیں رکھتے تھے۔ وہ مرکزی ادارۃ المصنفین کے صدر بھی تھے۔ اس کے اجلاسوں میں بھی آپ اکثر یہ اظہار فرماتے تھے کہ ہمیں اس نہج پر زیادہ وسعت اور زیادہ تیزی سے کام سرانجام دینا چاہیے۔ آپ کا یہ جذبہ آخری سالوں میں بہت شدت اختیار کر گیا تھا۔

شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم ایک عبادت گزار اور نمازوں کی باقاعدہ ادائیگی کے عادی تھے۔ ہمیشہ کوشش فرماتے کہ نماز باجماعت ادا ہو۔ طبیعت میں بڑی خاکساری تھی۔ تہجد کا بھی التزام فرماتے تھے۔ ذکر الٰہی سے انہیں شغف تھا۔ بسا اوقات نمازوں میں ان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی تھیں۔

محترم جناب شیخ صاحب مرحوم کو سلسلہ احمدیہ سے نہایت گہرا تعلق تھا۔ وہ دین کے لئے بہت غیرت مند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تقریر کا بھی عمدہ ملکہ عطا فرمایا تھا۔ وہ اپنے خیالات کو نہایت عمدہ

پیرایہ میں ادا فرماتے تھے۔ جماعتی اجتماعات میں بھی مؤثر تقریریں فرماتے تھے اور دوسرے اجتماعوں کے موقعہ پر غیر مسلم اور غیر احمدی اصحاب بھی ان کی تقریروں کو نہایت ذوق وشوق سے سنتے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے کسی موقعہ پر بھی احمدیت واسلام کو پیش کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ ان کے الفاظ سے وہ یقین و وثوق پھوٹ پھوٹ کر سامعین کو متاثر کرتا تھا جو حضرت شیخ صاحب کو اسلام واحمدیت کی صداقت پر تھا اور جسے وہ نہایت پُر زور بیان اور بہترین سلیقہ سے پیش کرتے تھے۔ محترم شیخ صاحب مرحوم غرباء اور مستحقین کی پوشیدہ امداد کے زیادہ قائل تھے اور اس بارے میں ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑا وسیع دل عطا فرمایا تھا''۔[83]

لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سردار محمد اقبال نے شیخ صاحب مرحوم کو شاندار الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا:۔

''شیخ بشیر احمد کا شمار ملک کے ممتاز ترین قانون دانوں میں ہوتا تھا انہوں نے ۱۹۲۵ء میں قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد لاہور ہی میں وکالت شروع کی اور جلد ہی اس پیشہ میں اعلیٰ مقام حاصل کرلیا۔ انہوں نے سال ۱۹۳۱ء و۱۹۳۲ء میں مڈلٹن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کی نمائندگی کی۔ یہ کمیشن کشمیری مسلمانوں کے قتل عام کی تحقیقات کے سلسلہ میں قائم کیا گیا تھا۔ ۱۹۵۷ء میں شیخ بشیر احمد لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہوئے۔ وہ عدالتوں میں اتنی عمدگی سے دلائل پیش کرتے تھے کہ عدالتیں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتیں۔ دلائل پیش کرتے وقت وہ غیر معمولی ذہانت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ۱۹۵۹ء میں انہیں ہائی کورٹ کا جج مقرر کر دیا گیا۔ تین سال تک وہ اس عہدہ پر فائز رہے۔ وہ بار کے ارکان کے لئے درخشندہ مثال تھے۔''[84]

ایڈووکیٹ جنرل میاں بدیع الزمان نے مرحوم کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا:۔

''شیخ بشیر احمد اگرچہ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۲ء تک صرف تین سال کے لئے ہائی کورٹ کے جج رہے تاہم انہوں نے اپنے وسیع علم کی وجہ سے عدلیہ میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ انہیں اصول انصاف پر غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ لیکن سب سے بڑھ کر انصاف کرنے کا غیر متزلزل عزم ان کی شخصیت کا نمایاں حصہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم نے مختصر مدت میں نظام عدل میں جو کردار ادا کیا ہے اس کو ان کی مدت ملازمت کے پیمانے سے نہیں ناپا جاسکتا۔''[85]

اسی طرح پاکستان کے مشہور کالم نویس ڈاکٹر عبدالسلام صاحب خورشید ابن مولانا عبدالمجید

سالک صاحب (جو بعدازاں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ صحافت کے سربراہ بھی بنے) نے شیخ صاحب کے سانحہ وفات پر حسب ذیل نوٹ سپردقلم کیا:۔

’’یکم اپریل کو دوپہر کے وقت پنجاب ہائی کورٹ کے سابق جج مسٹر جسٹس شیخ بشیر احمد اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس سفید ریش، نیک سیرت، بلند کردار بزرگ سے ہمیں شرفِ نیاز حاصل تھا۔ ان کی قانون دانی کے بارے میں ہائی کورٹ بار کے حضرات ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ ہم انہیں ایک انسان کی حیثیت سے جانتے تھے۔ ایک ایسے انسان کی حیثیت سے جس کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔ جس کے قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں تھا۔ جو دین سے حد درجہ لگاؤ رکھتا تھا اور جو عشقِ رسول کے جذبے سے ہمیشہ مست اور سرشار رہا۔ ہمیں ان کی صحبت میں بیٹھ کر ایک بے پایاں روحانی لذت محسوس ہوتی تھی۔ وہ ہم پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ حالاتِ حاضرہ بالخصوص ملکی سیاست پر ان سے اکثر تبادلۂ خیال ہوتا تھا۔ ان میں بڑی خوبی یہ تھی کہ حزبی تعصّبات سے بالا رہ کر صرف اس نقطۂ نگاہ سے سیاسی مسائل کا تجزیہ کرتے تھے کہ پاکستان میں ایک عادلانہ نظام قائم ہو اور یہ دنیا کے لئے شمعِ ہدایت بنے۔ انہوں نے ایک دردمند دل پایا تھا۔ اور یہ دل دین سے پیار، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار، نوعِ انسانی سے پیار اور اعلیٰ روحانی قدروں سے پیار کا ایک خزانہ تھا۔‘‘ [86]

ہفت روزہ ’’انصاف‘‘ راولپنڈی نے اپنی اشاعت ۳؍مئی ۱۹۷۳ء میں شیخ صاحب کی بے لوث خدمات کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا:۔

’’مسٹر جسٹس شیخ بشیر احمد جن کی وفات حال ہی میں ہوئی ہے ایک ممتاز قانون دان تھے۔ کشمیر کی تحریک آزادی سے دلچسپی رکھنے والے سب لوگوں کو علم ہے کہ ابتدائے تحریک حریت میں جب ڈوگرہ حکومت کی طرف سے ہزاروں کشمیری مسلمانوں پر مقدمات بنائے گئے تو آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے (جس کے صدر حضرت امام جماعت احمدیہ تھے۔ ناقل) ان مقدمات کی پیروی کے لئے وکیل بھیجے۔ شیخ بشیر احمد انہی دردمند وکیلوں میں سے ایک تھے۔ آپ نے جو خدمات ان دنوں مسلمانانِ کشمیر کی فی سبیل اللہ انجام دیں وہ کشمیری عوام ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ان خدمات کا اجر دے گا‘‘۔ [87]

جناب عبدالسمیع صاحب نون ایڈووکیٹ سرگودھا اپنے مشاہدات و تاثرات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ’’مجھے ۱۹۵۲ء سے جب میں نے لاء کالج میں داخلہ لیا تو جناب شیخ صاحب سے تعارف کی سعادت حاصل ہوئی۔ یونیورسٹی کے طلبہ شوقیہ بھی اور کبھی کبھی کالج کی انتظامیہ کی ہدایت پر

بھی ہائیکورٹ میں معروف وکلاء کی بحث سننے جایا کرتے تھے۔ مجھے بھی شوق تھا اور جن معروف وکلاء نے بطور خاص مجھے اپنی قابلیت فصیح و بلیغ قوت بیانیہ اور اس کے ساتھ خود اعتمادی کے ساتھ اپنا موقف پیش کرنے سے متاثر کیا ان میں جناب ایم انور صاحب بار ایٹ لاء، جناب سردار محمد اقبال صاحب سابق چیف جسٹس، جناب شیخ بشیر احمد صاحب اور جناب مسٹر جسٹس منظور قادر صاحب بیرسٹر تھے اول الذکر دو صاحبان تو ہمارے گورنمنٹ لاء کالج کے لیکچرار تھے اور ہمیں ان سے فوجداری اور دیوانی قوانین پڑھنے کے مواقع بھی ملے اور موخر الذکر دونوں حضرات کو عدالت کے دوران بحث کرتے ہی سنا۔ میری یہ جچی تلی رائے ہے کہ گو یہ سب بہت بڑے قانون دان اور عالم فاضل تھے مگر جناب شیخ بشیر احمد صاحب وکلاء علماء فضلاء کی مجلس کے صدر کہلانے کے مستحق تھے۔ ان سب حضرات کو انگریزی زبان پر کمال کا عبور حاصل تھا بحث کے دوران (اس زمانے میں انگریزی زبان میں ہی بحث ہوا کرتی تھی) انہیں کسی قسم کی دشواری کا سوال ہی نہیں ہوتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ انگریزی ان کی مادری زبان ہے اور اس زبان میں اظہاران کے لئے پسندیدہ اور سہل تر ہے۔ اور بحث کرتے وقت یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا یہ حضرات تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہیں جو سیدھا دوڑ رہا ہے اور منزلوں پر منزلیں طے کرتا جا رہا ہے۔

مگر میں سمجھتا ہوں شیخ صاحب کے اصل جوہر تو تب کھلے جب ۱۹۵۳ء کے فسادات کی تحقیقاتی عدالت جو چیفس جسٹس منیر صاحب اور مسٹر جسٹس کیانی صاحب پر مشتمل تھی۔ اس میں جماعت احمدیہ کے کیس کی پیروی جناب شیخ صاحب نے کی۔ ان کے مقابل پر بڑے معروف وکلاء مثلاً چوہدری یعقوب علی صاحب جو بعد میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بنے اور بھی (کئی) معروف قانون دان تھے۔ ہمیں یہ شرف حاصل ہے کہ ہم نے وہ کارروائی اپنے کانوں سے سنی اور آنکھوں سے دیکھی۔ اور اس کے دوران محترم جناب شیخ صاحب کی متعدد مدلل تقاریر سنیں۔ خصوصاً ایک دن تو جناب شیخ صاحب کو قتل مرتد اور احمدیوں کی دعوت الی اللہ پر پابندی کے موضوع پر جواب دینا پڑا تو اس طرح محسوس ہوا جیسے فصاحت و بلاغت کا سیلاب آ گیا ہے اور گویا کسی ڈیم کے بند ٹوٹ گئے ہیں کاش وہ تقریریں ریکارڈ ہوسکتیں اور اس نظارے کو کیمرے کی کوئی آنکھ یا آپ کی آواز کو کوئی برقی مشین محفوظ کر لیتی تو یہ بیان از دیادِ ایمان کا موجب ہوتا۔ یا مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں اس ایمان افروز اور علم و آگہی کے تیزی سے بہتے دریا کا کچھ احوال بیان کرسکتا۔ شیخ صاحب جذبات ایمانی کے سمندر میں

غوطے لگا لگا کر جواہر و موتی نکال نکال کر عدالت کے سامنے بکھیر رہے تھے اور یوں لگتا تھا کہ دونوں فاضل جج صاحبان بھی مسحور ہو چکے ہیں اور سامعین سے بھرے ہال کمرے پر مکمل سکوت چھایا ہوا تھا حتیٰ کہ کسی کے سانس تک کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اور ہر فرد بشر کان لگا کر اس دلپذیر تقریر کو سن رہا تھا۔ گویا آپ کی پُرشوکت آواز نے سامعین پر کیا موافق اور کیا مخالف سب پر جادو کر دیا تھا۔ ضمناً عرض کرتا ہوں کہ خاتم النبیین ﷺ کے موضوع پر خالد احمدیت جناب ملک عبدالرحمان صاحب خادم گجراتی جو سیاہ شیروانی میں ملبوس اور سر پر سفید طرّے دار پگڑی باندھے ہوئے تھے کی تقریر کی شان بھی نرالی تھی اور ان کی گھن گرج ایک شیر ببر سے مشابہ تھی دلائل لاجواب اور زور بیان بے مثال تھا۔ یہ تقریر اردو زبان میں تھی۔ غرض ان جوانمردوں اور احمدیت کے سپوتوں نے میدان مار لیا۔ ان خوش بختوں کی اسلام کے لئے بے لوث اور سرفروشانہ خدمات جلیلہ نے انہیں دائمی اجر کا مستحق بنا دیا اور وہ تھوڑے عرصہ میں اپنی زندگی کے مقصد کو پا گئے۔

کسی کو گھر سے نکلتے ہی مل گئی منزل
کوئی ہماری طرح عمر بھر سفر میں رہا

جو عدالتی رپورٹ شائع ہوئی تھی وہ اس پر شاہد ہے۔

گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی میں مسجد احمدیہ سرگودھا کے لئے گورنمنٹ نے زمین فروخت کر دینے کے بعد بعض لوگوں کے بھرے میں آ کر فروخت شدہ زمین کی رجسٹری منسوخ کر دی تھی جس کے خلاف ناچار ہمیں رٹ پٹیشن دائر کرنا پڑی۔

رٹ پٹیشن خارج ہو گئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے مشورہ کے لئے حاضر ہوئے تو آں ممدوح نے ایک مفصل خط بنام شیخ بشیر احمد صاحب لکھ دیا اور اس میں لکھا کہ میں اس وحشتناک خبر کے نتیجے میں ساری رات سو نہیں سکا۔ آپ خود سپریم کورٹ میں پیروی کریں۔ چنانچہ شیخ صاحب نے اپیل دائر کر دی اور حکم امتناعی بھی حاصل کر لیا مگر سماعت سے قبل آپ کی وفات ہو گئی اور پھر ہم اچھے وکیل کی تلاش میں جناب ایس ایم ظفر ایڈووکیٹ (سابق وفاقی وزیر قانون) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب انہیں بتایا کہ جناب شیخ صاحب وکیل تھے وہ تو اللہ کے حضور حاضر ہو گئے ہیں تو آفرین ہے ایس ایم ظفر صاحب کے اخلاص اور ایثار اور جذبہ وفا پر کہ انہوں نے کہا میں خود بحث کروں گا اور فیس کا تو سوال ہی نہیں ہے یہ میرے بڑے بھائی کا کام ہے۔ ہم نے ان سے بہت کچھ

سیکھا ہے اور بہت سے تعریفی کلمات شیخ صاحب کی شان میں کہے۔ کارنیلیس صاحب چیف جسٹس آف پاکستان تھے ان کے روبرو اپیل پیش ہوئی اور منظور ہوئی۔ الحمد للہ۔ کارنیلیس صاحب کی Observation بھی بھلائے نہیں بھولتی ایڈووکیٹ جنرل کو کہا کہ احمدیوں کو سجدہ گاہ سے محروم کرنے کا گورنمنٹ نے تہیہ کر رکھا ہے تو جائیں کوئی آرڈیننس کر کے احمدیوں کو ان کے حقوق سے محروم کر دیں، میں تو یہ اپیل منظور کرتا ہوں۔...... 13 ٹمپل روڈ لاہور اور اس کا ساکن بھی اونچے نصیبے والا تھا کہ اس پیشگوئی کا مصداق گرامی ارجمند جب ۵۵ سال کا ہوا تو اسے ہوشیار پور میں نازل ہونے والے کلام الٰہی کی صدائے بازگشت پھر سنائی دی اور اس طرح یہ ٹمپل روڈ لاہور جناب شیخ بشیر احمد صاحب کا مسکن سعادت اور بلند اقبال میں سارے لاہور پر غالب آ گیا۔ جہاں نعماء آسمانی کا نزول ہوا اور جس فرش پر عرش کی آواز سنائی دے وہی مبارک مقام ہو جاتا ہے مگر مکان کی ساری رونقیں اس کے مکین سے ہوتی ہیں۔ جناب مرحوم اپنی ساری نیک نامیوں اور خوش بختیوں اور فتوحات علمی وادبی اور ان سب سے بڑھ کر موعود مصلح کا قرب حاصل ہونے اور مشیر خاص اور خادم کا مقام پا جانے پر مسرور ہوتے ہوں گے اور بزبان حال کہتے ہوں گے ؎

صیاد میرے دم سے ہیں یہ سارے چہچہے
جب میں نہیں تو رونق گلزار بھی نہیں'' [88]

ہڑتال کے متعلق جماعتی موقف میں ترمیم کا اعلان

جماعت احمدیہ امن عالم کی علمبردار جماعت ہے یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں جبکہ کارخانوں میں ہڑتال غیر قانونی تھی جماعت کا یہ مسلک تھا کہ اس میں شرکت ناجائز ہے مگر جب اسے حکومتوں نے بھی قانونی تحفظ فراہم کر دیا تو جماعتی موقف میں بھی ترمیم ہوگئی۔ یہ تبدیلی وسط ۱۹۷۳ء میں ہوئی اور اس کا اعلان خود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۶/اپریل ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ کے دوران کیا۔ حضور انور نے آیت لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ جو مشورے خیر بھلائی اور انسان کی بہتری کے لئے ہیں وہ قرآن کریم کے مطابق تین اقسام کے ہیں۔ جس میں پہلا حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے اموال پیش کرنے اور پھر ان کو بہترین رنگ میں خرچ کرنے

کی تدبیریں سوچنے کے متعلق دوسرا بنیادی مشورہ معروف باتوں کے متعلق مشورہ کرنا ہے اور تیسرا لوگوں کے درمیان صلح کروانا یہ بھی خیر اور بھلائی کا مشورہ ہے۔اور جو مشورے ان تین عناوین کے تحت نہیں آتے ان کے بارہ میں قرآن کریم فرماتا ہے لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ یعنی ان کے اکثر مشورہ میں خیر نہیں ہوتی۔حضور انور نے فرمایا:۔

''غرض ''صــــدقة'' کے لفظ میں حقوق العباد کی ادائیگی کے تحت اقتصادی خوشحالی مراد ہے۔اس میں حقوق اللہ کی ادائیگی بھی شامل ہے گویا اموال کے خرچ کے بارہ میں مشورے کرنا صــــدقة کے حکم میں آتا ہے۔دوسرے وہ مشورے ہیں جو حقوق العباد کی ادائیگی کے متعلق کئے جاتے ہیں۔پھر خیر مطلق اور خیر نسبتی بھی ہوتی ہے ان کا آپس کا فرق اس بات سے عیاں ہو جائے گا کہ ایک وقت میں کارخانوں وغیرہ میں ہڑتالیں کرنا غیر قانونی تھا۔چنانچہ اس وقت جماعت احمدیہ کا موقف یہ تھا کہ ہم نے ہڑتالوں میں حصہ نہیں لینا۔اب ہڑتالوں کو قانونی تحفظ مل گیا ہے۔قانون نے اجتماعی سودے بازی کی اجازت دے دی ہے۔اس واسطے مسئلہ بدل گیا۔جب ہڑتالیں کرنا غیر قانونی فعل تھا،منع تھا۔اب یہ قانون کی ذیل میں آ گیا ہے تو وہ ممانعت نہیں رہی لیکن یہ تین شرائط اپنی جگہ پر قائم ہیں۔اگر احمدی مزدور کسی کارخانے میں مزدوری کرتے ہوں اور اجتماعی سودے بازی کا سوال پیدا ہو تو ایک احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسا مشورہ دے جس سے اقتصادی خوشحالی پیدا ہوتی ہے۔

بعض دفعہ مزدور غصہ میں آ کر کہتا ہے کہ کارخانے کو آگ لگا دی جائے یا مزدور سر جوڑتے اور یہ مشورہ کرتے ہیں کہ پیداوار کو تلف کر دیا جائے مثلاً ایک لاکھ روپے کا کپڑا پڑا ہے اس کو آگ لگا دی جائے تا کہ مالک کو بھی پتہ لگے کہ وہ ہمارے حقوق کیوں ادا نہیں کر رہا۔یہ غصہ کا اظہار تو ضرور ہے لیکن یہ صدقہ کے اصول پر مشورہ نہیں ہے۔جو مال ضائع ہو جاتا ہے اگر چہ وہ ایک لحاظ سے خرچ ہی ہے لیکن وہ ہمارے کام کا نہیں رہتا۔یہ ایسا خرچ نہیں جو خدا تعالیٰ کو خوش کرنے والا ہو اور اس کی رضا کے حصول کا ذریعہ بننے والا ہو۔نہ یہ ایسا خرچ کہ جو حقوق العباد کی ادائیگی کی ذیل میں آتا ہو کیونکہ مال تو ضائع ہو جاتا ہے یہ اگر چہ خرچ کے صحیح معنوں میں نہیں

آتا تاہم یہ مشورہ صدقة کی اصطلاح میں آجاتا ہے اور یہ ایسا مشورہ ہے کہ جس کے نتیجہ میں اقتصادی خوشحالی پیدا ہونے کا کوئی امکان نہیں بلکہ اقتصادی بدحالی پیدا ہونے کا امکان پیدا ہوجاتا ہے جس کی اجازت شریعت حقہ نہیں دیتی۔

غرض اس قسم کے مشوروں میں جواجتماعی سودے بازی کے لئے ہوں موجودہ حالات میں ان کی ایک حد تک اجازت بھی دی گئی ہے۔ یہ ایک نسبتی خیر ہے کہ اُن محنت کشوں کے حقوق صحیح معنوں میں ادا ہو جائیں۔ اس کے متعلق مَیں پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں اب بھی ضرورت پڑی تو قرآن کریم ہی کی روشنی میں کچھ کہوں گا۔

بہر حال اقتصادی خوشحالی کیلئے مشورے ہوتے ہیں لیکن اگر کسی کے مشورہ کے نتیجہ میں حقوق العباد ادا نہ ہوں یا ادا نہ ہو سکتے ہوں بلکہ ان کی ادائیگی میں روک پیدا ہو جائے مثلاً اگر ایک لاکھ روپے کا کپڑا موجود ہے تو حقوق العباد کی ادائیگی یعنی مزدوروں کے حقوق کی ادائیگی بہتر رنگ میں ہوسکتی ہے۔ اگر وہ تلف ہو جائے تو اس کا نقصان ان کو بھی پہنچے گا۔

پس احمدی مزدور کے لئے جہاں بدلے ہوئے حالات میں اجتماعی سودے بازی کے مشوروں میں شریک ہونے کی اجازت ہے وہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ ایسے مشورے کریں جو لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ کے حکم کے ماتحت آتے ہوں۔ اس قسم کے مشورے کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اب چونکہ ملکی صنعت تو خدا کے فضل سے اَور ترقی کرے گی اس میں کثرت سے احمدی مزدور اور کاریگر بھی شامل ہونگے۔ مختلف ایسوسی ایشنز اور کارخانوں کی انتظامیہ میں اُن کا بھی حصہ ہوگا اس لئے احمدی دوستوں کو یہ اصول کبھی نہیں بھولنے چاہئیں ورنہ وہ احمدی کیسے رہیں گے کیونکہ ایک طرف تو ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے اسلام کی تعلیم کو ساری دنیا میں پھیلانا ہے اور دوسری طرف عمل یہ کہ جب کام کرنے کا موقع پیدا ہو تو ہماری روش لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ کی مصداق بن جائے۔ باہمی مشوروں میں بھلائی کی بجائے فساد کے طریق اختیار کرنے کے لئے آپس میں سمجھوتے کرنے کی کوشش میں لگ جائیں۔ قرآن کریم

کسی مسلمان کو بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ احمدیت سے باہر مسلمانوں کے جو فرقے ہیں ان کا نہ تو عمل ایسا ہے اور نہ کوئی دعویٰ اور نہ ہی ان کو کوئی ایسی بشارت ملی ہے کہ ان کے ذریعہ اسلام کو ساری دنیا میں غالب کیا جائے گا لیکن ہمیں تو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ یہ بشارت دے رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ احمدیت کے ذریعہ احمدیوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر اسلام کو، قرآن کریم کی شریعت کو اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دے گا''۔[89]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تبصرہ ۱۹۷۳ء کے آئین پاکستان پر

پاکستان کا پہلا آئین چوہدری محمد علی صاحب (وزیر اعظم) کی کوشش سے دستور ساز اسمبلی نے ۲۹ر فروری ۱۹۵۶ء کو پاس کیا جو ۲۳ر مارچ ۱۹۵۶ء کو نافذ کر دیا گیا۔ مگر پاکستان کے پہلے صدر سکندر مرزا نے ۸/ ۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ء کی درمیانی شب ایک فرمان کے ذریعہ اسے معطل کر کے مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان کر دیا اور فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خاں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیئے گئے۔ جنہوں نے ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ء کی شب صدر پاکستان کا عہدہ سنبھال لیا۔ مارشل لاء حکومت نے فروری ۱۹۶۰ء میں دستوری کمیشن قائم کیا۔ جس کی سفارشات میں کچھ ردّ و بدل کرنے کے بعد مارچ ۱۹۶۲ء میں پاکستان کا دوسرا آئین نافذ کر دیا۔ ۲۵ر مارچ ۱۹۶۹ء کو جناب صدر محمد ایوب خاں نے اقتدار سے علیحدگی اختیار کر لی تو برّی افواج کے کمانڈر جنرل محمد یحییٰ خان نے زمام حکومت سنبھال لی اور ۱۹۶۲ء کا آئین منسوخ کر کے ملک بھر میں دوبارہ مارشل لاء نافذ کر دیا۔

محمد یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان پر بھارتی قبضہ کے بعد ۲۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو پاکستانی قوم کی قیادت پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کر کے اقتدار سے علیحدگی اختیار کر لی۔[90]

مسٹر بھٹو نے زمام اقتدار سنبھالتے ہی آئین کی تشکیل کی طرف خصوصی توجہ شروع کر دی اور بالآخر ایک طویل، دشوار گذار اور صبر آزما سفر طے کرنے کے بعد پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ۱۰ر اپریل ۱۹۷۳ء کو بھاری اکثریت سے ملک کے لئے تیسرا آئین منظور کر لیا۔ ۱۲ر اپریل کو مسٹر بھٹو نے صدر پاکستان کی حیثیت سے اس کی توثیق کر دی۔ انہوں نے بیان دیا کہ پاکستان کا یہ آئین ہمیشہ

زندہ و پائندہ رہے گا کیونکہ اسے پوری قوم اور تمام سیاسی پارٹیوں کی مکمل تائید حاصل ہے۔ نیز دعویٰ کیا کہ ماضی کے سارے دستور غیر جمہوری اور غیر عوامی تھے۔[91] مگر اپوزیشن کے متحدہ محاذ کے نزدیک یہ آئین بھی غیر جمہوری، غیر وفاقی اور غیر اسلامی بلکہ غیر اخلاقی تھا۔[92]

ملک بھر میں ہفتہ جشنِ آئین منایا گیا[93] جس میں جماعت احمدیہ پاکستان نے بھی حصہ لیتے ہوئے چراغاں کیا اور اس کے بابرکت ہونے کے لئے خصوصی دعائیں مانگیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۳/اپریل ۱۹۷۳ء کو خاص اس موضوع پر خطبہ جمعہ دیا جس میں ایک طرف تو اظہار مسرت کیا کہ قوم کو دستور مل گیا ہے۔ دوسری طرف دعا کی خصوصی تحریک فرمائی کہ قبل اس کے کہ اس کی بہت سی غلطیوں اور خامیوں کے نتیجہ میں قوم میں کوئی خرابی رونما ہو اور نقصان پہنچے، اللہ تعالیٰ قوم کو ان غلطیوں اور خامیوں کی اصلاح کی توفیق بخشے۔ چنانچہ حضور نے آئین پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

''گزشتہ ربع صدی میں پاکستان کو بہت سی پریشانیوں میں سے گزرنا پڑا۔ قیام پاکستان کے ایک سال بعد بانی پاکستان قائداعظم کی وفات ہوگئی۔ ان کے ذہن میں پاکستان کے لئے جو دستور تھا وہ قوم کو نہ دے سکے۔ پھر ملک کو بعض دوسری پریشانیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔ پھر مارشل لاء لگا جس کے متعلق بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی ذمہ داری فوج پر ہے اور یہ بات ایک حد تک درست بھی ہے لیکن اس کی اصل ذمہ داری تو ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس قسم کے حالات پیدا کر دیئے کہ فوج کو مارشل لاء لگانا پڑا۔ بہرحال مارشل لاء کا زمانہ بھی پریشانیوں پر منتج ہوا۔ اس کی تفصیل میں جانے کا نہ یہ وقت ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ مارشل لاء کے زمانہ میں بھی کچھ قوانین تو ہوتے ہیں جن کے تحت حکومت کی جاتی ہے تاہم ان قوانین کو قوم کا دستور نہ کہا جاتا ہے نہ سمجھا جاتا ہے اور نہ حقیقتاً ایسا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے قوم گویا دستور کے میدان میں پچھلے ۲۵ سال بھٹکتی رہی ہے چنانچہ ایک لمبے عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں کہ قوم کو ایک دستور مل گیا ہم خوش ہیں اور ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہیں کہ ہماری اس سرزمین کو جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے منتخب فرمایا ہے اس میں بسنے والی اس عظیم

قوم کواللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ وہ اپنے لئے ایک دستور بنائے۔ جہاں تک دستور یا کانسٹی ٹیوشن کی تیاری کا سوال ہے یہ کسی الہامی کتاب کی طرح تو نہیں ہوتا۔ اسے قرآن عظیم کا مقام تو حاصل نہیں ہوتا کیونکہ قرآن عظیم ایک ایسی الہامی کتاب ہے جس کی کوئی آیت کوئی لفظ اور کوئی شعشہ منسوخ نہیں ہوسکتا۔ بدلا نہیں جا سکتا مگر دستور اُن بنیادی قوانین پر مشتمل ہوتا ہے جسے قوم کے چند نمائندے تیار کرتے ہیں اور وہ قوم اور ملک کی سیاسی اور معاشرتی زندگی کی بنیاد بنتا ہے۔ گویا یہ ایک کھونٹا ہوتا ہے جس کے گرد قوم سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے گھومتی ہے اس سے قبل نہ یہ کھونٹا تھا نہ کوئی معین حدود تھیں جن کے اندر رہ کر قوم نے ارتقائی حرکت کرتے ہوئے اپنے مقدر کو پانا اور اپنی منزل مقصود تک پہنچنا تھا۔ چونکہ سیاسی اور معاشرتی ترقی کی کوئی بنیاد موجود نہیں تھی اس لئے ساری قوم اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھی اب اسے ایک بنیاد مل گئی ہے۔ ایک دستور بن گیا ہے۔ سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے قومی ترقی کی حدود معین کر دی گئی ہیں۔

بہر حال قوم بجا طور پر خوش ہے کہ اسے ایک دستور مل گیا ہے ہم بھی بڑے خوش ہیں یہ خوشی منانے کا ہفتہ ہے اس لئے ہم بھی خوشی منا رہے ہیں۔ چراغاں کر رہے ہیں۔ یہ دعائیں کرنے کے ایام ہیں ہم بھی دعائیں کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ یہ ایسا موقع ہے کہ جماعت کو دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ اس دستور کو قوم کے لئے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی مہم کے لئے بہت ہی بابرکت کرے۔

ہر دستور چونکہ انسان کا بنایا ہوا ہوتا ہے اس لئے یہ سمجھنا غلط ہے کہ اس کے اندر کوئی خامی یا کوئی کمزوری نہیں یا اس میں اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہر انسانی کام کے اندر انسانی کمزوریاں تھوڑی یا بہت ضرور ہوتی ہیں اس لئے دنیا کا کوئی دستور ایسا نہیں ہے جس میں ترمیم کی ضرورت نہ پڑی ہو۔ اور ترمیم کی ضرورت دو وجوہات کی بناء پر پیدا ہوتی ہے۔ ایک اس وجہ سے کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ حالات بدل جاتے ہیں سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے بعض نئے تقاضے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اُن تقاضوں کا ایک حصہ دستور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس واسطے دستور میں لازماً ترمیم کرنی پڑتی ہے۔ دوسرے احساسِ خامی ترمیم دستور کا باعث بنتا ہے گو

دستور کے نفاذ پر ابھی لمبا عرصہ نہیں گذرا ہوتا۔ حالات ابھی بدلے نہیں ہوتے لیکن سیاسی اقتدار رکھنے والوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ دستور میں فلاں جگہ فلاں کمی رہ گئی ہے وہ دور ہونی چاہیے۔......دستور باہمی تعلقات کو متعین کرنے اور مستحکم کردینے کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً ایک شکل وفاقی دستور ہے جس میں وفاقی یونٹوں (جن کو ہم اپنے ملک کے لحاظ سے صوبے کہتے ہیں) کے اختیارات اور ان کے آپس کے تعلقات اور مرکز کے ساتھ ان کے روابط کو آئینی شکل دی جاتی ہے۔ پھر جس طرح علاقے علاقے کے تعلقات قائم ہوتے ہیں اسی طرح سارے افراد کے باہمی تعلقات بھی بہت سے پہلوؤں سے قائم کئے جاتے ہیں مثلاً قانون کی حکومت ہے یہ دستور کا کام ہے کہ وہ یہ کہے کہ کوئی قانون ایسا نہیں بنایا جائے گا جو گروہ گروہ کے درمیان افتراق اور تمیز پیدا کرنے والا ہو۔ قانون کی حکومت سب پر یکساں ہوگی۔ قانون کا تحفظ سب کو حاصل ہوگا۔ اس حد تک اس کا تعلق دستور سے ہے اس سے آگے مقنّنہ کا کام ہے وہ اپنا کام کرتی رہتی ہے۔

اب باہمی تعلقات کے استوار کرنے میں بھی بعض دفعہ غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے جہاں ہمیں کوئی کمزوری یا خامی نظر آ رہی ہے یا جہاں ہمیں تو کوئی کمزوری یا خامی نظر نہیں آ رہی مگر خدا تعالیٰ کے علم میں وہ موجود ہے تو دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قوم کو اس قسم کی ساری کمزوریوں اور خامیوں کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خطہ زمین پر رہائش رکھنے والے لوگوں کے لئے جو ترقیات مقدر کی ہیں وہ ان کے حصہ میں آئیں۔ قوم نے ایک لمبا عرصہ پریشانیوں میں گذارا ہے۔ خدا کرے اب اُسے اس قسم کی یا کوئی دوسری پریشانیاں دیکھنی نہ پڑیں۔'' [94]

ہفت روزہ ''وحدت'' کراچی نے اس اہم خطبہ کی خبر درج ذیل الفاظ میں شائع کی۔

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے نمائندے ایک متفقہ آئین بنانے میں کامیاب ہو گئے۔''

''ربوہ:۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے جمعۃ المبارک کے ایک عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اس امر پر خوشی و اطمینان کا اظہار کیا ہے کہ ربع صدی کی پریشانیوں اور کشمکش کے بعد اللہ تعالیٰ

نے ہمارے ملک کے نمائندوں کو ایک متفقہ دستور بنانے کی توفیق دی۔ سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہمارے دل لبریز ہیں کہ ہماری عظیم قوم اپنے اس عظیم ملک میں ایک آئین بنانے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ آپ نے آخر میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس آئین کو ہر لحاظ سے قوم اور ملک کے لئے بابرکت ثابت کرے‘‘۔ 95

پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء میں ایک مستقل فتنہ کی بنیاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے خطبہ میں جہاں ایک طرف اس دستور کے بننے پر مبارکباد دی تو دوسری طرف بعض خطرات اور احتمالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے قوانین جو مختلف گروہوں کے درمیان افتراق اور تمیز پیدا کرنے والے ہوں، دستور کا کام ہے کہ وہ ایسے قوانین نہ بننے دے۔ اسی طرح دستور بناتے وقت بعض کمزوریاں یا غلطیاں رہ جاتی ہیں اس لئے اس میں اصلاح کی گنجائش رہتی ہے اور ترامیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ بدقسمتی سے اس دستور کی ابتداء میں بعض ایسی شقیں رکھ دی گئیں جو بعد میں ایک مستقل فتنہ کی بنیاد بنیں مثلاً ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر پاکستان میں صدر مملکت کے لئے مسلمان ہونے کی لازمی شرط موجود تھی جسے ۱۹۷۳ء کے آئین میں نہ صرف برقرار رکھا گیا بلکہ اسے وزیر اعظم کے لئے بھی لازم قرار دے دیا گیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کی جدول سوم میں دونوں کے لئے ایک طویل حلف تجویز کیا گیا جس کے پہلے پیراگراف میں زیر دفعہ 42و 91(4) مسلمان کی ایک خودساختہ اور من گھڑت تعریف شامل کر کے ایک مستقل فتنہ کی بنیاد بھی رکھ دی گئی۔

حالانکہ ایک ایسے دستور میں جس کی بنیاد قرآن وسنت پر رکھی جارہی ہو اس میں مسلم کی صرف وہی تعریف رکھی جاسکتی ہے جو قرآن مجید اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ہو اور قرآن مجید میں جو مکمل ضابطۂ حیات ہے واضح الفاظ میں مذکور ہے لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء:۹۵) یعنی جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو۔ 96

علامہ سید سلیمان صاحب ندوی اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:۔

’’قرآن نے کہا کہ جب تم کو کوئی اپنے اظہارِ اسلام کے لئے سلام کرے تو اس کو یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء:۹۵)

اور اس کو جو تمہاری طرف سلامتی کا کلمہ ڈالے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جو کوئی اپنے کو مسلمان کہے یا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے کہ تم مسلمان نہیں''۔[97]

اسی طرح ارشادِ ربّانی ہے کہ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (الحجرات:۱۵) یعنی'' کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے تو کہہ تم ایمان نہیں لائے پر تم کہو ہم مسلمان ہوئے''۔(ترجمہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی)

حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی اس آیت کی تشریح میں تحریر کرتے ہیں۔''ایک کہتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں یعنی دین مسلمانی ہم نے قبول کیا اس کا مضائقہ نہیں''۔[98]

مسلمان کی تعریف کے ضمن میں مزید چند حوالے پیش ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ۷۳ء کے آئین میں اُس تعریف سے سراسر روگردانی اختیار کی گئی ہے جو کہ امتِ مسلمہ میں ہمیشہ سے رائج رہی۔

مدینۃ النبی کی پہلی مردم شماری

چنانچہ اصّح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۃ النبی میں اسلام کی پہلی اور حقیقی مملکت کے اندر مسلمانوں کی مردم شماری اسی قرآنی دستور کے مطابق کرائی تھی۔ چنانچہ صحابی رسول حضرت حذیفہ کی روایت ہے ''قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس فکتبنا له الفًا وَ خَمْسَ مِأَۃ رجل''۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جن لوگوں نے اسلام کا زبان سے اقرار کیا ہے ان کے نام مجھے لکھ دو۔ چنانچہ آنحضورؐ کے لئے ہم نے ان کے نام لکھے تو ایک ہزار پانچ سو مرد ہوئے۔[99]

عہد نبوی کا ایک تعجب خیز واقعہ

اس سلسلہ میں عہد نبویؐ کا ایک تعجب خیز واقعہ حضرت امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ میں ریکارڈ کیا ہے جو ہر عاشق رسولِؐ عربی کے لئے قیامت تک مشعل راہ کا کام دے گا۔لکھا ہے کہ ایک لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی۔ آنحضورؐ نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا آپ رسول اللہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کے مالک کو حکم دیا''اَعْتِقْھَا فَاِنَّھَا مُؤْمِنَۃٌ''اس کو آزاد کردو یہ تو مومنہ ہے۔[100]

اجماع امت

ڈاکٹر محمد روّاس قلعہ جی پروفیسر ظہران یونیورسٹی سعودی عرب فقہ حضرت ابوبکرؓ میں لکھتے ہیں:۔

''امت کا اس پر اجماع ہے کہ ایک شخص کلمہ طیبہ پڑھنے کے ساتھ مسلمان ہو جاتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک اور بعد کے زمانوں میں کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو مسلمان تسلیم کر لیا جاتا تھا''۔[101]

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے تذکرہ میں ایک ہندو مرہٹہ ہردیو نے لکھا ہے کہ:۔

''میرے ایک سوال کا جواب حضرت نے دیا۔ جب تُو خدا کو ایک مان لے گا اور رسول کی رسالت تسلیم کرلے گا تو مسلمان ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی اگر مسلمان ہو جانا اتنا آسان ہے تو مجھے اسی وقت مسلمان کر لیجئے۔حضرت نے فرمایا مسلمان کرنا اَور ہے اور مسلمان ہونا اَور ہے۔مسلمان کرنے کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا جبر اور دباؤ یا لالچ یا ذاتی غرض بھی شامل ہے اور مسلمان ہونا ان سب سے بے لوث ہے۔اس کے لئے کسی ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ہے۔مثلاً آج اس وقت تُو اس بات کا یقین کر لے کہ اللہ بس ایک ہی ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں تو اس یقین کے ساتھ ہی تُو مسلمان ہو جائے گا۔ میں نے گھبرا کر کہا بے شک مجھے پورا یقین ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔حضرت نے فرمایا تو بس تُو مسلمان ہے''۔[102]

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (متوفّی ۱۴/اپریل ۱۸۸۰ء) کی نسبت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا بیان ہے کہ

''تحذیرالناس پر جب مولانا پر فتوے لگے تو جواب نہیں دیا۔ یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں **لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسولُ اللّٰہ**''۔[103]

حضرت مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی لکھنوی (متوفّی دسمبر ۱۸۸۶ء) نے ایک استفتاء کے جواب میں فتویٰ دیا کہ

''جبکہ یہ لوگ عباداتِ خاصہ اہل اسلام ادا کرتے ہیں اور کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں تو اہل اسلام میں شمار کئے جائیں گے......ردّالمحتار میں ہے **یصیر الوثنی مسلِمًا بقولہ انا مسلم او علی دین محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلّم او الحنفیہ او الاسلام**۔بت پرست ان الفاظ کے کہنے

سے مسلمان ہو جاتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہم دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہیں۔ ہم دین حنفی پر ہیں۔ ہم اسلام پر ہیں''۔[104]

برّصغیر کے نامور محقق علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء) تحریر فرماتے ہیں کہ

''اسلام کی اصلی بنیاد جن اصول پر قائم ہے وہ صرف توحید اور نبوت ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الجنّةَ یہ اسلام بالکل سادہ، صاف اور مختصر ہے اور یہی سادگی ہے جس کی بناء پر اسلام کو اور تمام مذاہب پر ترجیح ہے۔ اسی سادگی پر یورپ کا ایک محقق ان الفاظ میں حسرت ظاہر کرتا ہے اگر کوئی حکیم عیسائی مذہب کے طول طویل اور پُر پیچ عقائد مذہبی پر نظر ڈالے گا تو بول اٹھے گا کہ آہ میرا مذہب ایسا سادہ اور صاف کیوں نہ ہوا کہ میں ایمان لاتا ایک خدا پر اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی دو لفظ تھے جن کے زبان پر لانے سے اور یقین کرنے سے دفعۃً کافر مسلمان، گمراہ ہدایت یافتہ، شقی سعید اور مردود مقبول بن جاتا تھا۔ لیکن زمانہ کے امتداد اور طبائع کے اختلاف نے اس متن پر سینکڑوں حاشیے بڑھا دیئے''۔[105]

شیخ الاسلام قسطنطنیہ کا تاریخی مکتوب

۱۸۸۸ء (یعنی جماعت احمدیہ کے قیام سے صرف ایک سال قبل) میں شیخ الاسلام قسطنطنیہ کی خط و کتابت سے ہنوور (جرمنی) کے باشندے مسٹر شومان داخل اسلام ہوئے۔ شیخ الاسلام نے جو خط قسطنطنیہ سے مسٹر شومان کے نام لکھا وہ اوّل قسطنطنیہ کے اخبار وں میں چھپا، پھر اس کا ترجمہ فرانسیسی اور انگریزی زبان میں ہوا اور نیویارک کے اخبار دی انڈیپنڈنٹ (The Independent) میں شائع ہوا۔ شیخ الاسلام نے اس خط میں لکھا کہ

''اسلام قبول کرنے کے لئے اسلام میں کسی باضابطہ مذہبی کارروائی کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کسی کی منظوری کی ضرورت ہے کہ بغیر اس کے کوئی شخص مسلمان نہ ہو سکے۔ فقط یہ بات کافی ہے کہ انسان اسلام کا یقین کرے اور اپنے یقین کا اعلان کرے۔

فی الحقیقت اسلام کی بنیاد یہ ہے کہ خدا کو ایک مانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا یقین کرے۔ یعنی دل سے اس پر ایمان رکھے اور الفاظ میں اس کا اقرار کرے جیسے کہ کلمہ لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے الفاظ ہیں۔ جو شخص اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ کسی کی منظوری حاصل کرے۔ اگر آپ جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے اس کلمہ کا اقرار

کرتے ہیں یعنی آپ اقرار کرتے ہیں کہ صرف ایک خدا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں تو آپ مسلمان ہیں اور ہماری منظوری کی آپ کو کچھ ضرورت نہیں‘‘۔[106]

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی پالیسی

عہد حاضر میں قائداعظم محمد علی جناح نے کلمہ طیبہ ہی کی بنیاد پر برطانوی ہند کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔اسی کے طفیل اور برکت سے پاکستان کی عظیم مملکت منصۂ شہود پر آئی۔ چنانچہ خود ایک مخالف اخبار لولاک لائل پور (۸رستمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۳) لکھتا ہے کہ ’’ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ پاکستان کی بنیاد بھی اسی کلمہ پر رکھی گئی۔مصیبت کے وقت بھی یہی کلمہ کام آیا اور آئندہ بھی ہماری تعمیر و ترقی استحکام و بقا کا تعلق اسی کلمہ سے ہے‘‘۔تحریک پاکستان کی تاریخ شاہد ہے کہ مسلم کی یہی تعریف تھی جو آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے دستور میں شامل کر رکھی تھی۔ چنانچہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ کے موقع پر فرمایا۔’’مسلم لیگ نے اپنے دستور میں اعلان کر دیا ہے کہ ہماری مراد مسلم کے لفظ سے صرف اس قدر ہے کہ اس میں شریک ہونے والا اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو اور اس کا کلمہ پڑھتا ہو‘‘۔[107]

خود قائداعظم نے ۸رمارچ ۱۹۴۴ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے یہ تاریخ ساز جملہ کہا کہ ’’مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمۂ توحید ہے‘‘۔[108]

قائداعظم محمد علی جناح نے احمدیوں سے متعلق ایک سوال پر فرمایا’’میرا جواب یہ ہے کہ جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کا تعلق ہے۔اس میں درج ہے کہ ہر مسلمان بلاتمیز عقیدہ وفرقہ مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلم لیگ کے عقیدہ، پالیسی اور پروگرام کو تسلیم کرے۔رکنیت کے فارم پر دستخط کرے اور ۲ آنے چندہ ادا کرے۔ میں جموں وکشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات نہ اٹھائیں بلکہ ایک ہی پلیٹ فارم پر ایک ہی جھنڈے تلے جمع ہو جائیں، اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے‘‘۔[109]

نیز آپ نے ۲۳رمارچ ۱۹۴۲ء کو اردو پارک دہلی کے جلسۂ عام میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"There is an attempt made to disrupt the Muslim League by Muslim agents of the Congress and Muslim agents of the British. These are the creatures who are in the Congress and supporting British imperialism. Somehow or other they get publicity in the

Hindu press. I cannot accept a Muslim who is in the camp of the enemy and who is stabbing us from ther[110]

یعنی آجکل کانگریس کے مسلمان گماشتوں اور حکومت کے مسلمان ایجنٹوں کے ہاتھوں مسلم لیگ میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ لوگ کانگریس کے غلام ہیں اور برطانوی شہنشاہیت کے مددگار۔ ان کو کسی نہ کسی طرح ہندو اخبارات میں اپنے فریب کارانہ خیالات کے اظہار اور پروپیگنڈا کا موقع مل جاتا ہے۔ میں ایسے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتا جو دشمن سے جا ملے اور ہماری پیٹھ میں خنجر مارے''۔[111]

ان تاریخی حقائق سے صاف عیاں ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں کلمہ طیبہ کی بجائے مسلم کی من گھڑت تعریف شامل کرنا ایک نیا کلمہ اور نئی شریعت وضع کرنے کے مترادف تھا اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے نظریات کے خلاف بغاوت بھی۔ یہ تعریف صرف اور صرف پاکستان کے احمدیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شامل کی گئی تھی جس سے پیپلز پارٹی کی قیادت نے اطمینان کا سانس لیا کہ اس نے احمدیوں کے زبردست اثر ونفوذ کے سامنے ایک مضبوط دیوار قائم کر کے اپنے اقتدار کو مستحکم اور غیر متزلزل بنالیا ہے اور احراری اور دیوبندی علماء (جنہوں نے سقوطِ ڈھاکہ کے معاً بعد اپنی مخالفانہ سرگرمیاں یکا یک تیز کردی تھیں) خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے کہ مسلم کی وہ تعریف جس کی راہ میں بنگالی نمائندوں کی بھاری اکثریت سدّ راہ تھی، بالآخر مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد آئین میں حلف کی صورت میں داخل کر لی گئی ہے۔[112]

مولوی عطاءاللہ شاہ بخاری کی ایک حسرت

اس نئی تعریف نے احرار کے امیر شریعت کی زندگی بھر کی یہ حسرت بھی پوری کردی کہ کسی طرح کلمہ طیبہ کو بدل دیا جائے۔ چنانچہ آخری عمر میں انہوں نے خاص طور پر اس دلی تمنا کا ظہار کیا کہ

''میرا دل چاہتا ہے کہ کلمہ طیبہ میں تھوڑا سا اضافہ کر کے اسے لوگوں کو یوں یاد کرادوں **لا الٰــہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ. لا نبی بعدی ولا رسول بعدی**''۔[113]

عطاءاللہ شاہ بخاری صاحب کی یہ صرف آخری عمر کی تمنا یا حسرت ہی نہ تھی بلکہ وہ اس میں اس حد تک آگے بڑھ چکے تھے کہ ہر مجمع اور ہر جلسہ میں حاضرین سے ''**لا الٰــہ الا الـلّٰـہ محمد رسول الـلّٰہ**'' کے آگے '' **لا نبــی بعدی**'' بھی کہلواتے۔[114] افسوس کہ یہ علماء کہلانے والے افراد جماعت احمدیہ کی مخالفت اور حق سے دشمنی میں اس حد تک بڑھ گئے کہ انہوں نے کلمہ طیبہ جو اسلام کی اساس

ہے، اس میں بھی کسی کمی بیشی سے گریز نہ کیا اور بعد ازاں اس تبدیلی یا اضافہ نے قانونی شکل اختیار کر لی کہ اب کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر آنے والے کا انکار نہ کر دے۔

اور مزید افسوس کہ ان علماء نے ''جمہوریت پرستی'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھٹو حکومت کو محض اس لئے خراج تحسین ادا کیا کہ اس نے مسلمان کی مسلمہ تعریف سے انحراف کرتے ہوئے آئین میں مسلمان کی ایک نئی تعریف شامل کر کے ''عوام کی رائے کا احترام کیا ہے''۔[115]

خالص سیاسی مقاصد

انہی دنوں دیوبندی عالم مولوی محمد تقی عثمانی صاحب نے (آئین ۱۹۷۳ء کے تیسرے شیڈول میں شامل) صدر اور وزیر اعظم کے حلف نامہ کے الفاظ درج کر کے جو رائے قائم کی وہ یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ مشمولہ تعریف کے پیچھے خالص سیاسی مقاصد کارفرما تھے۔ چنانچہ انہوں نے احمدیوں کا نام لئے بغیر لکھا کہ:۔

''دستور میں اس تعریف کی شمولیت اس لئے ضروری تھی کہ اس کے بغیر کوئی شخص بھی خواہ کتنے کافرانہ عقائد رکھتا ہو، مسلمانوں جیسا نام رکھ کر اسلامی مملکت کے ان اہم عہدوں پر فائز ہو سکتا تھا۔ حلف نامہ میں مسلمان کی یہ تعریف شامل کر کے یہ خطرہ کم ہو گیا ہے''۔[116]

علاوہ ازیں قیّم جماعت اسلامی ضلع ڈیرہ غازیخاں نے اس آئینی تعریف پر ایک اخباری بیان دیا جس سے یہ سازش ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس کا مقصد ''ختم نبوت'' کا تحفظ نہیں تھا بلکہ اس موہوم خطرہ کی روک تھام تھی کہ کہیں احمدی مملکت پاکستان کی صدارت یا وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز نہ ہو جائیں۔ چنانچہ قیّم صاحب نے کہا:۔

''جس نظریے کے تحت مسلمان کی تعریف کو آئین میں شامل کیا جانا ضروری سمجھا گیا وہ مقصد یہ تھا کہ مرزائی یا احمدی پاکستان کا صدر یا وزیر اعظم نہ بن سکے۔ اسی طرح کوئی اور غیر مسلم۔ لیکن اس تعریف سے مرزائی یا احمدی خارج نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اس حلف نامے کو تسلیم کرتے ہیں اور مسلمان ہونے پر اصرار کرتے ہیں اس کا واضح حل یہ ہے کہ وہ مرزائی یا احمدی ہونے کا انکار کرے۔ اس تعریف سے یہ مسئلہ مختلف ہی رہے گا اور وہ خطرہ نہیں ٹل سکے گا۔ اس کے علاوہ تینوں افواج کے سربراہوں اور اہم عہدوں کے لئے مسلمان ہونے کی شرط لگائی جائے اور یہ کہ وہ مرزائی یا احمدی نہ

ہو۔جولوگ اس تعریف سے مطمئن ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا قلعہ فتح کر لیا ہے۔سخت خوش فہمی،خود پسندی اور دھوکے میں مبتلا ہیں''۔[117]

اس ضمن میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک ''مبلغ'' اللہ وسایا نے ۱۴؍اگست ۱۹۷۳ء کو ایک تقریر میں واضح لفظوں میں کہا کہ ''اب آئین کی رُو سے کوئی منکر ختم نبوت نہ ملک کا صدر بن سکتا ہے نہ وزیر اعظم۔اس شق سے قادیانیوں کے اقتدار میں آنے کی تمام آرزوؤں پر پانی پھر گیا ہے''۔[118]

مخالفین احمدیت کے نظریات

ذیل میں بعض مخالفین کے مسلمان کی تعریف کے متعلق ذاتی خیالات ونظریات بھی پیش ہیں تا کہ قارئین یہ دیکھ سکیں کہ صرف احمدیت کی مخالفت میں انہوں نے دین کے بنیادی رکن میں بھی تبدیلی سے گریز نہیں کیا۔چنانچہ خود مسٹر ذوالفقار علی بھٹو جو اس سارے فتنہ کے روح رواں اور اس نئی تعریف کے ایجاد کنندہ ہیں،نے سپریم کورٹ میں اپنے آخری بیان کے دوران تسلیم کیا کہ:۔

''ایک مسلمان کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ کلمے میں ایمان رکھتا ہو اور کلمہ پڑھتا ہو۔اس حد تک بات جاسکتی ہے کہ جب ابوسفیان مسلمان ہوئے اور انہوں نے کلمہ پڑھا تو رسولؐ کے بعض صحابہ نے سوچا کہ اس کی اسلام دشمنی اتنی شدید تھی کہ شاید ابوسفیان نے اسلام کو محض اوپری اور زبانی سطح پر قبول کیا ہو۔لیکن رسولؐ نے اس سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ جونہی اس نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا تو وہ مسلمان ہو گئے۔اس نقطۂ نظر سے اسلام کا نقطۂ نظر بہت سادہ ہے۔یہ ایک بنیادی تصور ہے''۔[119]

جماعت اسلامی کے ترجمان ''ایشیا'' لاہور نے نامور اہل حدیث عالم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا یہ واقعہ شائع کیا:۔

''دہلی میں پنڈت راجپند ر سے مناظرہ تھا۔مناظرہ شروع ہوا تو اس نے مولانا سے کہا ''مولانا آپ مجھ سے مناظرہ کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں آپ تو خود کافر ہیں پھر اسلام کی نمائندگی کیونکر کر سکتے ہیں؟ یہ کہہ کر پنڈت راجپند ر نے فتاویٰ کا وہ پلندہ مولانا کو دکھایا۔مولانا بالکل پریشان نہ ہوئے۔انہوں نے انتہائی بے ساختہ پن سے کہا۔آپ کا اعتراض درست ہے مگر لیجئے میں اسی وقت مسلمان ہوتا ہوں۔لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔اب آیئے مجھ سے مناظرہ کر لیجئے۔میں اسلام کا نمائندہ ہوں اور پنڈت جی لاجواب ہو گئے''۔[120] یہاں ضمناً یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک استفتا کے جواب میں لکھا۔

''صرف کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ معنی سمجھ کر بالیقین پڑھ لینے سے داخل اسلام ہو جاتا ہے''۔[121]

نیز ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ۱۹۱۵ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے اجلاس میں کہا:۔

''اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطۂ محمدیت پر جو درجہ ہے والذین معہٗ کا سب شریک ہیں۔اس لئے گو ان میں باہمی سخت شقاق ہے مگر اس نقطۂ محمدیت کے لحاظ سے ان کو باہمی رحماء ہونا چاہیے۔مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں مگر نقطۂ محمدیت کی وجہ سے میں ان کو بھی اس میں شامل جانتا ہوں''۔[122]

مجلس احرار پاکستان کے ناظم اعلیٰ سید ابوذر بخاری صاحب نے تسلیم کیا کہ:۔

''جو لوگ اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں کسی کو انہیں کافر کہنے کا حق نہیں پہنچتا''۔[123]

پاکستان کی جمیعت علماء اسلام کے مفتی محمود صاحب نے سرگودھا میں صاف اعلان کیا کہ:۔

''ہمارا ایمان ہے کہ ہر کلمہ گو شخص مسلمان ہے''۔[124]

جامعہ نعیمیہ لاہور کے مفتی محمد حسین نعیمی نے کہا کہ:۔

''کلمہ طیبہ ہی پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا تھا۔وہی جنگ ستمبر میں پاکستان کی بقاء کی بنیاد بنا اور یہی کلمہ آئندہ بھی استحکامِ پاکستان کا ضامن بن سکتا ہے''۔[125]

مولوی محمد تقی صاحب عثمانی رکن اسلامی کونسل پاکستان نے روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۲۳؍نومبر ۱۹۷۷ء پر لکھا:۔

''کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو اسلام کی بنیاد ہے اور جسے پڑھ کر انسان اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے یہ درحقیقت ایک عہد ہے جو ہر مسلمان ہونے والا شخص اپنے مالک وخالق سے کرتا ہے''۔

۱۹۸۷ء میں دانش گاہ پنجاب لاہور کے زیر اہتمام ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' کی جلد ۲۱ شائع ہوئی جس کے صفحہ ۳۸ پر ''مسلم'' کے تحت تفسیر روح المعانی (جلد ۲۶ صفحہ ۱۳۳) اور تفسیر المراغی (جلد ۲۶ صفحہ ۱۲۶) کے حوالہ سے یہ وضاحت کی گئی کہ

''جو شخص محض جان بچانے کے لیے یا کسی اور دنیوی مصلحت کی خاطر خود کو مسلمان ظاہر کر دے اور حقیقت میں اس پر ایمان نہ لائے اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو ایک مسلم کا ہے یعنی اس پر اسلام کے ظاہری احکام اور حقوق جاری ہو جائیں گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شرع کا حکم تو ظاہر پر ہے۔رہا دل کا

معاملہ تو وہ صرف اللہ علّام الغیوب ہی کو معلوم ہے اسی لئے جو شخص خود کو اسلام کا قائل ظاہر کرتا اور ارکان اسلام کو مانتا ہے اسے مسلم تسلیم کرنے کا حکم ہے''۔

ڈیموکریٹک پارٹی کے سربراہ سردار شیر باز خان مزاری نے ایک خصوصی انٹرویو میں کہا:۔

''باقی رہ گیا مسلمان ہونے کی بات تو میں کہوں گا کہ یہ خدا اور انسان کے درمیان رشتہ ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور میں کہوں کہ تم مسلمان نہیں ہو تو یہ مناسب نہیں ہے...... ہم نے ماضی میں جو نقصان اٹھایا اس کا خمیازہ اب تک بھگت رہے ہیں۔ ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ کلمہ گو کو غیر مسلم کہیں ویسے میں قادیانی کا لفظ استعمال نہیں کرتا کیونکہ جب وہ خود کو احمدی کہتے ہیں تو ہمیں بھی یہی کہنا چاہیے۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول پاک کو نہیں مانتے تو پھر میں کہوں گا کہ ٹھیک ہے آپ مسلمان نہیں اور اگر وہ کہیں کہ وہ رسول پاک کو مانتے ہیں تو پھر میں کون ہوتا ہوں انہیں غیر مسلم کہنے والا...... میں سمجھتا ہوں کہ مذہب اور ایمان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے مجھے حق نہیں کہ میں کہوں کہ فلاں مسلمان ہے یا نہیں''۔[126]

پس بلاشبہ یہ ماڈرن تعریف محض ایک انتقامی کارروائی تھی جس کی غرض و غایت صرف احمدیوں کو ظالمانہ طریق سے مسلم کے آئینی حقوق سے محروم کرنا تھا ورنہ وزیر اعظم پاکستان اور اسمبلی اور سینٹ کے مسلمان ممبروں اور دانشوروں بلکہ احراری، مودودی اور اہل حدیث علماء کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ دائرہ اسلام میں آنے کیلئے کلمہ طیبہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔

ایک احمدی کی پیش کردہ سکیم اور وزارتِ حج پاکستان کی طرف سے اس کی منظوری اور نفاذ

پاکستان کے ایک مخلص احمدی چوہدری رحمت اللہ صاحب نے احمد پور شرقیہ کے چیئرمین صاحب پیپلز پارٹی کے سامنے خشکی کے راستہ حجاز مقدس جانے اور فریضہ حج ادا کرنے کی تجویز رکھی۔ انہوں نے باہمی مشورہ سے اس سکیم کا خاکہ تیار کر کے وزارت حج کو ارسال کیا۔ یہ سکیم مجوزہ خطوط کے عین مطابق وزارتِ حج نے منظور کر لی۔ اور اخبار ''مساوات'' لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۵ پر اس کی مکمل تفصیلات شائع کر دی گئیں۔ جس میں یہ بھی اعلان کیا گیا کہ پشاور سے پہلا کارواں ۳ دسمبر ۱۹۷۲ء کی صبح کو اور کوئٹہ سے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۲ء کی صبح کو روانہ ہوگا۔ بعد ازاں روزانہ پشاور سے ایک اور کوئٹہ کی جانب سے دو کارواں جانے کی اجازت ہوگی۔ اس سکیم کے تحت چودھری رحمت اللہ صاحب اور ان کے بڑے بھائی چوہدری عطاء اللہ صاحب ایم اے پروفیسر تعلیم الاسلام کالج کو کوئٹہ کے کارواں

کے ذریعہ اسی سال جنوری ۱۹۷۳ء میں مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے اور دیارحبیب میں دعائیں کرنے اور حج بیت اللہ کرنے کی توفیق ملی۔اس مبارک سفر سے واپسی کے بعد چوہدری پروفیسر عطاء اللہ صاحب نے ۷/اپریل ۱۹۷۳ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت اقدس میں حسب ذیل مکتوب لکھا:۔

''یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان اور پیارے آقا کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ یہ خاکسار عاجز اور عاجز کے بھائی عزیزم چوہدری رحمت اللہ صاحب آف احمد پور شرقیہ کو براستہ خشکی بخیر و عافیت و موفقیت فریضہ حج ادا کرنے کی توفیق وسعادت نصیب ہوئی ہے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ تعالیٰ۔حضور اقدس از راہ ذرّہ نوازی ولطف واحسان دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہماری عبادات ومناسک کو محض اپنی عنایاتِ ازلی سے شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے مثمر ثمرات حسنہ فرماوے۔آمین

حضور اقدس ربوہ سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ براستہ خشکی ساڑھے چار ہزار کلومیٹر سے کچھ اوپر بنتا ہے۔ مکہ تک راستہ میں قریباً ساڑھے سترہ صد میل (۱۷۵۰) ایرانی علاقے۔قریباً پونے پانچ صد میل عراقی۔قریباً پونے دوصد میل کویت اور قریباً ایک ہزار پچاس میل سعودی عرب کے علاقہ سے گذرنا پڑتا ہے۔راستہ میں پہاڑی علاقے بالخصوص ایران میں کافی آتے ہیں۔بسوں کے لئے پانچ مقامات پر چڑھائی مشکل ہے۔پاکستان میں نوشکی اور نوکنڈی کے درمیان۔ایران میں حمدان سے تیس میل کی چڑھائی۔حمدان سے ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر چڑھائی اور کرمانشاہ کے پہاڑوں پر چڑھائی اور سعودی عربیہ میں طائف سے مکہ کے درمیان۔اس سفر میں ایرانی بارڈر تک قریباً ڈیڑھ صد میل پاکستانی سڑک کچی دڑدڑا اور ایرانی بارڈر سے کرمان تک (یہ کل قریباً ساڑھے پانچ صد میل) کچی سڑک دڑدڑ قسم کی ہے۔باقی سارا راستہ پختہ اور اکثر ڈبل اور اعلیٰ قسم کی سڑکیں ہیں۔کوئٹہ سے مکہ مکرمہ تک اگر دن رات سفر کیا جائے تو آٹھ نو دن کا بسوں کا سفر ہے اور اگر صرف دن کے وقت سفر کیا جائے تو دو ہفتے کا سفر ہے۔

حضور اقدس اس سفر میں بار بار یہی خیال آتا تھا اور دعائیں بھی کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ موقعہ بخشے اور حالات سازگار ہوں تو احمدی بھی براستہ خشکی کثرت سے سفر کریں تا مختلف اسلامی ممالک اور مقامات مقدسہ کے بارہ میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرسکیں اور ان ممالک میں ان لوگوں کے لئے خصوصیت سے دعاؤں کا موقعہ مل سکے۔

حضور پُرنور یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ابھی گورنمنٹ کی طرف سے حج براستہ خشکی کی سکیم

کا اعلان نہیں ہوا تھا کہ عزیزم بھائی رحمت اللہ صاحب نے احمد پور شرقیہ کے پیپلز پارٹی کے چیئرمین کو بلا کر کہا کہ ہم قافلہ تیار کریں۔ انہوں نے مل کر حج براستہ خشکی کی سکیم کی تفصیلات کا ایک خاکہ تیار کر کے وزارت حج کو ارسال کیا اور خود بھی قافلہ لے جانے کیلئے اجازت طلب کی۔ عزیزم رحمت اللہ نے بتایا کہ ہمارے ارسال کرنے کے دو تین ہفتہ بعد نہ صرف یہ کہ گورنمنٹ نے ہمیں قافلہ کی اجازت دے دی بلکہ جو خاکہ ہم نے تیار کیا تھا بعینہٖ انہی لائنوں پر گورنمنٹ نے اپنی سکیم حج براستہ خشکی کا اعلان کر دیا۔ گویا خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اور حضور اقدس کی دعاؤں کے طفیل ایک احمدی کو اس ساری سکیم کے محرک اوّل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ تعالیٰ۔ سفر میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور حضور اقدس کی توجہ سے عزیز کو باوجود اس کے کہ ہمارے احمدی ہونے کا سب کو علم تھا۔ نہایت دانشمندی اور فراست سے اہل قافلہ سے اچھے مراسم رکھنے اور بعض عناصر کو کنٹرول کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ سارے سفر میں حضور اقدس کا چہرہ مبارک سامنے رہا اور دعائیں نکلتی رہیں کہ حضور کی دعاؤں سے ناممکن ممکن ہے۔ بلکہ پہلے تو عزیز رحمت اللہ کو امیر قافلہ بنایا گیا لیکن جب اخبارات میں شور بپا ہوا تو انہوں نے مصلحتاً پیپلز پارٹی کے چیئرمین کو امیر قافلہ بنا دیا لیکن راستہ میں لوگ کہتے تھے کہ یہ امیر قافلہ تو برائے نام ہے اصل امیر قافلہ تو چوہدری رحمت اللہ ہے جس کا روپیہ خرچ ہو رہا ہے اور جس کی کوششوں سے قافلہ تیار ہوا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان اور حضور پُرنور کی نگاہ عنایت کے کرشمے ہیں ورنہ ہم گنہگار اور نالائق انسان کس کام کے ہیں۔ ردّی کی ٹوکری میں پھینکے جانے کے قابل بھی نہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ تعالیٰ''۔[127]

قیصرانی خاندان اور اس کی ایک مبارک تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح کی شرکت

صوبہ پنجاب (پاکستان) کے ضلع ڈیرہ غازیخاں میں کوٹ قیصرانی ایک مشہور بستی ہے جہاں معزز قیصرانی خاندان آباد ہے۔ اس خاندان کے رئیس سردار فضل علی خاں صاحب قیصرانی اپنے والد مٹھا خاں کی وفات کے بعد ۱۸۶۲ء میں تمندار اور رئیس مقرر ہوئے۔ وہ آنریری مجسٹریٹ، سول جج اور پراونشل درباری تھے۔ دربار تاجپوشی دہلی ۱۹۱۱ء میں انہیں حکومت ہند کے مہمان ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔[128]

سردار صاحب کا بڑا بیٹا اللہ بخش خان ایک پندرہ سالہ لڑکا محمود خان چھوڑ کر ۱۹۰۰ء میں وفات پا

گیا۔سردار صاحب نے کاغذاتِ بندوبست میں اپنا رواج شریعت لکھایا تھا مگر جب اس پر عمل کرنے کا موقع آیا تو اپنے حقیقی پسر سردار امام بخش صاحب کی موجودگی میں اپنے پوتے کو (جو اس وقت بورڈ ملٹری پولیس میں جمعدار تھا) تمندار اور جانشین مقرر کر دیا جسے حکومت پنجاب نے تسلیم کرلیا اور اس کو آنریری مجسٹریٹ درجہ سوئم کے اختیارات بھی دے دیئے۔[129] سردار امام بخش صاحب اپنے آپ کو حقیقی جانشین اور شرعی حقدار تصور کرتے تھے۔اس لئے فریقین کے درمیان سخت تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اسی کشمکش کے دوران اللہ تعالیٰ نے سردار امام بخش صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کو مسیح الزمان کی شناخت کی سعادت بخشی اور دونوں نے بڑی تحقیقات کے نتیجہ میں ۲۰/اکتوبر ۱۹۰۶ء کو بذریعہ خط بیعت کرلی۔ دو تین ماہ بعد سردار امام بخش صاحب قادیان دارالامان تشریف لے گئے اور دستی بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔[130]

احمدی ہونے کے بعد سردار امام بخش صاحب نہایت جوش وخروش کے ساتھ دوسروں کو بھی پیغام احمدیت پہنچانے لگے جس پر سردار فضل علی خان صاحب نے حقوق جانشینی غصب کرنے کے بعد سردار امام بخش خان کو ضلع سے بھی خارج کرا دیا اس پر آپ مع عیال ملتان میں سکونت پذیر ہو گئے۔[131]

۱۹۰۷ء میں سردار امام بخش صاحب مع اپنی بیگم اور چار سالہ بیٹے سردار امیر محمد خان صاحب ملتان سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔اُن دنوں بٹالہ سے قادیان تک نہایت خستہ اور کچی سڑک تھی۔ چار نفوس پر مشتمل یہ قافلہ یکہ کی تکلیف دہ سواری سے قادیان دارالامان پہنچا۔سردار صاحب مہمان خانہ میں فروکش ہوئے اور ان کی بیگم صاحبہ کو مقدس الدار کے ایک نچلے کمرے میں قیام کرنے کی سعادت ملی۔دس روز قیام رہا جس کی ایمان افروز روداد ان کی بیگم صاحبہ کے قلم سے پہلے رسالہ ''مصباح'' قادیان ۱۵/جون و یکم ستمبر ۱۹۳۴ء میں اور پھر اخبار الحکم قادیان ۱۴۔۲۱/ستمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔دوران قیام بیگم صاحبہ نے دستی بیعت کا شرف حاصل کیا (اخبار بدر ۲۷/جون ۱۹۰۷ء میں کوٹ قیصرانی کی دو معزز خواتین کا نام نئے مبائعین کی فہرست میں ملتا ہے۔اگر ان کا تعلق سردار امام بخش صاحب کے قافلہ سے ہے تو اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جون ۱۹۰۷ء کا ہوگا)۔

سردار امیر محمد خان صاحب کی آنکھیں ہمیشہ خراب رہا کرتی تھیں۔ بہت سے علاج کئے حتٰی کہ جونکیں بھی لگوائیں مگر پوری طرح فائدہ نہ ہوا۔ایک روز خادمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وضو کرا

رہی تھی۔ بیگم صاحبہ نے اس پانی سے جو نیچے گر رہا تھا ایک چلو تبرکاً لیا اور اپنے بیٹے کی آنکھوں پر ڈال دیا۔ خدا نے اپنے فضل وکرم سے ایسی شفاء کامل بخشی کہ پھر عمر بھر وہ خراب نہ ہوئیں۔

نیز دونوں میاں بیوی نے جانشین کے تنازعہ کا ذکر کر کے دعا کی عاجزانہ درخواست کی۔ حضور نے سب حالات سن کر ارشاد فرمایا کہ میں انشاءاللہ ضرور دعا کروں گا۔ بلکہ حضرت اماں جان سے بھی ارشاد فرمایا کہ یہ مظلوم ہیں ان کے لئے آپ بھی دعا کریں۔ آخر ایک روز حضور نے نماز صبح کے وقت فرمایا میں نے سردار صاحب کے لئے بہت دعا کی اور خدا کے فضل سے مجھے یقین ہے کہ وہ دعا قبول ہو گئی ہے اور سردار صاحب کے بارے میں مجھے الہام بھی ہوا ہے۔ سردار صاحب کی بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ الہام عربی میں تھا اس کے الفاظ مَیں یاد نہ کر سکی۔ حضور نے اس کے معنیٰ بھی بتلائے جو یاد ہیں اور وہ یہ کہ ''اُن کو کہہ دو کہ ان کی فتح ہے''۔[132]

یہ پیشگوئی سراسر ناموافق بلکہ نہایت درجہ مخالف صورتحال کے باوجود کمال معجزانہ شان سے ظہور پذیر ہوئی۔ ذیل میں محترمہ بیگم صاحبہ سردار امام بخش صاحبہ کے الفاظ میں اس ایمان افروز نشان کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتی ہیں:۔

''شوہرم سردار امام بخش خانصاحب مرحوم کا ایک سوتیلا بھائی غلام حیدر خاں اور بھتیجا محمود خاں مذکور اصل مخالف سردار صاحب کے تھے۔ اور یہی دونوں باعث تکلیف رہے۔ ان ہر دو کا انجام بھی ایک جیسا ہوا۔ قدرت نے ظاہری طور پر ان کی رنگت بھی سیاہ وسفید کر دی تھی۔ قضاء الٰہی کے ماتحت ایسا ہوا کہ غلام حیدر خاں نے گلی میں جاتے ہوئے ایک آدمی کو نشانہ بندوق بنا کر مار ڈالا جس سے وہ گرفتار ہو گیا اور ملزم ہو کر لاہور کے جیل میں مر گیا۔ اور محمود خاں کے دماغ میں رفتہ رفتہ خلل آنے لگا اور اس درجہ تک دماغ میں فتور آ گیا کہ اس نے دن دہاڑے اپنی بیوی کو قتل کر دیا۔ گرفتاری کے بعد حکام کو شک ہوا کہ اس کا دماغ صحیح نہیں۔ اور اس کی پراگندگی دماغ کا موجب گونی شاہ اس کا امام مہدی سمجھا گیا۔ جس کو بذریعہ وارنٹ گرفتار کر کے عبور دریا کا حکم دیا اور وہ اسی صدمہ میں تپ دق سے مر کر گواہی دے گیا کہ کاذبوں کا انجام یہ ہوتا ہے۔ اور سردار محمود خاں کو پاگل (سمجھ) کر لاہور کے پاگل خانہ میں پہنچا دیا جہاں پر وہ اب تک (مراد ۱۹۳۴ء) زندہ موجود ہے۔

خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ الہام جس کا میں اوپر ذکر کر چکی ہوں خارق عادت طور پر آپ کی صداقت کا ثبوت اور ہمارے ایمانوں کی ترقی کا موجب ہوا۔ کہ سردار امام بخش

خانصاحب مرحوم کو ان کے والد سردار فضل علی صاحب کی زندگی میں ہی ان کا جانشین بنایا گیا اور کل سرکاری اختیارات وعطیات ان کو دیئے گئے۔ حالانکہ جب ضلع سے خارج کئے جا چکے تھے تو بعد میں یہ فیصلہ ان کے حق میں باہمی طور پر ان کے والد نے کیا تھا کہ اگر وہ حقوق خوداور تمنداری سے دستبردار ہو جائیں تو وطن میں واپس آ کر رہ سکتے ہیں۔ آخر سردار صاحب یعنی شوہرم سردار امام بخش خانصاحب نے مجبور ہو کر تمنداری سے دستبرداری دیدی اور اپنے بھتیجے محمود خاں کو تمندار تسلیم کر لیا اور کاغذات سرکاری میں یہ سب اندراج کرا دیا۔ ان حالات میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ انسانی منصوبے اور سامان ظاہری سب ختم ہو چکے۔ جن کے بعد کوئی صورت باقی نہ تھی کہ سردار صاحب کو اپنے باپ کی جانشینی اور حقوق تمنداری وغیرہ حاصل ہو سکتے۔ جب کہ وہ اپنے ہاتھ سے تمام حقوق سے دستبرداری تحریری کاغذات سرکاری میں لکھ کر دے چکے تھے۔ جس کے بعد ان کو اپنے وطن میں ٹھہرنا بھی اس شرط پر ملا کہ وہ محکوم ہو کر رہیں اور انہوں نے منظور بھی کر لیا۔ اب ان کے حکمران ہونے کا کون سا ظاہری سامان باقی تھا جس کے واسطے وہ کوشش کرتے۔ نہ کسی دعویٰ کی صورت نہ اپیل ومرافعہ کی گنجائش باقی رہی۔ ایسی صورت میں سردار صاحب کی بغیر کسی ظاہری تگ ودو اور کوشش کے خود بخود تمام مخالفتوں کا دور ہو جانا اور سردار صاحب کو تمام زائل شدہ حقوق کامل جانا اگر معجزہ نہیں تو اس کا نام کیا رکھا جائے گا۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس وقت یہ خبر دینا کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے تمہاری فتح ہو گی۔ جس وقت کہ کسی ذہن انسانی میں اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ سردار امام بخش خانصاحب بھی کسی طرح اپنے باپ کے وارث ہو کر کوٹ قیصرانی کے تمندار اور حکمران ہو جائیں گے۔ یہ وہ بات ہے جو بجز خدا کے برگزیدہ رسولوں کے کوئی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی اپنے غیب کی باتیں خدا تعالیٰ سوائے رسولوں کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔

میرا شوہر سردار امام بخش خانصاحب مرحوم اللہ تعالیٰ بے شمار اس پر رحمتیں کرے نامرادی کی حالت میں اپنی دلی مراد کو پہنچا اور تا دمِ آخر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اعجاز کا بزبان حال وقال ہر شخص سے ذکر کرتا رہا۔ اور حضور علیہ السلام کے خادموں میں داخل رہ کر اپنے خدا سے جا ملا۔ اس کے بعد اس کا فرزند رشید سردار امیر محمد خاں جس کو اس نے دربار مسیح میں رکھ کر تعلیم دلائی اور باخدا انسان بنایا۔ اس کا حقیقی جانشین اور چیف قیصرانی ہے اور خدا کے فضل سے آنریری مجسٹریٹ درجہ اوّل ہے اور ہم سب مسیح

موعود علیہ السلام کے خدام میں دل و جان سے داخل ہیں‘‘۔[133]

بیگم صاحبہ نے سفر قادیان کی روداد میں یہ بھی بتایا ہے کہ بوقت رخصت انہوں نے حضرت اماں جان سے التجا کی کہ ’’حضرت اقدس کا کوئی مستعملہ کپڑا ہمیں عنایت فرمایا جائے‘‘۔ اس پر حضرت موصوفہ نے حضور کا ایک چوغہ عنایت فرمایا جسے انہوں نے واپسی پر گھر میں آ کر محفوظ کر لیا۔ یہ چوغہ نہ صرف پورے خاندان بلکہ بستی کے لئے بہت سی برکات کا موجب ہوا۔ چنانچہ بیگم صاحبہ لکھتی ہیں:۔

’’میرا بچہ امیر محمد خان کوئی بارہ برس کا ہوگا کہ اس کو سخت بخار ہو گیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ ایک دن صبح دس بجے بخار نے ایسا حملہ کیا کہ بچہ بیہوشی میں چارپائی سے اٹھ کر باہر کو دوڑنے لگا۔ میں نے پکڑ کر چارپائی پر جب لٹایا تو آنکھیں ایک جگہ ٹکٹکی سے گڑ گئیں۔ ہاتھوں میں تشنج ہو گیا۔ حالت خطرناک نظر آنے لگی۔ پریشانی کی حالت میں مجھے اچانک خیال آیا کہ حضرت اقدسؑ کا چولہ جسم پر پھیرنا چاہیے۔ میں دوڑ کر وہ چولہ اٹھا لائی اور بچہ کے جسم سے لگایا اور خدا تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ حالت جاتی رہی اور بخار بھی کم ہونا شروع ہوا۔ آخر کئی دن بعد خدا تعالیٰ نے پوری شفاء بخشی۔ میں نے اس بخار کے حملے اور چولے کا کسی سے خود ذکر نہ کیا مگر میری ایک کنیز عائشہ نامی جو اب تک زندہ موجود ہے وہ دیکھ رہی تھی اس نے ہماری ہمسائی کے لڑکے کی بیماری پر انہیں بتا دیا۔ اس کا ذکر اس طرح پر ہے کہ ہماری ہمسائی دائی بھی تھی۔ یعنی دایہ گیری کا کسب کرتی تھی۔ اس کا صرف ایک لڑکا تھا۔ جو بڑی آرزوؤں سے پیدا ہوا۔ اس لڑکے کو ایک دن ام الصبیان کا ایسا سخت حملہ ہوا جس پر انہوں نے کئی حکیم طبیب جمع کئے۔ سب اپنے علاج کر رہے تھے۔ بچہ کو کچھ ہوش نہ آتی تھی۔ تب میری اُس کنیز عائشہ سے نہ رہا گیا۔ اس نے مخفی بچہ کی والدہ سے چولے کا ذکر کیا۔ تب وہ روتی ہوئی میرے پاس دوڑی آئی کہ برائے خدا اپنے مرشد کا وہ چولہ ہمیں دیں۔ پہلے تو میں نے انکار کیا کہ ہمارے اعتقاد اور ہیں اور تمہارے اور۔ دوسرا مَیں ڈرتی ہوں کہ کہیں پرستش کا الزام مجھ پر نہ آ جائے۔ لیکن اس نے مجھے بہت تنگ کیا۔ تب میں نے اسے دے دیا۔ اسے بھی خدا تعالیٰ نے اسی وقت شفا دے دی۔ چنانچہ وہ لڑکا شادی شدہ اور اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہے جس کا نام تگہ (اور) والدہ کا نام سبھائی ہے۔ تیسری دفعہ ہماری برادری میں ایک بچہ اسی بیماری کے دورہ میں مبتلا ہوا۔ ان کو بھی شاید اسی دائی نے کہا ہوگا۔ وہ بھی مجھ سے بڑی منت سماجت سے چولہ لے گئے۔ اسے بھی خدا تعالیٰ نے شفا بخشی۔ جس کا نام دین محمد ہے۔ یہ ہے اس الہامِ الٰہی کی سچائی کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر مصلحت

خداوندی نے وہ چولہ مجھ سے اس طرح لے لیا کہ سردار صاحب کا ایک احمدی منشی تھا اس نے مجھ سے چولہ منگوایا۔ اگرچہ میں نے اپنے ہاتھ سے ہی دیا تھا مگر مجھے بالکل بھول گیا۔ اس نے خود واپس نہ کیا۔ سردار صاحب فوت ہوگئے ہمارے وہ احمدی بھائی چلے گئے گو وہ مع قبائل ایک دفعہ آئے بھی تھے خط و کتابت بھی رہتی ہے۔ لیکن میں نے مصلحت خداوندی سمجھ کر کبھی نہیں یاد دلایا بلکہ میں دعا کرتی ہوں کہ اگر ان کے پاس ہے تو خدا تعالیٰ اُسے اس چولہ کی برکت سے بابرکت کرے اور نرینہ اولاد سے خدا اس کے گھر کو آباد فرمائے۔‘‘[134]

حضرت سردار امام بخش صاحب قیصرانی کا خاندان ہمیشہ ہی سلسلہ کا فدائی اور شیدائی رہا ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی اپنے اس پاک وعدہ کے مطابق کہ ’’میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا‘‘۔[135] اس معزز خاندان کے گھر اپنے فضلوں اور برکتوں سے بھر دیئے۔ لیفٹنٹ کرنل سردار محمد حیات قیصرانی جن کی قیادت میں فرقان بٹالین نے محاذ کشمیر میں سرفروشانہ اور مجاہدانہ خدمات انجام دی تھیں، قیصرانی خاندان ہی کے چشم و چراغ اور سردار امام بخش صاحب قیصرانی کے نواسے تھے۔ جن کی دختر نیک اختر مسعودہ حیات صاحبہ کی شادی اس سال (۱۹۷۳ء) حضرت سردار امام بخش صاحب کے پوتے سیف الرحمٰن قیصرانی صاحب ابن سردار امیر محمد خان صاحب کے ساتھ ہوئی۔ بلوچوں کی بارات کاروں اور بسوں کے ذریعہ کوٹ قیصرانی سے ربوہ آئی جو تین سو افراد پر مشتمل تھی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس موقع پر خصوصی دلچسپی لی اور نہایت درجہ شفقت کے ساتھ بارات کے استقبال کا خصوصی اہتمام کرایا اور ایوانِ محمود، گیسٹ ہاؤس تحریک جدید، مہمان خانہ وقف جدید اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض مکانوں میں باراتیوں کے قیام کے انتظامات کروائے اور باراتیوں کو ہر ممکن سہولت اور آرام پہنچانے سے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ ازاں بعد ۲۰؍اپریل ۱۹۷۳ء کو بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں اعلان نکاح کیا اور ایک نہایت ہی بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انسانی زندگی کے دو خاص پہلوؤں پر بہت روح پرور انداز میں روشنی ڈالی اور پھر دعوتِ بارات اور تقریب رخصتانہ میں بھی شرکت فرمائی اور اجتماعی دعا کے ساتھ لیفٹنٹ کرنل محمد حیات خان قیصرانی کی دختر نیک اختر کو الوداع کیا۔[136]

لیفٹنٹ کرنل محمد حیات خان صاحب قیصرانی نے ’’بلوچوں کی بارات ربوہ میں‘‘ کے زیر عنوان

ایک مضمون میں اس تقریب کی تفصیل سپردقلم فرمائی اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خصوصی نوازشات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

’’نکاح وخطبہ نکاح کے لئے عشاء کا وقت مقرر تھا۔ چنانچہ باراتیوں نے نماز کی تیاری کی اور مسجد مبارک کی طرف چلے۔ مسجد میں پہنچے تو بہتوں نے پہلی بار ابن المسیح وخلیفۃ المسیح کو دیکھا۔ عقیدت واحترام سے نکاح وخطبہ نکاح میں شامل ہوئے۔ انتہائی توجہ اور محویت سے سب نے خطبہ سنا۔ حضور خطبہ نکاح میں بلوچوں کی بیٹی کو جسے عقد نکاح میں باندھا جارہا تھا اپنی ہی بیٹی کہہ رہے تھے۔ ساحل دریا پر ناچنے والے باراتیوں کے دل ابن مسیح کی اس دریا دلی پر جھوم اٹھے۔ ابن مسیح اور ابن مسیح کا خُلق ان کے سامنے تھا اور مسیح الزمان کے خلق عظیم کی یادیں وہ اپنے آباء سے لے چکے تھے۔ ہر ایک پہ محویت کا عالم طاری تھا اور میں ماضی وحال کے اس دلفریب سنگم کو بنظر غور دیکھ رہا تھا۔

اعلان نکاح کے بعد باراتی شاد وشادماں گھر واپس آئے اور دعوت بارات میں شامل ہوئے جس کے میزبان خود حضرت ابن المسیح تھے۔ حضور خود بحیثیت لڑکی کے روحانی باپ دعوتِ بارات میں تشریف فرما تھے۔ حضور دیر تک افرادِ بارات سے ان کے احوال دریافت فرماتے رہے۔ میرے محترم بھائی سردار منظور احمد خان تمندار قیصرانی سے بلوچی، سندھی اور عربی گھوڑوں کا ذکر چھیڑا۔ بلوچ عموماً گھوڑوں کے ذکر پر کچھ چونک جایا کرتے ہیں۔ بلوچوں اور بلوچوں کے گھوڑوں کی داستانیں بیاباں بیاباں بکھری ہوئی ہیں۔ مزاج شناس ابن مسیح نے بلوچوں کے مزاج کا پاس رکھا اور ان کے منفرد و پسندیدہ موضوع کو موضوعِ گفتگو بنایا۔ دسترخوان پر بیٹھتے ہی طے پایا کہ صبح برادرم سردار منظور احمد خان صاحب حضور کے ہمراہ حضور کے اصطبل کے چیدہ چیدہ گھوڑے دیکھیں گے۔ باتوں باتوں میں رات کافی بیت گئی تھی۔ صبح رخصتانہ کے لئے بھی حضور نے آنا تھا۔ چنانچہ حضور نے باراتیوں سے رخصت چاہی۔ حضور ہر ایک سے ہاتھ ملاتے گئے تو ہاتھوں میں کئی دل بھی لیتے گئے۔ مکتب قدس سے سیکھی ہوئی یہ طرزِ دلبری کوئی نئی نہیں تھی۔ انسانیت کے ہر دور نے اس کے کرشمے دیکھے ہیں۔

لڑکی کے رخصتانہ کی گھڑی یوں بھی لڑکی اور لڑکی کے ماں باپ پہ بوجھل سی ہو جاتی ہے۔ یہاں لڑکی نہ صرف اپنے ماں باپ کے گھر سے رخصت ہو رہی تھی بلکہ وہ ربوہ اور اہل ربوہ کے پُرخلوص و بےلوث تعلقات وبرتاؤ کو وقتی طور پر خیرباد کہہ رہی تھی وہ اپنے روحانی باپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی مشفق وفیاض ذات سے دور جارہی تھی۔ لڑکی کا نحیف جسم رخصتی کے اس بوجھ کو نہ سہ سکا۔ حضرت

خلیفۃ المسیح الثالث کی بیگم صاحبہ نے لڑکی کو اپنی محبت بھری گود میں لیا اور ماں کا پیار دیا۔ باہر حضرت ابن المسیح وخلیفۃ المسیح نے بارات کے کثیر مجمع سمیت دعا کرائی۔‘‘ [137]

حضرت سید میر داؤد احمد صاحب کا انتقال

(تاریخ وفات: ۲۴ اور ۲۵ ؍اپریل ۱۹۷۳ء کی درمیانی شب)

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے مبارک ممتاز اور بلند پایہ وجود جو حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی وفات کے صرف تین ماہ بعد اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ تھے۔ جو عظیم عالم دین اور مدبّر حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب کے جانشین اور سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور جن کے سینکڑوں تربیت یافتہ شاگرد پوری دنیا میں خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔

حضرت سید میر داؤد احمد صاحب ۲؍اگست ۱۹۲۴ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔[138] حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ:۔

’’۱۹۲۴ء کا ذکر ہے۔ مَیں حضرت اماں جان کے ہاں جاتے وقت رستہ میں ممانی جان صالحہ بیگم اُمّ داؤد مرحومہ کو ملنے ان کے مکان میں (بڑے ماموں جان کی کوٹھی میں ان کا قیام تھا) ٹھہری۔ انہوں نے کہا مَیں نے خواب بوقت سحر دیکھا ہے کہ کسی شخص نے باہر سے پکار کر کہا ’’افسر لنگر خانہ آ رہے ہیں‘‘ خوشی اور مبارکباد کی آواز معلوم ہوئی۔ میں نے کہا اس کی تعبیر یہی ہے کہ آپ کے ہاں لڑکا اس دفعہ تولّد ہوگا اور لنگر مسیح موعود علیہ السلام کا کام کرے گا۔ داؤد احمد مرحوم پیدا ہوئے سب خاندان کے لئے بہت خوشی کا دن تھا‘‘۔[139]

سیدنا حضرت مصلح موعود کو سفر یورپ کے دوران آپ کی ولادت کی اطلاع ملی جس پر حضور نے ایس ایس پلسنا جہاز سے براستہ سکندریہ مولانا شیر علی صاحب کو یہ بے تار برقی پیغام دیا کہ

’’میر صاحبان (میر ناصر نواب صاحب۔ میر محمد اسماعیل صاحب۔ میر محمد اسحاق صاحب) کو لڑکا پیدا ہونے کی مبارک ہو خدا تعالیٰ لڑکے کو بابرکت کرے۔‘‘ [140]

ابتدائی دینی تعلیم غالباً اپنی والدہ ماجدہ سے گھر میں حاصل کی [141] پھر تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہو کر مئی ۱۹۳۹ء میں میٹرک کا امتحان ۵۴۰/۸۵۰ نمبر لے کر فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ آپ کے ساتھ جو طلباء امتحان میں کامیاب ہوئے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ صاحبزادہ مرزا مبشر احمد

صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ۔سید محمد احمد صاحب ابن حضرت میر محمد اسماعیل صاحب ۔ مرزا عبدالسمیع صاحب چغتائی ۔سید داؤد مظفر شاہ صاحب ۔محمد نصیب صاحب عارف ۔محمد شفیع سلیم صاحب گجراتی ۔142 مارچ ۱۹۴۴ء میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے وصال کے بعد آپ حضرت مصلح موعود کی خصوصی نگرانی میں آ گئے ۔۲۲ مئی ۱۹۴۴ء کو جبکہ آپ گلینسی میڈیکل کالج امرتسر میں زیر تعلیم تھے آپ نے وقف زندگی کا فارم پُر کر کے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں بھجوایا۔

۳۰ مارچ ۱۹۴۵ء کو حضرت مصلح موعود نے آپ کا نکاح اپنی صاحبزادی امۃ الباسط بیگم صاحبہ کے ساتھ کر کے آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا۔شادی ۲۴ راکتوبر ۱۹۴۸ء کو ہوئی ۔143 144

۱۹۴۶ء میں آپ نے تعلیم الاسلام کالج قادیان میں بی ایس سی میں داخلہ لیا اور کامیاب ہوئے ۔آپ کے کلاس فیلوز میں سے اخوند فیاض احمد خاں صاحب، شیخ نصیر الدین احمد صاحب (ابن حضرت ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب) اور مسعود احمد صاحب عاطف بھی تھے۔

اخوند فیاض احمد صاحب کا بیان ہے کہ:۔

''محترم سید داؤد احمد صاحب بہت انہماک اور توجہ کے ساتھ لیکچررز کے لیکچر سنتے تھے۔نوٹ لیتے تھے۔ لیبارٹریز میں بہت محنت سے کام کرتے تھے۔ان کے کام کا انداز یہ تھا کہ بڑی توجہ کے ساتھ تجربہ گاہ میں کام کر رہے ہیں یا کسی مشکل مسئلہ پر لیکچرر کی تقریر کو اپنے اور اپنے ہم جماعتوں کو ذہن نشین کرانے کے لئے دہرا رہے ہیں اور اس دوران مسکراتے ہوئے کوئی ہلکی پھلکی سی بات بطور لطیفہ کے بیان کر دیں گے۔جس سے اردگرد کے لوگوں کی کوفت یا ایک سنجیدہ کیفیت تھوڑی دیر کے لئے مسکراہٹ اور ذہنی تفریح کے رنگ میں بدل جاتی ۔ایک مرتبہ لیبارٹری میں تھوڑے فارغ وقت میں ''رات کی رانی'' کے تازہ پھول لے کر آئے ۔صندل کا تیل بھی ساتھ لائے اور شیشے کی خاص صراحی میں پھول ڈال کر عطر تیار کرنے لگے وہ صفائی اور نفاست پسند نوجوان عطر بنانے کا سامان لگاتا ہوا بہت بھلا لگ رہا تھا۔

ہجرت (آپ ۱۶ رنومبر ۱۹۴۷ء کے آخری کنوائے سے پاکستان پہنچے تھے) کے بعد تعلیم الاسلام کالج اور فضل عمر ہوسٹل ابتداءً لاہور کینال بنک پر ایک شکستہ سی عمارت میں قائم ہوئے ۔سید میر داؤد احمد صاحب رتن باغ میں مقیم تھے ۔ باقاعدگی سے کالج میں تشریف لاتے ۔کلاسز میں تعلیم چٹائیوں پر بیٹھ کر حاصل کی جاتی تھی ۔ پریکٹیکل کا انتظام ایف سی کالج کی لیبارٹریز میں تھا۔سائنس کلاسز کے لیکچر

بھی ایف سی کالج کے لیکچر روم میں ہوتے۔محترم پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب اور محترم پروفیسر سلطان محمود صاحب شاہد علی الترتیب ہمارے فزکس اور کیمسٹری کے استاد تھے......ایف سی کالج کی وسیع لیبارٹریز اور لیکچر روم میں پوری توجہ اور ایک گونہ سنجیدگی کے ساتھ اکتسابِ علم میں مصروف ایک پیارا وجود اب بھی میری ناچیز آنکھوں کے سامنے ہے وہ چہرہ وہ وجود سید میر داؤد احمد صاحب کا ہے‘‘۔[145]

۱۵؍جون ۱۹۴۸ء کو آپ دوسرے نونہالان خاندان مسیح موعود کے ساتھ مجاہد فرقان فورس کی حیثیت سے وادی کشمیر میں تشریف لے گئے اور محاذ جنگ پر شجاعت و بسالت کے ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیئے۔۱۴دسمبر ۱۹۴۸ء تک آپ فرقان بٹالین میں عسکری خدمات بجالاتے رہے جس کے بعد ۱۵؍دسمبر ۱۹۴۸ء سے ۱۴؍مارچ ۱۹۴۹ء تک فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں کام کیا۔ پھر ۱۵؍مارچ ۱۹۴۹ء سے ۲۰؍جون ۱۹۵۳ء تک جامعۃ المبشرین میں زیر تعلیم رہے اور شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ اس مرکزی ادارے سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نظارت دعوت و تبلیغ (۵۵-۱۹۵۶ء کے دوران اس کا نام نظارت اصلاح وارشاد رکھ دیا گیا) صدر انجمن احمدیہ میں یکم مارچ تا ۲۲؍جون ۱۹۵۳ء متعین رہے۔ پھر ۲۳؍جون سے ۱۵؍ستمبر ۱۹۵۳ء تک اور ۱۶؍ستمبر ۱۹۵۳ء سے ۹؍اکتوبر ۱۹۵۴ء تک نائب وکیل التصنیف کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ازاں بعد ۱۰؍اکتوبر ۱۹۵۴ء سے ۱۱؍اپریل ۱۹۵۵ء تک وکالت تبشیر میں مصروف عمل رہے۔

اپریل ۱۹۵۵ء میں آپ کو سیدنا حضرت مصلح موعود کے ہمراہ انگلستان جانے کا شرف حاصل ہوا۔ جہاں آپ حضور کے ارشاد کے مطابق کچھ عرصہ کے لئے اعلیٰ انگریزی زبان سیکھنے کے لئے ٹھہر گئے اور پھر ۲۸؍نومبر ۱۹۵۶ء کو بذریعہ چناب ایکسپریس ربوہ پہنچے۔اسٹیشن پر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ افراد، ناظر اور وکلاء حضرات کے علاوہ سیدنا حضرت مصلح موعود بنفس نفیس رونق افروز تھے۔آپ کا پُر جوش نعروں کے ساتھ استقبال کیا گیا۔[146]

انگلستان سے واپسی کے بعد ۲۵؍نومبر ۱۹۵۶ء سے ۳۰؍جون ۱۹۵۷ء تک وکالت تبشیر میں تراجم انگریزی میں سرگرم عمل رہے اور یکم جولائی ۱۹۵۷ء کو حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر آپ پرنسپل جامعہ احمدیہ مقرر ہوئے اور تاوفات اس اہم منصب پر متمکن رہے۔

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں حضرت مصلح موعود نے عالم رؤیا میں دیکھا کہ

’’ایک بڑا اجتماع ہے اور اس میں میر محمد اسحاق صاحب بھی بیٹھے ہیں

...... میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر ان پر کبھی کوئی مشکل آئے تو وہ میر محمد اسحاق صاحب کو بلا لیں‘‘۔

حضرت مصلح موعود نے اس رؤیا کی تعبیر میں فرمایا:۔

’’میر محمد اسحاق صاحب دیر ہوئی فوت ہو چکے ہیں پس اس کی تعبیر یہی معلوم ہوتی ہے کہ کسی زمانہ میں جماعت کی مشکلات کے وقت میر محمد اسحاق صاحب کی اولاد میں سے کوئی شخص سلسلہ کی بڑی شاندار خدمت کرے گا۔‘‘[147]

حضرت مصلح موعود کی بیان فرمودہ تعبیر کی اصل حقیقت سے تو خدائے علام الغیوب ہی واقف ہے لیکن یہ ایک رنگ میں حضرت میر داؤد احمد صاحب کے وجود باجود سے پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب کو جامعہ احمدیہ کی ترقی واستحکام کے لئے بالخصوص اور سلسلہ احمدیہ کے دیگر مرکزی اداروں میں بالعموم (جو اس دوران آپ کو جماعت کی طرف سے سپرد کئے گئے) نہایت شاندار قابل قدر اور نا قابل فراموش خدمات انجام دینے کی جناب الٰہی سے توفیق عطا ہوئی۔

جامعہ احمدیہ میں بحیثیت پرنسپل سب سے پہلا کام اس درسگاہ کی خوبصورت اور دیدہ زیب عمارت کی تعمیر ہے جس کا کام قریباً دوسال کی محنت شاقہ اور دولاکھ روپے کے مصرف سے مکمل ہوا اور جس کا افتتاح ۳/دسمبر ۱۹۶۱ء کو قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنے دست مبارک سے فرمایا۔ جامعہ احمدیہ کی عالیشان عمارت کی تعمیر کے بعد آپ نے جدید طرز کے ہوسٹل کی تعمیر شروع کروائی جو آپ کی وفات کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچی۔ آپ کی خاص توجہ (اور بابو محمد اقبال خان صاحب آف گوجرانوالہ کے اخراجات سے) مسجد حسن اقبال کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ سٹاف کوارٹرز کے ساتھ حافظ کلاس کے لئے پڑھائی کے کمرے اور اس کے طلباء کے لئے رہائشی کوارٹر بنائے گئے۔ آپ کی نگرانی میں ملک مبارک احمد صاحب کے زیر ادارت مئی ۱۹۵۹ء میں عربی رسالہ البشریٰ اور ۱۹۶۴ء میں مجلۃ الجامعہ جاری ہوا۔ آپ جامعہ احمدیہ کے نہایت محبوب پرنسپل تھے۔ آپ کے عہد میں جامعہ احمدیہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہوا اور مندرجہ ذیل شعبوں کا قیام عمل میں آیا۔ شعبہ تفسیر القرآن۔ شعبہ علم حدیث۔ شعبہ علم فقہ۔ شعبہ عربی۔ شعبہ علم کلام۔ شعبہ موازنہ مذاہب۔ شعبہ لادینی تحریکات۔ شعبہ انگریزی۔ شعبہ اردو و فارسی۔ شعبہ تصوف۔ شعبہ طب۔ شعبہ صحت جسمانی۔ جامعہ کی لائبریری کی کتب میں اضافہ ہوا۔ عربی، فارسی اور انگریزی کے علاوہ بعض دیگر غیر ملکی زبانوں مثلاً فرانسیسی زبان

پڑھانے کا انتظام کیا گیا۔طلباء کی عربی، انگریزی اور اردو میں تقریر مشق کے لئے ایک فعال مجلس الجمیعۃ العلمیۃ کا قیام عمل میں آیا۔طلباء کی اخلاقی اور تعلیمی ترقی کے لئے شجاعت،صداقت، دیانت، رفاقت اور امانت کے نام سے پانچ گروپ قائم کئے گئے۔طلباء کو پیدل چلنے، بھوک برداشت کرنے اور خطرات کے اوقات میں اپنے دفاع کی مشق کرنے کے لئے دوقسم کے پیدل سفر لازم قرار دیئے گئے۔نمبرا۔گرمیوں کی رخصتوں میں کوہستانی علاقوں میں پیدل سفر۔نمبر۲۔ڈیڑھ سو میل کی مسافت کا پیدل سفر۔جوطلباء میں انعامی مقابلہ کی صورت میں ہوتا اور اوّل اور دوم آنے والے طلباء انعام کے مستحق ہوتے۔مقابلہ کی چار کڑی شرائط تھیں (۱) سارا سفر پیدل کیا جائے۔(۲) کوئی رقم گھر سے لے جا کر خرچ نہ ہو (۳) اپنے کھانے اور رہائش کا انتظام اپنی ذہنی استعدادیں بروئے کار لا کر کیا جائے (۴) دوران سفر سوال کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔حضرت میر صاحب نے سال میں دو مرتبہ آخری کلاسوں کے طلباء کو عملی مشق کرانے کے لئے جامعہ احمدیہ اور طلباء کے مشترک اخراجات سے تبلیغی سفروں کا بندوبست کیا۔دوران سال دریا اور نہروں پر مختلف تفریحی پروگرام بنائے جاتے جن کا مقصد تیراکی سیکھنا بھی تھا۔سال میں ایک مرتبہ کھیلوں اور دوڑوں کے مقابلے کروائے جانے لگے۔یہ مقابلے عموماً تین دن تک رہتے۔مقابلوں کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب منعقد ہوتی جس میں جامعہ احمدیہ کے کسی سابق طالب علم کو تقسیم انعامات کے لئے مدعو کیا جاتا۔سال میں ایک مرتبہ نہایت اہتمام کے ساتھ عربی، اردو اور انگریزی زبان میں تقریری مقابلوں کا آغاز ہوا جن میں اوّل اور دوم آنے والے طلباء کو انعامات دیئے جاتے اور اس کے اختتام پر جامعہ احمدیہ کی طرف سے نہایت شاندار اور پُر تکلف سالانہ عشائیہ ترتیب دیا جاتا۔اگرچہ جامعہ احمدیہ کی طرف سے پہلے بھی مبلغین کرام کے اعزاز میں بیرون ملک جانے یا واپس آنے پر دعوتوں کا سلسلہ جاری تھا مگر آپ کے عہد میں ان تقاریب کے انعقاد کی طرف پہلے سے بڑھ کر خصوصی انتظامات کئے جانے لگے۔جس کے نتیجہ میں میدان جہاد میں جانے والوں اور اس کے لئے تیار ہونے والوں میں باہمی میل جول اور رابطہ میں اضافہ ہوا۔آپ نے طلباء جامعہ کے اوقات کو خالص اسلامی رنگ میں ڈھالنے کے لئے جامعہ اور ہوسٹل کے لئے نہایت اہم بنیادی قواعد تجویز فرمائے۔[148]

جامعہ کی تاریخ میں پہلی دفعہ آپ نے جامعہ احمدیہ کا مفصل نصاب کتابی صورت میں شائع کیا۔ یہ نصاب ۲۴؍اگست ۱۹۷۰ء کو چھپا جو ۶۳ صفحات پر مشتمل تھا۔اس نصاب میں درسی کتب کے علاوہ

قریباً ہر مضمون میں طلباء کی راہنمائی اور مزید معلومات کی خاطر امدادی لٹریچر بھی تجویز کیا اور ہر مضمون میں درجہ وار پرچوں اور نمبروں کی تفصیل بھی دی اور آخر میں قواعد امتحانات سپرد قلم کئے۔ یہ نصاب درجہ ممہدہ سے لے کر شاہد اور درجہ خاصہ تک کے کورس پر محیط تھا۔

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ (جنہیں آپ کے بعد پرنسپل جامعہ احمدیہ کے فرائض نہایت کامیابی سے سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی) فرماتے ہیں:۔

''سید میر داؤد احمد صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے لیکن تین وصف ان میں بڑے نمایاں نظر آتے ہیں۔

اوّل۔خلافت سے بے پناہ خلوص، وفاداری اور جذبہ اطاعت دوسرے اپنے فرائض کی ادائیگی میں مثالی انہماک اور تیسرے جامعہ کے طلباء سے بے نظیر شفقت ومحبت۔محترم میر صاحب جامعہ کے محبوب ترین پرنسپل تھے۔طلباء جامعہ کو آپ سے محبت تھی۔کس قدر۔اس کا ایک نظارہ ہم نے اس روز دیکھا جس دن محترم میر صاحب کی تدفین عمل میں آئی۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جب دعا کرانے کے بعد احاطۂ خاص سے باہر تشریف لے گئے تو طلباء کے صبر کا جیسے بند ٹوٹ پڑا۔ضبط کا دامن چھوٹ گیا وہ بلک بلک کر روئے۔بعض دوسرے اساتذہ کے ساتھ جب میں نے ان کو سمجھانے اور صبر کی تلقین کی تو وہ مجھ سے چمٹ کر دھاڑیں مارنے لگے۔کبھی کسی باپ نے اپنے بچوں سے اتنی محبت کی تھی۔وہ تو ہماری بھلائی اور خیر خواہی کے لئے جیئے اور ہماری بھلائی اور کامیابی کی تمنا لئے اپنے پیدا کرنے والے کے بلاوا پر اس جہان سے رخصت ہو گئے''۔

حضرت میر صاحب زبردست دماغی، علمی اور انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے جن کو تعلق باللہ، امام وقت سے عقیدت، اخلاق عالیہ اور طلبہ سے بے پناہ محبت نے چار چاند لگا دئے۔آپ کی محنتِ شاقہ، استقلال اور فہم وبصیرت نے سلسلہ احمدیہ کی اس مرکزی درسگاہ کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور سولہ سال کے اندر اسے ایک مثالی مقام تک پہنچا دیا۔۱۹۶۳ء میں آپ کے علاوہ انیس فاضل اساتذہ تدریسی خدمات بجالا رہے تھے۔[149] آپ کی وفات کے وقت ۱۳۲ طلبہ زیر تعلیم تھے اور جامعہ احمدیہ کا سالانہ بجٹ دو لاکھ سترہ سو سینتیس تک پہنچ چکا تھا۔[150] جامعہ احمدیہ کے پرنسپل کے فرائض بجالانے کے ساتھ ساتھ آپ زندگی بھر متعدد جماعتی عہدوں پر سرفراز رہے اور یہ نہایت خوشکن بات ہے کہ ہر جگہ اور ہر موقعہ پر حضرت مصلح موعود کی خواب کے عین مطابق آپ نے اپنے خلوص، استقلال،

اصابت رائے اور غیر معمولی ذہانت اور فہم و فراست کے انمٹ نقوش قائم کئے اور شاندار کارناموں کا ایک نیا باب کھول دیا۔

حضرت میر صاحب اس دور میں جب کہ آپ کے کندھوں پر جامعہ احمدیہ کی سربراہی کی عظیم ذمہ داری تھی مندرجہ ذیل عہدوں پر فائز رہے۔

۱۔مینیجنگ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز انگریزی (از ۱۰ر فروری ۱۹۶۰ء تا ۶ر دسمبر ۱۹۶۷ء)

۲۔صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ (نومبر ۱۹۶۰ء تا اکتوبر ۱۹۶۲ء)

۳۔نگران دارالاقامۃ النصرت (۱۹۶۲ء تادم حیات)

۴۔افسر جلسہ سالانہ (۱۹۶۳ء تادم حیات)

۵۔ناظر خدمت درویشاں (۱۲ر فروری ۱۹۶۶ء تادم حیات)

اس سے قبل حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر آپ ۲۰ر نومبر ۱۹۶۳ء سے نائب ناظر خدمت درویشاں کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔

۶۔پرائیویٹ سیکرٹری (۶ر اگست تا ۶ر ستمبر ۱۹۶۶ء و ۳۱ر جولائی تا ۸ر ستمبر ۱۹۶۸ء)[151]

۷۔قائم مقام وکیل اعلیٰ (از ۶ر جولائی تا ۲۴ر اگست ۱۹۶۷ء) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے سفر یورپ کے دوران آپ اس منصب پر فائز رہے اور نہ صرف دفتری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے بلکہ ایسا انتظام کیا کہ جن جماعتوں کو ان دنوں اخبار الفضل نہیں پہنچ رہا تھا انہیں بذریعہ سرکلر باقاعدگی کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے مبارک سفر یورپ سے پوری طرح باخبر رکھا۔

۸۔رکن مجلس افتاء ربوہ (۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۶ء ممبر۔ ۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۳ء نائب صدر) مجلس افتاء نے ۱۹۶۴ء میں مسئلہ حفاظت تبرکاتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک اہم سب کمیٹی قائم کی جس نے تمام متعلقہ حوالوں اور دلائل پر غور کر کے متفقہ رپورٹ پیش کی۔ کمیٹی کے پانچ ممبران میں آپ بھی شامل تھے۔

۹۔چیئرمین ٹاؤن کمیٹی ربوہ (اپریل تا دسمبر ۱۹۶۰ء) صدر پاکستان محمد ایوب خان کی قائم کردہ بنیادی جمہوریتوں کے تحت یونین کے انتخابات ہوئے اور ٹاؤن کمیٹی ربوہ تشکیل پائی تو اس کے پہلے چیئرمین آپ مقرر ہوئے۔[152]

آخری علالت اور وفات

صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ بیگم حضرت میر داؤد احمد بیان فرماتی ہیں کہ:۔

''ابا جان (یعنی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود) کی وفات کے بعد سے یہ بے حد خاموش رہنے لگے۔ راتوں کو بہشتی مقبرہ چلے جاتے اور بعض اوقات گیارہ بارہ بجے واپس آتے۔ درحقیقت بلڈ پریشر بھی حضور کی وفات کے بعد ہی بڑھا ہے۔ ایک دن ریڈرز ڈائجسٹ میں ایک مضمون پڑھا کہ بعض اوقات سخت صدمہ یا شاک سے اس قسم کی کیفیت ہو جاتی ہے اور بلڈ پریشر کی زیادتی اور اس قسم کی دوسری تکلیفیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مجھے کہنے لگے کہ میں بڑا ضبط کرتا ہوں مگر تم اندازہ نہیں کر سکتیں میری کیا حالت ہے۔ دراصل حضرت صاحب کے بعد میرا دل دنیا سے بالکل اُچاٹ ہو گیا ہے اور مَیں نے تم سے یہ امر چھپا رکھا تھا۔ اس مضمون میں جتنی تکلیفیں لکھی ہوئی ہیں وہ ساری کی ساری مجھے شروع ہو چکی ہیں۔ میں لاہور سے ٹیسٹ کروا کر آیا ہوں۔ اس آخری بیماری میں بھی بار بار ابا جان کا ذکر کرتے تھے۔ کہتے تھے میں نے حضرت صاحب سے وعدہ لیا تھا کہ جنت میں مجھے اپنے پاس رکھیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کے وعدہ کے مطابق مجھے اپنی رحمت میں اور حضور کے جوار میں ہی انشاء اللہ جگہ دے گا''۔[153]

حضرت سیّد داؤد احمد صاحب کی بیماری جو نومبر ۱۹۶۵ء سے ان کے رگ و پے میں سرایت کر رہی تھی یکا یک فروری ۱۹۷۳ء کے آخر میں بلڈ پریشر کی مہلک صورت میں ظاہر ہو گئی جس سے قلب و نظر اور سانس کا نظام خطرناک حد تک متاثر ہو گئے اور گردے بالکل ماؤف ہو گئے جس پر آپ نے وکالت تعلیم سے ۲۴ر فروری کو ایک ہفتہ کی رخصت کی درخواست دی اور حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب کو قائم مقام پرنسپل مقرر کر کے طبی مشورہ کے لئے پشاور تشریف لے گئے۔ آپ کے بھانجے ملک فاروق احمد صاحب (ابن ملک عمر علی صاحب کھوکھر سابق امیر جماعت احمدیہ ضلع ملتان مرحوم) آپ کے ساتھ تھے۔ پشاور سے راولپنڈی آئے۔ راولپنڈی ملٹری ہسپتال کے ڈاکٹروں نے آپ کا معائنہ کیا اور شدت مرض اور بیماری کے حد سے تجاوز کے باعث حیران رہ گئے کہ اس خطرناک مرحلے پر چلتے پھرتے بھی کیسے ہیں۔ ان کی قطعی رائے تھی کہ آپ کی بیماری اب آخری حد کو پہنچ گئی ہے اور لاعلاج ہے بالآخر ۱۳ر اپریل ۱۹۷۳ء کو آپ واپس ربوہ تشریف لے آئے جہاں قریشی لطیف احمد صاحب اور

دوسرے قابل ڈاکٹروں کی دواؤں اور مخلصین جماعت کی دعاؤں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ بیماری کا اتار چڑھاؤ جاری رہا۔

۲۰/اپریل ۱۹۷۳ء بروز جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خطبہ جمعہ میں آپ کی بیماری کا ذکر کر کے خاص دعا کی تحریک فرمائی۔

> ''مَیں ایک اَور دعا کی طرف بھی جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میر داؤد احمد صاحب جو جامعہ احمدیہ کے پرنسپل بھی ہیں اور کئی سالوں سے جلسہ سالانہ کے افسر اعلیٰ بھی ہیں اور ناظر خدمتِ درویشاں بھی ہیں۔ وہ کچھ عرصہ سے بہت بیمار چلے آ رہے ہیں۔ کل شام تو حالت بہت تشویشناک ہوگئی تھی۔ خود انہوں نے ہی کہا کہ مجھے سورۃ یاسین سناؤ۔ چنانچہ سورۃ یاسین جو قرآن کریم کا بڑی برکتوں والا حصہ ہے وہ سنایا گیا۔ سانس اُکھڑا ہوا تھا جس طرح نمونیہ میں سینہ اور پھیپھڑے کی کیفیت ہوتی ہے۔ اسی طرح کی کیفیت طاری تھی۔ سانس مشکل سے آ رہا تھا۔ بخار بڑا تیز تھا۔ بہت تشویشناک حالت تھی۔ ہم سارے گھر والے وہاں اکٹھے ہوئے ہوئے تھے اور بڑے فکرمند تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے تھے۔''[154]

بالآخر خدا کی تقدیر غالب آئی اور آپ ۲۴۔۲۵/اپریل ۱۹۷۳ء کی درمیانی شب ایک بجکر ۳۵ منٹ پر اپنے خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئے۔ اگلے روز ۲۵/اپریل کو بعد نماز عصر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مقبرہ بہشتی کے وسیع وعریض میدان میں نماز جنازہ پڑھائی جس میں ربوہ اور بیرونجات (مثلاً لاہور، سرگودھا، لائل پور، شیخوپورہ، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، جھنگ، راولپنڈی) کے ہزارہا احمدی غیر معمولی کثرت کے ساتھ شامل ہوئے اور آپ کا جسد خاکی مقبرہ کے احاطہ خاص میں اشکبار آنکھوں اور نہایت غمزدہ مگر تقدیر الٰہی پر راضی قلوب کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا۔[155]

بزرگان سلسلہ کے تاثرات

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ:

''وہ رخصت ہوگئے۔ سب کے دل آج مع تمام جماعت ان کی جدائی سے مغموم ہیں۔ وہ خادم دین تھے اور ہر خدمت دل و جان سے بجالانے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند

فرمائے اوران کی اولادیں نیک خادم دین ہوں۔ان کو بشارتیں پہنچتی رہیں۔
مسیح موعودعلیہ السلام کا لنگرصرف درویشوں، مہمانوں کی روٹی والا لنگر نہیں بلکہ آپ کا روحانی لنگر اس سے بہت بڑھ کرتا قیامت وسیع سے وسیع تر ہوکر جاری رہے گا۔آپ کے خلیفہ اور خلیفہ کی قیادت میں روحانی لنگر اور آپ کے روحانی خزائن کو تقسیم کرنے والے تقسیم کرتے رہیں گے اور تمام عالم نور ہدایت سے مستفید ہوتا رہے گا۔اس روحانی لنگر کا بھی ایک خادم خاص ہمارا داؤد مرحوم تھا اور جسمانی لنگر کا بھی خدمت جلسہ سالانہ کی وجہ سے۔خدمت درویشاں میں بھی پیش پیش رہا۔ایک بہت مخلص اور مبارک وجود تھا جو ہم سے رخصت ہوکر اپنے مولا کے حضور میں سرخرو ہوکر حاضر ہو گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس دن تابوت اُٹھا، گھر آ کر تمام شب مجھے نیند نہیں آ سکی۔ ہر بات اس کی یاد آتی رہی اور اس کے لئے دعائیں نکلتی رہیں۔نیم خوابی میں بھی اور ہوشیار ہوکر بھی۔داؤد احمد مرحوم بھولنے کی چیز نہیں۔ مگر اب اس کی خدمات کے عوض ہمارا فرض دعا ہے صرف دعا، اور یہی اس کی خدمت ہے جو ہم اس کی اور ہر خادم دین مرحوم کی بجالا سکتے ہیں۔اسی حالت میں بغیر کسی غور وفکر کے دوشعر میری زبان پر یکے بعد دیگرے جاری ہوئے جو یہ ہیں ۔

خوبیاں بھر دی تھیں مولیٰ نے دلِ داؤد میں
خادمِ محمود پہنچا خدمتِ محمود میں
سونپا ہے تمہیں خالق و مالک کی اماں میں
سوئے ہو یہاں آنکھ کھلے باغ جناں میں ‘‘[156]

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

’’حضرت میر صاحب لندن میں قیام کے دوران کسی بھی کالج میں داخل نہ ہوئے تھے اور نہ باقاعدہ تعلیم حاصل کی بلکہ زبان کے سکولوں میں سے ایک سکول میں داخلہ لیا اور کچھ عرصہ پڑھتے رہے لیکن باقاعدگی سے نہیں۔

لندن میں مشن ہاؤس میں ہی قیام رہا اور آنزیری مبلّغ کے طور پر کام کرتے رہے اور ہر قسم کی مصروفیات میں حصہ لیتے۔عیدین کے موقعہ پر ہمارے ساتھ کاموں میں شریک ہوتے۔کھانا پکاتے دوسرے انتظامات کرتے۔اسی طرح صفائی میں بھی شامل ہوتے۔ساری ساری رات مہمانوں کی

خدمت میں گذار دیتے اور تھکتے نہ تھے۔ جمعہ کے دن بعض دوست مشن ہاؤس آتے تو ان سے مذہبی گفتگو میں حصہ لیتے اور گفتگو کو دلچسپ بنا دیتے۔ اتوار کے دن مشن کی طرف سے معزز عیسائیوں کو دعوت دی جاتی تو جو عیسائی مشن ہاؤس آتے ان سے مذہبی گفتگو کرتے، ان سے عیسائیت کے بارے میں سوال کرتے اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے مدلّل جواب دیتے جس سے ان کی تسلی کرواتے۔ اس کے علاوہ چند دوستوں کو ساتھ لے کر ہائیڈ پارک جو ایک عوامی سٹیج کی حیثیت رکھتا ہے چلے جاتے اور لوگوں سے گفتگو کرتے اور سوال و جواب کرتے اور ان تک جماعت کا اور اسلام کا پیغام پہنچاتے۔

پھر مصلح موعود سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جوں جوں حضور ذمہ داریاں زیادہ ڈالتے گئے ان کی محبت میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور عشق کی حد تک محبت کرنے لگے۔ بیماری میں ہم بچوں سے زیادہ خدمت کرنے کا موقع ملا۔ ہر وقت حضور کی خدمت میں مشغول رہتے۔

طبیعت میں مزاح بہت تھا۔ علمی اور ادبی دلچسپی تھی جب بھی کبھی ہم نے کسی مسئلہ پر علمی گفتگو کی اور اس میں اختلاف ہوا تو ان کی سند کو قدر کی نظر سے دیکھا گیا اور سند سے انکار کرتے وقت ڈرتے تھے۔ باقی ظاہری اختلاف ہوتا۔ بحث کرتے وقت اپنے مؤقف پر سختی سے ڈٹے رہتے اور منوانے کی کوشش کرتے اور دلائل دیتے اور دلائل کے ساتھ سند پیش کرتے اور ایسی بات کرنے سے دریغ کرتے جو بات کو کمزور کر دے۔ ان کے اس ثقہ پن کو دیکھ کر خلیفۃ المسیح نے آپ کو نائب صدر افتاء مقرر فرمایا۔

خوش گپیوں کی مجلس میں دلچسپی سے حصہ لیتے۔ حضور خلیفۃ المسیح الثانی کو بیماری کے دوران خوش رکھنے کے لئے لطائف سناتے اور بے تکلفی سے بات کرتے۔ بعض اوقات ہم بھائیوں سے بھی زیادہ آزادی اور بے تکلفی سے گفتگو کرتے۔ سنس آف ہیومر (Sense of Humour) بڑا تھا۔

ایک دفعہ سفر میں حضرت المصلح الموعود جب کام سے تھک گئے تو کتاب مانگی۔ میر صاحب نے ایک کتاب حضور کو دی۔ حضور نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس کو پسند فرمایا اور تعریف کی۔ یہ کتاب ایک انگریز مصنف کی تھی۔ علمی شوق کے ساتھ صرف خالی فلاسفر نہ تھے بلکہ ذہن اور خیال کھلا تھا۔ جب مطالعہ سے کوئی عمدہ تجویز ذہن میں آتی تو اس پر عمل کرواتے اور تجربہ کرتے اور دیکھتے۔ اس بات کی تصدیق جلسہ سالانہ کے مختلف تجارب سے ہوتی ہے اور یہ سب باتیں آپ کی سیرت پر شاہد ناطق ہیں''۔[157]

تالیفات:

ا۔لائحۃ الجامعۃ الاحمدیہ(۱۹۶۳ء)

۲۔حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام (اپنی تحریروں کی رو سے) ناشر جمیعۃ علمیہ جامعہ احمدیہ ربوہ طبع اوّل مئی ۱۹۶۵ء

۳۔نصاب الکلیۃ الاسلامیہ الاحمدیہ بالجامعۃ الاحمدیہ(۱۹۷۰ء)

اولاد:

ا۔امۃ المصور صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر مرزا مغفور احمد صاحب (حال امریکہ) ابن صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ۔۲۔سید قمر سلیمان احمد صاحب (حال وکیل وقف نو) ۳۔امۃ الواسع ندرت صاحبہ اہلیہ مرزا مظفر احمد صاحب ۴۔امۃ النصیر نصرت بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا غلام قادر شہید ابن مرزا مجید احمد صاحب

نائیجیریا میں تراجم قرآن مجید کی پہلی تاریخ ساز نمائش

اس سال لیگوس میں احمدیہ مشن نائیجیریا کے زیر انتظام قرآن مجید کے نسخوں اور تراجم کی پہلی تاریخ ساز نمائش کا انعقاد ہوا۔ یہ دس روزہ نمائش ۲۸/اپریل سے ۷مئی ۱۹۷۳ء تک جاری رہی اور وسیع اور ملک گیر اثرات کی حامل ثابت ہوئی۔نمائش کی تفصیلات مکرم عبدالمجید صاحب سیالکوٹی مربی سلسلہ احمدیہ کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’گذشتہ سال احمدیہ مشن نائیجیریا کے باقاعدہ قیام کے پچاس سال مکمل ہونے کی بناء پر گولڈن جوبلی منانے کے لئے جن تقاریب کا اعلان کیا گیا تھا ان میں علاوہ دیگر پروگراموں کے اس بات کا بھی فیصلہ کیا گیا کہ قرآن کریم کے نسخوں اور تراجم کی ایک نمائش منعقد کی جائے جس میں دنیا کی متفرق زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور مختلف اسلامی ممالک میں شائع کردہ قرآن کریم کی خوبصورت کاپیوں کا مظاہرہ کیا جائے۔نمائش کی تیاری کے ضمن میں متعلقہ مواد اکٹھا کرنے کے لئے متفرق ممالک کے سفارتخانوں سے ان کے ممالک کی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم حاصل کرنے کے لئے رابطہ قائم کیا گیا نیز مختلف ممالک میں قائم احمدیہ مشنوں سے بھی ان کے تراجم حاصل کرنے کے لئے درخواست کی گئی چنانچہ متعدد سفارت خانوں، جماعت احمدیہ کے مشنوں اور تبشیر کے تعاون سے ایک عرصہ کی کوشش کے بعد بالآخر اس قدر معقول مقدار قرآن کریم کے نسخوں اور تراجم کی جمع ہوگئی

جس کی موقع کی اہمیت اور پبلک کے مزاج کے مطابق نمائش کی جا سکے۔

نمائش کے انعقاد کے لئے شہر میں واقع سنٹرل لائبریری میں ایک وسیع ہال کا انتخاب کیا گیا۔ چیف لائبریرین نے اس سلسلہ میں مشن سے پورا پورا تعاون کرتے ہوئے ایک ہفتہ کے لئے ہال بغیر کسی معاوضہ کے مہیا کیا۔ نمائش کے افتتاح کے لئے ملک کی ایک نامور مسلمان شخصیت الحاجی ڈاکٹر بیوباکو جو لیگوس یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہ چکے ہیں اور اب (Antiques Commission) کے چیئرمین ہیں، سے درخواست کی گئی۔ نیز متفرق ممالک کے سفراء، مساجد کے آئمہ اور دیگر اہم شخصیات کو مدعو کیا گیا۔ افتتاحی تقریب کا اہتمام سنٹرل لائبریری ہی کے ایک ہال (Entrance Hall) میں ہوا جہاں تقریب کے انعقاد کے لئے لائبریری کی انتظامیہ نے ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی۔ اس موقع پر لاؤڈ سپیکر کا انتظام بھی موجود تھا۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے پبلک نے ذوق وشوق کا مظاہرہ کرتے ہوئے کثرت سے افتتاحی تقریب میں شمولیت کی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ معزز مہمان کے علاوہ انگلستان، شام اور پاکستان کے سفراء اور انڈونیشیا کے سفیر کے نمائندہ اس تقریب میں شامل ہوئے۔ نیز ہائیکورٹ کے جج، یونیورسٹی کے پروفیسر اور دیگر معزز شخصیات نے بھی اس میں شمولیت کی۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد برادرم وزیری عبدو نے معزز مہمان الحاجی ڈاکٹر بیوباکو صدرِ مجلس کا تعارف کرایا۔

معزز مہمان کے تعارف کے بعد مکرم مولانا محمد اجمل صاحب شاہد امیر جماعت احمدیہ نائیجیریا نے افتتاحی ایڈریس پڑھا جس میں انہوں نے نمائش کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ یہ اپنی طرز کی پہلی نمائش ہے جس کا مقصد پبلک کو دنیا میں قرآن مجید کی اشاعت کے سلسلہ میں جو عظیم الشان کام ہوا ہے اس سے متعارف کرانا ہے۔

معزز مہمان الحاج ڈاکٹر بیوباکو نے اپنی صدارتی تقریر میں قرآن کریم کی خدمت کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی مساعی کو سراہا۔ آپ نے کہا کہ دنیا کی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرنا ایک عظیم چیلنج ہے جس کے لئے جماعت احمدیہ ایک عظیم کام کر رہی ہے۔

صدارتی خطاب کے بعد الحاجی ڈاکٹر بیوباکو نے فیتہ کاٹ کر نمائش کا رسمی افتتاح کیا۔ بعد ازاں مکرم امیر صاحب نے معزز مہمان اور سفراء و منتخب شخصیات کو نمائش کے مختلف حصے دکھائے اور متفرق تراجم کا تعارف کرایا۔ نمائش میں قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم، خوبصورت قطعات اور

قرآن مجید کی بعض آیات کی فنکارانہ تحریریں معزز مہمانوں کے لئے بہت دلچسپی کا باعث ہوئیں اور آخر میں انہوں نے اپنے تاثرات کونہایت ہی جامع الفاظ میں یوں ثبت فرمایا ’’یہ نمائش ازحد روح پرور ہےاورسب ستائش کے لائق خداتعالیٰ کی ذات ہے‘‘۔سفیرِ پاکستان مکرم ظفرالاسلام صاحب نے نمائش کی ازحدتعریف فرمائی اوراسےایک نہایت ہی قابل قدراور قابل تعریف کوشش قراردیا۔

یہ نمائش مسلسل ایک ہفتہ تک جاری رہی اور شائقین کی توجہ کا مرکز بنی رہی۔دیکھنے والوں کی کثرت کی وجہ سے عموماً ہجوم کی کیفیت رہتی۔مقررکردہ گائیڈ نمائش کے مختلف حصوں کی وضاحت کرتے اورسوالات کا جواب بھی دیتے۔خدا کے فضل سے اسلام اوراحمدیت کی تبلیغ کے لئے نہایت اعلیٰ ذریعہ ثابت ہوئی۔

اختتامی اجلاس:۔

قرآن مجید کےمتعلق مسلموں اورغیرمسلموں کی دلچسپی اورمعلومات حاصل کرنے کی خواہش کے پیش نظراس امر کا فیصلہ کیا گیا کہ نمائش مزید ایک دن کے لئے بڑھادی جائے اوراس آخری روز قرآن مجید کےمتعلق ایک سمپوزیم نمائش کے ہال ہی میں منعقد کیا جائے جس میں قرآن مجید کےمتعلق ضروری معلومات اورخصوصیات بیان کی جائیں چنانچہ ۷رمئی کو پانچ بجے شام اس تقریب کا اعلان کر دیا گیا۔ریڈیو سے یہ اعلان متعدد مرتبہ نشر ہوا۔

اس اجلاس کی صدارت کے لئے آنریبل جسٹس فتائی ولیمز جج فیڈرل سپریم کورٹ سے درخواست کی گئی جنہوں نے اسے نہایت بشاشت سے قبول فرمایا۔ چنانچہ لائبریری کے ہال میں باقاعدہ اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ جناب جسٹس صاحب وقتِ مقررہ سےقبل تشریف لائے اور نمائش کا معائنہ کیا۔اس کے بعد تلاوتِ قرآن پاک سےتقریب کا آغاز ہوا۔بعدازاں جسٹس ایس۔ اے بکری نےمعزز مہمان کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ ان کا خاندانی طور پراحمدیہ جماعت سےتعلق ہے نیز ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سےانہیں قرآن مجید سے ایک خاص تعلق ہے جسےانہوں نے ہر معاملہ میں اپنا ہادی بنا رکھا ہے نیز ان کی شخصیت اُن تمام مسلمانوں میں جو ہائی کورٹ کے زیریں و بالا بنچوں پرمتعین ہیں بلندتر ہیں۔ کیونکہ آپ فیڈرل سپریم کورٹ جو ملک کی بلندترین عدالت ہے کے ایک جج ہیں۔آنریبل جسٹس نے اس تعارف کی جوابی تقریر میں کہا کہ مَیں ان تمام تعریفی کلمات کا مشکور ہوں۔انہوں نے کہا کہ مَیں احمدیہ مشن کے لئے کوئی اجنبی نہیں ہوں کیونکہ وہ شخص جس کے طفیل

مَیں نے آج یہ سب کچھ پایا ہے جو میرا ابتداء سے مددگار رہا، جس سے مَیں نے اپنی تعلیم حاصل کی جس نے مجھے صحیح احساسِ ذمہ داری عطا کیا وہ جماعت احمدیہ کے ایک ممبر (چیئرمین آف لیگوس سرکٹ) الفابالوگن ہیں۔

ابتدائی صدارتی خطاب کے بعد مکرم امیر صاحب نے معزز مہمان کو قرآن کریم انگریزی اور چند اسلامی کتب کا تحفہ پیش کیا نیز اسی موقع پر انہوں نے لائبریری کی انتظامیہ کو قرآن کریم انگریزی تفسیر اور اسلامی کتب کا ایک سیٹ پیش کیا۔ اس لائبریری میں اسلامی کتب کے لئے عطیہ نہایت ہی قابل قدر اضافہ کا باعث ہوگا کیونکہ لائبریری میں برائے نام اسلام پر چند کتب موجود ہیں۔

بعدازاں تین مقررین الفا۔ ایس۔ بی گیوا۔ معلم وزیری عبدو اور الحاجی عبدالسلام اولاٹونڈے نے قرآن کریم کے بارہ میں تین موضوعات یعنی ''قرآن کریم اور موجودہ سائنسی انکشافات''۔ ''قرآن کریم کی خصوصیات'' اور ''قرآن کریم کی پیشگوئیاں'' کے موضوعات پر بالترتیب تقاریر کیں۔ تقاریر کا پروگرام پبلک دلچسپی کا باعث ہوا اور تقاریر کے دوران ہال پوری طرح سامعین سے بھر گیا خصوصاً الحاجی عبدالسلام اولاٹونڈے جو ایک مشہور اور مقبول مقرر ہیں کی تقریر لوگوں کے لئے بہت دلچسپی کا باعث بنی۔

آخر میں جنابِ صدر جسٹس فتائی ولیمز نے اپنی صدارتی تقریر میں قرآن کریم کی خوبیوں کا ذکر فرمایا۔ قرآن کریم کی تعلیمات کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرآن کریم میں وہ قوت ہے کہ جو ہر زمانہ میں پیدا شدہ اخلاقی و روحانی کمزوریوں کا علاج کرتی ہے اور اس کے اثمار ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔

جنابِ صدر کی تقریر کے بعد الفا۔ ایس۔ بی گیوا نے معزز مہمان مقررین اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں مکرم امیر صاحب نے اجتماعی دعا کرائی اور یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔'' [158]

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد جماعت احمدیہ کے خلاف

بھٹو حکومت سے آئین میں مسلم کی من مانی تعریف منوانے کے معاً بعد احمدیت کے مخالف علماء نے آزاد کشمیر اسمبلی کی طرف رخ کیا۔ چنانچہ اِدھر ہفتہ جشن ختم ہوا اُدھر ۳۰ راپریل ۱۹۷۳ء کی صبح کو پاکستان کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ آزاد کشمیر اسمبلی نے ۲۹ راپریل کو ایک قرارداد متفقہ طور پر

منظور کی ہے جس کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے اور آزاد کشمیر میں احمدی عقائد کی تبلیغ پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ یہ خبر پاکستانی صحافت نے شائع کی تو ہندوستان کے اخبارات نے بھی اس کو خوب اچھالا اور احمدیت کے دشمن عناصر نے تو جن میں جماعت اسلامی اور مجلس تحفظ ختم نبوت وغیرہ پیش پیش تھے عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر کو مبارکباد دی اور حکومت پاکستان پر بھی دباؤ ڈالا کہ اسے بھی اس جرأت مندانہ اقدام کی تقلید کرتے ہوئے احمدیوں کو فی الفور غیر مسلم اقلیت قرار دے دینا چاہیے۔ یہ قرارداد آزاد کشمیر اسمبلی کے ایک رکن میجر محمد ایوب نے پیش کی تھی اور اس اسمبلی کا اجلاس میرپور آزاد کشمیر میں ہوا تھا۔[159]

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہندوستانی پریس نے خاص اہتمام اور طمطراق کے ساتھ اس خبر کو شائع کیا اور ملک بھر میں پھیلایا۔ ذیل میں بھارت میں چھپنے والی خبروں کے چند نمونے سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں:۔

ا۔ ’’راولپنڈی۔۳۰/اپریل۔ پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں لیجسلیٹو اسمبلی نے اتفاق رائے سے اعلان کیا ہے کہ آزاد کشمیر میں رہنے والا احمدی فرقہ ایک غیر مسلم اقلیت ہے اور اس نے احمدی فرقہ کے عقیدہ کی تبلیغ کی ممانعت کر دی ہے۔ اسمبلی نے ایک پرستاؤ پاس کیا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ تمام احمدی بطور غیر مسلم اقلیت اپنے نام درج کرائیں۔ اور اسی حیثیت میں زندگی کے مختلف شعبوں میں نمائندگی حاصل کریں۔ پہلے جب احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی مانگ کی گئی تھی تو میاں ممتاز دولتانہ کی جو اَب برطانیہ میں پاکستان کے ہائی کمشنر ہیں، گورنمنٹ کو اُلٹ دیا گیا تھا اور انجام کار مارچ ۱۹۵۳ء میں وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کی کیبنٹ الٹ دی گئی۔ سارے پنجاب میں خونریز فسادات ہوئے تھے۔ جنہیں فرو کرنے کے لئے فوج بلانی پڑی تھی اور مارشل لاء نافذ کرنا پڑا تھا۔ آزاد کشمیر کی اسمبلی نے جو پرستاؤ پاس کیا ہے اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ احمدیوں کو سکول میں تیسری جماعت سے دسویں جماعت تک عربی پڑھنی ہوگی اور سرکاری ملازمت حاصل کرنے کے لئے کم از کم ہائی سکول ڈپلومہ پیش کرنا ہوگا۔ ۷۵ء کے بعد سرکاری ملازمت کے امیدواروں کے لئے لازم ہوگا کہ وہ قرآن کا ایک سیپارہ حفظ کریں۔ احمدیوں کے مخالفوں کا کہنا ہے کہ احمدی حضرت محمد کو آخری پیغمبر نہیں مانتے بلکہ مرزا غلام احمد کو جو ہندوستانی پنجاب کے گاؤں قادیان میں ۱۳/فروری ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوئے تھے، پیغمبر مانتے ہیں‘‘۔

۲۔’’راولپنڈی ۳۰/اپریل۔کشمیر کے پاکستانی مقبوضہ علاقے میں رہنے والے احمدی فرقہ کوغیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے۔نام نہاد آزاد کشمیر اسمبلی نے کل متفقہ طور پر ایک پرستاؤ منظور کیا جس میں یہ فیصلہ کرنے کے ساتھ ساتھ احمدی فرقے سے مذہبی تبلیغ کا حق بھی چھین لیا گیا۔اس فرقہ کے لوگوں کو آئندہ غیر مسلم اقلیت کے طور پر مختلف شعبوں میں کام کرنے کے لئے سرکار کے پاس اپنے نام درج کروانے ہوں گے۔اس سے پیشتر احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی کوششیں ہو چکی ہیں۔ پنجاب کے وزیراعلیٰ میاں ممتاز دولتانہ کو اس سلسلے میں گدی سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔اس کے بعد مارچ ۱۹۵۳ء میں خواجہ ناظم الدین کو بھی وزیراعظم کا یہ عہدہ اسی سلسلے میں چھوڑنا پڑا۔اُن دنوں صورت حالات اس قدر بگڑ گئی تھی کہ پنجاب میں دنگے اور فسادوں پر قابو پانے کے لئے فوج کو بلانا اور مارشل لاء نافذ کرنا پڑا تھا۔حالیہ سرکاری فیصلے کے بموجب احمدی فرقہ کے بچوں کو تیسری سے دسویں جماعت تک سکولوں میں عربی زبان سیکھنی پڑے گی اور سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے کے لئے انہیں کم سے کم ہائی سکول ڈپلومہ لینا ہو گا۔۱۹۷۵ء کے بعد صرف اُن ہی احمدی امیدواروں کو سرکاری ملازمت مل سکے گی جو حافظ قرآن ہوں گے۔

احمدیوں کے مخالف لوگوں کا کہنا ہے کہ احمدی فرقہ حضرت محمدؐ کو آخری پیغمبر نہیں سمجھتا اس کی بجائے یہ لوگ اپنا پیغمبر محمد مرزا غلام کو سمجھتے ہیں جو ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو قادیان میں پیدا ہوئے تھے۔یہ گاؤں اب بھارتی علاقہ پنجاب میں ہے‘‘۔[160]

آزاد کشمیر اسمبلی کو رابطہ عالم اسلامی کی مبارکباد

محمد صالح قزاز سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے درج ذیل بیان جاری ہوا:۔

عالمی اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں نے اس متفقہ قرارداد کی خبر شائع کی ہے جسے کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے پاس کیا ہے اور جس میں قادیانیوں کو (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) غیر مسلم قرار دیا ہے۔

’’رابطہ عالم اسلامی‘‘ اس دانشمندانہ فیصلے کی حمایت کرتا ہے جسے آزاد کشمیر کی حکومت نے سردار عبدالقیوم کی سربراہی میں صادر کیا ہے۔رابطہ عالم اسلامی، صدر آزاد کشمیر اور قانون ساز اسمبلی کے ارکان کو اس تاریخی قرارداد پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔

رابطہ، اسلامی ممالک کو دعوت دیتا ہے کہ وہ بھی آگے بڑھیں اور اس قسم کا مبارک قدم اٹھائیں اور اس گمراہ فرقہ کا قلع قمع کریں اور اسے یہ موقع نہ دیں کہ وہ اپنے باطل اور گمراہ کن عقائد کو مسلمانوں کے اندر پھیلا سکیں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہی صحیح راستے کی راہنمائی کرنے والا ہے''۔

اس کے ساتھ ہی رابطہ عالم اسلامی کے ترجمان ہفتہ وار اخبار ''العالم الاسلامی'' مکہ مکرمہ میں جناب صالح قزاز کی طرف سے بیان شائع ہوا جس کا ترجمہ کراچی کے اخبارات نے شائع کیا۔

اسی طرح مکہ مکرمہ کے با اثر روزنامہ ''الندوہ'' نے احمدیوں کے بارے میں سعودی اور دیگر اسلامی ممالک کے ممتاز اور مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا۔ اس بیان پر نائیجیریا کے الشیخ السید امین کبتی، الشیخ حسن مشاط، الشیخ محمد نور سیف، الشیخ حسنین المخلوف سابق مفتی مصر، الشیخ ابوبکر جرمی، سعودی عرب کے الشیخ محمد علوی المالکی، الشیخ اسماعیل زین، الشیخ محمد ندیم الطرازی اور الشیخ عبداللہ بن سعد شامل تھے۔[161]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا بصیرت افروز خطبہ

اس نہایت نازک موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جماعت احمدیہ کی راہنمائی اور اصل حقیقت حال کی وضاحت کے لئے ۴رمئی ۱۹۷۳ء کو ایک نہایت پُر جلال اور پُر شوکت خطبہ ارشاد فرمایا جس میں واشگاف لفظوں میں بتایا کہ جماعت احمدیہ ایمان کے ان سب تقاضوں کو پورا کرتی ہے جو خدا نے ایک مسلمان کے لئے ضروری قرار دیئے ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی نا سمجھ اسے غیر مسلم قرار دیتا ہے تو وہ گویا خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے کہ احمدیت کے ذریعہ دنیا میں اسلام کا عالمگیر غلبہ ہو۔ دنیا کی کوئی طاقت اس خدائی فیصلہ کو ناکام نہیں بنا سکتی۔ جس پر ہمارا بھروسہ ہے وہ کبھی بے وفائی نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔ اس بصیرت افروز خطبہ کے بعض اہم اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

حضور انور نے سب سے پہلے اس خبر کے غلط رنگ میں شائع ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ''یہ خبر فی ذاتہٖ جھوٹی ہے۔ اس شکل میں کوئی قرارداد پاس نہیں ہوئی، جس شکل میں پاس ہوئی ہے اُس کی طرف میں ابھی آؤں گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اخبارات جن کا وزارتِ اطلاعات ونشریات سے بڑا گہرا تعلق ہے، ان اخباروں نے

اس جھوٹی خبر کو نمایاں طور پر کیوں شائع کیا؟ اس کی ذمہ داری یا تو کسی افسر پر عائد ہوتی ہے جو اس وزارت سے تعلق رکھتا ہے اور یا انہی اخباروں پر ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو بھی جھوٹ بول دیں، اُن سے جواب طلبی کرنے والا کوئی نہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ انسان جب خود کو انسان کے محاسبہ سے محفوظ پاتا ہے تو اگر خدا چاہے تو آسمانوں سے ایسے لوگوں کا اور ایسے گروہوں کا محاسبہ کیا جاتا ہے۔‘‘

حضور انور نے اسمبلی کی کارروائی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

’’پھر ہم نے پتہ لیا کہ یہ اسمبلی کا کیا قصہ ہے اور میر پور کے اجلاس میں کون کون شامل ہوا۔ یہ کتنی بڑی اسمبلی ہے کیونکہ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ملکوں کی طرح یہ بھی کوئی اچھی خاصی اسمبلی ہے جس نے قرارداد پاس کی ہے۔ چنانچہ ہمیں یہ پتہ لگا کہ آزاد کشمیر کی اسمبلی کُل ۲۵ نمائندوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ۱۱ نمائندوں نے جو حکومت آزاد کشمیر کے مخالف ہیں بائیکاٹ کر رکھا ہے اور وہ اس اجلاس میں شامل ہی نہیں تھے۔ باقی ۱۴ رہ جاتے ہیں۔ ان میں سے بھی بعض غیر حاضر تھے، ابھی پوری تحقیق نہیں ہوسکی۔ ایک اطلاع کے مطابق اس اجلاس میں (جس میں قرارداد پاس کی گئی) ۹ نمائندے حصہ لے رہے تھے۔ اب ۹ نمائندوں کی پاس کردہ سفارش پر لوگوں کا شور مچا دینا کہ آزاد کشمیر کی اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد پاس کر دی ہے فتنہ انگیزی نہیں تو اور کیا ہے۔

بعض کے نزدیک ۱۲ نمائندے اجلاس میں شریک تھے۔ جو نمائندے اجلاس میں شامل تھے، ان میں سے بعض وہ بھی تھے جنہوں نے احمدیوں سے کہا کہ وہ تو اس قرارداد سے بالکل متفق نہیں۔ وہ تو اس قرارداد کے پاس کرنے میں شامل نہیں ہوئے۔ اگر انہوں نے سچ بولا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ قرارداد سامنے آئی، تو وہ ہال میں سے نکل کر باہر چلے گئے ہوں گے۔ اسی وجہ سے بعض کے نزدیک ۹ اور بعض کے نزدیک ۱۲ آدمی قرارداد پاس کرنے والے تھے۔ جنہیں آزاد کشمیر کی حکومت کی اسمبلی قرار دے کر ہمارے ملک پاکستان میں شور مچانے والوں نے شور مچا دیا۔ یہ اس اسمبلی کی اصلیت ہے۔ اگر ۹ یا ۱۲؍ اشخاص اس قسم کی کوئی قرارداد پاس کر

دیں تو اول تو ہمیں امید ہے کہ یہ قرارداد منظور نہیں کی جائے گی کیونکہ ہمارے ملک میں (اور خود آزاد کشمیر میں بھی) کہیں نہ کہیں تو عقل و فراست موجود ہے گو بعض جگہوں پر ہمیں اس کا فقدان بھی نظر آتا ہے لیکن کُلّی فقدان تو نہیں بڑے سمجھدار لوگ بھی ہیں۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مزید فرمایا:۔

''ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ ایک مومن کو اپنے ایمان کے لئے سیاست کی سند یا ظاہری علمِ دینی کے فتوے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ اس کے مسلمان بننے یا رہنے کیلئے کسی بادشاہ کی سند یا کسی بڑے مفتی کے فتوے کی ضرورت ہے تو میرے نزدیک اس کا ایمان ایمان نہیں ہے اگر فتوے کی ضرورت نہیں ہے اور یقیناً ضرورت نہیں ہے تو پھر یہ فتوے ایک لایعنی چیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو ہر چیز ہے جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے فتوے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت ہمیں بتاتی ہے کہ ایسے فتوے اس کے حضور قابل قبول نہیں۔ غرض ہمارے خلاف دیئے جانے والے فتووں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔''

حضور انور نے ۵۳ء کے فسادات کا حوالہ دے کر جماعت احمدیہ کو مرعوب کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میں آج ان لوگوں کو جو ۵۳ء کی باتیں شروع کر دیتے ہیں ان لاکھوں احمدیوں کے متعلق ایک حقیقت بتا دینا چاہتا ہوں تا کہ ہم پر یہ الزام نہ رہے کہ ہمیں حقیقتِ حیاتِ احمدی سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ میں ایسے لوگوں کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں **''کہیں تم دھوکے میں نہ رہو۔ میں تمہیں یہ حقیقت بتا دیتا ہوں کہ جس قدر پیار تمہیں اس ورلی زندگی کے ساتھ اور اس دنیا کے عیش و عشرت کے ساتھ ہے مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر پیار احمدی مسلمان کو موت کے ساتھ ہے''**۔ یہ الفاظ حقیقت پر مبنی اور بڑے پیارے الفاظ ہیں۔ یہ ہمارے دل کی آواز ہیں۔ پس انہی الفاظ میں مَیں آج ان لوگوں کو جو ۵۳ء کی آڑ میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں عاجزانہ طور پر سمجھانے کی کوشش کرتا

ہوں کہ کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ جماعت احمدیہ کے وہ لاکھوں بالغ افراد جو پاکستان کے باشندے ہیں (یہی حال ملک ملک بسنے والے احمدیوں کا ہے مگر اس وقت مَیں پاکستانی احمدیوں کا ذکر کر رہا ہوں) ان کو خدا کی راہ میں موت سے ایسا ہی پیار ہے جیسا کہ ایک عاشق اپنے معشوق پر مستانہ وار قربان ہونے کو تیار کھڑا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ان جان نثاروں کو موت سے جو پیار ہے وہ اُس پیار سے کہیں زیادہ ہے جتنا تمہیں اس دنیا کی زندگی اور اس کے عیش و عشرت اور آرام و آسایش سے پیار ہے لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ پیار سے میرے بندوں کے دل جیتو۔ اس لئے جب ہم تمہارے نعروں اور تمہاری گالیوں کے مقابلہ میں غصہ میں نہیں آتے تو یہ ہماری کمزوری کی دلیل نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کے حکم کی پیروی اور اس کی خاطر عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنے کی دلیل ہے۔‘‘

حضور انور نے مزید فرمایا:۔

’’دوست مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان حالات میں ہم کیا کریں؟ مَیں آپ سے کہوں گا پہلے سے زیادہ دعائیں کریں۔ آپ پوچھتے ہیں کہ ان حالات میں ہم کیا کریں میں کہوں گا کہ جس خدا پر تم نے بھروسہ کیا ہے وہ قادر و توانا خدا ہے۔ اس نے تمہاری اسّی سالہ زندگی میں کبھی بیوفائی نہیں کی۔ اب بھی بیوفائی نہیں کرے گا کیونکہ وہ سچے وعدوں والا ہے۔ تم اس کے وفادار بندے بنے رہو اور اپنی زندگی کے ہر لحمہ یہ ثابت کرتے رہو کہ تم اس کے وفادار بندے ہو پھر تم دیکھو گے کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سایہ میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ گے۔ دنیا کی کوئی طاقت خدا تعالیٰ کے منشاء کو ناکام نہیں کر سکتی۔ خدا نے احمدیت کے ذریعہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ آسمانوں پر خدا کا یہ فیصلہ ہے اور زمین پر جاری ہو چکا ہے جماعت احمدیہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار ساری دنیا پر غالب آئے گا خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے جس طرح ہم دیکھتے ہیں اسی طرح دنیا کے تمام ممالک اور اقوام بھی دیکھیں گی۔ خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے یہ تو ضرور پورا ہوگا البتہ جماعت احمدیہ کو قربانیاں دینی پڑیں گی بعض افراد کو شاید جان کی قربانی دینی

پڑے، بعض کو مال کی قربانی دینی پڑے یہ تو ضرور ہوگا لیکن جس مقصد کے لئے
جماعت کو پیدا کیا گیا ہے اس مقصد میں انشاء اللہ ناکامی نہیں ہوگی‘‘۔[162]

روزنامہ’’جنگ‘‘کراچی میں خطبہ جمعہ کا خلاصہ

روزنامہ جنگ کراچی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ حسب ذیل خبر کی صورت میں شائع کیا۔

’’آزاد کشمیر میں احمدیوں پر کوئی پابندی نہیں۔امام جماعت احمدیہ حافظ مرزا ناصر احمد کا بیان‘‘

’’کراچی ۲۵ رمئی:۔امام جماعت احمدیہ حافظ مرزا ناصر احمد نے گذشتہ روز ربوہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر کا ذکر کیا کہ آزاد کشمیر کی اسمبلی نے متفقہ طور پر احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ جس شکل اور جس رنگ میں یہ خبر اکثر اخبارات میں شائع کرائی گئی ہے وہ سراسر غلط اور جھوٹی ہے۔اس شکل میں نہ یہ تجویز بطور فیصلہ پاس ہوئی ہے اور نہ ہی آزاد کشمیر میں احمدیوں پر کوئی پابندی عائد کی گئی ہے۔انہوں نے کہا کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے آزاد کشمیر کی اسمبلی صرف پچیس ممبروں پر مشتمل ہے گیارہ ممبر حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ اس اجلاس میں جس کا اخبارات میں ذکر آیا ہے سرے سے شامل ہی نہیں ہوئے۔باقی ممبران میں سے بھی بعض غیر حاضر تھے۔اجلاس میں جو کچھ کہا گیا وہ بھی بطور فیصلہ نہیں بلکہ بطور سفارش کہا گیا ہے۔امام جماعت احمدیہ نے کہا کہ کسی کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فتاویٰ دینا انسان کا کام ہی نہیں ہے۔انہوں نے امید ظاہر کی کہ عقل وشعور رکھنے والے لوگ ایسی سفارش ہرگز منظور نہیں ہونے دیں گے جو پاکستان کی سالمیت اور اتحاد کو سخت نقصان پہنچانے والی ہے اور جس سے ملک کی دنیا بھر میں سخت بدنامی ہوگی‘‘۔[163]

روزنامہ’’الجمعیت‘‘صوبہ سرحد

’’پشاور ۳۱ رمئی (پریس ریلیز) امام جماعت احمدیہ حافظ مرزا ناصر احمد نے گذشتہ روز ربوہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر کا ذکر کیا کہ آزاد کشمیر کی اسمبلی نے متفقہ طور پر احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ جس شکل اور جس رنگ میں یہ خبر اکثر اخبارات میں شائع کرائی گئی وہ سراسر غلط اور جھوٹی ہے۔اس شکل میں نہ یہ

تجویز بطور فیصلہ پاس ہوئی ہے اور نہ ہی آزاد کشمیر میں احمدیوں پر کوئی پابندی عائد کی گئی ہے۔انہوں نے کہا کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے آزاد کشمیر کی اسمبلی صرف ۲۵ ممبروں پر مشتمل ہے۔ گیارہ ممبر حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ اس اجلاس میں جس کا اخبارات میں ذکر آیا ہے سرے سے شامل ہی نہیں ہوئے۔ باقی ممبران میں سے بھی بعض غیر حاضر تھے۔ اجلاس میں جو کچھ کہا گیا وہ بھی بطور فیصلہ نہیں بلکہ بطور سفارش کہا گیا ہے۔امام جماعت احمدیہ نے کہا کہ کسی کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فتویٰ دینا انسان کا کام ہی نہیں ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ عقل وشعور رکھنے والے لوگ ایسی سفارش ہرگز منظور نہیں ہونے دیں گے جو پاکستان کی سالمیت اور اتحاد کو سخت نقصان پہنچانے والی ہے اور جس سے ملک کی دنیا بھر میں سخت بدنامی ہوگی۔

مندرجہ بالا بیان امام جماعت احمدیہ کو شعبہ نشر واشاعت پشاور نے مقامی اخبارات میں شائع ہونے کے لئے ارسال کیا ہے تا کہ مقامی اخبارات کے ذریعہ اس خبر کی اصلیت کا پتہ چل سکے‘‘۔ [164]

امیر جماعتہائے احمدیہ آزاد کشمیر کی پریس ریلیز

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے اس بصیرت افروز خطبہ کے بعد جناب محمد منظور احمد صاحب ایڈووکیٹ کوٹلی امیر جماعتہائے احمدیہ آزاد کشمیر نے ایک مفصل پریس ریلیز جاری کیا جس میں تحریک آزادی کشمیر پر روشنی ڈالی اور قبل از تقسیم ہندوستان میں کی گئیں جماعت احمدیہ کی کوششوں کا تذکرہ کیا گیا۔ جس کا مفصل ذکر پمفلٹ ’’آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد‘‘ میں درج ہے۔ [165]

قرارداد کے خلاف صاحبِ بصیرت کشمیری زعماء اور دانشوروں کا شدید ردّ عمل

آزاد کشمیر اسمبلی کی اس قرارداد کا ردّ عمل اہل کشمیر کے صاحب بصیرت اور باشعور حلقوں میں شدید رنگ میں رونما ہوا اور چوٹی کے کشمیری صحافیوں اور رہنماؤں نے اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔

ا۔ بزرگ کشمیری صحافی اور ہفت روزہ ’’انصاف‘‘ راولپنڈی کے مدیر جناب میر عبدالعزیز صاحب نے لکھا:۔

’’لیجئے۔ آزاد کشمیر کی اسمبلی نے بیٹھے بٹھائے ایک اور پٹاخہ سر کیا ہے۔ وہ یہ کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ ان کی الگ رجسٹریشن ہوگی اور احمدیت کی تبلیغ آزاد کشمیر میں قانوناً ممنوع قرار دی

ہے‘‘۔احمدیت کا لفظ ہم نے ویسے ہی لکھا ہے جیسے دوسرے اخباروں نے مثلاً پاکستان ٹائمز وغیرہ نے ورنہ اسمبلی نے جو قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی ہے اس میں مرزائی اور مرزائیت کے لفظ استعمال ہوئے ہیں۔آزاد کشمیر اسمبلی کے بل صدر آزاد کشمیر کی توثیق کے بعد ایکٹ بن جاتے ہیں اور ان کے حکم کے بعد ان ایکٹوں پر ایکٹ کیا جاتا ہے یعنی عمل کیا جاتا ہے۔

یہ تجویز سرکاری جماعت مسلم کانفرنس کے ممبر میجر ایوب صاحب نے اسمبلی میں پیش کی۔مسلم کانفرنس والے پاکستان کے ساتھ الحاق کے غم میں ۲۵ سال سے دُبلے ہو رہے ہیں۔ان سے یہ نہ ہو سکا کہ اپنے ملجا و ماویٰ اور امیدوں کے مرکز پاکستان سے ہی اس مسئلے کے بیچ مشورہ حاصل کرتے۔ پاکستان کے آئین میں اس قسم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔البتہ صدر مملکت کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو۔‘‘[166]

۲۔راولاکوٹ آزاد کشمیر کے ہفت روزہ ’’سرفروش‘‘ نے جناب مضراب پونچھی صاحب کے قلم سے آزاد کشمیر اسمبلی اور احمدیہ قرارداد کے زیر عنوان حسب ذیل نوٹ شائع کیا۔

’’آزاد کشمیر اسمبلی نے اپنے حالیہ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے مرزائیوں کو اقلیت قرار دیتے ہوئے انہیں غیر مسلم ہونے کی حیثیت میں اپنے نام رجسٹر کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔اس قرارداد کے پاس ہونے اور پریس میں تفصیلات آنے سے عوامی حلقوں میں مختلف قسم کی آراء کا اظہار کیا گیا۔ جماعت اسلامی اور اس کے ہمنوا لوگوں نے اس قرارداد اسمبلی کے اراکین کو ہی نہیں بلکہ صدر آزاد کشمیر کو بھی مبارکباد دینی شروع کر دی۔اور کئی جگہوں پر ان کے گلے میں پھولوں کے ہار بھی پہنائے گئے۔ سردار عبدالقیوم خان ایک خالص مذہبی انسان ہونے کی حیثیت سے مبارکباد قبول کرتے چلے آرہے ہیں اور اس قرارداد کی (منظوری) اسمبلی کی کامیابی نہیں بلکہ اس کا سہرا سردار قیوم کے سر پر رکھا جا رہا ہے۔حالانکہ جہاں تک قرارداد کا تعلق ہے اسمبلی کی کارروائی قابل توثیق ہوتی ہے اور جب تک اس کی توثیق نہ ہو اس کا نفاذ نہیں ہوتا۔

اس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے آزاد کشمیر اسمبلی کے اراکین اور صدر آزاد کشمیر کی توجہ اس جانب مبذول کرانا ضروری ہے کہ کون کون سے لوگوں کو اقلیت قرار دیا جاتا ہے۔ایک اقلیت تو وہ ہے جو غیر مسلم ہیں اور اپنے آپ کو پاکستان و آزاد کشمیر کی اقلیت تصور کرتے ہیں۔ان کے علاوہ ’’کلمہ گو‘‘ مسلمان ہیں جنہیں آپ اکثریت والے دوسروں کو اقلیت گردانتے ہیں۔اگر آج آپ مرزائیوں کو

اقلیت قرار دیتے ہیں تو کل ایک اور اسمبلی آئے گی جو کسی دوسرے ’’کلمہ گو‘‘ طبقہ کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرے گی۔ یا ہو سکتا ہے کوئی قرارداد ہی پاس کر دے۔جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وقت اور رفتار کے ساتھ ساتھ اقلیت اس قدر زیادہ ہو جائے کہ اس پر اکثریت کا گمان ہونے لگے۔اس لئے ہم صدر آزاد کشمیر کو مشورہ دیں گے کہ وہ ایسی قراردادوں پر رائے دینے سے پہلے علماء، قانون دانوں اور ماہرین کا بورڈ تشکیل دے کر اس پر رائے حاصل کریں تا کہ اس قدر اہم فیصلہ اور اس کے نفاذ پر تماشہ نہ دیکھنے میں آئے۔

پاکستان کے مرکزی وزیر اطلاعات ونشریات مولانا کوثر نیازی نے مینگورہ (سوات) میں ایک بیان میں کہا ہے کہ جو کلمہ گو مسلمانوں کو کفر کا فتویٰ دینے کا کاروبار کرتے ہیں اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو حکومت ایسے سخت قانون بنائے گی جس کے تحت ملک میں کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر ٹھہرانا قابل سزا جرم ہوگا۔انہوں نے کہا کہ لوگ اپنے ذاتی مفاد کیلئے فتویٰ فروشی کا دھندا کرتے ہیں‘‘۔[167]

۳۔مؤرخ کشمیر جناب کلیم اختر صاحب نے آزاد کشمیر اسمبلی کی اس ظالمانہ اور مفسدانہ کارروائی کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے دو مفصل مضامین سپرد قلم فرمائے جن سے اس کی حقیقت پوری طرح طشت از بام ہوگئی۔ یہ دونوں مضامین ہفت روزہ لاہور ۲۸ رمئی و ۱۱رجون ۱۹۷۳ء کی اشاعتوں میں منظر عام پر آئے۔ذیل میں دونوں مضامین کا متن شامل اشاعت کیا جاتا ہے:۔

پہلا مضمون۔اقلیت قرار دینے کا ڈھونگ۔خورشید حسن میر،سردار عبدالقیوم اور آزاد کشمیر

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آزاد کشمیر کے حالات ایک عرصۂ دراز سے سخت دگرگوں چلے آ رہے ہیں جس کی بناء پر حکومتی پارٹی نے ریاست کے کئی حصوں میں گولی بھی چلوائی ہے۔حکومت آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم خاں کا یہ کہنا ہے کہ یہ گڑبڑ پیپلز پارٹی کرا رہی ہے اور مظاہرین کو ایک مرکزی وزیر خورشید حسن میر کی حمایت حاصل ہے۔سردار صاحب نے میر صاحب پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ پونچھ کا گورنر بننا چاہتے ہیں۔لیکن جو لوگ سردار عبدالقیوم خاں کی شخصیت و سیاست کے اتار چڑھاؤ اور ان کے مزاج سے آشنا ہیں ان کے نزدیک ان الزامات کی چنداں اہمیت اس لئے نہیں رہی کہ اپنے مخالفین پر اس قسم کے غلط الزامات عاید کرنا سردار صاحب کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ان کی ساری سیاست اور سیاسی دعوؤں کی قلعی تو ان کی ’’المجاہد‘‘ تحریک اور بھارتی جاسوس یشپال سنگھ سے خفیہ ملاقات ہی نے کھول دی ہے۔

آج جس قسم کی بدعنوانیاں آزاد کشمیر میں ہورہی ہیں۔آزاد کشمیر کی پوری تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔رشوت ستانی،کنبہ نوازی،قبیلہ پروری،مہاجر کشی اور تحریکِ آزادی کے اصل کارکنوں پر سختیاں روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ریاست کی تمام سیاسی جماعتیں ان ستم آرائیوں سے تکلیف میں ہیں اوران سب نے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کررکھی ہے۔لبریشن لیگ نے سردار صاحب کی غلط کاریوں اور بھارت سے گٹھ جوڑ پر سنگین الزامات عائد کئے ہیں اورمرکزی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ان الزامات کی تحقیقات کرائی جائے۔

آزاد کشمیر کی پیپلز پارٹی نے صدر آزاد کشمیر کے بھائی سردار عبدالغفار خاں کی روش اور طریق کار پر سخت اعتراضات کئے ہیں۔وہ بار بار حکومت سے مطالبہ کرچکی ہے کہ ان کے سرکاری ذرائع کو بے دریغ استعمال کرنے کی وجہ جواز بتائی جائے کہ وہ آخرکس اتھارٹی پر ریاست کے افسروں سے اپنی من مرضی کے احکام صادر کراتے ہیں۔اسی طرح جموں وکشمیر محاذ رائے شماری اورریاستی وکلاء نے ریاست میں غنڈہ گردی اور لاقانونیت کے خلاف احتجاج کیا ہے۔میر پور کی خواتین بھی حکومت کی اس ظالمانہ روش کے خلاف جلوس نکال چکی ہیں کہ ریاستی پولیس نے ان کے بچوں پر بے دردی سے لاٹھی چارج کیا اور گولی چلوائی۔

ابھی یہ ایجی ٹیشن جاری ہی تھی کہ سردار عبدالقیوم خاں نے اسمبلی سے ایک ایسی قرارداد منظور کرالی جس کا مقصد ریاست میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا تھا۔جس کا ریاست بھر میں کسی حلقہ،طبقہ یا مکتب فکر کی طرف سے بھی خیر مقدم نہیں کیا گیا۔ظاہر ہے۔سردار صاحب کا منشاء اس قرارداد کو پاس کرانے سے عوام کی توجہ کو اصل مسائل سے ہٹانا اور حکومت پاکستان کے لئے موجودہ حالات میں ایک نیا مسئلہ پیدا کرنا تھا۔چونکہ سردار صاحب کو یہ علم ہو چکا ہے کہ عوامی مطالبہ کے پیش نظر اسمبلی میں ان کے خلاف عدم اعتماد ہونے کا خدشہ ہے اس لئے انہوں نے اپنے اقتدار کی کرسی کو بچانے کے لئے مسئلہ ختم نبوت کا سہارا لیا ہے۔یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس مسئلہ کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کا پرانا حربہ ہے۔مسلم کانفرنس کو(قیام پاکستان کے بعد) مرکزی حکومت کو جب بھی بلیک میل کرنے کی ضرورت پیش ہوئی اس نے ہمیشہ اسی مسئلہ کو اچھالا۔مرحوم چودھری غلام عباس نے ۱۹۵۳ء میں خواجہ ناظم الدین مرحوم کے خلاف اس مسئلہ کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا اور سیالکوٹ میں مجلس احرار کے لیڈروں کو تقاریر کی دعوت دی۔جبکہ خود چودھری

غلام عباس کے والدِ ماجد چودھری نواب خاں مرحوم (آف جالندھر) احمدی تھے۔اوران کے رفقاءکار میں مستری یعقوب علی مرحوم بھی احمدی تھے۔ان کے فرزندِ ارجمند شیخ عبدالحی صاحب سابق ڈپٹی سیکریٹری جنرل حکومت آزاد کشمیر بھی اسی دینی مسلک کے پیرو ہیں۔اسی طرح شیخ بشارت احمد (سردار صاحب کے مشیر خصوصی) اورآزاد کشمیر اسمبلی کے موجودہ اسپیکر (شیخ منظر مسعود) کے والد عبدالعزیز صاحب تمام عمر احمدی مسلک پر قائم رہے۔

چونکہ تحریکِ آزادیٔ کشمیر کا روح رواں یہی فرقہ ہے اس لئے ریاست میں ان کا کردار ہمیشہ مؤثر رہا ہے۔شیخ محمد عبداللہ، میر واعظ یوسف شاہ مرحوم، خواجہ غلام نبی گلکار اور بیشتر کشمیری صحافیوں اور سیاسی کارکنوں کو ہمیشہ جماعت کا ہر ممکن (بالواسطہ و بلاواسطہ) تعاون حاصل رہا ہے۔ بلکہ مجھے تو اس سلسلہ میں سردار محمد ابراہیم کا نام لیتے ہوئے بھی ہرگز تامل محسوس نہیں ہوتا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تحریک آزادیٔ کشمیر میں جماعت احمدیہ کے نمایاں، مؤثر اور تعمیری رول کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ان کے مذہبی اعتقادات کی سیاسی اغراض کے لئے اکسپلائیٹیشن پرلے درجہ کی ناشکر گزاری ہے۔ریاست کو جب بھی اور جس قسم کے جہاد کی بھی ضرورت پیش آئی جماعت احمدیہ اس میں ہمیشہ پیش پیش رہی ہے۔سردار عبدالقیوم خاں نے پاکستان کی موجودہ حکومت کو پریشان کرنے کے لئے یہ شوشہ اس لئے چھوڑا ہے تاکہ وہ پاکستان میں جماعت احمدیہ اور موجودہ حکومتِ پاکستان کے مخالف گروہوں کی نگاہوں میں ''ہیرو'' بن کر اپنے اقتدار کی مدت لمبی کر سکیں۔ یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ یہاں ہر غلط کار سیاستدان اپنے اقتدار کو سنبھالا دینے کے لئے سرورِ کائنات آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حُرمت و تکریم سے کھیلنے کی گستاخی کرتا رہا ہے۔سردار عبدالقیوم خاں نے بھی اسی نسخہ کو آزمانے کی جسارت کی ہے۔

ان دنوں سردار عبدالقیوم خاں مرکزی وزیر بے محکمہ خورشید حسن میر کے بہت پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔میر صاحب ان کے ذہن پر اس بُری طرح سوار ہیں کہ سردار صاحب کی کوئی نجی یا غیر نجی گفتگو ان پر برسے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ حالانکہ خورشید حسن میر کا ریاستی عوام اوران کی تحریک آزادی سے اُتنا ہی گہرا تعلق اور رابطہ ہے جتنا کسی اور کشمیری راہنما کا۔

اس صداقت کا شاید بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ جناب خورشید حسن میر نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ہی تحریک آزادیٔ کشمیر میں شمولیت سے کیا تھا۔اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب وہ پی ڈبلیو کالج

جموں میں زیرتعلیم تھے۔۱۹۴۲ء میں خورشید حسن میر اوران کے بڑے بھائی حسن خسرو میر کوڈوگرہ حکومت نے تحریک پاکستان کے لئے کام کرنے کے جرم میں گرفتار کیااور یہ شرف بھی انہی دونوں بھائیوں کوحاصل ہے کہ انہوں نے جموں شہرمیں آل جموں وکشمیر سٹوڈنٹس یونین کی بنیاد رکھی اوراس کا تعلق کشمیر سٹوڈنٹس یونین سے قائم کیا۔جس کے کرتا دھرتا مسٹر کے۔ایچ خورشید۔رعنا۔احمد بشیراور میرعبدالعزیز وغیرھم تھے۔

مسٹرخورشید حسن میر کے ریاست میں بڑے گہرے رابطے ہیں اورریاست کے ہر حصے کے بسنے والے ان کے خاندان کی سیاسی خدمات سے آگاہ ہیں۔خورشید حسن میر کے والدمحترم خان صاحب خورشیداحمد مرحوم۔ان کے ماموں شیخ افتخاراحمد۔شیخ محمدانوراورمحمد سعید نے سیاسیات کشمیرمیں جونمایاں حصہ لیا وہ سب پرظاہراورعیاں ہے۔خودان کے دونوں بھائی جیل یاترا کر چکے ہیں۔۱۹۴۸ء میں خورشید حسن میر کے بھائی طالب خورشید کو بھارتی فوج نے گرفتار کر کے سنٹرل جیل سرینگر میں محبوس رکھا۔پھراکتوبر۴۸ء میں جلاوطن کردیا۔

اس ساری تاریخ کودوہرانے کا مقصدصرف یہ بتانا ہے کہ سردارعبدالقیوم خاں کی مسٹرخورشید حسن میر سے رقابت خواہ مخواہ ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔سردارصاحب میرصاحب سے سیاسیات میں کم ازکم سات سال جونیئر ہیں۔

جب خورشید حسن میرتحریک پاکستان کے لئے سرگرم عمل تھااس وقت سردارعبدالقیوم برطانوی فوج میں ملازم تھا۔

مگرحالات وافکار کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اس نے کھوکھلے اورجذباتی نعروں سے مسلمان عوام کو ایسا گمراہ کیا کہ آج ریاست کے اقتدار کا بلاشرکتِ غیرے مالک بنا بیٹھا ہے۔مگراب آزادکشمیر کے عوام ان سیاسی چالوں اورکارستانیوں سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں۔رہ گئی یہ بات کہ خورشید حسن میر پونچھ کے گورنر بننا چاہتے ہیں تواس من گھڑت خبر پریقین وہی لوگ کرسکتے ہیں جو میرصاحب کے جذبہ،کرداراورخیالات سے واقف نہیں۔

میں آخر میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے اہل آزادکشمیراوراہل پاکستان پرواضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہروہ شخص جواپنی غلط کاریوں کو چھپانے کے لئے مذہبی اعتقادات کی آڑ لے کرفرقہ وارانہ فسادات کے لئے فضا ہموار کرنا چاہتا ہے اسے آزادکشمیراور پاکستان دونوں کا دوست نہیں کہا

جا سکتا۔اس وقت پاکستان ان فروعی اور ضمنی متنازعہ مسئلوں پر کھینچا تانی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔اس وقت تو ہماری سب سے بڑی ضرورت اتحادِفکر وعمل ہے ۴۷ء کی طرح۔ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔ہمیں نہ صرف اپنی سیاسی اغراض کے لئے مذہب اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی کو ایکسپلائٹ کرنے والوں کو سختی سے دھتکار دینا چاہیے اور اُن بددیانت اور غلط کار لوگوں کا سختی سے محاسبہ کرنا چاہیے جنہوں نے دین اسلام کو اپنی دکان چمکانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

میں اس غیر اسلامی قرارداد پر ریاست کے عوام کے ہر طبقہ کی طرف سے بیزاری پر انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ یہ بات یقیناً ان کی سیاسی بیداری کا بیّن ثبوت ہے کہ انہوں نے سردار عبدالقیوم خاں کو اس نئے روپ میں پہچان لیا ہے۔

دوسرا مضمون۔آزاد کشمیر ایکٹ مجریہ ۱۹۷۰ء اور اقلیتی قرارداد کا سیاسی پس منظر و پیش منظر

یہ سوال ان دنوں آزاد کشمیر کے ہر محبّ وطن اور تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے عناصر بار بار کر رہے ہیں کہ اسی موقع پر جب پاکستان ایک نازک ترین دور میں سے گزر رہا ہے احمدیوں کے بارے میں قرارداد پاس کر کے فرقہ وارانہ مسئلہ کو ہوا کیوں دی گئی؟ میرے خیال میں اگر سردار عبدالقیوم اور جماعت اسلامی کے باہمی تعلقات، قرارداد پاس ہوتے ہی جماعت اسلامی کے کارکنوں اور اخبارات کی سرگرمیاں، سرحد پار افغانستان کی پُراسرار حرکات اور کشمیر میں کنٹرول لائن کے اُس پار ہندوستانی فوج، پولیس اور دیگر ایجنسیوں کی نقل وحرکت کو سامنے رکھ کر اس سوال کا جواب ڈھونڈا جائے تو یہ معلوم کرنا مشکل نہیں رہ جاتا کہ سردار عبدالقیوم کا جماعت اسلامی کے اشارۂ خاص پر اس اقدام کا پس منظر کیا ہے۔آیئے ذرا اس معنی خیز اقدام کے سیاق وسباق پر ایک نظر ڈال کر دیکھیں:

اوّل: یہ قرارداد اُس وقت منظور کی گئی جب حزبِ اختلاف نے اسمبلی کا بائیکاٹ کر رکھا تھا اور اسے یکطرفہ طور پر بغیر کسی بحث وتمحیص کے منظور کر لیا گیا۔

دوم: سردار عبدالقیوم نے قرارداد پاس ہونے کے دوسرے ہی دن اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا۔ حالانکہ ایجنڈے کے مطابق ابھی بہت کام باقی تھا۔

سوم: جب مرکزی وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خاں نے منگلا میں سردار عبدالقیوم سے قرارداد کے بارے میں بات کی تو انہیں بتایا کہ یہ قرارداد ایک رکن اسمبلی نے ان کی لاعلمی میں پیش کر دی ہے۔اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔یہ صرف ایک سفارش کی حیثیت رکھتی ہے۔جسے کولڈ سٹوریج میں ڈال دیا جائے گا۔

چہارم: اس کے بعد جماعت اسلامی کے کارکن مستعد ہو گئے اور انہوں نے انہیں خطوط لکھ کر، قراردادیں بھجوا کر اور وفود مِلوا کر مجبور کرنا شروع کر دیا کہ وہ اسے بہر حال عملی جامہ پہنائیں۔ جس سے متاثر ہو کر سردار قیوم نے اپنی ایک تقریر میں یہاں تک کہہ دیا کہ احمدیوں کو بہت جلد علیحدہ شناختی کارڈ دیئے جائیں (گے)۔ انہیں اپنی دکانوں پر لفظ ''احمدی'' لکھنا ہو گا۔ نیز انہیں غیر مسلم قرار دیا جائے گا۔ سردار عبدالقیوم اپنی اس تقریر میں مبینہ طور پر پاکستانی فوج کے احمدی افسروں پر بھی دل کھول کر برسے اور انہیں غائبانہ بڑے بڑے خطرناک الٹی میٹم دیتے رہے۔

پنجم: اس کے بعد یہ بات پھیلائی گئی کہ قرارداد کو کابینہ نے منظور کر لیا ہے۔ اب اسے جلد ہی آرڈیننس کی شکل دے دی جائے گی۔

ششم: پچھلے دنوں جب صدر بھٹو نے مداخلت کی تو سردار قیوم نے اپنی حرکات کی معذرت طلب کرتے ہوئے نہ صرف اپنی تقریروں اور ان میں اپنے الٹی میٹموں کی تردید کی۔ اُن سے یہ بھی عرض کیا کہ قرارداد کو عملاً کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ وہ ابھی تک سردخانے میں جوں کی توں پڑی ہے۔ حالانکہ اس سے قبل خان عبدالقیوم خان کے نام اپنے کھلے خط میں اس بات کا ذکر کر چکے تھے کہ قرارداد کی توثیق کی جا چکی ہے۔ گویا سردار صاحب نے بھی اپنے سیاسی مرشد مودودی صاحب کی تقلید کرتے ہوئے اس معاملہ میں ''جھوٹ'' کو سیاسی زندگی کی اہم ترین عملی ضرورت کے طور پر استعمال کیا اور پیہم تضاد بیانوں سے ماحول میں کشیدگی پھیلائی اور کشمیری قوم میں نفرت وتفریق پیدا کرنے کی کوشش کے علاوہ بالواسطہ پاکستان میں فرقہ وارانہ منافرت کو انگیخت دی۔

کے۔ایچ خورشید کا تبصرہ

اس ضمن میں جموں وکشمیر لبریشن لیگ کے صدر مسٹر کے۔ ایچ خورشید کا یہ تبصرہ بڑا ہی حقیقت آفریں ہے کہ یہ قرارداد محض آزاد کشمیر میں اپنے خلاف ہونے والی ایجی ٹیشن کا رخ موڑنے کے لئے پاس کرائی گئی ہے اور سردار صاحب اسے ایک سیاسی حربے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ بات نہ جماعت (مسلم کانفرنس) کے منشور میں شامل ہے اور نہ ہی اس نے اس کا کبھی مطالبہ کیا ہے اور نہ یہ قرارداد پیش کرنے سے قبل مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ سے منظوری ہی لی گئی ہے۔ جناب کے۔ ایچ خورشید کا یہ تبصرہ اس لئے بھی حقیقت آفریں ہے کہ مسلم کانفرنس میں احمدیوں کے بارے میں کبھی ایسا سوال نہیں اٹھا۔ بلکہ خواجہ غلام نبی گلکار سابق ممبر کشمیر اسمبلی، خواجہ عبدالرحیم، مشتاق احمد فاروق

ایڈووکیٹ اور کئی دوسرے جیّد کارکن اس تنظیم سے وابستہ رہے ہیں اور پوری ریاست کے مسلمانوں نے ہمیشہ اتحاد عالمِ اسلامی کا شاندار مظاہرہ کیا ہے اور وہ ہر حال میں ایک جان ہو کر ڈوگرہ اور بھارت سامراج سے نبرد آزما رہے ہیں۔

جناب خورشید نے قرارداد کی آئینی حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی حالیہ پریس کانفرنس میں یہ بھی بتایا کہ آزاد کشمیر اسمبلی میں حزب اختلاف کی اکثریت ہے اور ہم دو تہائی اکثریت سے موجودہ حکومت کو جمہوری طریقے سے بدلنا چاہتے ہیں۔ سردار قیوم نے یہ قرارداد اپنے دس گیارہ ممبروں سے اُس وقت پاس کرائی جب حزب اختلاف نے بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ انہوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ سردار قیوم کو ایوان میں ہمیشہ اقلیت ہی کی حمایت حاصل رہی ہے۔

اس وقت آزاد کشمیر میں جو آئین نافذ ہے جسے آزاد کشمیر گورنمنٹ ایکٹ مجریہ ۱۹۷۰ء کہا جاتا ہے اس کی ترتیب و تدوین گورنمنٹ پاکستان کے ایک سینئر پولیس افسر نے کی تھی، جموں و کشمیر کی تینوں بڑی سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کے مشورے سے۔ چنانچہ اُس پر جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے صدر سردار عبد القیوم خاں، جموں و کشمیر لبریشن لیگ کے صدر مسٹر کے۔ ایچ خورشید اور آزاد مسلم کانفرنس کے صدر سردار محمد ابراہیم کے دستخط موجود ہیں۔ اس آئین کی دفعات نمبر ۱۳ اور نمبر ۲۸ میں واضح طور پر صدر حکومت اور آزاد کشمیر اسمبلی کے اختیارات کا تعین کیا گیا ہے۔ ان دفعات میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ صدر آزاد کشمیر، حکومت اور اسمبلی اپنے اختیارات کو اس طرح استعمال نہیں کریں گے جس سے ادارہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں پر کوئی اثر پڑے یا حکومت پاکستان کو آزاد کشمیر کے دفاع، امن و امان اور سالمیت کی ذمہ داریوں کو نباہنے میں کوئی دقت پیش آئے۔

لیکن افسوس ہے کہ اس آئین کی دھجیاں ہر دفعہ آزاد کشمیر کی حکمران جماعت ہی نے اُڑائیں۔ پہلے اسمبلی سے الحاق پاکستان کی قرارداد منظور کرائی حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پوری دنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ کشمیری عوام پوری ریاست کا پاکستان سے الحاق چاہتے ہیں۔ چنانچہ بھارت نے اس قرارداد کو خوب خوب ہی اُچھالا اور کہا کہ آزاد کشمیر کی موجودہ حکومت تقسیم کشمیر پر آمادہ ہوگئی ہے چنانچہ جو علاقہ اُس کے پاس ہے وہ اُس کا پاکستان سے الحاق چاہتی ہے۔

اور یوں یہ قرارداد بالواسطہ سلامتی کونسل کی قراردادوں پر اثر انداز ہوئی۔ ابھی اس حماقت کی سیاہی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ پاکستان نیشنل اسمبلی میں نمائندگی کا مطالبہ کر دیا گیا۔ حالانکہ

پاکستان کے آئین کی رُو سے ابھی کشمیر کا تنازعہ حل طلب ہے اور معاہدہ شملہ میں بھی اس کے لئے ایک علیحدہ شق موجود ہے کہ کشمیر ایک متنازعہ مسئلہ ہے اور اس کا حل ابھی ہونا ہے۔

تیسری حرکت

اور اب تیسری حرکت کشمیری اتحاد اور کشمیر کے مسئلہ کو سبوتاژ کرنے کی یہ قرارداد ہے جس کی رُو سے ایک ایسی کلمہ گو جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کہ جہادِ آزادئ کشمیر میں جس کا تمام دوسرے فرقوں سے نمایاں حصہ ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ رسم چل نکلی تو کل کلاں کو اس قسم کی قراردادیں بھی سننے میں آئیں گی۔ وہابیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دو۔ شیعوں کو ملک سے نکال دو۔ دیوبندیوں کو آگ میں پھینک دو۔ بریلویوں کو سمندر میں غرق کر دو۔ اور تحریک آزادئ کشمیر (خدا نہ کرے) اپنی موت مرجائے گی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حالانکہ معمولی سے معمولی فہم رکھنے والا انسان بھی خوب سمجھتا ہے کہ اس سے صرف اور صرف دشمن پاکستان بھارت ہی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

اس وقت جو لوگ بھی اس قسم کی حرکتیں کر رہے ہیں وہ بالواسطہ دشمنانِ پاکستان کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں اور دانستہ یا نادانستہ پاکستان کی سالمیت پر ضربیں لگا رہے ہیں اور اگر اس سراسر غیر اسلامی قرارداد کو جلد واپس نہ لیا گیا تو تحریک آزادئ کشمیر نفاق وافتراق کی نذر ہو جائے گی۔ اور آزاد کشمیر میں داخلی افراتفری پھیل جائے گی اور بھارت کو ریاست کے جسم میں اپنے دانت اور گہرے گاڑ دینے کا موقع ملے گا۔ کیا سردار عبدالقیوم خاں بھی یہی چاہتے ہیں؟[168]

پاکستانی صحافت میں بھی قرارداد پر سخت تنقید کی گئی جیسا کہ ذیل کے اقتباسات سے عیاں ہے۔

۱۔ رسالہ ’’کہانی‘‘ لاہور۔

اس امر سے قطع نظر کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینا چاہیے یا نہیں۔ یہ امر ٹھنڈے دل سے غور وفکر کا متقاضی ہے کہ اس خالص مذہبی مسئلے کو ہمیشہ مخصوص سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا اور جب وہ مقصد پورا ہو گیا تو ختم نبوت کے لئے جان دینے والے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ آج مفتی محمود صاحب کی حکومت جاتی رہی تو وہ آزاد کشمیر کی اسمبلی کی قرارداد پر سر دھن رہے ہیں کوئی ان سے پوچھے مفتی صاحب! اگر آپ کے نزدیک ختم نبوت واقعی اتنا اہم مسئلہ تھا تو آپ سرحد اسمبلی کے کم وبیش ایک سال تک وزیر اعلیٰ رہے آپ نے یہ قرارداد وہاں کیوں نہ منظور کرائی۔ آپ نے اس تحریک کے لئے

وہاں کام شروع کیوں نہ کرایا۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہبی سیاسی حلقوں میں یہ تاثر عام ہے کہ احمدی حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر ہیں اور جو حکومت انہیں اقلیت قرار دینے کی کوشش کرے گی وہ اس کے خلاف ہو جائیں گے اور اسے ناکام بنادیں گے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے ہم اس پر تبصرہ نہیں کر سکتے لیکن ایک امر یقینی ہے کہ برس ہا برس بعد نام نہاد مذہبی جماعتوں کو ایک بار پھر احمدیوں کو بنیاد بنا کر ہنگامے کرانے کا خیال محض اس لئے آیا ہے کہ ان کے خیال کے مطابق ہنگامے بھٹو حکومت کو مشکل میں مبتلا کر سکتے ہیں اور مسئلہ اس قدر نازک ہے کہ بارودی سرنگ کی طرح یہ کسی وقت پھٹ سکتا ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ سردار قیوم کا یہ حربہ آزاد کشمیر میں کامیاب نہیں ہوا۔ وہاں سردار قیوم کے خلاف ''بکرے'' کا نعرہ زبان عام ہے اور خود قیوم نے بھی بیان دیا ہے کہ اس قرارداد کی حیثیت محض سفارش کی تھی۔ اس کی کوئی قانونی پوزیشن نہیں ہے۔ اگر حکومت یہ سفارش منظور کر لیتی ہے تو اس کے مطابق باضابطہ بل اسمبلی میں پیش کرنا ہوگا جہاں اس پر عام بحث ہوگی۔ آجکل کوٹلی، راولاکوٹ، باغ، پلندری، مظفر آباد، میرپور، چناری، ڈڈیال، منگلا اور دیگر مقامات پر سردار قیوم کے خلاف بیان بازی اور ہنگامے جاری ہیں اور جہاں تک احمدیوں والی قرارداد کا تعلق ہے اسے کم از کم کشمیر میں سنجیدگی سے لیا ہی نہیں گیا کیونکہ یہ قرارداد ایسی ہے جیسے سردار قیوم صاحب یہ اعلان کریں کہ آزاد کشمیر میں کسی شخص کو ریل کا ٹکٹ خریدنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ حکومت کی طرف سے بلاٹکٹ ریل میں سفر کرنے کی اجازت ہے۔ ایسا اعلان بظاہر خوش آئند ہوگا مگر جو لوگ آزاد کشمیر میں گھوم پھر چکے ہیں وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ وہاں ایک انچ بھی ریلوے لائن موجود نہیں۔ لہٰذا ریل گاڑی میں مفت سفر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بعینہٖ آزاد کشمیر میں احمدی نہ ہونے کے برابر ہیں لہٰذا یہ قرارداد عملاً بے سود و بیکار ہے اور اس کا مقصد سردار قیوم کو مجاہد اسلام بنا کر پیش کرنا ہے تا کہ بدعنوانیوں کے الزام میں ان سے باز پرس کی جائے تو پاکستان کے عوام یہ محسوس کریں کہ سب احمدی کروار ہے ہیں''۔[169]

۲۔ ہفت روزہ وحدت کراچی نے لکھا:۔

''جناب اظہر عباس کراچی زون کے جواں ہمت جنرل سیکرٹری نے اپنے خطاب میں مزدوروں کے اس عالمی دن پر محنت کشوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان میں پچیس سالہ سیاہ دور کے بعد اب جمہوریت کا سورج طلوع ہو چکا ہے...... آپ نے پُر زور لہجہ میں فرمایا کہ آزاد کشمیر اسمبلی میں احمدیوں کو اقلیت قرار دینا ملک کی سالمیت کے خلاف ایک کھلی اور گھناؤنی سازش ہے۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس امر کی تحقیق کرائے کہ کن حالات میں یہ قرارداد منظور ہوئی اس کے پیچھے کن کن ملک دشمن طاقتوں کا ہاتھ تھا‘‘۔[170]

بالآخر یہ بتانا ضروری ہے کہ سردار عبدالقیوم خاں صاحب نے اپنی کتاب ’’کشمیر بنے گا پاکستان‘‘ میں اس قرارداد کا ایک تاریخی فیصلہ کی حیثیت سے خصوصی ذکر کیا ہے۔اور اس کا جواز فراہم کرنے کے لئے اصل حقائق کو مسخ کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ان کی بیان کردہ توجیہات سے صاف کھل جاتا ہے کہ یہ احمدیت کو بدنام کرنے کی ایک انتقامی کارروائی تھی جس کے پیچھے خالص سیاسی مقاصد کارفرما تھے وہ لکھتے ہیں:۔

’’بھٹو صاحب نے ہماری اس قرارداد کے بعد مجھے بلوایا اور اس موضوع پر بات چیت کی تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے تو کوئی خطرہ نہیں ہے اگر خطرہ ہے تو وہ خود بھٹو صاحب کو ہے۔انہوں نے پوچھا وہ کیسے تو میں نے کہا ’’دیکھئے ان حضرات نے نیچے سے لے کر اوپر تک یعنی حکومت کی سطح تک ایک پیرامڈ (Pyramid) بنا دیا ہے۔اب صرف ایک قدم اٹھانے سے وہ حکومت پر فائز ہو سکتے ہیں‘‘۔ ان کو شاید حیرت ہوئی ہو۔ پوچھنے لگے وہ کیسے؟ میں نے بتایا کہ ’’ہماری دفاعی قوت یعنی برّی، بحری اور ہوائی۔تینوں افواج میں ان کے لوگ اب پوری طرح قابض ہیں اور جو ان کے ماتحت ہیں کچھ بے حمیت ہیں تو کچھ اپنی اصل سے غافل اور کچھ اس سے بدظن یا بدگمان۔یہی حال سول سروس کا ہے۔ چنانچہ ان کے لئے اب صرف آپ کو ایک طرف کرنا باقی ہے‘‘۔وہ سنتے رہے اور سوچتے رہے۔جواب کچھ نہ دیا...... مجھے تو اس امر کا بھی کچھ علم ہے کہ اس دور میں ایک ایسا وقت بھی آگیا تھا کہ بعض لوگ یہ تجویز کر رہے تھے کہ مرزا ناصر محمود کو پاکستان کا صدر بنا دیا جائے...... مراکش میں قادیانی حضرات سرظفر اللہ خان کے اثر ورسوخ کے ذریعے ایک بین الاقوامی ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا چاہتے تھے۔اس کو بھی ہماری اسی قرارداد کی وجہ سے روک دیا گیا‘‘۔[171]

مخلصین سلسلہ کی مالی قربانیوں پر اظہار خوشنودی

صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ ایک بنیاد ہے جس کے اوپر ہر سال مہمات دینیہ کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے اور جیسا کہ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ بتلاتی ہے یہ بنیاد ہر سال مضبوط سے مضبوط ہوتی چلی جارہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص تائید ونصرت کا جاری وساری اور زندہ وتابندہ نشان ہے۔اس سال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۱رمئی ۱۹۷۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے مالی سال کے اختتام پر صداقت

احمدیت کے اس چمکتے ہوئے نشان پر تفصیلی روشنی ڈالی اور نہایت محبّ بھرے انداز میں مخلصین جماعت کی مالی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

''۲۱/اپریل کو جب کہ مالی سال ختم ہونے میں چند دن باقی رہ گئے تھے بجٹ میں ۶۱۷۸۷۱ روپے کی کمی تھی۔ یہ ایک بڑی رقم ہے اس سے اُن کے دل میں جو فکر اور تشویش پیدا ہوئی تھی وہ تو ایک قدرتی بات تھی لیکن میں نے یہ سمجھا کہ ذَکِّرْ کے حکم کے مطابق گاہے گاہے جو یاددہانی کروائی جانی ضروری ہے (اس میں مجھ سے کچھ غفلت اور سستی ہوئی ہے) اس لئے جب مَیں اللہ تعالیٰ کے اس حکم یعنی ذَکِّرْ کے مطابق احباب جماعت کو یاددہانی کرادوں گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کی ہم پر بارش کردے گا......احباب نے بڑے پیار کا مظاہرہ کیا۔ میری آواز پر لبیک کہتے ہوئے عہدیداروں نے دن رات کام کیا اور وہ لوگ (ایسے افراد سینکڑوں ہوں گے) جنہوں نے سال بھر سُستی دکھائی تھی اپنا سارے کا سارا چندہ ادا کردیا۔ کئی دوست ہیں جن کے ذمہ بڑی بڑی رقمیں واجب الادا تھیں انہوں نے وہ ادا کردیں۔ چنانچہ جب ہم نے ۱۰/مئی کو آمد کے حسابات بند کئے تو ۲۱/اپریل تک بجٹ میں ۶۱۷۸۷۱ روپے کی کمی کے مقابلہ میں ان دنوں میں ۶۵۵۸۳۲ روپے وصول ہوئے۔ گویا ۳۷۹۶۱ روپے مجوزہ بجٹ سے زائد آمد ہوئی یعنی ۲۱/اپریل کو جس بجٹ میں سے چھ لاکھ سے زائد بقایا تھا ۱۰/مئی کو نہ صرف وہ بقایا صاف ہوگیا بلکہ اڑتیس ہزار کے قریب زائد آمد ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔''[172]

مرکزی تربیتی کلاس اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے پُر معارف خطابات

اس سال بھی نونہالان احمدیت کی خصوصی تربیت و اصلاح کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر انتظام ۱۸مئی سے ۳۱مئی ۱۹۷۳ء تک سالانہ تربیتی کلاس ایوان محمود میں منعقد ہوئی جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا اور خطاب سے نوازا۔

افتتاحی خطاب

حضور انور نے اپنے افتتاحی خطاب میں خدام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ قرآن عظیم

پڑھنے اس پر غور کرنے، عمل کرنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ کیونکہ ہماری تربیت کی بنیاد اسی پاک کتاب پر ہے۔خدا تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ہماری عزت و شرف کے سب سامان مہیا فرما دیئے ہیں اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے چنانچہ الہاماً فرمایا کہ الخیر کلہ فی القرآن۔یعنی ہر طرح کی تمام خیر و برکت صرف قرآن ہی میں موجود ہے۔حضور انور نے مثالیں دے کر واضح فرمایا کہ اس وقت دنیا میں جن اقوام نے بھی ترقی کی ہے انہوں نے قرآن کریم ہی کے بتائے ہوئے سنہری اصولوں پر عمل کر کے ترقی کی ہے۔ان میں ہمیں جو خوبیاں نظر آتی ہیں وہ قرآن پر عمل کرنے کا نتیجہ ہیں اور جو خرابیاں ہمیں نظر آتی ہیں وہ قرآن کریم کی تعلیم کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہیں۔افسوس ہے کہ دیگر اقوام نے قرآن سے فائدہ اٹھایا اور خود مسلمان اسے فراموش کر گئے جس کی وجہ سے ہر جگہ ان کی حالت قابل افسوس نظر آتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ قرآن کریم نے ہمیں محبت وخدمت، ہمدردی اور پیار اور ہر حالت میں سچائی پر قائم رہنے کی تعلیم دی ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں ہمیشہ نفرت و تعصب اور ظلم و تشدد کے بالمقابل محبت و پیار اور ہمدردی و شفقت اور خدمت ہی کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔خدام کو چاہیئے کہ وہ اپنے اندر یہ صفات پیدا کریں اور پھر ان پر قائم رہیں۔اس سلسلہ میں حضور انور نے قوت مشاہدہ کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی اور خدام کو یہ نصیحت فرمائی کہ ان کی قوت مشاہدہ ہر وقت چوکس اور بیدار رہنی چاہیئے تا کہ وہ خود حالات بھی دیکھیں ان سے صحیح نتیجہ نکال سکیں اور مناسب سبق حاصل کر سکیں۔

آخر میں حضور انور نے خدام کو نصیحت فرمائی کہ وہ کلاس میں گزارنے والے ایام میں پوری ہمت، توجہ اور فکر سے کام لیں تا کہ وہ اس سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھا سکیں اور اس کلاس کے قیام کی جو غرض ہے وہ پوری ہو اور وہ حقیقی معنوں میں خدام کہلانے کے مستحق ہوں۔حضور انور کی یہ تقریر پون گھنٹہ تک جاری رہی جس کے بعد حضور انور نے اجتماعی دعا کروائی۔[173]

کلاس میں ملک کے مختلف حصوں اور علاقوں کی ۲۹۳ مجالس کے ۴۴۶ خدام شامل ہوئے۔ انہیں دو ہفتے تک مرکز سلسلہ میں رہ کر براہ راست خلیفہ وقت کے زندگی بخش خطابات سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔متعدد بزرگانِ سلسلہ اور مبلّغینِ احمدیت نے مختلف اہم دینی موضوعات پر گیارہ تقاریر

فرمائیں۔نمازوں کی باجماعت ادائیگی کے علاوہ نماز تہجد کی ادائیگی کا بھی التزام کیا گیا۔نماز فجر اور نماز عشاء کے بعد درسوں کا اہتمام رہا۔روزانہ ۷:۴۵ صبح سے ۱۲ بجے دوپہر تک اور ۴ بجے شام سے ۶:۱۵ تک تدریس کا کام ہوتا رہا۔خدام کے مطالعہ کے لئے کشتی نوح، شمائل احمد اور دینی معلومات مہیا کی گئیں۔خدام کے نصاب پر مشتمل نوٹس کی شکل میں ۸۸ صفحات کا ایک رسالہ مرتب کر کے شائع کیا گیا۔صحتِ جسمانی کے سلسلہ میں روزانہ صبح کو اجتماعی ورزش کا اور شام کو کھیلوں کا انتظام کیا جاتا رہا۔

تربیتی کلاس کو اس دفعہ یہ خصوصیت حاصل تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد پر پہلی مرتبہ طلباء کی عملی تربیت کا بھی پروگرام مرتب کیا گیا۔اس کے دو حصے تھے ایک سائیکل سواروں کے لئے اور دوسرا پیدل سفر کے لئے۔سائیکل سفر میں کل ۵۳ طلباء نے حصہ لیا ان کے ۵ گروپ بنائے گئے وہ پچاس میل تک کے علاقہ میں گئے اور خدمت خلق کے مختلف کام کرنے کے بعد واپس آ گئے۔پیدل سفر کے لئے ۱۶ وفد ترتیب دیئے گئے جن میں مجموعی طور پر ۲۴۸ خدام نے حصہ لیا۔عملی تربیت کے اس پروگرام کے تحت طلباء نے دیہات میں جا کر مساجد اور سکولوں وغیرہ کی صفائی کی۔ٹوٹے ہوئے راستوں اور سڑکوں کی مرمت کی۔ ہل چلانے، تھریشر میں گندم کی بھریاں ڈالنے، چارہ لانے اور کاٹنے میں کسانوں کی مدد کی گئی۔گڑھوں میں مٹی ڈالی گئی۔پانی روکنے کے لئے منڈیریں بنائی گئیں۔ گوبر اور دوسری گندگی وغیرہ اٹھا کر صفائی کی گئی۔بعض مقامات پر مقامی لوگوں کی درخواست پر بچوں کو پڑھایا بھی گیا۔لوگوں کی عام اخلاقی اور دینی تربیت کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔مرکزی مہتممین پر مشتمل ایک ٹیم نے مختلف دیہات میں جا کر طلباء کے کام کا جائزہ لیا۔خدا کے فضل سے اکثر طلباء نے بڑا اچھا نمونہ دکھایا اور خلوص اور جذبہ کے ساتھ خدمت کے کام سرانجام دیئے جن سے مقامی لوگوں نے بڑا فائدہ اٹھایا اور وہ اس سے بہت متاثر ہوئے۔[174]

چنانچہ جناب محمد رفیق صاحب پرویز ایم اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول ''ہست'' نے سکول کی معائنہ بک میں ایک وفد کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا:۔

''مذکورہ گروپ عوام کی فلاح و بہبود میں ہاتھ بٹانے کے لئے اس موضع میں تشریف لایا۔محمد حسین نائب مدرس نے کدال مہیا کئے اور مذکورہ کارکنان سکول کی روشیں اور پلاٹس کو درست کرتے رہے۔انہوں نے بےلوث خدمتِ خلق کا مظاہرہ کیا۔ہر کارکن اپنے ہمراہ دوپہر کا کھانا لایا ہوا تھا۔ گھر سے کھانا اور قومی خدمت کرنا قوم کی ترقی وترفیع کا باعث ہے''۔[175]

اختتامی خطاب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے تربیتی کلاس سے اپنے اختتامی خطاب میں آیت وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (آل عمران: ۱۴۰) تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ چھوٹی عمر لیکن ذمہ داریاں اہم اور نازک، ہمت جواں اور عزم پختہ۔ یہ ہیں وہ خصوصیات جو ہر احمدی طفل اور خادم میں ہونی چاہئیں۔ جو آیت میں نے اس وقت تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور ہم سب کو یہ عظیم بشارت دی ہے کہ ہمیشہ تم ہی غالب آؤ گے بشرطیکہ تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والے بنو۔ ایمان کے کیا تقاضے ہیں؟ اس سلسلے میں حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر فرمودہ ایک مختصر عبارت پڑھ کر سنائی جس میں حضور علیہ السلام نے قرآن کریم کی روشنی میں ایمان کے ان چار تقاضوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ا۔ ایمان میں دنیاداری کی کسی قسم کی ملونی نہ ہو۔ ۲۔ کسی قسم کا نفاق نہ ہو۔ ۳۔ کسی قسم کی بزدلی سے وہ آلودہ نہ ہو۔ ۴۔ اطاعت کے کسی درجہ سے وہ محروم نہ ہو۔ حضور نے ان خصوصیات کی تشریح کرتے ہوئے ان کی اہمیت واضح فرمائی اور خدام کو نصیحت فرمائی کہ وہ یہ چاروں خصوصیات اپنے اندر پیدا کریں تا کہ ہمیشہ وہ خدائی بشارات کے ماتحت کامیابی اور غلبہ کے مستحق قرار پائیں۔

حضور نے اس امر پر خوشنودی کا اظہار فرمایا کہ اس دفعہ تربیتی کلاس کے موقعہ پر علمی نصاب کے علاوہ عملی تربیت حاصل کرنے کا بھی خدام کو موقع ملا۔ چنانچہ وہ مختلف گروپوں کی صورت میں سائیکلوں پر یا پیدل گردونواح کے دیہات میں گئے اور وہاں انہیں خدمت خلق، اصلاح وارشاد اور وقار عمل کے مختلف کام کرنے کا موقع ملا۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے خوشی ہے کہ خدام ایک خاص جذبہ لے کر باہر گئے اور ایک خاص اثر چھوڑ کر واپس آئے۔ انہوں نے عملی کام کا ایک نیا تجربہ حاصل کیا۔ یاد رکھو کہ ہر نیا تجربہ انسان کے اندر ایک نیا سرور پیدا کرتا ہے اور ہر سرور نئے تجربے کو دوام بخشنے میں ممد و معاون ہوتا ہے۔

آخر میں حضور نے فرمایا کہ ایمان کی ان چاروں خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے اور پھر انہیں قائم رکھنے کی کوشش کرو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ تمہیں غلبہ عطا کرے گا۔ حضور انور نے فرمایا کہ حقیقی ایمان چہروں پر ایک خاص بشاشت اور مسکراہٹ پیدا کر دیا کرتا ہے اور یہی وہ بشاشت اور مسکراہٹ ہے جو ہر احمدی کی ایک علامت ہے۔ مخالفین کی ۸۰ سالہ کوششیں بھی یہ

مسکراہٹیں ہم سے نہ چھین سکیں۔خدا کرے کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہو اور دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ہم سے یہ بشاشت اور مسکراہٹ نہ چھین سکیں۔اس روح پرور خطاب کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کرائی۔[176]

مجلس شوریٰ کا اہم اور غیر معمولی اجلاس

پاکستان میں ابھرنے والے بعض نئے خطرات اور معاندین احمدیت کے ناپاک ارادوں اور منصوبوں کے پیش نظر ربوہ میں ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو جماعت احمدیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا ایک اہم اور غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا جس میں پاکستانی جماعتوں کے ۴۹۰ نمائندگان نے شرکت فرمائی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے معرکہ آراء خطاب میں پیپلز پارٹی کے برسر اقتدار آنے کے عوامل اور محض استحکام پاکستان کی غرض سے اس کی بھرپور معاونت پر روشنی ڈالی اور پھر پُر جلال انداز میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کے منصوبہ اور قرارداد کے پس منظر بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں بشارتیں دی گئی ہیں۔ ہمارے لئے بہت سی خوشخبریاں موجود ہیں لیکن کوشش ہمیں کرنی پڑے گی۔ جان و مال کی قربانی ہمیں دینی پڑے گی۔اس صورت میں ہم اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہو سکتے کیونکہ ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار سے فرمایا تم میری گود میں بیٹھو گے،تم میرے پیار کا سرور حاصل کرو گے،تم میری رضا کی لذت سے بہرہ ور ہو گے۔''

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے یہ اجلاس صرف دو روز قبل ہی نمائندگان شوریٰ کے نام ایک ضروری پیغام کے ذریعہ طلب فرمایا تھا۔[177] اس کے متعلق حضور نے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ اس شوریٰ میں صرف وہی نمائندگان شرکت کر سکیں گے جو مجلس شوریٰ منعقدہ ۳۰، ۳۱ امان و یکم شہادت ۱۳۵۲ہش (مطابق ۳۰، ۳۱ مارچ و یکم اپریل ۱۹۷۳ء) میں شریک ہوئے تھے۔جوں جوں حضور انور کا پیغام نمائندگان کرام تک پہنچتا گیا وہ ہوائی جہازوں، ریلوں، بسوں اور موٹر کاروں کے ذریعہ عازم ربوہ ہوتے چلے گئے۔وہ اس طرح دیوانہ وار کھنچے چلے آئے کہ اکثر نمائندگان ۲۶ مئی کی شام کو ہی ربوہ پہنچ چکے تھے۔باقی ماندہ نمائندگان نصف شب کے قریب یا اس کے بعد پہنچنے والی ریل کار اور ریل گاڑیوں سے ربوہ پہنچ گئے۔

چونکہ اطلاع یہ دی گئی تھی کہ مجلس شوریٰ کا اجلاس ۲۷ مئی کو صبح چھ اور سات بجے کے درمیان شروع ہوگا اس لئے نمائندگان کرام چھ بجے سے قبل ہی ''ایوانِ محمود'' پہنچنے شروع ہو گئے۔ سات بجے سے چند منٹ قبل جب کہ نمائندگان اپنی اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ چکے تھے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث قصر خلافت سے بذریعہ موٹر کار ''ایوان محمود'' تشریف لائے۔ جملہ نمائندگان نے احتراماً کھڑے ہوکر حضور کا استقبال کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضور کے کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد حضور کی اجازت سے اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو مکرم حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ سرگودھا نے کی۔ اس کے بعد حضور نے دعا کرائی اس طرح اجلاس کا آغاز اللہ تعالیٰ کے حضور اِس عاجزانہ دعا سے ہوا کہ وہ اپنے فضل سے ہمارے ذہنوں میں جلاء پیدا کرے، ہمیں صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے اور پھر ہماری مساعی کے وہ نتائج نکالے جو الٰہی سلسلوں کی کوششوں کے نکلنے چاہئیں۔

حضور نے دعا سے فارغ ہونے کے بعد نمائندگان کو اپنے رُوح پرور بصیرت افروز خطاب سے نوازا جو قریباً ایک بجے دوپہر تک جاری رہا۔ اس خطاب میں حضور نے اوّلاً یہ واضح فرمایا کہ اس وقت ہمارے پیارے پاکستان اور جماعت کے خلاف بعض مکر اور منصوبے کئے جا رہے ہیں۔ ان کے پس منظر کے طور پر حضور نے ۱۹۷۰ء کے اوائل سے شروع کر کے بعد کے زمانہ کے سیاسی حالات پر روشنی ڈالی اور ملکی انتخابات میں مختلف سیاسی پارٹیوں کے کردار کا تجزیہ کرنے کے بعد ان ایام میں خالصۃً ایک مذہبی جماعت کے اراکین اور سچے محبّ وطن کی حیثیت سے احمدیوں کی خدمات کو واضح کیا۔ نیز اس کے نتیجہ میں اُبھرنے والے بعض رجحانات کا بھی ذکر فرمایا۔ اس پس منظر میں حضور نے قرآن مجید کی متعدد آیات کی رُو سے علی الخصوص احمدی مسلمانوں پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو واضح فرمایا۔ اس ضمن میں حضور نے قرآنی تعلیم کی نہایت ہی پُرحکمت اور حسین تفصیلات پر نہایت مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی۔ ان میں بہر طور فساد سے بچنے، حسنِ عمل سے مزیّن ہوتے ہوئے محبتِ الٰہی حاصل کرنے، نفاق سے بچنے اور اپنے درمیان نفاق کو برداشت نہ کرنے، ظلم سے مجتنب رہنے، ظلم کی راہوں کو مسدود کرنے، ظلم کے جواب میں بھی ظلم کا ارتکاب نہ کرنے، اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کرنے یعنی اعتداء سے بچنے سے متعلق قرآنی تعلیم کی نہایت ہی حسین و جمیل اور پُر معارف تفصیلات شامل تھیں۔

اس کے بعد حضور نے واضح فرمایا کہ اس آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبِ سلیم کو محبتِ ربّ کریم اور عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے معمور فرمایا تا اسلام اور اس کی لازوال و بے مثال تعلیم دنیا میں غالب آئے۔ اس کے لئے ایک روحانی طور پر تربیت یافتہ فدائی جماعت کی ضرورت تھی سو اللہ تعالیٰ کے اذن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ جماعت اسلام کی حسین وجمیل اور لازوال و بے مثال تعلیم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دنیا میں روحانی محاذ پر اسلام کی جنگ لڑ رہی ہے اس کا کام عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے متضرعانہ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنا اور دلوں کو بدلنا اور ان پر فتح پانا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اسے صحیح راہِ عمل سے آگاہ کرتے ہوئے اس اہم اور مشکل کام میں کامیابی اور فتح کی عظیم الشان بشارتوں سے نوازا ہے اور اُس خدائے واحد و یگانہ نے اس کی حفاظت اور اس کی کامیابی کا خود ذمہ اٹھایا ہے۔ اس مرحلہ پر حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اثر و جذب میں ڈوبی ہوئی نہایت پُر معارف تحریرات پڑھ کر سنائیں جنہیں سن کر احباب پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔

بعدۂ حضور نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ اس روحانی جنگ کی وجہ سے جو جماعت احمدیہ اسلام کی سربلندی کی خاطر لڑ رہی ہے اسے ہر قسم کا دکھ دیا جاتا ہے اسے کافر ٹھہرایا جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ کی رُو سے اسے مسلمان قرار دیتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے مسلم کا نام دیا ہے اسے کون کافر قرار دے سکتا ہے حقیقی اسلام تو وہ ہے جو خدا کی نگاہ میں اسلام ہے۔ اس کے بعد حضور نے بتایا کہ اطلاعات موصول ہو رہی ہیں کہ جماعت کے خلاف کئی قسم کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ حضور نے ان منصوبوں کی تفصیلات اور منصوبے بنانے والوں کے عزائم سے نمائندگان کو آگاہ کیا اور وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ کے تحت احباب جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا مخالفین خواہ کچھ کرلیں وہ اپنے منصوبوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ قدم قدم پر اپنی اس جماعت کو تائید و نصرت سے نوازتا چلا آ رہا ہے اور دنیا بھر میں روحانی محاذ پر اسے فتوحات عطا فرما رہا ہے وہی ہمیں اعمالِ صالحہ بجالانے اور ان اعمال کو حسنِ عمل سے مزیّن کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ پھر وہی ہماری کوششوں کے عظیم الشان نتائج ظاہر فرماتا ہے۔ ہمیں اپنے اعمال صالحہ پر فخر نہیں ہمیں فخر ہے تو اس کے پیار پر فخر ہے جو پیار کا

سرچشمہ ہے اور قادرانہ تدبیروں کا بھی سرچشمہ ہے۔اُسی کا وعدہ ہے کہ تم کامیاب ہوگے اور وہ اپنے اس وعدہ کو پورا کرتا چلا آرہا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ مخالفین تین منصوبے لے کر کھڑے ہوئے ہیں۔ایک یہ کہ امام جماعت اور افراد جماعت کو ہلاک کر دیں۔دوسرا یہ کہ دنیاوی عزت و وجاہت یا شان وشوکت اور مال وزر کے بل بوتے پر وہ احباب جماعت کے سروں کو اپنے سامنے جھکا دیں۔اور تیسرا یہ کہ ربوہ میں منافقین کے ذریعہ ایک متوازی جماعت قائم کر دیں۔فرمایا کہ دنیا کے نزدیک یہ خطرناک منصوبے ہیں لیکن ہمیں ان سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ دشمن کو کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خدا کے حضور دعائیں کریں کہ وہ ہمیں ان تمام بشارتوں کا حامل بنائے جو اس نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور آپؐ کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں دی ہیں۔وہ ہماری حقیر کوششوں کو قبول کرے۔ہم تدبیر ضرور کریں گے اور اسے انتہا تک پہنچائیں گے لیکن ہماری جبینیں اپنے رب کے آستانہ پر جھکی رہیں گی۔ہم اپنے عمل کو احسان کے حسن سے مزین کریں گے اور اپنے رب کے پیار کی امید رکھیں گے اور انشاء اللہ العزیز اس کا پیار ہمیں ملے گا کیونکہ ہمیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل یہ توفیق ملی ہے کہ ہم کہیں ''ہماری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں''۔

آخر میں حضور نے احباب کو غلبۂ دین کے لئے دعائیں کرنے کی پُرزور تلقین فرمائی نیز حضور نے توجہ دلائی کہ احباب حضور کی صحت کے لئے بھی دعا کریں فرمایا آپ کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے دل میں جو پیار پیدا کیا ہے اس کی وجہ سے مَیں آپ کے لئے دعائیں کرتا ہوں اس نے آپ کے دلوں میں بھی میرے لئے پیار دیا ہے اس پیار کے پیش نظر آپ بھی میرے لئے دعائیں کریں۔

اس کے بعد حضور نے ایک پُرسوز اجتماعی دعا کرائی۔اس طرح ایک بجے دوپہر مجلس شوریٰ کا یہ اہم اور غیر معمولی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔[178]

حضور انور کے اس اہم خطاب کے بعض اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔حضور انور نے فرمایا:۔

''رہا میری ذات کا سوال اور میری حفاظت کا مسئلہ تو سچی بات یہ ہے کہ مجھے تو پہرہ داروں سے بھی گھبراہٹ ہوتی ہے لیکن ٹھیک ہے تدبیر کرنا بھی جائز ہے۔ویسے

ایک خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں اپنے گھر والے عزیز رشتہ دار بچوں کو خیال رکھنا چاہیے۔ اسی واسطے آج یہاں پہرہ دار نہیں لایا۔ میں نے کہا چلو ظاہری شکل میں بھی اس خواب کو پورا کر دوں۔

یہ خواب ہماری ایک بچی نے دیکھا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا حضرت مصلح موعود میرا نام لے کر کہتے ہیں یہ اپنی حفاظت کا خیال نہیں رکھتا پھر وہ خود ہی بتاتے ہیں کہ اس کی حفاظت اس اس طرح ہونی چاہیے۔ چنانچہ عزیزہ کو خواب میں دکھایا گیا کہ میرے ساتھ تین آدمی ہیں جن میں دو خاندان مسیح موعود کے ہیں اور ایک پہرہ داروں میں سے ہے۔ یہ تو خاندان والوں پر ذمہ داری آتی ہے اور ان کو ادا کرنی چاہیے۔ ہم سب خدا کے در پر بیٹھے ہیں جب تک وہ ہمیں اس دنیا میں رکھنا چاہے گا ہم رہیں گے مگر خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کو تو نہیں چھوڑے گا۔ خدا تعالیٰ مجھے اپنے پاس بلالے گا تو میری جگہ کسی اَور کو جماعت کا خلیفہ بنا دے گا۔''

حضور انور نے مخالفین جماعت کو پرشوکت الفاظ میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''پس میں مخالفین احمدیت سے کہتا ہوں کہ ہم دنیا کی دولت سے پیار کرتے ہیں نہ اس کو کوئی وقعت دیتے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ تم کوئی اس قسم کا فتنہ کھڑا کرو گے تو سو ڈیڑھ سو مخلص احمدیوں کو دولت کا لالچ دے کر یا منافقوں کے ساتھ مل کر متوازی جماعت قائم کر لو گے۔ کیا تمہیں ان لوگوں کا علم نہیں جنہوں نے پہلے ایک متوازی جماعت قائم کی تھی اور بڑے طمطراق سے کی تھی اور بڑے دعویٰ سے کی تھی کہ جماعت کا ۹۵ فیصد حصہ ان کے ساتھ ہے انہوں نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں تم ان سے زیادہ کامیابیاں تو حاصل نہیں کر سکو گے۔ آخر لے دے کر ان کی ساری کوششوں کا نچوڑ اور تجربوں کا ماحصل یہ ہے کہ جماعت مبائعین کو گالیاں دو اور بس۔ گویا گالیاں دینا ان کے نزدیک نیکی ہے اور اس طرح ان کو خدا مل جائے گا۔

پس اگر ہمارا مخالف اور معاند یہ سمجھتا ہے کہ منافقوں کو پیسے دے کر اور ان کی پیٹھ ٹھونک کر وہ مومنین مخلصین کی جماعت کے مقابلہ میں ایک متوازی جماعت بنالے گا تو یہ لوریاں تمہیں جو دیا کرتا ہے وہی دیا کرتا ہے تم ایسی لوریاں لے کر آرام

کرتے اور سوتے ہو تو سوتے رہو۔ خدا تعالیٰ کے مخلص بندوں پر ایسی لوریوں کا کوئی اثر نہیں ہوا کرتا۔......ہم مخالفین احمدیت سے کہتے ہیں تم جو تدبیر بھی کرنا چاہو کر کے دیکھ لو۔ ہمیں دکھ پہنچانا چاہو پہنچا لو۔ ہمیں گالیاں دینا چاہو دے لو۔ ہم پر رعب جمانا چاہو جما کر دیکھ لو۔ منافقوں کو اکٹھا کر کے کوئی متوازی جماعت بنا کر ربوہ میں اس کا مرکز بنانے کی کوشش کرنا چاہو کر کے دیکھ لو۔ جو تمہاری مرضی میں آئے کر لو۔ ہم تمہیں بتا دیتے ہیں کہ تم اپنے منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کامیاب نہیں ہو سکتے کہ یہ جماعت خدا کی قائم کردہ جماعت ہے اور خدا کے اس برگزیدہ شخص کی طرف منسوب ہوتی ہے جس کے دل و جان اللہ کے پیار اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور تھے۔ جسے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ضرورت حقہ کے مطابق قرآن کریم کی ایسی تفسیر سکھائی تھی جس میں آج کے انسان کو درپیش مسائل کا حل موجود ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی شناخت اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا ہوئی اور جس کے وجود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ کامل طور پر منعکس ہوا۔ وہ رنگ اتنا ہم شکل اور آپس میں اتنا ملتا جلتا تھا کہ خدا نے حضرت مہدی معہود علیہ السلام کو الہاماً فرمایا کہ تم دنیا میں یہ اعلان کر دو۔ وَمَنْ فَرَّقَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ الْمُصْطَفٰی فَمَا عَرَفَنِیْ وَ مَا رَأٰی [179] یعنی مَیں اور میرا آقا دو نہیں ایک ہیں جو شخص میرے اور میرے آقا کے درمیان فرق کرتا ہے اس نے گویا میرے مقام کو پہچانا ہی نہیں۔ یہ دراصل ایک الٰہی تنبیہہ ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا قائم کردہ ایک سلسلہ ہے جسے کوئی ناکام نہیں کر سکتا۔‘‘

آخر میں حضور انور نے احباب جماعت کو اصل خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے اور اس سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’پس خدا تعالیٰ سے ہماری یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ہم ان تمام ذمہ داریوں کو نباہ سکیں جن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ دلائی ہے۔ ابھی میں نے جن منصوبوں کا ذکر کیا ہے گو دنیا کے نزدیک یہ بڑے

خطرناک منصوبے ہیں لیکن ہمیں ان سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ اگر ہمیں کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ بعض دفعہ اپنی کمزوری اور ضعف ایمان کی وجہ سے محسوس ہوتا ہے۔تاہم اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خوشخبری دی ہے کہ اگر تم میں سے بہتوں نے خلوص نیت اور صدق دل سے قربانیاں دیں تو جو تھوڑے لوگ ہیں اور ان قربانیوں سے محروم ہیں ان کی خطائیں بھی مغفرت کی چادر کے نیچے ڈھانپ دی جائیں گی۔ان کی کمزوری اور خطاؤں کا خمیازہ تمہیں نہیں بھگتنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری یہ دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں ان تمام بشارتوں کا اہل بنائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے روحانی فرزند جلیل مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ عطا کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے جو حقیر تحفہ ہم اس کے حضور پیش کریں وہ اسے محبت کے ساتھ اور قدردانی کے ساتھ قبول فرمالے اور اپنے وعدوں کو ہماری زندگیوں میں پورا کردے۔‘‘ 180

لولاک کی دجل وافتراء سے لبریز رپورٹ

اصل کارروائی کا خلاصہ تو یہی تھا مگر متعصب احراری ملاّؤں نے اپنے مستقل طریق کے مطابق اس کی خبر دیتے ہوئے نہایت درجہ دجل وفریب کا مظاہرہ کیا چنانچہ لکھا:۔

’’مرزائیوں نے ۲۷مئی ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں اپنی شوریٰ کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا۔اس اہم ترین اجلاس میں مرزا ناصر احمد نے ایک طویل ترین تقریر کی۔ ہال کے باہر، اردگرد کے مکانوں، گلیوں، بازاروں اور چھتوں پر دوسرے شہروں سے منگوائے ہوئے ایک ہزار رضا کار سخت گرمی میں پہرہ دیتے رہے۔اس اجلاس میں جو فیصلے ہوئے ان میں ایک فیصلہ یہ بھی تھا کہ ملک میں سیاسی قتل کرائے جائیں۔ چنانچہ ہم نے اس اجلاس کی کارروائی کے ضمن میں یہ بھی لکھا تھا کہ ’’ایک تجویز یہ بھی آئی کہ خدام الاحمدیہ کے فوجی اور ٹرینڈ نوجوانوں کے ذریعہ ملک کی نامور شخصیتوں کو قتل کرادیا جائے۔ خدام الاحمدیہ کے یہ نوجوان اپنی جان پر کھیل کر یہ کام سرانجام دیں۔اس فہرست میں کون کون لوگ شامل ہیں اس سلسلہ میں مرزا ناصر احمد اور مرزا طاہر احمد کے ساتھ مشاورت کے لئے ایک خاص کمیٹی بنا دی گئی جو معلومات فراہم کرے گی اور خدام الاحمدیہ کو ہدایات جاری کرے گی، غالباً اس کمیٹی کو کابینہ کی شکل اور ایک خفیہ متوازی حکومت کی شکل دی گئی ہے‘‘۔ 181

ایک رازِ الٰہی کا انکشاف اور اس کی تصدیق

۲۷ رمئی ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خصوصی ہدایت پر جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کے نمائندوں کا خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے حضور نے آغاز میں ہی یہ واضح فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انتخاب ۱۹۷۰ء سے قبل مجھ پر انکشاف کر دیا تھا کہ اگر مغربی پاکستان میں کوئی ایک سیاسی جماعت مضبوط بن کر نہ اُبھری تو نہ صرف

''استحکام پاکستان کو بڑا ہی شدید خطرہ پہنچنے کا اندیشہ ہے''۔

بلکہ

''کسی ایک پارٹی کو واضح اکثریت حاصل نہ ہوتی تو ان حالات میں مغربی پاکستان بھی باقی نہ ہوتا''۔[182]

اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور جماعت احمدیہ پاکستان کی زبردست کوششوں کی بدولت مغربی پاکستان میں کوئی سیاسی جماعت انتخاب ۱۹۷۰ء میں فیصلہ کن اکثریت کے ساتھ کامیاب نہ ہوتی تو مغربی پاکستان کا وجود اور استحکام بھی خطرے میں پڑ جاتا۔

الحاج ڈاکٹر محمد عبدالہادی کیوسی کی وفات

ابھی سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی دائمی جدائی کا صدمہ تازہ ہی تھا کہ اطالوی نومسلم بھائی الحاج ڈاکٹر محمد عبدالہادی کیوسی صاحب بھی ۸/۹ جون ۱۹۷۳ء کی درمیانی شب گیارہ بج کر پچاس منٹ پر جرمنی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ ۱۳ مئی ۱۹۱۹ء کو ٹریسٹ اٹلی کے ایک گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ جولائی ۱۹۶۹ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی بیعت سے مشرف ہو کر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے تھے۔[183] بظاہر آپ کی صحت قابل رشک حد تک اچھی تھی۔ اوقات کار عام آدمی سے بہت زیادہ تھے۔ مثالی مومن کی طرح ہمہ وقت چاک و چوبند اور مستعد نظر آتے تھے۔ کبھی کوئی کام تاخیر میں نہیں ڈالتے تھے۔ کئی مشکلات کے باوجود خدا تعالیٰ نے حج کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ لیکن سفرِ حج سے واپسی کے بعد انہیں اپنے جسم میں درد محسوس ہونے لگا۔ معالج کے معائنہ کرانے پر معلوم ہوا کہ معدہ میں السر ہے اور اپریشن کے لئے فی الفور ہسپتال میں جانا ضروری ہے۔[184]

مسعود احمد جہلمی صاحب مبلغ جرمنی تحریر فرماتے ہیں کہ ’’جس روز معالج نے یہ خبر دی اس سے اگلے روز جرمنی کے دارالحکومت بون کی ایک اہم انسٹی ٹیوٹ میں اسلام پر ان کی ایک تقریر پہلے سے طے شدہ تھی اور اس کی خاصی تشہیر بھی ہو چکی تھی۔ انہوں نے اپنے معالج سے ایک روز کی رخصت چاہی ایسی صورت میں معالج عام طور پر سفر کی اجازت نہیں دیتے لیکن ان کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے معالج نے کہا کہ اگر تقریر پر نہ جانے کی صورت میں آپ زیادہ ذہنی پریشانی میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو پھر آپ کے لئے چلے جانا ہی بہتر ہے لیکن وہاں سے آتے ہی ہسپتال میں آجائیں۔

بون سے واپسی پر آپ بلا تاخیر ہسپتال چلے گئے اور اگلے روز اپریشن ہوا۔ سرجن نے بتایا کہ یہ کینسر تھا اور کوشش کی گئی ہے کہ معدے کے متاثرہ حصے کو کاٹ کر نکال دیا جائے۔ اپریشن کے بعد ڈاکٹری مشورہ کے مطابق آپ اپنی اہلیہ اور بارہ سالہ بچے کے ہمراہ آرام کے لئے یوگوسلاویہ چلے گئے وہاں سے واپس آنے کے بعد آپ نے حسب سابق اپنے مشاغل کو جاری رکھنے کی کوشش کی لیکن اب جسم روح کا ساتھ دینے سے قاصر تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘۔ 185

اُن دنوں مولوی فضل الٰہی صاحب انوری فرینکفرٹ میں مربی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ انہی کی نگرانی میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی تجہیز و تکفین کے سارے انتظامات مکمل ہوئے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ خاکسار جو مسلسل ان کی بیوی سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھا اِس اندوہناک خبر کے ملتے ہی ان کی کمپنی کے ڈائریکٹر سے ملا۔ وہاں ان کی بیوی بھی موجود تھیں خاکسار نے تجویز پیش کی کہ اگر وہ راضی ہوں تو خاکسار ان کا تابوت پاکستان لے جانے کے لئے اپنے مرکز سے اجازت طلب کرے۔ یہ تجویز ان کی غمزدہ بیوی کے لئے جو تا حال اپنے سابقہ مذہب (عیسائیت) پر قائم تھی قابلِ قبول نہ تھی، تاہم اس نے اجازت دی اور اس پر اپنی مکمل رضامندی ظاہر کی کہ ہم ان کی تجہیز و تکفین کا جملہ انتظام اسلامی طریق پر کر سکتے ہیں کیونکہ اگرچہ وہ خود مسلمان نہیں مگر اپنے خاوند کی روح کو بھی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتی۔

حضور انور کی اپنے اس مخلص اور فدائی خادمِ سلسلہ کے ساتھ شفقت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ حضور نے ان کی بیماری کے دوران دو بار بذریعہ کیبل ان کی طبیعت کا حال دریافت فرمایا اور پھر وفات کی اطلاع ملتے ہی مندرجہ ذیل تعزیتی پیغام ارسال فرمایا:۔

’’ڈاکٹر محمد عبدالہادی کیوسی صاحب کی وفات کا گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ

وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو تسکین بخشے۔ میری طرف سے دلی تعزیت اور ہمدردی کے جذبات ان کی بیوی اور بچوں تک پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس صدمہ عظیمہ کو برداشت کرنے اور اس پر صبر کرنے کی توفیق بخشے‘‘۔

بدھ کے روز یعنی ۱۳ جون کو غسل دیا گیا۔ غسل دینے کی سعادت سید مبارک احمد شاہ صاحب ابن حضرت سید سرور شاہ صاحب کے حصہ میں آئی۔ چوہدری حمید نصر اللہ صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے۔ مولانا فضل الٰہی انوری صاحب نے احرام کی دو سفید چادریں جو ڈاکٹر صاحب نے اپنے عمرہ اور حج کے دوران استعمال کیں تھیں ان کی بیوی کو کہہ کر ان کے گھر سے منگوائیں اور انہیں کفن کے ساتھ شامل کر دیا۔ اسی طرح مکرم مولانا صاحب نے ایک پلیٹ بھی تیار کروائی جس پر ڈاکٹر صاحب کا پورا اسلامی نام اور تاریخ وفات کندہ کروائی گئی۔ یہ پلیٹ تابوت کے اندر رکھ دی گئی۔

۱۵؍احسان ۱۳۵۲ ہش بروز جمعہ صبح ساڑھے آٹھ بجے نماز جنازہ پڑھی گئی جس میں فرینکفرٹ اور ہمبرگ کے جملہ احباب جماعت کے علاوہ بعض غیر از جماعت معززین بھی شریک ہوئے۔[186]

اس حادثہ پر جماعت احمدیہ مغربی جرمنی نے ایک خصوصی اجلاس میں ۱۱؍جون ۱۹۷۳ء کو متفقہ طور پر حسب ذیل قرارداد پاس کی:۔

’’ہمارے اطالوی نومسلم بھائی الحاج ڈاکٹر محمد عبدالہادی کیوسی کے پُرالم سانحہ ارتحال سے ہمارے دل بہت ہی غمناک ہیں۔ ہم اپنی جماعت میں ایک گہرا خلا اور نقصان محسوس کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کیوسی صاحب مرحوم کو ہماری جماعت میں ایک بلند مقام حاصل تھا۔ اگرچہ ۱۹۶۵ء سے ہی مسجد نور فرینکفرٹ کے ساتھ انہیں ایک گہرا تعلق پیدا ہو گیا تھا تاہم ۱۹۶۹ء میں انہوں نے باقاعدہ طور پر مشرّف بہ اسلام ہو کر دین کے ساتھ اپنی غیر متزلزل اور ابدی وابستگی کا اعلان کر دیا تھا۔ اسلامی زندگی کے اس قلیل عرصہ میں انہوں نے ایک سچے مسلمان اور ایک مثالی احمدی کے طور پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ خدائے قادر مطلق نے ان کو عمرہ اور حج کے فریضہ کی ادائیگی کا شرف بھی بخشا۔ علاوہ ازیں انہیں بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے مولد و مسکن قادیان اور جماعت احمدیہ کے موجودہ عالمی مرکز ربوہ جانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب کی خدمات جو انہوں نے اسلام کے لئے عموماً اور احمدیہ مشن مغربی جرمنی کے لئے خصوصاً سرانجام دیں احمدیت کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔ آپ کا اسپرانٹو زبان

میں قرآن کریم کا ترجمہ آپ کی علمی خدمات میں ایک امتیازی خصوصیت کا حامل ہے۔اس کے ساتھ آپ کی دو تصنیفات ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں'' (جو اسپرانٹو زبان میں چھپ رہی ہے) اور ''میرا سفرنامہ حج'' (جو جرمن میں چھپ رہا ہے) بھی کم اہمیت نہیں رکھتی۔ ہمارے جرمن ماہنامہ رسالہ ''ڈیر اسلام'' (Der Islam) کے اعزازی ایڈیٹر ہونے کے علاوہ ایک بے لوث اور انتھک مضمون نگار کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ہمارے جرمن احمدیہ مشن کی مالی کمیٹی کے نائب صدر اور آڈیٹر بھی تھے۔ان کی مالی قربانیاں جو وہ مشن کے لئے کرتے رہے ان کے خلوص کی یاد دلاتی رہیں گی''۔[187]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی طرف سے بعض الزامات کی تردید

ہفت روزہ چٹان لاہور کی ۱۱ جون ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں صاحبزادہ پیر ظفر ہاشمی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں باؤنڈری کمیشن میں بحث سے متعلق نہ صرف حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے خلاف سراسر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات تراشے گئے بلکہ قائداعظم مرحوم کے خلاف بھی نہایت نازیبا الفاظ استعمال کر کے آپ کی شان میں گستاخی کی جسارت کی گئی۔حضرت چوہدری صاحب موصوف نے ایڈیٹر الفضل کے نام اپنے ایک مکتوب میں ان الزامات کی تردید فرمائی۔آپ کا یہ مکتوبِ گرامی ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

لندن۔۲۲رجون ۱۹۷۳ء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب الفضل۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہفتہ وار چٹان لاہور کی ۱۱ جون کی اشاعت کے صفحہ ۱۶ کے پہلے اور دوسرے کالم میں صاحبزادہ پیر ظفر ہاشمی صاحب کے قلم سے یہ عبارت درج ہے:۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی سادہ لوحی بھی ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے مسلم لیگ کیلئے حکومتِ پاکستان کی طرف سے باؤنڈری کمیشن میں مقدمہ پیش کرنے کیلئے چوہدری ظفر اللہ خان کو مقرر کیا اور چوہدری صاحب موصوف کی وکالت کی فیس پانچ لاکھ روپیہ اُس ابتلاء کے زمانے میں ادا کی جب کہ پاکستان ایک ایک پائی کا محتاج تھا۔قائداعظم اُس وقت نہایت پریشان تھے۔چاروں طرف سے پاکستان دشمنوں سے گھرا ہوا تھا۔مسٹر پٹیل آنجہانی کا دعویٰ تھا کہ پاکستان ایک ماہ بھی زندہ نہیں رہ سکے گا۔گویا یہ پیدا ہوتے ہی مر جائے گا! چودھری ظفر اللہ خان نے وکالت کی فیس نہ چھوڑی۔

قائداعظم سے ایسے وقت میں اتنی گراں فیس وصول کر کے بھی چوہدری صاحب نے سکھوں کے دعویٰ کا انتظار کئے بغیر اپنی جماعتِ میرزائیہ کو اپنے مخصوص عقائد اور اپنی خاص اہمیت سے کمیشن کے روبرو اپنی جماعت کا علیحدہ کیس پیش کرنے کا موقعہ فراہم کر دیا۔قادیانی جماعت اپنا علیحدہ کیس پیش کرنے یا کرانے کی حقدار نہ تھی۔

اسی صفحہ کے تیسرے کالم میں یہ عبارت بھی درج ہے:۔

باقی میمورینڈم بھیجنے والوں میں جماعت احمدیہ ایسی جماعت تھی جسے کمیشن کے سامنے بحث میں حصہ لینے کا موقعہ ملا اور یہ موقعہ مسلم لیگ کے وکیل نے اپنے وقت میں سے حصہ نکال کر مہیا کیا (یعنی چوہدری ظفر اللہ خان نے فیس تو مسلم لیگ سے لی اور وقت میرزائیوں کو فراہم کیا) ورنہ احمدی جماعت بحث میں حصہ لے ہی نہیں سکتی تھی۔دوسری چالیس پچاس جماعتوں کی طرح صرف اپنا میمورینڈم بھیج سکتی تھی۔

ان عبارتوں میں خاکسار کی طرف یہ امور منسوب کئے گئے ہیں:۔

اوّل۔خاکسار نے مسلم لیگ کی طرف سے (حکومتِ پاکستان کی طرف سے نہیں حکومتِ پاکستان تو ابھی قائم نہیں ہوئی تھی) باؤنڈری کمیشن میں وکالت کرنے کی پانچ لاکھ روپے فیس طلب کی اور جناب قائداعظم نے باوجود نہایت پریشانی کے خاکسار کے اصرار پر چاروناچار یہ رقم خاکسار کو ادا کی۔

دوئم۔خاکسار نے فیس تو مسلم لیگ سے لی اور مسلم لیگ کی وکالت کیلئے جو وقت تھا اس میں سے حصہ نکال کر جماعت احمدیہ کیلئے کمیشن کے روبرو بحث میں حصہ لینے کا موقعہ فراہم کیا۔

یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

خاکسار نے جناب قائداعظم کے ارشاد کی تعمیل کو اپنے لئے ثواب اور برکت کا موجب شمار کیا اور بصد رغبت ان کے ارشاد کی بجا آوری کے لئے تیار ہو گیا فیس کا نہ کوئی موقعہ تھا نہ کوئی سوال پیدا ہوا۔نہ خاکسار کی طرف سے کوئی مطالبہ ہوا صراحتاً یا کنایۃً۔نہ جناب قائداعظم کی طرف سے کوئی پیشکش ہوئی۔نہ کسی ادائیگی کا موقعہ ہوا۔

لاہور میں مسلم لیگ کے سربراہ اُن ایام میں جناب نواب ممدوٹ صاحب مرحوم۔جناب میاں ممتاز محمد خان صاحب دولتانہ اور جناب سردار شوکت حیات خان صاحب تھے۔موخر الذکر دونوں اصحاب بفضل اللہ بقیدِ حیات ہیں۔اگر کوئی ادائیگی بطور فیس یا کسی اَور سلسلے میں مسلم لیگ کی طرف

سے ہوتی تو یا ان کی وساطت سے ہوتی اور پھر یا ان کے علم میں ہوتی۔ جناب صاحبزادہ پیرظفر ہاشمی صاحب ان اصحاب سے دریافت کر کے اپنا اطمینان کر لیں۔

اگر ان اصحاب سے کسی وجہ سے دریافت کرنا صاحبزادہ صاحب کو منظور نہ ہو تو اس پہلو پر غور فرمائیں کہ جناب قائداعظم صاحب جناب ہاشمی صاحب کے اندازے کے مطابق سادہ لوح ہی سہی (گوان کے جاننے والوں بلکہ شناساؤں میں سے کوئی بھی ہاشمی صاحب سے اتفاق نہیں کرے گا) لیکن سادہ لوحی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ بزعم ہاشمی صاحب ایک طرف تو خاکسار پر جناب قائداعظم کا اس درجہ اعتماد کہ ایک نہایت نازک فرض کی ادائیگی کے لئے خاکسار کا انتخاب فرما کر خاکسار کی عزت افزائی فرمائی (جس کا خاکسار کو اعتراف ہے اور خاکسار حد درجہ اس کیلئے ممنون ہے) دوسری طرف خاکسار کے پانچ لاکھ روپے کے مطالبے پر بجائے برافروختہ ہونے کے اور باوجود پریشانی کے خاکسار کا بے جا اور ناواجب مطالبہ قبول فرما کر رقم ادا کر دی۔ سادہ لوحی پر سادہ لوحی۔

لیکن اسی پر بس نہیں بقول ہاشمی صاحب خاکسار نے ان کے اعتماد اور کریم النفسی کا یہ بے جا فائدہ اٹھایا کہ پرلے درجے کی بددیانتی کر کے مسلم لیگ کی وکالت کے وقت سے حصہ نکال کر احمدیہ جماعت کے لئے کمیشن کے روبرو بحث کا موقعہ فراہم کر دیا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ کوئی مخفی اور چھپی ہوئی بات تو ہو نہیں سکتی تھی۔ لاہور میں مسلم لیگ کے سربراہوں کے علم میں بھی آئی ہوگی اور جناب قائداعظم کی خدمت میں بھی پہنچی ہوگی۔

جب انہیں میری بیدردی کا تجربہ بھی ہو چکا تھا کہ ایک مشکل اور پریشانی کے وقت میں بھاری رقم کا بطور فیس مطالبہ کیا اور وصول کر کے چھوڑا اور پھر میری بددیانتی بھی ان پر واضح ہوگئی تو یہ کیسے ہوا کہ تھوڑا عرصہ بعد پھر خاکسار کو بھوپال سے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ امم متحدہ میں حکومت پاکستان کے وفد کی قیادت کرو۔ اس وفد میں حکومت پاکستان کے ایک وزیر بھی شامل تھے اور پاکستان کے سفیر متعینہ واشنگٹن بھی شامل تھے۔ خاکسار تو پاکستان میں کسی عہدے پر بھی فائز نہیں تھا۔ عجب سادہ لوحی تھی۔

اس فرض کی سرانجام دہی سے مراجعت کے ایک نہایت قلیل عرصہ بعد پھر خاکسار کو طلب فرمایا اور ارشاد ہوا پاکستان کی وزارتِ خارجہ کا قلمدان سنبھالو۔ جب خاکسار حلف لینے کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ کمال ذرّہ نوازی سے جناب قائداعظم نے خاکسار کو جناب نوابزادہ لیاقت علی خان صاحب مرحوم وزیراعظم کی دائیں جانب بیٹھنے کا ارشاد فرمایا اور اس طرح درجے کے لحاظ سے باقی تمام

وزرائے کرام پر جو پہلے دن سے وزارت کے مناصب پر متمکن چلے آرہے تھے، سرفراز فرمایا۔ یہ بھی کیسی سادہ لوحی تھی!

اب رہا جماعت احمدیہ کو کمیشن کے روبرو وقت فراہم کرنے کا مسئلہ۔ اس کی کیفیت اجمالاً یہ ہے۔ باؤنڈری کمیشن کی تشکیل کی تکمیل کے وقت خاکسار انگلستان میں تھا۔ انگلستان سے سیدھا لاہور پہنچا۔ لاہور پہنچنے پر معلوم ہوا کہ سرسیرل ریڈکلف لاہور پہنچ چکے ہیں اور دوسرے دن ۱۱ بجے قبل دوپہر وکلاء کو طلب کیا ہے۔ خاکسار بھی حاضر ہوگیا۔ سرسیرل نے وکلاء کو کمیشن کے اراکین کی موجودگی میں کمیشن کے ضابطے اور سماعتِ بحث کے شروع ہونے کی تاریخ سے مطلع کردیا۔ ۱۲ بجے تک یہ کارروائی ختم ہوگئی اور خاکسار جائے قیام کو لوٹا۔ یہ واقعہ منگل کے دن کا تھا۔ تحریری بیانات کے داخلے کی آخری حد جمعہ کے دن کی دوپہر تھی۔ فقط بدھوار اور جمعرات درمیان میں تیاری کے لئے میسر تھے۔ لحظہ لحظہ قیمتی تھا۔ جمعہ کی دوپہر تک خاکسار کا تمام وقت تحریری بیانات کی تیاری میں گزرا۔ تیاری کی تفصیل بہت دلچسپ ہے لیکن یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں صرف اتنا بیان کردینا کافی ہے کہ اس دوران یہ علم تو خاکسار کو ہوا کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے جناب شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم کمیشن کے روبرو بحث کریں گے۔ لیکن یہ امر کیسے طے پایا اور کن اصحاب کے درمیان۔ اس کا علم خاکسار کو نہیں۔ بعد میں بعض تفاصیل سنیں لیکن ان میں خاکسار کا کوئی حصہ نہیں تھا۔

کمیشن نے میرے بیان پر وقت کی کوئی پابندی عائد نہیں کی تھی جس قدر وقت کی ضرورت خاکسار کو وضاحت کے ساتھ اپنا بیان پیش کرنے کی تھی وہ میسر آتا گیا کمیشن نے کسی وقت نہیں روکا۔ چونکہ وقت کی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی اس لئے اپنے وقت میں حصہ نکال کر فراہم کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا، نہ پیدا ہوا۔

جناب شیخ بشیر احمد صاحب کے ساتھ تیاری کے دوران خاکسار کی کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ بحث کی سماعت شروع ہونے پر کمیشن کے اجلاس کے کمرے میں علیک سلیک ہوتی رہی لیکن کسی قسم کا کوئی مشورہ نہیں ہوا۔ اگر جناب شیخ صاحب کے بحث میں حصہ لینے کے لئے کسی سمجھوتے کی ضرورت یا حاجت تھی تو یہ سمجھوتہ سربراہانِ مسلم لیگ کے ساتھ ہوا ہوگا۔ خاکسار کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ جیسے خاکسار بیان کر چکا ہے خاکسار تو انگلستان سے لاہور سرسیرل ریڈکلف کے بھی پہنچ جانے کے بعد پہنچا اور پہنچنے کے ساتھ ہی بیان تحریری اور بحث کی تیاری میں منہمک ہوگیا۔

چٹان کے مضمون نویس صاحبزادہ بھی ہیں پیر بھی ہیں۔ ہاشمی بھی ہیں۔ یہ سب القاب ان کی شرافت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ خاکسار امید قوی رکھتا ہے کہ وہ ان سطور پر توجہ دیں گے اور غور فرمائیں گے اور پوری تحقیقات کے بعد مطمئن ہو جائیں گے کہ یہ بیان درست ہے۔ اس صورت میں وہ یقیناً اپنے اطمینان کا اظہار بھی کر دیں گے تا کہ جو غلط فہمی ان کے مضمون کے اس حصہ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے وہ رفع ہو جائے لیکن اگر وہ ضد سے اپنے بیان کی حمایت پر مصر ہیں تو اس عاجز کا ان پر کوئی زور اور اختیار نہیں۔ اس صورت میں وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔[188]

’’دارالاقامۃ النصرۃ‘‘ کا نیا انتظام

۱۹۶۲ء کے وسط میں حضرت مصلح موعود کی منظوری کے بعد ربوہ میں یتیم اور نادار بچوں کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کے لئے دارالاقامۃ النصرۃ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ جس کی نگرانی کے فرائض سید میر داؤد احمد صاحب کے سپرد ہوئے۔ سید میر داؤد احمد صاحب کی وفات کے بعد یہ ادارہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی منظوری سے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے تحت مشروط بآمد شعبہ کے طور پر سرگرم عمل ہو گیا اور اس کا نام حضور نے ’’مدامداد طلبہ‘‘ رکھا اور اس کے نگران سید محمود احمد ناصر صاحب مقرر ہوئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۳ جون ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ میں دارالاقامۃ النصرۃ کے اس نئے انتظام کے متعلق اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

یہ ادارہ اب اپنی پرانی شکل میں ختم کر دیا گیا ہے لیکن اس کے ذریعہ غریب اور مستحق طلباء کی جو مدد کی جاتی تھی وہ ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے۔ یہ انتظام پہلے محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم کے سپرد تھا اور وہی اُسے چلاتے تھے لیکن اب اسے جماعت نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ ہم نے مستحق طلباء کی ہر ضرورت کو بہر حال پورا کرنا ہے۔ لہٰذا جو احباب اس ادارہ کی مالی مدد کرتے تھے وہ اب بھی اسے جاری رکھیں اور جب تک کسی اور انتظام کا اعلان نہیں کیا جاتا اپنی امدادی رقوم نظارت بیت المال (آمد) کو بھجواتے رہیں تا کہ مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کا جو باغ اس زمانہ میں لگایا گیا ہے اس کے تمام اشجار کی صحیح اور کامل پرورش اور نشو و نما کے سامان ہوتے رہیں۔[189]

سید محمود احمد ناصر صاحب ۱۸ نومبر ۱۹۷۸ء تک یہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے بعد یہ شعبہ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی زیر نگرانی ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ۱۳ اگست ۱۹۸۳ء کو ارشاد فرمایا:۔

’’تمام وظائف تعلیم کا انتظام ناظر صاحب تعلیم بحیثیت ناظر تعلیم کریں گے۔مدّ امداد طلباء کو بھی آئندہ سے ناظر صاحب تعلیم کنٹرول کریں گے۔‘‘ 190

اس وقت سے تا حال (۲۰۱۶ء) نظارت تعلیم کے تحت ہی وظائف کا انتظام وانصرام جاری ہے۔

نائیجیریا اور لائبیریا سے متعلق دو خوشخبریاں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۶ جولائی ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ میں نائیجیریا اور لائبیریا سے متعلق دو خوشخبریاں سنائیں جو خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی آئینہ دار تھیں۔ چنانچہ حضور انور نے ارشاد فرمایا:۔

’’ہم نے اپنی زندگیوں میں ہمیشہ یہی مشاہدہ کیا ہے کہ:۔

ع ’’شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے‘‘

نیز یہ کہ:۔

ع ’’تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے‘‘

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپؐ کے محبوب مہدی معہود کے غلاموں کو ہر وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازتا رہتا ہے۔مَیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے دو فضلوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

ایک یہ کہ تحریک جدید نے کئی سال ہوئے کانو (نائیجیریا) میں ایک ہائر سکینڈری سکول (جس کی حیثیت ہمارے ہاں کے انٹرمیڈیٹ کالج کی ہے) کھولا تھا۔لیکن اس کی ترقی کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں تھیں۔کانو کا علاقہ نائیجریا کا جو مسلم نارتھ یعنی ’’مسلمانوں کا شمالی علاقہ‘‘ کہلاتا ہے اس کا ایک صوبہ ہے۔...... کانو میں ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے بڑی محنت کی اور قربانی دی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے ذریعہ وہاں ایک کامیاب ہسپتال جاری ہوگیا۔پھر وہیں ایک سکول بھی کھل گیا۔جس کا مَیں نے ابھی ذکر کیا ہے۔

کانو کے مغرب میں سکوتو کا صوبہ ہے جہاں حضرت عثمان بن فودی (فودیو) علیہ الرحمۃ کے بڑے بیٹے کی نسل آباد ہے اور مذہبی اثر ورسوخ اور سیاسی اقتدار کی

مالک ہے۔کانو کا علاقہ ان کے چھوٹے بیٹے کو ملا تھا۔حضرت عثمان بن فودی (فودیو) علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں ہی حصے بانٹ دئے تھے چنانچہ کانو کا علاقہ ان کے چھوٹے بیٹے کے حصہ میں آیا تھا۔

اس علاقہ میں جب ہمارا ہسپتال اور سکول کھل گیا تو وہاں کے افسروں کا ایک حصہ تو ہمارے ساتھ بڑا تعلق رکھنے لگا لیکن تبلیغ واشاعت کے دروازے کھلنے کی وجہ سے بعض افسروں کی طرف سے بڑی مخالفت رہی اور اب بھی ہے۔مخالفت سے ہم ڈرتے نہیں کیونکہ یہ تو دراصل ہماری ترقی کے لئے بہت ضروری ہے۔چنانچہ کانو میں سکول تو کھل گیا لیکن حکومت اس کو مالی امداد دینے کے لئے ایک باقاعدہ سکول کے طور پر ابھی تک تسلیم نہیں کر رہی تھی۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ گو ہم نے تمہیں سکول کھولنے کی اجازت تو دے رکھی ہے اور تمہارا سکول عملاً کام بھی کر رہا ہے لیکن تمہارے پاس نہ اپنی زمین ہے اور نہ اپنی عمارت۔تم کرایہ کی ایک عمارت میں کام کر رہے ہو ہم اسے باقاعدہ سکول سمجھ کر کیسے مدد دینی شروع کر دیں۔تاہم وہ افسر جو ہم سے اچھا تعلق رکھتے تھے وہ ہمارے سکول کے لئے مالی امداد کے حصول کی برابر کوششیں کرتے رہے اور ادھر مخالفین بھی اپنی مخالفت میں لگے ہوئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ابھی تھوڑا عرصہ ہوا وہاں سے یہ اطلاع ملی ہے کہ حکومت نے ہمارے اس سکول کے لئے دس ایکڑ زمین عطیہ کے طور پر یا برائے نام قیمت پر دے دی ہے۔الحمدللہ علیٰ ذالک

دوسری خوشخبری جس کا میں اس وقت ذکر کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ۱۹۷۰ء میں جب مَیں مغربی افریقہ کے دورہ پر گیا تو لائبیریا میں پریذیڈنٹ ٹب مین صاحب سے بھی میری ملاقات ہوئی۔ہمارے مبلغ نے گو اُن سے یہ تو کہا تھا کہ حضرت صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں آپ اس موقع پر ہمارے مشن ہاؤس اور ہسپتال وغیرہ کے لئے ہمیں ایک سو ایکڑ زمین کا تحفہ دیں لیکن ان سے یہ نہیں کہا گیا تھا اور نہ خواہش کی گئی تھی نہ ہمارا خیال تھا اور نہ ایسا خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ وہ جو استقبالیہ دعوت دیں گے اس میں اس کا اعلان بھی کر دیں گے۔چنانچہ انہوں نے ہمیں جو استقبالیہ دیا جس

میں سب وزراء اور بڑے بڑے افسر اور دیگر صاحبِ اثر و رسوخ شہری بھی شامل تھے اس میں انہوں نے اپنی تقریر کے دوران اچانک یہ اعلان بھی کر دیا کہ مَیں نے جماعت احمدیہ کو سوا ایکڑ زمین دینے کا وعدہ کیا ہے اس موقعہ پر ان کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوئی اور اس کا انہوں نے اظہار کر دیا۔ مَیں سمجھتا ہوں اس میں ضرور کوئی خدائی حکمت تھی کیونکہ بعد میں جو حالات پیدا ہوئے ان سے بھی یہ پتہ لگتا ہے کہ بڑا اچھا ہوا بھری محفل میں حکومت کے سب ذمہ دار افراد کی موجودگی میں ان کے پریذیڈنٹ کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا کہ میں نے امام جماعت احمدیہ کو ایک سوا ایکڑ زمین دینے کا وعدہ کیا ہے۔

جب میں وہاں گیا تھا تو اس وقت ان کی عمر ۸۵ سال کے لگ بھگ تھی۔ گو بڑے بوڑھے آدمی تھے لیکن بڑی ہمت والے انسان تھے۔ پچھلے سال ان کی وفات ہو گئی۔ زمین کے متعلق دفتری کارروائی جاری رہی تھی۔ یہ کارروائی بہر حال کچھ وقت لیتی ہے۔ پھر وہاں کی اکثر زمینیں جنگلات کی صورت میں پڑی ہوئی ہیں۔ جنگلات بھی ایسے کہ جن میں نہ کوئی پٹواری گیا اور نہ کوئی قانون گو۔ جن میں نہ کوئی نشان لگا اور نہ حد بندی ہوئی، بس ایک وسیع جنگل ہے جو خالی پڑا ہوا ہے۔......غرض پریذیڈنٹ ٹب مین صاحب کی زندگی میں تو سوا ایکڑ زمین ہمیں نہ مل سکی لیکن جب ان کی وفات ہوئی تو چونکہ ان کے آئین کے مطابق وہاں کا نائب صدر نئے انتخابات تک صدر بن جاتا ہے اس لئے مسٹر ٹالبرٹ جو وہاں کے نائب صدر تھے اور بڑی اچھی شخصیت کے مالک تھے صدر بن گئے ان سے بھی میری ملاقات ہوئی تھی۔ یہ بھی ہمارے ساتھ بڑا تعلق رکھتے تھے۔ لیکن جو تعلق پریذیڈنٹ ٹب مین کے دل میں ہمارے لئے تھا جس کا انہوں نے اظہار بھی کیا تھا مسٹر ٹالبرٹ کا ہمارے ساتھ ویسا تعلق تو نہیں تھا لیکن پھر بھی مسٹر ٹالبرٹ ہم سے بڑا اچھا تعلق رکھتے تھے۔ ان کے زمانہ میں بھی ہمارا یہ معاملہ سرخ فیتہ کی زد میں رہا۔ ایک لمبے عرصہ تک کارروائی ہوتی رہی۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کب اور کیا فیصلہ ہو گا۔ کبھی کوئی مشکل پیش آ جاتی تھی۔ کبھی کہتے تھے دستاویز کے الفاظ درست نہیں۔ غرض یہ معاملہ بڑے لمبے عرصہ تک

چلتا رہا یوں سمجھئے کہ اس بات کو قریباً تین سال ہو گئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔اب چند دن ہوئے اطلاع آئی ہے کہ ہمارے حق میں فیصلہ ہو گیا ہے۔ پہلے یہ اطلاع ملی کہ پریذیڈنٹ ٹالبرٹ نے نقشہ پر منظوری دے دی ہے لیکن کچھ قانونی کام کرنے باقی ہیں۔ پھر اب یہ اطلاع ملی ہے کہ باقاعدہ منظوری کے بعد دستاویز ہائیکورٹ میں رجسٹر ہو گئی ہے گو اس میں انہوں نے ایک شرط تو لگائی ہے اور وہ شرط یہ بتاتی ہے کہ انہوں نے اس کا کچھ بھی نہیں لیا یا اگر کچھ لیا ہے تو وہ بھی برائے نام ہے یوں سمجھیں کہ بالکل مفت ملی ہے لیکن وہ شرط ہے بالکل جائز۔شرط یہ ہے کہ جن مقاصد کے لئے زمین دی گئی ہے اگر جماعت احمدیہ اس کا استعمال نہ کرے یا نہ کرنا چاہے یا نہ کر سکتی ہو تو وہ اس زمین کو بیچ نہیں سکتی بلکہ یہ حکومت کو واپس چلی جائے گی۔ یہ شرط معقول ہے۔ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ یہ تو سوا ایکڑ ہیں۔ہمیں تو انشاء اللہ اگلے دس پندرہ سال میں وہاں کے لئے معلوم نہیں مزید کتنے سینکڑے ایکڑ زمین کی ضرورت ہوگی۔'' [191]

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سفر یورپ

اس سال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اشاعت قرآن کے منصوبہ اور دیگر جماعتی کاموں کا جائزہ لینے کے لئے یورپ تشریف لے گئے۔اس کامیاب اور مبارک سفر کا آغاز ۱۳ جولائی ۱۹۷۳ء کو اور اختتام ۲۶ ستمبر ۱۹۷۳ء کو ہوا۔اس سفر کے دوران آپ نے انگلستان، ہالینڈ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، اٹلی، ڈنمارک اور سویڈن کا تبلیغی دورہ فرمایا۔حضور نے روانگی انگلستان سے ایک ہفتہ قبل ۶ جولائی ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ میں اس بابرکت سفر کے پس منظر اور غرض و غایت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

''ہم نے اشاعت قرآن کا ایک منصوبہ بنایا تھا جس کی خدا تعالیٰ کے فضل سے ابتداء بھی ہو چکی ہے۔ یہ منصوبہ دو حصوں پر مشتمل ہے ایک یہ کہ ہمارا اپنا چھاپہ خانہ ہو دوسرے یہ کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ دنیا میں کثرت سے قرآن کریم کی اشاعت کی جائے۔ جہاں تک ایک جدید پریس کے قیام کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے اس کی ابتداء ہو چکی ہے۔عمارت زیر تعمیر ہے۔......میں نے اس

منصوبہ کے اعلان کے وقت بھی کہا تھا کہ ہمیں ایک نہیں سینکڑوں چھاپہ خانوں کی ضرورت پڑے گی۔تاہم ایک پریس کا کام شروع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بتایا کہ اس سے بھی ایک بڑا کام ہے تمہیں اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔چنانچہ یہ تفہیم ہوئی کہ اس پریس کے علاوہ ہمارے دو اور پریس ہونے چاہئیں۔ایک افریقہ میں اور ایک براعظم یورپ میں (انگلستان میں یا) جہاں بھی حالات اجازت دیں۔جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ربوہ میں ایک جدید پریس کے قیام کا منصوبہ پچھلے حصہ سے تعلق رکھتا ہے دوسرے مرحلے میں قرآن عظیم کیہر گھر اشاعت کا کام کرنا ہے۔......
چنانچہ اس وقت تک جو اشاعت قرآن کریم ہوئی ہے اس میں افریقہ کا زیادہ حصہ ہے یہ کام ''نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم'' کے ماتحت ہو رہا ہے لیکن جماعت احمدیہ کا کام تو بہت پھیلا ہوا ہے اس سارے کام کے ہزارویں حصہ تک نصرت جہاں سکیم کا کام منحصر ہے لیکن چونکہ ''نصرت جہاں منصوبہ'' کے ساتھ اس کی ابتداء ہوئی تھی اس لئے قرآن کریم کی زیادہ اشاعت بھی افریقہ میں ہوئی خصوصاً ان ملکوں میں جن کا میں نے دورہ کیا تھا وہاں سے کئی عیسائی طالب علم بچے مجھے خط لکھ دیتے ہیں کہ ہمیں قرآن کریم مترجم بھجوائیں۔میں ان کو لکھ دیتا ہوں کہ وہاں کے امیر سے ملو۔ایک طالب علم نے مجھے لکھا کہ ایک نسخہ بائبل کا اور ایک قرآن کریم مترجم کا بھجوا دیں وہ شاید عیسائیت اور اسلام کا موازنہ کر رہا ہے۔بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہدایت کی راہیں کھول دی ہیں اور وہ اسلام میں بہت دلچسپی لینے لگ گئے ہیں۔

امریکہ اور انگلستان میں اور اسی طرح یورپ کے دوسرے ممالک میں اشاعت قرآن کریم کا جو کام ہے وہ کچھ مختلف ہے اور حقیقی معنٰی میں ابھی اس کی ابتدا بھی نہیں ہوئی وہاں اشاعت کے کام میں بھی وہ وسعت پیدا نہیں ہوئی جو افریقہ میں پیدا ہو چکی ہے۔قرآن کریم کے بہت کم نسخے یورپ و امریکہ میں گئے ہیں اور ان میں سے بھی زیادہ احمدی دوستوں نے خریدے ہیں......کچھ اور جماعتی کام ہیں ان کاموں کا پورا جائزہ لینے اور بیرونی جماعتوں کے بعض احباب سے مشورہ کرنے کے لئے میں نے سوچا کہ مجھے اس سال کچھ عرصہ کے لئے انگلستان جانا چاہیے۔پہلے میرا

خیال تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو میں انڈونیشیا کی جماعتوں کا دورہ کروں۔پچھلے سال ان سے وعدہ بھی کیا تھا لیکن حالات ایسے تھے کہ ہم وہاں نہیں جا سکے لیکن اس دفعہ بڑی شدید تحریک پیدا ہوئی کہ قرآن کریم کے کام میں وسعت پیدا کرنے کے لئے وہاں خود جا کر احباب سے مشورہ کرنا ضروری ہے اس لئے ہم نے فی الحال انڈونیشیا کا دورہ ملتوی کر دیا ہے اور انگلستان جانے کا پروگرام بنایا ہے۔اس سلسلہ میں دعائیں بھی کی ہیں اور دعائیں کروائی بھی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں نے خدا تعالیٰ سے بڑی بشارتیں بھی حاصل کی ہیں اور کچھ انذاری پہلو بھی سامنے آئے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان سے کوئی نقصان نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا اور کامیابی حاصل ہوگی۔واللہ اعلم بالصواب

چنانچہ اس بارہ میں میں نے چند دوستوں سے پہلے بھی درخواست دعا کی تھی انہوں نے بھی دعائیں کیں۔اب میں ساری جماعت کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ ساری جماعت دعا کرے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور برکت کے ساتھ اس سفر کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام کی عالمگیر اشاعت اور ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں جو ارادے اور خواہشات پیدا کرتا ہے وہ خود ہی اپنے فضل سے ان کے پورا کرنے کے سامان بھی پیدا کر دے تا کہ اسلام کو بہت ترقی بھی ہو اور اس کے عالمگیر غلبہ کی نئی سے نئی راہیں بھی کھلتی چلی جائیں جس سے ہمارے دل بھی خوشی اور راحت محسوس کریں اور ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کے سامان بھی پیدا ہوں۔ ہماری روح بھی اسلام کے عالمگیر غلبہ و کامیابی سے حقیقی لذت اور سرور حاصل کرے۔''[192]

احباب ربوہ سے خطاب اور اجتماعی دعا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے روانگی سے ایک روز قبل ۱۲؍ جولائی ۱۹۷۳ء کو مسجد مبارک ربوہ میں نماز مغرب کے بعد ہزاروں مخلصین سے ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا۔جس میں سفر یورپ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ یہ سفر خالصاً محض اس لئے اختیار کیا جا رہا ہے تا کہ یورپ میں اسلام کی تبلیغ اور قرآن مجید کی اشاعت کے وسیع سے وسیع تر کرنے کے منصوبوں کا اور

وہاں پر ایک اعلیٰ قسم کا پریس قائم کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکے۔ اور اس غرض سے یورپ کے مختلف احمدیہ مشنوں اور وہاں کے احباب جماعت سے براہ راست مشورہ ہو سکے۔ حضور نے اس امر پر افسوس کا اظہار فرمایا کہ گزشتہ سفر یورپ (۱۹۶۷ء) کے موقع پر حضور نے اہل یورپ کو انتباہ کرتے ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی جو زریں نصیحت فرمائی تھی اس سے انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ وہ اپنے خالق و مالک سے اور زیادہ دور ہونے اور اسے ناراض کرنے والے اعمال میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ حضور نے اپنے خطاب میں احباب جماعت کو خاص طور پر یہ تحریک فرمائی کہ وہ جہاں اس سفر کے بابرکت ہونے کے لئے اور جن مقاصد کے لئے یہ سفر اختیار کیا گیا ہے ان کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کے لئے خاص دعائیں کریں وہاں وہ یہ دعا بھی خصوصیت کے ساتھ کریں کہ اللہ تعالیٰ اہل یورپ کی روحانی آنکھیں کھولے اور انہیں خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے اور اس کے غضب کو بھڑکانے والے اعمال سے توبہ کر کے صحیح معنوں میں اپنے خالق و مالک کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا کرے۔

حضور کے اس بصیرت افروز خطاب اور تحریک دعا کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کرائی جس میں تمام احباب جماعت اور بر عایت پردہ خواتین نے بھی شرکت کی اور اس طرح سوز و گداز کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے حضور کو الوداع کہا۔[193]

ربوہ سے روانگی اور کراچی میں ورود مسعود

۱۳؍جولائی ۱۹۷۳ء کو حضور ساڑھے پانچ بجے صبح بذریعہ کار ربوہ سے لاہور روانہ ہوئے۔ مقامی احباب جماعت اور مخلصین سلسلہ قصرِ خلافت میں حضور کو الوداع کہنے اور دلی دعاؤں کے ساتھ حضور کو رخصت کرنے کے لئے بکثرت موجود تھے۔ حضور مع ارکانِ قافلہ پہلے مقبرہ بہشتی ربوہ میں تشریف لے گئے اور وہاں پر حضرت اماں جان اور حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کے مزاروں پر دعا کرنے کے بعد لاہور روانہ ہو گئے۔ جہاں سے ساڑھے دس بجے صبح حضور بذریعہ ہوائی جہاز کراچی تشریف لے گئے۔ لاہور کے احباب جماعت نے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر حضور کا والہانہ اور مخلصانہ خیر مقدم کیا اور پھر ائیر پورٹ پر دلی دعاؤں کے ساتھ حضور کو الوداع کہا۔ اس موقعہ پر والہانہ محبت و عقیدت اور اخلاص و فدائیت کے متعدد پُر کیف نظارے دیکھنے میں آئے۔ بارہ بجے دوپہر حضور بخیریت کراچی پہنچ گئے۔

اس سفر میں حضور کی حرم محترمہ حضرت بیگم صاحبہ بھی حضور کے ہمراہ تشریف لے گئیں۔ان کے علاوہ نواب زادہ شاہد احمد خان صاحب پاشا ابن حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب، صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم اے ابن حضرت مرزا عزیز احمد صاحب، چوہدری محمد علی صاحب ایم اے اور چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ پرائیویٹ سیکرٹری کو بھی حضور کی معیت میں یہ سفر کرنے کا خصوصی فخر حاصل ہوا۔ چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، چوہدری سمیع اللہ صاحب سیال مہتمم مقامی اور یوسف سلیم صاحب انچارج شعبہ زودنویسی کو کراچی تک حضور کے ہمراہ جانے کا شرف حاصل ہوا۔

حضور کے ہمراہ جو افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تک تشریف لے گئے ان میں حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور حضور کے صاحبزادگان محترم مرزا فرید احمد صاحب، مرزا لقمان احمد صاحب کے علاوہ سید محمود احمد صاحب ناصر بھی شامل تھے۔حضور کی صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ اور حضور کی بہو صاحبزادی امۃ الحسیب بیگم صاحبہ (اہلیہ صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب) بھی لاہور تک تشریف لے گئیں۔بعض دیگر مقامی کارکنان جماعت واحباب سلسلہ کو بھی لاہور جا کر حضور کو الوداع کرنے کا موقع ملا۔حضور کے ربوہ سے روانہ ہونے کے ساتھ ہی چار بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے جن کا گوشت غرباء میں تقسیم کر دیا گیا۔بعض مخلصین نے انفرادی طور پر بھی صدقات کا اہتمام کیا۔[194]

حضور ربوہ سے براستہ لائل پور لاہور روانہ ہوئے۔راستہ میں جماعت احمدیہ شیخوپورہ اور لاہور کے کئی مخلصین اپنی کاروں میں حضور کے بابرکت قافلے میں شامل ہوتے گئے۔بعض دیہات و قصبات کے احمدی دوستوں نے بھی برلب سڑک حضور کی کار گذرنے پر ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے مقدس و محبوب امام سے خلوص وعقیدت کا اظہار کیا۔لاہور میں حضور کرنل ریٹائرڈ خلیفہ تقی الدین خان صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور لاہور اور شیخوپورہ کے احمدی دوستوں کو شرف مصافحہ بخشا۔قریباً نصف گھنٹہ کے بعد حضور ائیر پورٹ پہنچے اور شمع خلافت کے پروانوں کے جلو میں انتظار گاہ خاص میں تشریف فرما ہوئے۔بارہ بجنے میں چند منٹ باقی تھے کہ ہوائی جہاز بخیریت کراچی پہنچا۔چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کی قیادت میں مخلصینِ جماعت کراچی نے حضور کا والہانہ خیر مقدم کیا۔حضور مع قافلہ کرنل صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب کی کوٹھی واقع ہاؤسنگ سوسائٹی میں فروکش ہوئے۔۲ بجے احمدیہ ہال میں تشریف لے گئے اور خطبہ جمعہ میں سفر یورپ کے اغراض و

مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی کامیابی کے لئے دعا کی مؤثر تحریک فرمائی۔اپنی رہائش گاہ پر حضور نے مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھائیں اور قریباً نصف گھنٹہ تک احباب میں رونق افروز ہوکر مختلف دینی اور جماعتی موضوعات پر گفتگو فرمائی۔

اس رات کراچی سے روانگی تھی۔حضور مع قافلہ ایک بجے شب ایئر پورٹ پر تشریف لے گئے جہاں کراچی کے مقامی دوستوں کے علاوہ حیدرآباد اور میر پور خاص سے بھی احباب پہنچ چکے تھے اور سفر کی کامیابی کے لئے دعاؤں میں مصروف تھے۔حضور انتظار گاہ خاص میں تشریف لے گئے جس میں چیدہ چیدہ احباب کو بھی اندر جانے کی اجازت تھی۔ایک دوست نے عرض کیا۔ ہمارے یہاں مایوسی اور محرومی کا احساس روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے۔حضور نے فرمایا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا ہر آدمی خود جوابدہ ہے۔اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ بلکہ زندگی کے ہر مرحلہ پر ایسے رہنما اصول بیان کر دیئے ہیں جن پر عمل کرنے سے مایوسی اور محرومی کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا اب اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا ہر انسان خود ذمہ دار ہے۔احساس مایوسی اور محرومی کا ایک اور پہلو بھی ہے جو ہمارے اور ہمارے دوسرے مسلمان بھائیوں میں مابہ الامتیاز بھی ہے۔ہم الٰہی بشارتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو پورا ہوتے دیکھتے ہیں مگر وہ اس سے تہی دست اور محروم ہیں ہم ہر مشکل مرحلے پر خدا کے وعدوں پر یقین رکھتے اور اس کی راہ میں ہر قربانی دینے میں بفضلہٖ تعالیٰ ثابت قدمی دکھاتے ہیں مگر وہ اس حقیقت سے ناآشنا اور ناامیدی کا شکار ہیں۔نہ کوئی منزل ان کے سامنے ہے اور نہ کوئی نشان منزل انہیں دکھائی دیتا ہے۔

فرمایا مومن پر جب کبھی مشکل وقت آتا ہے وہ خدا کی راہ میں اور بھی زیادہ ایثار دکھاتا ہے اسے قربانیوں کے دھندلکے میں روشنی نظر آجاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ایک شعب ابی طالب کے واقعہ ہی کو لے لیجئے انسانیت کے محسن اعظمؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام متواتر تین سال تک محصور رہے۔سخت ابتلاء اور امتحان کا وقت تھا۔ایسے وقت میں آپ کو صرف خدا اور اس کے وعدوں کے پورا ہونے پر یقین تھا۔خدائے قادر وتوانا کا انہیں سہارا تھا۔جو روشنی کی کرن بن کر ان کے دلوں کو جگمگا رہا تھا۔پس اگر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقی معرفت اور اس سے پختہ تعلق پیدا کر لیا جائے اور اپنے دل میں بنی نوع انسان کے ساتھ سچے اور ہمدردانہ جذبات پیدا کر لئے جائیں تو معاشرہ میں نہ مایوسی پیدا ہوتی ہے اور نہ محرومی کا احساس جنم لیتا ہے۔

ابھی گفتگو کا یہ دلچسپ اور روح پرور سلسلہ جاری تھا کہ ہوائی جہاز پر سوار ہونے کا اعلان ہوا۔ حضور نے اجتماعی دعا کرائی اور پھر فدائیان احمدیت کی درد و سوز میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کے ساتھ حضرت امام ہمام رخصت ہوئے۔[195]

کراچی سے ایمسٹرڈم تک

افرادِ قافلہ کو حضور نے خصوصی ارشاد فرمایا کہ ”سب سے ضروری یہ بات ہے کہ ہر وقت دعاؤں میں مشغول رہیں اور اللہ کے فضل کو جذب کریں“۔

حضور انور ۱۴ جولائی کو کراچی سے صبح سوا دو بجے روانہ ہوئے اور سات گھنٹے کی پرواز کے بعد جہاز روم کے ہوائی اڈے پر اترا۔ پاکستان کے وقت کے مطابق ۹:۱۵ اور مقامی وقت کے مطابق ۵:۱۵ بجے صبح۔ حضور کچھ دیر کے لئے جہاز سے باہر تشریف لائے۔ ایک گھنٹے کے توقف کے بعد ایمسٹرڈم (Amsterdam) کو روانگی ہوئی اور دو گھنٹے کی اڑان کے بعد ایمسٹرڈم پہنچ گئے۔ ایئر پورٹ پر امام عبدالحکیم صاحب اکمل حسب ہدایت مع دو تین احباب جماعت کے اپنے پیارے آقا کے دیدار کے لئے چشم براہ تھے۔ پاکستان کے سفارتخانہ اور ایئر پورٹ کے نمائندے بھی استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضور انور دو گھنٹے انتظار گاہ خاص میں تشریف فرما رہے۔ بنی نوع انسان کو جو خطرات اور مشکلات درپیش ہیں اور ان کے جو حل اسلام نے پیش کئے ہیں وہ زیر بحث آئے۔ اس سلسلے میں حضور نے اس تنبیہ کا بھی ذکر فرمایا جو حضور نے ۱۹۶۷ء میں اپنی ایک انگریزی تقریر کے دوران لندن میں اہل یورپ کو فرمائی تھی اور جو 'امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ' کے عنوان سے شائع بھی ہو چکی ہے۔ اس ضمن میں ان اصولوں اور طریق کار کا ذکر بھی تفصیل سے فرمایا جن پر چین کی معیشت کو استوار کیا گیا ہے۔ حضور انور نے خاص طور پر اس امر کی طرف توجہ دلائی اور خوشنودی کا اظہار فرمایا کہ متعلقہ لٹریچر کے تفصیلی جائزے سے یہ اثر مترتب ہوتا ہے کہ چین میں اصلاحات کا نفاذ نیچے سے شروع ہوتا ہے اوپر سے نہیں۔ اوپر سے صرف پالیسی جاری کی جاتی ہے۔ اس کا نفاذ مقامی ضروریات اور مفادات کے مطابق ہوتا ہے۔[196]

لندن ہیتھرو ایئر پورٹ پر شاندار استقبال

ایمسٹرڈم میں مختصر قیام کے بعد حضور بذریعہ جہاز دس بج کر بیس منٹ پر روانہ ہوئے اور مقامی وقت کے مطابق گیارہ بج کر دس منٹ پر لندن ہیتھرو (Heathrow) ایئر پورٹ پر رونق افروز

ہوئے۔ائیر پورٹ پر امام بشیر احمد صاحب رفیق کی قیادت میں نائب امام عطاء المجیب راشد صاحب، عبدالوہاب بن آدم صاحب، منیر الدین صاحب شمس، بشیر احمد صاحب آرچرڈ مع امام مشتاق احمد صاحب باجوہ امام ومشنری انچارج سوئٹزرلینڈ، چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، ہز ایکسی لینسی مسٹر Bocar Ousman Semega Janneh M.B.E ہائی کمشنر آف دی گیمبیا۔سلیمہ ناہید صاحبہ اہلیہ امام بشیر احمد صاحب رفیق، قانتہ آرچرڈ صاحبہ اہلیہ بشیر احمد آرچرڈ صاحب، امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب (صدر لجنہ اماء اللہ) اپنے آقا کے استقبال کے لئے مسکراتے ہوئے چہروں اور دعاؤں سے تر زبانوں اور تشکر سے لبریز دلوں کے ساتھ سراپا انتظار بنے ہوئے پورے ضبط ونظم کے ساتھ کھڑے تھے۔علاوہ ازیں صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب بھی جو آکسفورڈ میں اعلیٰ تحقیق و تدقیق کیلئے گئے ہوئے تھے، حاضر تھے۔ پریس کے نمائندگان میں وہ نمائندگان بھی شامل تھے جو Bernard Press سنڈے ٹیلیگراف British Movie Town News، بی بی سی کی عالمی سروس اور Keystone Agency پریس ایسوسی ایشن سنڈے ٹائمز سے متعلق تھے۔حضور نے ایک پریس کانفرنس سے بھی مختصر خطاب فرمایا۔حضور نے فرمایا کہ میرے دورہ کا مقصد یہ ہے کہ احباب جماعت سے ملاقات ہو۔حضور نے انٹیلی جنس ڈائجسٹ میں شائع شدہ ایک مضمون کا حوالہ بھی دیا جس میں اس خطرے پر بحث کی گئی ہے کہ برطانیہ چار قوموں یعنی انگلستان، ویلز، سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں بٹ کر رہ جائے گا۔حضور نے فرمایا کہ بظاہر حالات اس انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ حضور نے ایک نوجوان اخباری نمائندے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی عمر ۲۵ سال کے لگ بھگ ہوگی۔اس عمر کے نوجوانوں کو ان ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیے جو عنقریب ان کے کندھوں پر پڑنے والی ہیں۔فرمایا کہ بنی نوع انسان کو اپنی بقا کی خاطر متحد ہوجانا چاہیے۔ایسے اتحاد کے لئے ارفع انسانی قدروں کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔حضور نے فرمایا کہ اگر پرانی نسل اپنے مسائل کے حل میں ناکام ہوجائے تو لامحالہ نئی نسل کو یہ بوجھ اٹھانا ہوگا۔نیز فرمایا کہ نوجوانوں کو غور وفکر اور مشاہدے کی عادت ڈالنی چاہیے۔اپنے فیصلے خود کرنے کے قابل ہو جانا چاہیے۔اوران پر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔حضور نے فرمایا کہ سب سے اعلیٰ یونیورسٹی تو یہی ہے کہ انسان خود مشاہدہ کرنے،نتائج خود اخذ کرنے اوران پر عمل کرنے کی عادت پیدا کرے۔ ہز ایکسی لینسی ہائی کمشنر آف گیمبیا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ نصرت جہاں سکیم کے ماتحت افریقہ

میں عظیم الشان کام ہو رہا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ گیمبیا کے دورے کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سکیم کے جاری کرنے کے متعلق رہنمائی فرمائی۔ جب فوٹو گرافروں کی درخواست پر حضور نے انہیں فوٹو لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تو انگریز نوجوانوں کے لمبے لمبے بالوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نے مسکرا کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ لندن میں حجاموں کا قحط پڑ گیا ہے جس پر سب کِھل کھِلا کر ہنس پڑے اور بہت محظوظ ہوئے۔ حضور نے جب قیام گاہ پر تشریف لے جانے کے لئے V.I.P انتظار گاہ سے باہر قدم رنجہ فرمایا تو بیسیوں کیمرے، مووی کیمرے اور ٹیلیویژن کیمرے حرکت میں آ گئے۔ حضور کا قافلہ احباب جماعت کی معیت میں گریسن ہال روڈ کی طرف روانہ ہوا۔ مشن ہاؤس کے وسیع میدان میں سینکڑوں کی تعداد میں شمع خلافت کے پروانے جمع تھے، جنہوں نے حضور کی تشریف آوری پر اس والہانہ انداز سے نعرہ ہائے تکبیر اور حضرت خلیفۃ المسیح زندہ باد، اسلام اور احمدیت زندہ باد کے نعرے بلند کئے کہ دل جھوم اُٹھے۔ حضور کی طبیعت لُو لگ جانے کے باعث پچھلے کئی ہفتوں سے پہلے ہی ناساز تھی۔ اس سفر کی کوفت کی وجہ سے حضور پر تکان اور ضعف کا نمایاں طور پر اثر تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اعلان کیا جائے کہ تکان اور ضعف کی وجہ سے آج ملاقات اور مصافحہ نہیں فرما سکیں گے کل ملاقات ہوگی۔ فرمایا یہ کہنا کافی نہیں کہ مصافحہ نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ بھی بتانی چاہیے کہ ملاقات کیوں نہیں ہوگی اور کل کی ملاقات کا اعلان بھی ہونا چاہیے۔ حضور اگرچہ بے حد کمزوری محسوس فرما رہے تھے لیکن حضور نے ازراہ شفقت اجازت مرحمت فرمائی کہ احباب ایک ایک کر کے حضور سے مصافحہ کئے بغیر مل کر گزرتے جائیں۔ چنانچہ انتہائی نظم وضبط کے ساتھ احباب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر ایک ایک کر کے گزرتے چلے گئے۔ یہ بذات خود ایک روحانی تجربہ تھا۔ دل پگھل گئے اور دلوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں نکلیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ہمارے پیارے آقا کو صحت والی اور لمبی عمر عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہمارے لئے لمبا کر دے آمین۔ حضور بعض احباب سے نام لے کر اور بچوں کو بھی ان کے چہرے بشرے سے پہچان کر نہایت شفقت اور محبت کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔[197]

انگلستان میں اہم دینی مصروفیات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث لندن پہنچتے ہی دینی سرگرمیوں میں مصروف عمل ہو گئے۔

۱۵/جولائی ۱۹۷۳ء کو حضور نے لندن مشن کے دفتر کا معائنہ فرمایا۔ بعد ازاں محمود ہال میں ۲۰۵/ احبابِ جماعت کو شرف ملاقات و مصافحہ سے نوازا۔ یہ ملاقات ایک بجے سے پونے تین بجے دوپہر تک جاری رہی۔ اس دوران حضور کھڑے رہے۔ اس اثناء میں خواتین نے حضرت بیگم صاحبہ سے ملاقات کی۔ حضور احباب کی ملاقات کے بعد مسجد فضل میں تشریف فرما رہے جہاں احمدی خواتین نے اپنے پیارے امام کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کیا۔[198]

حضور نے ملاقاتوں کے بعد ایک ایمان افروز خطاب فرمایا۔ اوّلاً حضور نے کیمرے کی ایجادات، تصاویر لینے کے طریق اور اس سے متعلقہ امور پر گفتگو فرمائی اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ پاکستان میں آجکل میں نے دو تحریکیں کی ہیں۔ مَیں نے احباب جماعت سے کہا ہے کہ وہ سائیکل خریدیں اور سواری کریں اور اس طرح جن علاقوں سے ہمارا کوئی ملاپ نہیں وہاں جائیں اور لوگوں سے رابطہ پیدا کریں۔ اگر ایک لاکھ سائیکل سوار تیار ہو جائے اور ہر سائیکل سوار ایک صد میل سفر کرے تو ایک کروڑ میل سفر روزانہ ہوگا۔ یہ سفر جماعت کے لئے بھرپور برکات کا موجب ہوگا۔

حضور نے فرمایا کہ جو گاؤں راستہ سے ہٹ کر ہیں اور دور افتادہ ہیں ان سے کہا جائے گا کہ اگر ہمارے شہر میں کسی خدمت کی ضرورت ہو تو ہم اس کے لئے حاضر ہیں۔ حضور نے فرمایا مجھے لٹریچر کی طباعت کی فکر نہ تھی، اس کی تقسیم اور اشاعت کی فکر تھی۔ نشر و اشاعت والوں نے بعض کتب تین ہزار کی تعداد میں چھپوائیں جو پانچ سال تک تقسیم نہ ہو سکیں۔ فرمایا اب احمدی نوجوان تربیت حاصل کر چکا ہے جس کے نتیجہ میں اس نئی سکیم کے تحت ایک رسالہ جو ایک لاکھ کی تعداد میں طبع کیا گیا تھا نوجوانوں نے اس کے نوے ہزار نسخے پندرہ دن کے اندر اندر تقسیم کر دیئے اور اپنے تو اپنے مخالفین کی طرف سے بھی مزید فراہمی کا مطالبہ ہونے لگا۔

فرمایا مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے مناظرانہ رنگ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں لوگوں کو یہ بتانا چاہیے کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے اس زمانے کا حکم و عدل مقرر فرمایا ہے اس کے نزدیک مسلمان کون ہے۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ کی تفسیر پر تقریباً ۵۰ صفحات لکھے ہیں جبکہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ کی تفسیر پر ایک لفظ تک نہیں لکھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک مسلمان وہ ہے جو حقوق اللہ ادا کرنے والا ہو اور اللہ کی مخلوق کی بے لوث خدمت کرنے والا ہو۔ اگر کوئی حضور علیہ السلام کی اس تعریف اور اس کی پوری تفاصیل کو مانتا ہے تو ہمیں اس کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کا جنازہ پڑھنے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

ایک بچے کی صحت کمزور دیکھ کر حضور انور نے خوراک تجویز فرمائی۔ نیز فرمایا کہ جس طرح ایک لقمہ کھانے سے انسان کی بھوک ختم نہیں ہو جاتی اسی طرح صرف ایک نیکی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ خوراک کی طرح نیکی بھی پورے طور پر ہونی چاہیے۔

ایک بچہ بہت رو رہا تھا۔ حضور نے اسے پیار کیا اور اس کے لئے بسکٹ منگوائے جانے کا ارشاد فرمایا۔ یہ ننھے میاں بسکٹوں کا نام سنتے ہی خاموش ہو گئے۔ جسوال (Jaswal) فیملی کے بہت سے نوجوان آئے ہوئے تھے۔ جب ملاقات کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے مسکرا کر فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ جب پیدا ہوتے ہیں تو کیمرہ ساتھ لاتے ہیں۔ یاد رہے کہ جسوال فیملی کے نوجوان نہایت اخلاص کے ساتھ حضور کے سابقہ سفروں کو اپنے کیمروں کے ذریعے محفوظ کرتے رہے تھے اور یہ ہلکا پھلکا مزاح دراصل حضور پُر نور کی شفقت اور خوشنودی کا اظہار تھا۔[199]

لندن سے لیک ڈسٹرکٹ تک

۱۶؍جولائی کو حضور تبدیلی آب و ہوا اور بحالیٔ صحت کے لئے لندن سے لیک ڈسٹرکٹ کی طرف تشریف لے گئے۔ جملہ افراد قافلہ کے علاوہ بشیر احمد خان صاحب رفیق امام فضل مسجد اور ڈاکٹر سید ولی احمد شاہ صاحب بھی ہمرکاب تھے۔ روانگی سے ذرا قبل چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب ملاقات اور مصافحہ سے فیضیاب ہوئے۔ حضور کی کار چلانے کا شرف امام بشیر رفیق صاحب کو حاصل ہوا۔ دوسری کار جوان کی اپنی تھی، ڈاکٹر سید ولی احمد شاہ صاحب ڈرائیو کرتے رہے۔ تیسری کار میں مشایعت کے لئے مندرجہ ذیل مخلصین اپنے پیارے اور محبوب آقا کی خدمت میں حاضر رہے۔ عطاء المجیب راشد صاحب (نائب امام)، عبدالوہاب بن آدم صاحب آف گھانا (نائب امام)، منیر الدین شمس صاحب، چوہدری اعجاز صاحب، خالد اختر صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ لندن، ہدایت اللہ بھنو صاحب آف ماریشس، خواجہ رشید الدین صاحب قمر، محمد اسلم صاحب جاوید، عبدالباقی صاحب ارشد۔ حضور سمندر کے کنارے واقع قصبہ Grange Over Sands کے ہوٹل Grange میں فروکش ہوئے۔ ہوٹل میں حضور کے کمرہ کا نمبر ۳۴ تھا۔

راستہ میں وڈویل سویڈلن کوٹ(Woodville Swadlincote) میں ایک بہت بڑے ٹرک کے پہیے سے پتھر کا ایک ٹکڑا حضور کی کار کی سکرین پر لگا اور شیشہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگیا۔مگر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوا کہ کار میں بیٹھنے والے سبھی معجزانہ رنگ میں محفوظ رہے۔[200]

۱۷جولائی کو گیارہ بجے صبح حضورانور ہوٹل سے سیر کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔دوپہر کا کھانا Swaan Hotel میں تناول فرمایا۔گراس میر میں جہاں ولیم ورڈزورتھ انگریزی زبان کا مشہور شاعر مدفون ہے،حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نے سوونیئر خریدنے کے لئے اسی دکان میں قدم رنجہ فرمایا جس کے مالک نے حضورانور کے ۱۹۶۷ء کے سفر کے موقع پر بے وقت آنے کے باعث خدام کے اصرار کے باوجود دکان کا دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تھا۔لیکن جب حضورانور کے رخ مبارک کو دیکھا تو فوراً احترام کے ساتھ دروازہ کھول دیا اور کہا کہ آپ کے لئے یہ پابندی نہیں۔اس دفعہ پھر دکان کے مالک نے حضورانور کو پہچان کر اسی ادب واحترام کا مظاہرہ کیا اور پچھلی بار کی کچھ تفاصیل بھی بتائیں۔مالک نے کپڑا بننے کی کھڈی جس پر انواع واقسام کا اونی کپڑا بُنا جاتا ہے چلا کر دکھائی، جسے دیکھ کر حضورانور بہت محظوظ ہوئے۔[201]

۱۸رجولائی کو حضور کی خدمت میں صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب حاضر ہوئے۔حضور نے ان کو بعض ہدایات سے نوازا۔جس کے بعد حضور Kirkstone Pass کی ایک پرانی سرائے کے رستے سیر کے لئے تشریف لے گئے۔یہ وہی سرائے ہے جس کے مالکوں نے ۱۹۶۷ء میں حضور کا نہایت پُر تپاک اور مؤدبانہ استقبال کیا تھا اور الوداع کہنے کے لئے تمام کاروبار چھوڑ کر سرائے سے باہر آگئے تھے۔سرائے کے یہ پرانے مالک جا چکے تھے اور اس کی جگہ نئی انتظامیہ کام کر رہی تھی۔[202]

۱۹جولائی کو حضورانور سوا سات بجے شام Grange Hotel پہنچے۔آپ نے شام کی چائے Mrs L.Herdman کے ساتھ نوش فرمائی۔آپ بروک فیلڈز ٹوروور Torver میں اکیلے چھوٹے سے مکان میں رہتی تھیں۔حضورانور کو ایسے دیہاتی مکان جہاں ماحول سادہ اور بے تکلف ہوتا بہت پسند ہیں۔آپ ۹۰ سال کی بوڑھی خاتون ہیں۔Mrs L.Herdman نے تنہائی دور کرنے کے لئے مکان کے باہر ناشتہ اور بستر کا نوٹس لگا رکھا ہے۔ایک نوٹس Pots of Tea کا بھی ہے یعنی یہاں کیتلیاں بھر بھر کر چائے ملتی ہے۔حضورانور نے ارشاد فرمایا کہ چائے بنانے میں مسز ہرڈمین کی مدد کی جائے چنانچہ امام بشیر رفیق صاحب،میاں شاہد احمد خان صاحب،ڈاکٹر ولی احمد شاہ صاحب اور

میاں انس احمد صاحب نے ان کی مدد کی۔

Mrs L.Herdman بہت حیران ہوئیں جب انہیں بتایا گیا کہ مسیح موعود آ چکے ہیں۔اس لئے انہوں نے مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے لندن مسجد کا ایڈریس بھی حاصل کیا۔[203]

۲۰رجولائی کو حضور ویک فیلڈ اور بریڈفورڈ کے پاس واقع قصبہ مرفیلڈ (Mirfield) تشریف لے گئے اور ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب (عبدالسلام خان صاحب آف پشاور کے صاحبزادے اور صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے فرزند نسبتی) کے مکان پر رونق افروز ہوئے جہاں صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب، ان کی بیگم صاحبہ، ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب، ان کی بیگم امۃ الحی صاحبہ، ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب مع اپنی بیگم صاحبہ اور بچوں نیز رشید احمد خان صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے حضور کا پُرتپاک استقبال کیا۔علاوہ ازیں میر ضیاء اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ بریڈفورڈ، ڈاکٹر شمیم احمد صاحب ابن ڈاکٹر ممتاز احمد صاحب اور میر رفیع احمد صاحب سابق درویش قادیان بھی پیارے امام کا خیر مقدم کرنے والوں میں شامل تھے۔حضور نے یہیں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ قرآن عظیم میں بنیادی طور پر ایک ہی مضمون بیان ہوا ہے اور وہ ہے صراط مستقیم۔یہ وہ راہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اور اس سے زندہ تعلق پیدا کرتی ہے اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے اور جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے۔

مرفیلڈ سے حضور مع قافلہ چھ بجے شام لیک ڈسٹرکٹ کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں کار کا ایک خوفناک حادثہ پیش آیا جس کے نتیجہ میں چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ سخت زخمی ہوئے اور بہت خون بہہ گیا۔صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کو ناک پر اور صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کو بھی پاؤں میں سخت چوٹیں آئیں تاہم اللہ تعالیٰ نے سبھی کی ایسے خارق عادت رنگ میں حفاظت فرمائی کہ دیکھنے والے بھی حیران رہ گئے اور اعتراف کیا کہ ایک ایسے حادثہ میں بچ نکلنا جس سے کار کا فرنٹ چکنا چور ہو گیا ہو ایک عجیب معجزہ ہے۔ایمبولینس کے ذریعہ باجوہ صاحب اور صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کو لینکاسٹر کی رائل انفرمری (ہسپتال) (Royal Lancaster Infirmary) میں پہنچا دیا گیا جہاں ڈاکٹروں نے فوراً ایکسرے لیا اور کمال ہمدردی اور مستعدی سے علاج شروع کر دیا۔حادثہ والی رات حضور انور ہوٹل میں دیر تک بیٹھے باجوہ صاحب کے متعلق اطلاع ملنے کا انتظار کرتے اور دعا کرتے رہے۔[204] حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور سب اہل قافلہ نے ان کی صحت یابی کے لئے

خصوصی دعائیں کیں جن کو خدا تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور باجوہ صاحب کو ۲۳؍جولائی بوقت دس بجے صبح ہسپتال سے فراغت مل گئی اور حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایت پر ان کے لئے لندن کے مشن ہاؤس میں ضروری انتظامات کر دیئے گئے ۔[205]

۲۱؍جولائی کو قریباً صبح گیارہ بجے گرینج ہوٹل کے کمرے خالی کر دیئے گئے اور حضور مع قافلہ ایمبل سائڈ پارک ہوٹل (Ambleside Park Hotel) میں منتقل ہو گئے ۔ حضور کے کمرے کا نمبر ے تھا ۔[206]

۲۲؍جولائی کو حضور نے علاقہ لیک ڈسٹرکٹ کی حسین جھیل کانسٹن (Coniston)، رائی نوز پاس (Wrynose Pass) اور براؤٹن (Broughton) کی سیر کی اور کانسٹن جھیل کے بہت سے ساکن اور متحرک فوٹو لئے ۔ حضور انور نے نیوفیلڈ ہوٹل سے ملحق ایک چھوٹی سی ٹی شاپ میں کھانا تناول فرمایا ۔ ہوٹل کے مالک کالن مچل کا فارم بھی پاس ہی تھا اور وہاں گھوڑے وغیرہ بھی پالے ہوئے تھے ۔ کھانے کے بعد حضور انور باہر تشریف لائے تو ایک نیم عرب گھوڑی کو اس کا مالک رسے سے پیٹ رہا تھا ۔ حضور انور نے یہ دیکھ کر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ گھوڑے کو اس طرح پیٹنا صریح ظلم ہے ۔ ہوٹل کے اندر کچھ انگریز سیاح بیٹھے تھے ۔ انہوں نے حضور انور سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ہمارا ملک پسند فرمایا؟ حضور انور نے جواب دیا کہ مجھے وہ انگلستان پسند تھا جب میں یہاں آکسفورڈ میں پڑھا کرتا تھا لیکن افسوس کہ اب وہ انگلستان نہیں رہا ۔

۲۳؍جولائی کو حضور نے لینگ ڈیل (Langdale)، گراس میر (Grasmere) السں واٹر (Ullswater) اور کرک سٹون (Kirkstone) کے قابل دید مقامات دیکھے ۔[207]

۲۴؍جولائی کو حضور تقریباً سارا دن ہی ہوٹل میں تشریف فرما رہے ۔ ۲۵ اور ۲۶؍جولائی کو حضور نے رائی نوز پاس (Wrynose Pass)، ڈنرڈیل (Dunnerdale)، ہاکس ہیڈ (Hawkshead)، کانسٹن، ٹارن ہوز (Tarn Hows) کی سیر کی ۔ ٹارن ہوز کی جھیل کے بعد ایک ذیلی راستہ سے حضور انور ''ایسٹ ویتھ ہال'' کے فارم پر پہنچے ۔ شام نو سے دس بجے تک حضور انور نے ہوٹل کے سامنے میدان میں چہل قدمی فرمائی اور پر معارف ارشادات سے نوازا جن کا مفہوم یہ تھا کہ ہر احمدی کو اسلام اور رسول خدا ﷺ کے لئے صحابہ کرام کی طرح بلا جھجک ہنستے ہوئے قربانیاں دینی چاہئیں ۔[208]

بریڈفورڈ میں پُر معارف خطبہ جمعہ

۲۷ /جولائی کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بریڈفورڈ میں ایک پُر معارف خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ کے لئے اردگرد کی جماعتوں کے علاوہ لندن، برمنگھم اور سکاٹ لینڈ سے بھی احباب تشریف لائے ہوئے تھے۔ نماز جمعہ کے لئے ایک ہوٹل کا ہال کرایہ پر لیا گیا تھا۔ ہال سے ملحق کمرہ میں مستورات کے لئے انتظام تھا۔ حضور کے خطبہ کا خلاصہ یہ تھا کہ قربانیاں پیش کرتے رہو اور خداتعالیٰ کا پیار حاصل کرتے چلے جاؤ۔[209]

نماز جمعہ کے بعد حضور سے فرداً فرداً ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ سے مستورات نے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضور سے ملاقات کے لیے احباب قطار بنا کر کھڑے ہو گئے اور باری باری اپنے آقا سے مصافحے سے مشرف ہوئے اور دعائیں لیں۔ بعض احباب اپنے حالات پیش کر کے حضور سے مشورہ اور رہنمائی کی درخواست کرتے۔ حضور انہیں ہدایت اور رہنمائی سے نوازتے۔ اردگرد کی پندرہ جماعتوں سے تعلق رکھنے والے دوصد پچاس احباب اور ایک سو بہنوں نے نماز جمعہ میں شمولیت کی اور اپنے آقا کے ارشادات سنے اور زیارت کی اور برکات حاصل کیں۔

حضور کچھ دیر کے لئے مجلس علم وعرفان میں بھی تشریف فرما رہے۔ شمع خلافت کے پروانے حضور کے گرد نہایت ادب سے حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ ساتھ ہی بہت سے متحرک (ویڈیو) اور ساکن تصویریں لینے والے کیمرے حرکت میں آ گئے۔

مخلصین جماعت نے حضور کی خدمت میں بعض استفسارات کئے جن کے جوابات سے حضور نے نوازا۔ نیز یہ اہم واقعہ بھی تفصیل سے بتایا کہ افریقہ کے ایک ملک (نائیجیریا) نے جب سب سکول قومی تحویل میں لے لئے تو عیسائی مشنریوں کے برعکس جماعت احمدیہ نے حضور کی ہدایت پر ہر قسم کا معاوضہ لینے سے انکار کر دیا۔ بلکہ یہاں تک پیشکش کی کہ ہمارے اساتذہ بلاتنخواہ بھی ملک کی خدمت انجام دینے کے لئے تیار ہیں اس پر نہ صرف احمدی اساتذہ کو سکولوں میں جذب کر لیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی قدر و منزلت بھی ان کے دلوں میں قائم فرما دی۔

اخبار کے نمائندہ کو انٹرویو

حضور نے ''یارک پوسٹ اینڈ آرگس'' کے نمائندہ کو ایک نہایت بصیرت افروز انٹرویو بھی دیا۔ حضور نے فرمایا ایک مذہبی جماعت کے سربراہ کی حیثیت سے میرے لئے ضروری ہے کہ میری فکر و نظر

میں پیش بینی اور دور رسی ہو اور میں موجودہ کے ساتھ ساتھ آئندہ کے متعلق بھی سوچوں، ورنہ میں قیادت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے میرے دماغ کو یہ صلاحیت بخشی ہے کہ وہ اپنے مفید مطلب امور کو اخذ کر لیتا ہے اور غیر متعلق امور کو چھوڑ دیتا ہے۔حضور نے اس سلسلے میں مثال دے کر سمجھایا اور فرمایا کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب تک میں چینی معاشرے کا مطالعہ نہ کرلوں میں اس سلسلے میں اپنی جماعت کی راہنمائی کیسے کر سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے چیئر مین ماؤزے تنگ کی تصنیفات منگوا کر پڑھیں۔ان کتب کے مطالعے کے دوران ایک مضمون نمایاں ہو کر میرے سامنے آیا اور وہ یہ تھا کہ چیئر مین ماؤ کے نزدیک انسانی اعمال میں باہم کوئی تضاد نہیں ہونا چاہیے۔اس کے ساتھ ہی مجھے احساس ہوا کہ یہ اصول تو عین قرآنی اور اسلامی تعلیم کے مطابق ہے جو چودہ سو سال پہلے ہمارے آقا اور مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی۔اس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا سچا عبد بننے کے لئے الٰہی صفات کو اپنے اندر جذب کرنے اور ان کا مظہر بننے کا حکم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے قول اور فعل میں کسی قسم کا تضاد نہیں پایا جاتا جیسا کہ قرآن عظیم نے بیان کیا ہے۔اس لئے انسان کو بھی سچا اور صحیح عبد بننے کے لئے اپنی زندگی کو ہر قسم کے تضاد سے پاک اور مبرّا رکھنا ہوگا۔تا وہ صحیح معنوں میں صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن سکے۔

میری قوت کا اصل راز یہ ہے کہ میں ایک نہایت درجہ عاجز اور کمزور انسان ہوں اور دعاؤں کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔اس کا ایک نظارہ میں نے سیرالیون میں دیکھا۔فری ٹاؤن میں ہمیں گورنر جنرل صاحب نے دعوت پر بلایا ہوا تھا۔ وہاں کے لارڈ بشپ صاحب بھی دعوت میں شامل تھے۔ وہ اپنے ظاہری علم کے گھمنڈ میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور اس غرور اور تکبر سے ان کی گردن اکڑی ہوئی تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے خدا یہ تثلیث کا نمائندہ ہے جبکہ میں تیری توحید کا علمبردار ہوں۔تو اپنے فضل سے ایسی باتیں سکھا کہ تثلیث کا سر توحید کے سامنے جھک جائے۔اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میرے دل میں (Science of Chance) چانس کی سائنس کے بارے میں ایک وسیع مضمون القا کیا۔ جب میں نے اس کی تفصیل بتا کر ''سائنس آف چانس'' سے ہی اللہ تعالیٰ کی توحید ثابت کی۔تو لارڈ بشپ صاحب کی تکبر سے اکڑی ہوئی گردن جھک گئی اور وہی شخص جو ابتداءً اتنا متکبر اور مغرور تھا رخصت ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے متاثر اور مرعوب ہو چکا تھا۔

لارڈ بشپ نے چوہدری محمد علی صاحب ایم اے کو مخاطب کرتے ہوئے حضور کے متعلق بلند آواز سے یہ اعتراف بھی کیا تھا کہ۔

"He is a great scholar. He is a great scholar."

وہ بہت بڑے عالم ہیں بہت بڑے عالم ہیں۔

حضورانور نے مزید فرمایا کہ میری زندگی کا مشن یہ ہے کہ قرآن مجید کو جس میں تمام علوم کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ دنیا بھر میں ہر فرد بشر کے ہاتھوں تک پہنچادوں۔ جو قرآن کریم نہیں پڑھ سکتے ان کو ناظرہ پڑھانے کا انتظام کروں۔ اور جو ناظرہ پڑھ سکتے ہیں ان کو ترجمے سے پڑھانے کا بندوبست کروں تا قرآن عظیم کے ذریعے ایک بار پھر اسلام کی شوکت دنیا میں قائم ہو۔

حضور کی اس مبارک مجلس عرفان میں انگلستان کی جن مختلف جماعتوں کے افراد کو شرکت کرنے اور اپنے آقا کے ارشادات سننے کی سعادت نصیب ہوئی ان کے نام یہ ہیں۔

بریڈفورڈ۔ لیڈز۔ ہڈرزفیلڈ۔ ویک فیلڈ۔ پرسٹن۔ بلیک برن۔ مرفیلڈ۔ برمنگھم۔ لیمنگٹن سپا۔ کوونٹری۔ مانچسٹر۔ کرائیڈن۔ ڈنڈی۔ ایشٹن اَون لین اور لندن۔ شام سوا چار بجے حضور روانہ ہوکر سوا آٹھ بجے واپس پارک ہوٹل میں پہنچ گئے۔[210]

بریڈفورڈ (انگلستان) کے ایک مقامی اخبار ٹیلیگراف اینڈ آرگس نے اپنی ۲۸ر جولائی ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دورہ بریڈفورڈ کے متعلق جو خبر شائع کی اس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بریڈفورڈ ۲۸ جولائی۔ کل ۲۷ جولائی کو جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے ساڑھے تین صد سے زائد احمدی مسلمانوں نے اپنے امام (حضرت) مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کا پُر تپاک خیرمقدم کیا۔ اس غرض سے وہ وکٹوریہ ہوٹل بریڈفورڈ میں جمع ہوئے تھے جہاں پر امام جماعت احمدیہ لیک ڈسٹرکٹ سے لندن جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے قیام فرما ہوئے (حضرت) امام جماعت احمدیہ نے اجتماع سے جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے خطاب کرتے ہوئے انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ وہ مغربی سوسائٹی میں رہنے کے باوجود اسلامی تعلیمات پر پوری طرح کاربند رہیں اور اسلام کا عملی نمونہ پیش کریں ورنہ مغربیت کا رنگ ان پر چھا جائے گا۔ آپ نے خطاب فرمانے کے بعد اجتماعی دعا بھی کرائی۔[211]

۲۸اور ۲۹ر جولائی کی صبح کو حضور نے پہلے ڈاک ملاحظہ فرمائی پھر جھیل ونڈرمئیر اور گریٹنا گرین (سکاٹ لینڈ) کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ یہاں حضور انور نے لوہار کی اس مشہور دکان کو بھی ملاحظہ فرمایا جہاں پرانے زمانے کی یادگاریں محفوظ چلی آرہی تھیں۔ پرانی قسم کی گھوڑا گاڑیاں مثلاً وکٹوریا فٹن۔ لینڈ و اور سٹیج کوچ جس میں چار گھوڑے جتا کرتے تھے۔۱۹۷۱ء کی بنائی ہوئی چکی بھی حضور انور نے ملاحظہ فرمائی۔ حضور لیک ڈسٹرکٹ کے ماحول میں دو ہفتہ تک قیام پذیر رہے اور ۳۰ر جولائی ۱۹۷۳ء کو صبح ساڑھے دس بجے پارک ہوٹل سے روانہ ہو کر پونے سات بجے شام مشن ہاؤس لندن میں پہنچ گئے اور مغرب وعشاء کی نمازیں مسجد فضل میں جمع کر کے پڑھائیں۔[212]

۳۱ جولائی کو برطانیہ، ڈنمارک، برازیل، نائیجیریا اور پاکستان سے آئے ہوئے ۴۹ مہمانوں نے حضور انور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ظہر وعصر کی نمازوں کے بعد حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب، امام بشیر احمد رفیق صاحب، عطاء المجیب راشد صاحب، عبدالوہاب بن آدم صاحب اور دیگر افراد نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت پائی اور تحریک اشاعت قرآن اور براڈ کاسٹنگ سسٹم قائم کرنے کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔[213]

شام کے وقت مشن ہاؤس کے وسیع لان میں حضوانور نے کچھ دیر کے لئے چہل قدمی فرمائی۔ اس موقع پر امام بشیر احمد رفیق صاحب، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بھی ساتھ ٹہلتے رہے۔ حضور انور نے مسجد کی چھت کی مرمت کے سلسلہ میں تفصیلی گفتگو فرمائی۔ چھتوں کی مختلف قسموں کا ذکر فرمایا تو مختلف زاویوں اور angles کا بھی ذکر آیا۔ فرمایا کہ جس طرح سائنس آف چانس ایک علم ہے اسی طرح Science of Angles بھی ایک علم ہے لیکن ابھی اس علم پر تحقیق نہیں ہوئی۔ اسی تناظر میں حضور انور نے فرمایا کہ ایک انسان خواہ کتنا ہی بدصورت کیوں نہ نظر آتا ہو، میں اسی انسان کے چہرے میں کسی نہ کسی زاویے سے خوبصورتی دکھا سکتا ہوں ورنہ خدا پر اعتراض ہوگا کہ اس نے بعض کو تو خوبصورت بنا دیا اور بعض کو بدصورت۔[214]

۲/اگست کو پانچ بجے شام حضور انور ۱۶/احباب کے ساتھ Cockpit Restaurant ''کاک پٹ ریسٹورانٹ'' میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے چائے نوش فرمائی۔ واپسی پر ونڈسر کاسل تشریف لے گئے۔ حضور انور نے الحمراء (سپین) کے متعلق فرمایا کہ بے شک یہ انسانی ہاتھوں کی لوٹ کھسوٹ کا تختہ مشق بنا رہا ہے، اس کے ہیرے جواہرات اور سونے سے بنے ہوئے نقش ونگار

اتار لئے گئے پھر بھی اس کا حسن و خوبی دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ حضور نے امام بشیر احمد رفیق صاحب سے ارشاد فرمایا کہ اس عربی خط کا متن حاصل کیا جائے جس میں ایک مسلمان اندلسی جرنیل نے حکومت کو انگلستان کا جائزہ لینے کے بعد یہ رپورٹ ارسال کی تھی کہ یہ دلدلی علاقہ ہے۔ مچھر بہت ہیں۔ لوگ سخت گندے اور وحشی ہیں۔ اس لئے انگلستان پر قبضہ کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس خط کو ۱۹۷۰ء کے شروع میں یا اس سے ذرا پہلے ٹیلیویژن پر بھی دکھایا جاچکا ہے۔

ونڈسر کاسل میں برازیل سے آنے والے بعض زائرین نے حضور انور کے ساتھ فوٹو کھنچوائی۔ کاسل سے واپسی پر حضور انور نے Runny Mede ''رنی میڈ'' میں توقف فرمایا۔ یہاں سے آٹھ بجے شام حضور انور مشن ہاؤس واپس تشریف لے آئے۔[215]

قیام لندن کے تین ہفتے ایک طائرانہ نظر میں

ڈسٹرکٹ لیک سے واپسی کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث لندن میں ۳۱ رجولائی سے ۱۹ راگست تک قیام فرما رہے۔ اس دوران حضور کی گوناگوں دینی مصروفیات عروج تک پہنچ گئیں۔ جن میں اوّلیت قرآن کریم کی وسیع اشاعت کے سلسلہ میں تفصیلی اور اہم مشوروں کو حاصل تھی جو اس مبارک سفر کی بنیادی غرض و غایت تھی اس کے علاوہ حضور نے باقاعدگی سے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور دفتری امور میں رہنمائی کی۔ احباب جماعت اور دوسری اہم شخصیات سے وسیع پیمانے پر ملاقاتیں کیں۔ پُر معارف خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔ مجالس عرفان میں علوم و معارف کے موتی لٹائے۔ انگلستان کی لجنات اور ناصرات سے خطاب فرمایا۔ اپنے دورہ مغربی افریقہ کی فلم ملاحظہ فرمائی۔ گھوڑوں کی نمائش دیکھی۔ علاوہ ازیں اپنی روز و شب کی مساعی جمیلہ کے ہجوم میں کچھ وقت لندن کے تاریخی اور قابل دید مقامات کے لئے بھی مخصوص کئے رکھا۔

اشاعتِ قرآن عظیم کے لئے مشورے

حضور نے لندن پہنچنے کے بعد اگلے روز ہی مشن ہاؤس میں نصب آفسیٹ پریس کو ملاحظہ فرمایا۔ یہ پریس کسی بھی زبان میں آفسیٹ اور رنگین پرنٹنگ کر سکتا تھا اور تقریباً ایک گھنٹہ میں ۲۰۰۰ صفحات چھاپ سکتا تھا۔ سید طاہر سفیر صاحب اور سید منصور احمد شاہ صاحب نے مشین میں ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا ایک صفحہ چھاپ کر دکھلایا۔ حضور نے فرمایا کہ اس قسم کے پریس مغربی افریقہ کے ممالک میں

جگہ جگہ لگا دیئے جائیں۔[216] ۶؍اگست کو حضور نے جلد سازی کے ماہر سید حفاظت حسین صاحب زیدی سے فنی مشورہ کیا۔انہوں نے قرآن کریم کی جلد سازی کے سلسلہ میں رپورٹ پیش کی تھی۔[217]
۹؍اگست کی صبح دس بجے حضور انور گیسٹٹنر (Gestetner) کے شوروم میں تشریف لے گئے جہاں جنرل مینیجر نے حضور کا استقبال کیا اور رنگین اور عکسی طباعت کی جدید ترین مشینوں کو تفصیل کے ساتھ دکھایا اور نمونے کے طور پر مشینوں کی مختلف خصوصیات کا عملی طور پر مظاہرہ کر کے دکھایا۔[218]

۱۰؍اگست کی شب کو نائیجیریا کے مخلص احمدی وزیری عبدو صاحب (آپ نے مانچسٹر یونیورسٹی سے ایم اے پاس کیا اور اب وہ اپنے ملک میں ایک سرکاری عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے۔انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دورہ مغربی افریقہ ۱۹۷۰ء کے دوران حضور ہی کی تحریک پر مع خاندان قبول حق کی سعادت پائی تھی۔سیدنا خلیفۃ المسیح الثالث نے ۹ جون ۱۹۷۰ء کی مجلس عرفان میں خود ان کی بیعت کے ایمان افروز واقعہ کا تذکرہ فرمایا۔[219]) دس بجے مشن ہاؤس میں پہنچے۔حضور نے وزیری عبدو صاحب کو شرف معانقہ و مصافحہ بخشا اور دریافت کیا کہ کیا طباعت قرآن کے لئے نائیجیریا میں آفسیٹ پرنٹنگ مشین کی ضرورت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ایسی مشین بہت مفید رہے گی۔حضور نے ارشاد فرمایا کہ حکومت نائیجیریا سے اس کی درآمد کے لئے ضروری کارروائی کی جائے۔ازاں بعد انہوں نے حضور کے ارشاد پر سوا بارہ بجے شب مشن ہاؤس کا پریس بھی دیکھا۔[220] ۱۳؍اگست کو حضور انور نے اشاعت قرآن کے سلسلہ میں آفسیٹ مشین اور دھات کی پلیٹ پر عکس لینے والے کیمروں کے متعلق مشورہ کیا۔نیز ارشاد فرمایا کہ کسی فرم کو آرڈر دینے سے پہلے مزید معلومات مہیا کی جائیں۔اس سلسلہ میں طاہر سفیر صاحب کو رپورٹ پیش کرنے کا ارشاد فرمایا۔[221]

۱۶؍اگست کو ساڑھے سات بجے شب گیمبیا کے ہائی کمشنر مسٹر بی کار عثمان سمیگا جانے (Mr. Becar Ousman Semega Janneh) اپنی بیگم کے ساتھ حضور کی قیامگاہ میں تشریف لائے۔حضور نے ان کو کھانے پر مدعو فرمایا تھا۔کھانے کے دوران قرآن کریم کے دو لاکھ نسخوں کی طباعت و اشاعت کے متعلق بعض سکیمیں زیر غور آئیں۔

۱۶؍اگست کی شب حضور نے طاہر سفیر صاحب کی تیار کردہ آفسیٹ پریس سے متعلق رپورٹ ملاحظہ فرمائی جو بہت محنت سے تیار کی گئی تھی۔جس پر حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔[222]

قادیان دارالامان اور دورہ غانا ۱۹۷۰ء کی فلم

یکم اگست کو مشن ہاؤس کے ہال میں مولوی عبدالکریم صاحب نے قادیان دارالامان اور سیدنا خلیفۃ المسیح الثالث کے دورہ غانا (مغربی افریقہ) ۱۹۷۰ء کی اپنے کیمرے سے کھینچی ہوئی فلمیں دکھلائیں۔حضور اس موقع پر بنفس نفیس تشریف لائے اور فلم دیکھ کر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔قادیان کی فلم کا تعارف مولوی عبدالکریم نے اردو زبان میں اور غانا کی فلم کا انگریزی میں تعارف مولوی عبدالوہاب صاحب بن آدم آف غانا نے کرایا جو اُن دنوں نائب امام لندن مشن کے فرائض انجام دے رہے تھے۔[223]

مجلس علم و عرفان

حضور انور ۳راگست کو مجلس عرفان میں رونق افروز ہوئے اور احبابِ جماعت کے ساتھ گفتگو کے دوران اہم تربیتی امور کا تذکرہ کیا اور بیش قیمت نصائح سے نوازا۔فرمایا ایک سال کے اندر یہاں کی جماعت میں کم از کم ۲۰۰ راحمدی سائیکل سوار ہونے چاہئیں۔لجنات اور ناصرات بھی سائیکل خریدیں۔قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق مستورات کی ویسی ہی ذمہ داریاں ہیں جیسی مردوں کی ہیں۔حدود کے اندر رہتے ہوئے ضروری ہے کہ انہیں وہ تمام مواقع فراہم کئے جائیں جن سے ان کی خداداد قوتوں اور قابلیتوں کی پوری اور کماحقہ نشوونما ہو سکے۔اور وہ غلبہ اسلام کی عظیم جدوجہد میں بھرپور حصہ لے سکیں۔حضور نے خواتین کو پردہ کی تلقین کرتے ہوئے ڈنمارک کی احمدی بہن قانتہ کی مثال دی کہ وہ پورے طور پر پردہ کرتی ہیں۔[224]

پُر معارف خطباتِ جمعہ

لندن کے عرصہ قیام میں حضور انور نے ۳ اور ۱۰راگست کو نہایت پُر معارف خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔۳راگست کو حضور نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ آج دنیا کو تباہی اور ہلاکت سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق جماعت احمدیہ کو قائم کیا گیا ہے اس لئے جدوجہد اور مسابقت کی دوڑ میں ہم نے دنیا سے آگے بھی نکلنا ہے اور اس کے لئے ایک مثال بھی قائم کرنی ہے اس ضمن میں حضور نے یہ بھی خبر دی کہ غلبہ اسلام کی الٰہی بشارتوں کے لئے ''تین سو سال کا ہمیں انتظار نہیں کرنا پڑے گا میرا ذاتی اجتہاد ہے کہ ایک سو سال یعنی ایک صدی بعد یہ قرائن ظاہر ہوں گے یہ روشنی ایک شاندار تجلی

کی صورت میں ۹۰ءاور ۹۵ ء کے درمیان دکھائی جائے گی‘‘۔[225] (خاکسار مؤلف کتاب ھذا کی رائے میں یہ شاندار تجلی ایم ٹی اے کے آغاز اور عالمی بیعت کے روح پرور سلسلہ سے تعلق رکھتی ہے جو غلبہ دین حق کی خبر دے رہے ہیں۔ یہاں پر اختصار کے ساتھ ایم ٹی اے کے مبارک دور اور درجہ بدرجہ ترقیات اور اسی طرح عالمی بیعت کے اعداد وشمار تحریر کئے جاتے ہیں۔ان کی تفاصیل متعلقہ سالوں کی جلدوں میں شائع کی جائے گی۔انشاءاللہ)

ایم ٹی اے کے مبارک دور کا آغاز اور ترقیات کی جھلک

☆ مواصلاتی ذریعہ سے پہلی بار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا خطبہ جمعہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۹ء کو سنایا گیا جو کہ ماریشس اور جرمنی کی جماعتوں نے سنا۔اس طرح ایم ٹی اے کا آغاز ہوا۔

☆ براعظم یورپ میں پہلی بار ایم ٹی اے کی نشریات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خطبہ جمعہ کی صورت میں ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء کو دکھائی گئیں اور اس طرح ایم ٹی اے کی ہفتہ وار سروسز کا آغاز ہوا نیز اسی سال جلسہ سالانہ برطانیہ بھی پہلی بار براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا گیا اور پاکستان سمیت ۱۱ ممالک میں دیکھا اور سنا گیا۔

☆ ۱۶/اکتوبر ۱۹۹۲ء کو کینیڈا بیت السلام سے براہ راست خطبہ جمعہ نشر ہوا جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ارشاد فرمایا۔

☆ ۷ جنوری ۱۹۹۴ء سے باقاعدہ ۱۲ گھنٹے کی نشریات کا آغاز ہوا جو کہ افریقہ اور ایشیا کے ممالک کے لئے تھیں۔لیکن یورپ کے لئے تین گھنٹے کی نشریات شروع ہوئیں۔

☆ ۱۴/اکتوبر ۱۹۹۴ء کو امریکہ میں ایم ٹی اے کے ارتھ اسٹیشن کا افتتاح ہوا جس کے ذریعہ سے تمام امریکہ اور کینیڈا تک ایم ٹی اے کو پہنچانے کا انتظام مکمل ہوا اور یہ نشریات ۳ گھنٹے کے پروگرامز پر مشتمل تھیں۔

☆ مورخہ یکم اپریل ۱۹۹۶ء سے ایم ٹی اے کی باقاعدہ ۲۴ گھنٹے کی نشریات کا آغاز یورپ اور امریکہ کے لئے ہوا۔اس روز شام چھ بجے ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں ازراہ شفقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے شرکت فرمائی اور ایک بصیرت افروز خطاب سے نوازا اور اس طرح ایم ٹی اے کی ۲۴ گھنٹے کی نشریات کے دور کا آغاز ہوا۔

☆ اپریل ۱۹۹۶ء میں ایم ٹی اے کی نشریات گلوبل بیم کے ذریعہ پوری دنیا میں پہنچائی جانے لگیں۔

☆ مورخہ ۲۶؍ اپریل ۱۹۹۶ء کو ایشیا کے لئے ۲۴ گھنٹے کی نشریات کا آغاز ہوا۔

☆ مورخہ ۷ جولائی ۱۹۹۶ء کو افریقہ، مڈل ایسٹ اور فار ایسٹ کے ممالک کے لئے ایم ٹی اے کی ۲۴ گھنٹے کی نشریات کا آغاز ہوا اور اس سلسلہ میں ایک تقریب ۷ جولائی ۱۹۹۶ء کو محمود ہال میں منعقد ہوئی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ازراہ شفقت شرکت فرمائی اور خطاب سے نوازا۔

☆ ۷ ستمبر ۲۰۰۱ء سے ایم ٹی اے کی نشریات برطانیہ کی سکائی Digital سروس پر شروع ہوئیں۔ اس طرح پانچوں براعظموں تک ایم ٹی اے کی ڈیجیٹل نشریات پہنچنا شروع ہوئیں۔

☆ ۲۳ جون ۲۰۰۳ء کو ایشیا اور آسٹریلیا کے لئے ایشیا Set-3 کا آغاز ہوا۔

☆ ۲۲ اپریل ۲۰۰۴ء سے ایم ٹی اے الثانیہ کا آغاز ہوا۔

☆ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''یوم مسیح موعود علیہ السلام'' کے مبارک موقع پر ۲۳؍ مارچ ۲۰۰۶ء کو ایم ٹی اے کے نئے آٹومیٹڈ براڈ کاسٹ سرور سسٹم (Automated Broadcast Server System) کا افتتاح فرمایا۔

☆ مارچ ۲۰۰۷ء میں MTA3 العربیہ کا آغاز ہوا جس کی نوید حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ مارچ ۲۰۰۷ء میں سنائی۔ MTA3 العربیہ کے اجراء کی مناسبت سے ایک تقریب مورخہ ۶ مئی بروز اتوار بیت الفتوح لندن کے طاہر ہال میں منعقد کی گئی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شرکت فرمائی۔

☆ ۲۳ مارچ ۲۰۰۷ء سے ایم ٹی اے العربیہ نائل سیٹ سیٹلائیٹ پر شروع کیا گیا۔

☆ ۱۵ جون ۲۰۰۷ء سے ایم ٹی اے العربیہ کا انٹرنیٹ پر آغاز ہوا۔

☆ ۲۰ جولائی ۲۰۰۷ء سے انٹرنیٹ پر ایم ٹی اے کے دوسرے آڈیو چینل کی سروس کا آغاز ہوا۔ (انگریزی میں تمام پروگرامز)۔

☆ امریکہ میں ایم ٹی اے کے سلور سپرنگ ارتھ سٹیشن (Silver Spring Earth Station) پر جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس اپ لنک کی تنصیب کے ساتھ شمالی امریکہ کے ناظرین کے لئے ایم ٹی اے کے متعدد نئے چینلز کا اجراء ۲۹؍ فروری ۲۰۰۸ء سے ہوا۔ الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے شرق اوسط کے بعد اب شمالی امریکہ کے عرب بھائیوں کے لئے بھی ایم ٹی اے الثالثۃ العربیہ کی سروس شروع کر دی گئی ہے۔اس کے ساتھ شمالی امریکہ کے متعدد ٹائم زونز خاص طور پر ویسٹ کوسٹ کے ناظرین کی سہولت کے لئے ایم ٹی اے الاولیٰ+3 کا اجراء کیا گیا ہے۔اس چینل پر ایم ٹی اے الاولیٰ کے ہی پروگرام تین گھنٹے کی تاخیر سے نشر ہوں گے۔

نیز اب امریکہ اور کینیڈا کے ناظرین کے لئے الیکٹرانک پروگرام گائیڈ (EPG) کا ایک علیحدہ چینل ایم ٹی اے انفوکاسٹ (MTA Infocast) شروع کیا گیا ہے جس پر ناظرین ایم ٹی اے کے پروگراموں کے اوقات اور تفاصیل سے استفادہ کر سکیں گے۔

اسی طرح ایم ٹی اے کے تمام پروگرام شمالی امریکہ میں چار زبانوں کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوں گے جن میں انگریزی، عربی، بنگلہ اور فرنچ شامل ہیں۔ ہر زبان کے لئے ایک علیحدہ ویڈیو چینل مخصوص کیا گیا ہے۔لہٰذا ناظرین کو ترجمہ کے لئے آڈیو چینل تبدیل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

شرق اوسط کے ناظرین کے لئے ایم ٹی اے العربیہ الثالثۃ کی سروس Nile Sat سے تبدیل ہو کر زیادہ مقبول سیٹلائٹ Arab Sat Badr 4 پر ڈال دی گئی ہے۔

☆ مورخہ یکم اگست ۲۰۱۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایم ٹی اے انٹرنیشنل افریقہ کا افتتاح فرمایا۔

عالمی بیعت کی تاریخ ساز تقاریب

۱۹۹۳ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ سے عالمی بیعت کا آغاز ہوا۔جس میں حاضرین جلسہ بالواسطہ اور دنیا بھر کے مبایعین اور نومبایعین بذریعہ ایم ٹی اے بیعت سے مشرف ہوئے۔یہ ایک ایسا روح پرور نظارہ تھا جو اس سے قبل کبھی چشم فلک نے نہیں دیکھا تھا۔عالمی بیعت میں دنیا بھر سے شامل ہونے والے نومبایعین کی تعداد حسب ذیل ہے۔

سال	بیعتیں
1993	2,04,308
1994	4,21,753

8,47,725	1995
16,02,721	1996
30,04,585	1997
50,04,591	1998
1,08,20,226	1999
4,13,08,975	2000
8,10,06,721	2001
2,06,54,000	2002
8,92,403	2003
3,04,910	2004
2,09,799	2005
2,93,881	2006
2,61,969	2007
3,54,638	2008
4,16,010	2009
4,58,760	2010
4,80,822	2011
5,14,352	2012
5,40,728	2013
5,55,235	2014
5,67,330	2015
5,84,383	2016

پھر ۱۰ راگست کے خطبہ جمعہ میں حضور نے پہلے تو سرمایہ داری، اشترا کیت اور سوشلسٹ انقلابات پر بلیغ رنگ میں تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم انقلاب کی انتہا خود آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق مہدی معہود کے زمانہ میں ہوگی۔ جب تمام بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنا دیا جائے گا۔ اس عظیم جدوجہد کو نقطہ کمال تک پہنچانے کی بھاری ذمہ داری جماعت احمدیہ پر عائد ہوتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنی قوتوں پر خدا کا رنگ چڑھائیں اور مجنونوں کی طرح بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے وقف ہو جائیں۔[226]

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی دعوت چائے

۳ راگست کی شام کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پروفیسر امپیریل کالج آف سائنس لندن یونیورسٹی، اٹلی میں اقوام متحدہ کی جوہری توانائی کے تحقیقی مرکز کے ڈائریکٹر، صدر پاکستان کے سائنسی مشیر اور احمدیت کے مایہ ناز فرزند ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے ہاں تشریف لے گئے اور چائے نوش فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے وہ جوہری ذرات (Particles) کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کرنے والے ہیں۔ اگر یہ نظریہ تجربات کی روشنی میں ثابت ہو گیا تو سائنس کی دنیا میں یہ انقلابی قدم ہوگا اور علمی دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دے گا۔[227]

گھوڑوں کی نمائش

اُن دنوں احمدیہ مشن ہاؤس سے ۳۵ میل کے فاصلہ پر سیون اوکس (Seven Oaks) کے مقام پر گھوڑوں کی نمائش کی سلور جوبلی منائی جا رہی تھی۔ حضور مع دیگر افراد قافلہ ۴ راگست کو یہ نمائش دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ نمائش کے چیف سٹورڈ مسٹر جے ایس ینگز (Mr. J.S. Youngs) نے حضور کا استقبال کیا اور نمائش کے متعلق تفاصیل بتلائیں اور لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا کہ تمام حاضرین یہ سن کر خوش ہوں گے کہ آج کی تقریب میں حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث امام جماعت احمدیہ بنفس نفیس ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں۔ ان کی تشریف آوری سے ہماری عزت افزائی ہوئی ہے۔ آپ گھوڑوں کے بہت قدردان ہیں اور آپ نے خود بھی گھوڑے پال رکھے ہیں۔ یہ اعلان دو بار کیا گیا۔ نمائش میں مختلف نسل اور قد کے ۵۰۸ گھوڑے شامل ہوئے۔ یہ گھوڑے ٹرکوں پر لائے گئے تھے۔ مقابلے زیادہ تر روکوں کو پھلانگنے سے تعلق رکھتے تھے۔ نیم عرب

نسل کے گھوڑے اور چھوٹے قد کے ٹٹو بالخصوص بہت دلچسپی سے دیکھے گئے۔انگریز بچوں اور بچیوں نے جن میں سے بعض کی عمر سات سال سے متجاوز نہ تھی شاہسواری کے حیرت انگیز مظاہرے کئے۔ ایک بچہ تو اتنا چھوٹا تھا کہ حضور نے ازراہ مزاح فرمایا کہ یہ تو باجوہ صاحب (مراد ظہور احمد باجوہ صاحب) کی جیب میں آ سکتا ہے۔حضور نے ننھے منھے گھڑسوار بچوں کی تصاویر بھی لیں اور ارشاد فرمایا کہ یہ تصاویر ان کو بھجوا دی جائیں۔حضور نے مختلف گھوڑوں کے سواروں اور مالکوں سے ان کے گھوڑوں سے متعلق تبادلہ خیال فرمایا۔خصوصاً ننھے سواروں سے تو حضور نے بہت پیار اور شفقت سے گفتگو فرمائی۔وہ بھی حضور سے ایسے بے تکلف ہو گئے کہ دوبارہ حضور سے ملنے کے لئے آئے۔

حضور نے گھوم پھر کر نمائش کے مختلف حصوں کو دیکھا،گھوڑوں کو پیار کیا اور گھڑ سواروں سے ایسا بے تکلفی اور محبت کا سلوک کیا کہ لوگ حضور سے مانوس ہو گئے۔ایک سات سالہ بچی آمندا (Amanda) جس کی چھ سالہ گھوڑی مسٹی (Misty) حضور نے پسند فرمائی تو وہ حضور سے بہت مانوس ہو گئی۔بچی کے والد مسٹر جے اے بورن (Mr. J. A. Bourne) کو بھی حضور کی شفقت سے حصہ ملا۔وہ مارک کراس سسیکس (Mark Cross Sussex) کے رہنے والے تھے اور اچھے گھوڑوں کے بہت شوقین تھے۔ایک خاتون حضور کے پاس آئی اور بے ساختہ کہنے لگی کہ میں نے عمر بھر ننھے بچوں کے حق میں آپ سے بڑھ کر کوئی شفیق انسان نہیں دیکھا۔[228]

انگلستان اور دیگر ممالک کے احمدی اپنے آقا کے حضور

اس یادگار موقع سے انگلستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے احمدی احباب،احمدی خواتین اور احمدی بچوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور اپنے آقا کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہوتے رہے اور حضور کے بابرکت کلمات سے مستفید ہوئے بالخصوص حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بہت خوش نصیب تھے جنہیں بار بار یہ سعادت نصیب ہوئی۔انہی ملاقاتوں کے دوران ۵راگست کو ایک انگریز خاتون Theresa Coiretta نے قبول اسلام و احمدیت کی سعادت پائی۔

انگلستان کے علاوہ ڈنمارک،فرینکفرٹ،فرانس،امریکہ،برازیل،غانا،نائیجیریا،گیمبیا،کینیا، تنزانیہ،ماریشس،سعودی عرب اور پاکستان سے کئی احمدی والہانہ عقیدت کے ساتھ لندن پہنچے اور پیارے امام سے شرف ملاقات حاصل کیا۔[229]

مختلف شخصیات سے ملاقاتیں

ہائی کمشنر صاحب گیمبیا کی ملاقات کا ذکر اوپر آ چکا ہے اس ملاقات کے دوران حضور نے گیمبیا کے طلباء کے لئے دو وظائف دینے کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک وظیفہ (۵۰ پاؤنڈ ماہوار) تو گیمبیا کے اس طالب علم کے لئے ہوگا جو لندن میں رہ کر اعلیٰ طبی تعلیم حاصل کرے۔ دوسرا وظیفہ دراصل وظیفہ نہیں ہوگا بلکہ ایک طالب علم کو پاکستان میں مہمان کے طور پر رکھا جائے گا۔ ہر دو طالب علموں کا انتخاب حکومت گیمبیا خود کرے گی۔ اس پیشکش پر ہائی کمشنر نے گہری ممنونیت کا اظہار کیا۔ 230 ان ایام میں ہائی کمشنر گیمبیا کے علاوہ اور بھی متعدد شخصیات نے حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

۵راگست کو حضور نے حبیب اللہ جسوال صاحب کے صاحبزادے محمد احمد جسوال صاحب کی دعوت ولیمہ میں شرکت فرمائی۔ کھانے کے دوران حضور نے ہارلے سٹریٹ کے ایک غیر از جماعت ڈاکٹر اور مشہور سپیشلسٹ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور محاسن اسلام اور اس کی عظمت پر مفصل گفتگو فرمائی۔ جس میں سورۃ التین کی روشنی میں ماضی میں رونما ہونے والے دنیا کے چار انقلابات کی وضاحت کی اور بتایا کہ آخری اور سب سے بڑا انقلابِ عظیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے معرض وجود میں آیا جس کی اشاعت و قبولیت مہدی آخر الزمان کے ذریعہ مقدر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بشارت دی ہے کہ اب رہتی دنیا تک اسلام کی عظمت قائم رہے گی۔

اسی روز مغرب و عشاء کی نمازوں کے بعد مسٹر گریگ بارنس (Mr.Greig Barnes) اور مسٹر این پارمر (Mr. N. Parmer) نے مسجد فضل کے دروازے پر حضور کی زیارت کی۔ یہ دونوں انگریز نوجوان شام سے حضور کو ایک نظر دیکھنے کے خواہشمند تھے۔ حضور نے انہیں شرف ملاقات بخشا اور نہایت احسن انداز میں تبلیغِ اسلام فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہیں قرآن کریم مع انگریزی ترجمہ تحفۃً دیا جائے اور ان کو مشورہ دیا کہ اس عظیم کتاب کو ضرور پڑھیں اس کے پڑھنے سے بہت فائدے ہوں گے۔ حضور کے اندازِ تخاطب اور تبسم اور نورانی چہرے کا ان پر بہت اثر تھا اور وہ کہنے لگے کہ حضور بہت عظیم اور شفیق انسان ہیں۔ 231

۸راگست کو ڈاکٹر داؤد احمد صاحب کے ہمراہ عبدالرزاق صاحب ایم آر سی پی (نفسیاتی طب) ڈی۔ پی۔ ایم اور ڈاکٹر اسلام ایم آر سی پی حضور کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ 232

۱۹راگست کوحضورانور Liphook تشریف لے گئے جہاں آپ کے Baliol کالج کے کلاس فیلو جان بال ڈرگ نے آپ کی دعوت کا اہتمام کیا تھا۔[233]

لجناتِ انگلستان سے روح پرور خطاب

۱۲راگست کوسوا چار بجے شام حضور نے محمود ہال میں لجنہ اماء اللہ انگلستان کے عمومی اجلاس سے خطاب فرمایا جس میں حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نے بھی شمولیت فرمائی۔اجلاس میں ساڑھے چھ سو سے زیادہ مستورات شامل ہوئیں۔حضور کے خطاب سے قبل لجنہ نے حضور اور بیگم صاحبہ کی خدمت میں اخلاص واطاعت کے جذبات سے لبریز استقبالیہ ایڈریس پیش کیا۔

حضور نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی بشارت دی گئی تھی۔اس بشارت کا مقصود یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنا کر انسانِ کامل (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جھنڈے تلے جمع کرایا جائے۔ اب اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنی حقیقی پاکیزگی کے ساتھ دنیا میں قائم کیا جائے گا۔اس مقصد کے حصول کے لئے احمدی مستورات پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس ذمہ داری کے دو حصے ہیں۔اوّل یہ کہ وہ مثالی احمدی بنیں۔ان کے لباس، گفتار اور کردار میں اسلام کی تصویر نظر آئے۔خصوصاً انگلستان اور یورپ میں رہنے والی احمدی خواتین کو اپنا نمونہ پیش کرنا چاہیے۔بجائے اس کے کہ وہ ان کی نقل کریں۔اس ضمن میں حضور نے قرآنی پردے کا حقیقی مفہوم واضح کیا اور آیت قرآنی اِلَّا مَاظَہَرَ کی روشنی میں پردہ کے حکم کی وضاحت کی۔

حضور نے فرمایا قرآن کا حکم یہ ہے کہ اس زینت کو جو ایک خاتون اپنے بزرگوں اپنے باپ یا خسر کے سامنے ظاہر کر دیتی ہے (دیگر) عزیزوں کے سامنے ظاہر نہ کرے۔حضور نے فرمایا۔ہم اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں کہ بیٹیاں باپ کے سامنے بے حیائی کے ساتھ تو نہیں آتیں۔احمدی گھرانوں کی بیٹیوں کا سر جھکا ہوا ہوتا ہے اور سر کے اوپر انہوں نے دوپٹہ لیا ہوا ہوتا ہے یہ جو زینت ہے جس کا باپ کے سامنے، خسر کے سامنے، بڑے بھائیوں کے سامنے آپ پردہ نہیں کرتیں۔اس زینت کے متعلق کہا گیا ہے غیر محرم کے سامنے نہیں لانا۔

حضور نے فرمایا باپ کے سامنے کون سی زینت لائی جاتی ہے چہرہ ہی تو ہے جو محرم کے سامنے

آئے گا۔غیر محرم کے سامنے نہیں آئے گا۔ یہ بڑا صاف مسئلہ ہے باقی انسانی فطرت ہزار بہانے تلاش کرے گی لیکن قرآن نے کسی بہانے کی گنجائش نہیں رکھی۔ حضور نے فرمایا یہ صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آج بھی پردہ ایک لمبی تربیت چاہتا ہے۔ اگر ایک انگریز عورت عیسائیت سے احمدی ہوتی ہے تو ہم آہستہ آہستہ اس کو کہیں گے کہ اپنا جسم ڈھانکو۔ پھر کہیں گے اپنا سر ڈھانکو۔ نظریں نیچی کرو۔ دوسرے سے نظریں نہ ملاؤ۔ لیکن آپ تو پرانے اور لمبے عرصہ سے اور پیدائشی احمدی ہیں۔ آپ کو ان کے لئے نمونہ بننا چاہیے۔ اپنے مقام کو سمجھیں۔ آپ کو دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ بننا چاہیے۔

حضور نے ڈنمارک کی ایک احمدی خاتون قانتہ صاحبہ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا۔ ۱۹۶۷ء میں وہ احمدی ہوئی۔ جتنا پردہ ہونا چاہیے اس کی پوری پابندی کرتی ہے وہ تو آپ کی لیڈر بن گئی۔ بجائے اس کے کہ آپ اس کی رہنمائی کریں وہ آپ سے پیچھے آئی اور آگے نکل گئی۔

احمدی خواتین کو ان کے دوسرے فرض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ماں بچے کے درمیان زبان کا بُعد نہیں ہونا چاہیے۔ حضور نے کہا یہ افسوس کی بات ہے کہ بچے اردو نہیں بول سکتے اور مائیں انگریزی نہیں بول سکتیں۔ حضور نے فرمایا بچوں کو اردو سکھائیں تا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھ سکیں۔

حضور نے فرمایا جب ایک افریقن یا ڈینش یا جرمن احمدی ہوتا ہے تو وہ عربی سیکھتا ہے اور اردو سیکھتا ہے تا کہ قرآن کریم اور اس کی وہ تفسیر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں فرمائی ہے پڑھ سکے۔ حضور نے اس سلسلہ میں عبدالوہاب صاحب افریقن کی مثال دی کہ وہ اردو اور پنجابی بولتے اور پڑھتے ہیں اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں فرائض پورے کر کے ہی مستورات خدا تعالیٰ کے ان انعامات اور فضلوں کی وارث بن سکتی ہیں جو خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے لئے مقدر فرمائے ہیں۔ شام سوا چھ بجے تک حضور کا خطاب جاری رہا۔[234]

ناصرات الاحمدیہ سے پُر اثر گفتگو

۱۳؍اگست کو بوقت شام ناصرات الاحمدیہ لندن کی ننھی احمدی بچیوں کی طرف سے بھی حضور اور بیگم صاحبہ کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا۔ حضور نے فرمایا میں آج کوئی تقریر نہیں کروں گا بلکہ

ننھی ناصرات سے گفتگو کروں گا۔اس کے بعد حضور نے امام بشیر احمد رفیق صاحب کی صاحبزادی عزیزہ بشریٰ سے دریافت کیا کہ کوئی نظم سنا سکتی ہو؟ بچی نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کی نظم

قرآن سب سے اچھا قرآن سب سے پیارا

کے چند اشعار سنائے۔ بعدازاں حضور کے ارشاد پر اس نے ایک پشتو نظم بھی سنائی۔ چند بچیوں نے صلّ علیٰ نبینا صلّ علیٰ محمدٍ مل کر پڑھا۔اس کے بعد حضور نے اپنی پُر اثر اور دلآویز گفتگو کے دوران اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی اور اس کی صفات حسنہ، سورۃ فاتحہ کے مضامین اور مقصود کائنات شہ لولاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع شان اور رحمۃ للعالمین ہونے کا ذکر نہایت دلنشین اور ولولہ انگیز پیرایہ میں کیا اور آخر میں احمدی بچیوں کو نصیحت فرمائی کہ ترقی کی جو راہیں قرآن مجید نے ہمیں سکھلائی ہیں ان کو اختیار کرنا چاہیے اور خدا تعالیٰ آپ میں سے ہر ایک سے جتنا پیار کرنا چاہتا ہے ہمیں اس پیار کو حاصل کرنا چاہیے۔[235]

پُر فضا اور تاریخی مقامات کی سیر

حضور انور قیام لندن کے دوران ونڈسر کاسل (۲/اگست) اور ہیسٹنگز (۷/اگست) تشریف لے گئے۔ہیسٹنگز وہ تاریخی ساحل ہے جہاں ولیم دی کنکرر اترا تھا۔(حضرت مصلح موعود کو ایک رؤیا میں دکھایا گیا تھا کہ آپ سمندر کے کنارے ایک مقام پر اترے ہیں اور ایک لکڑی کے کندے پر پاؤں رکھ کر ایک بہادر اور کامیاب جرنیل کی طرح چاروں طرف نظر کی ہے اور آواز آئی ''ولیم دی کنکرر''۔سفر یورپ ۱۹۲۴ء کے دوران اس رؤیا کو پورا کرنے کے لئے آپ ۲/اکتوبر ۱۹۲۴ء کو خلیج پیونسی (Pevensey) پر پہنچے اور ایک کشتی لے کر اس مقام کی طرف تشریف لے گئے جہاں ولیم دی کنکرر اترا تھا۔کشتی کو چھوڑ کر آپ قریب ہی ایک مقام پر جس کا نام الیکرسی (لنگر گاہ) ہے کھڑے ہوئے گویا وہاں اترے۔اور اسی شکل و ہیئت میں ایک لکڑی پر (جو ایک کشتی کی تھی) دایاں پاؤں رکھ کر ایک فاتح جرنیل کی طرح آپ نے چاروں طرف نظر کی۔اس کے بعد خاموشی کے ساتھ آپ نے دعا کی۔پھر آپ نے نماز قصر کر کے پڑھی اور اس میں لمبی دعا کی اور زمین پر اکڑوں بیٹھ کر پتھر کے سنگریزوں کی مٹھیاں بھریں۔) اس کے علاوہ ہیمپٹن کورٹ (۹/اگست)، کیوگارڈنز (۱۰/اگست)، آکسفورڈ یونیورسٹی۔بلنہیم محل (Blenheim) (۱۴/اگست)، دریائے وائی کی حسین و دلکش وادی (۱۵/اگست) کی بھی سیر فرمائی۔وادی کے سفر میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو بھی حضور کی رفاقت کا

اعزاز حاصل رہا۔آپ کو یہ علاقہ اپنی فطری خوبصورتی کے باعث بہت پسند تھا اوراس کے چپہ چپہ کی تفاصیل آپ کے محیر العقول حافظہ میں محفوظ تھیں، جو آپ حضورانور کو بتاتے گئے۔

وادی کے سفر کے دوران راستہ میں حضورانور Henley-on-Thames میں دریا کے کنارے رکے۔قریباً سوا گھنٹے تک حضورانور Bourton-on-the-water کے خوبصورت قصبے میں بھی ٹھہرے۔[236]

دیگر چھ ممالک کا نہایت کامیاب دورہ

لندن میں تین ہفتہ قیام فرما رہنے کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۰ راگست سے ۷ رستمبر ۱۹۷۳ء تک یورپ کے دیگر چھ ممالک کا دورہ کیا جن کے نام یہ ہیں۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ سوئٹزرلینڈ۔اٹلی۔ڈنمارک۔سویڈن۔(حضورآسٹریا کے شہر سالسبرگ بھی تشریف لے گئے تھے) یہ دورہ نہایت کامیاب رہا جس کے دوران حضور نے پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا اور ٹیلی ویژن کے نمائندوں کو انٹرویو دیئے۔

حضور ۲۰ راگست صبح آٹھ بج کر بائیس منٹ پر دعا کے بعد روانہ ہوئے۔جن مخلصین جماعت نے حضور کو الوداع کہا ان میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بھی تھے۔یہ مبارک قافلہ تین کاروں میں تھا اور تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد فضل لندن کو حضور کی کار چلانے کا شرف حاصل ہوا۔ دوسری دو کاریں ڈاکٹر سید ولی احمد شاہ صاحب اور چوہدری خالد اختر صاحب کی ذاتی تھیں جنہیں وہ خود چلا رہے تھے۔قافلہ میں صاحبزادہ میاں حمید احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب مع بیگم صاحبہ اور صاحبزادی امۃ الشکور بیگم صاحبہ بھی شامل تھیں۔قافلہ ہاروِچ (Harwich) بندرگاہ تک پہنچا اوراس نے سی لنک کمپنی (Sea Link) کے جہاز ''سینٹ جارج'' سے رودبار انگلستان کو عبور کیا۔عرشئہ جہاز پر بعض مسافروں نے حضور سے ملاقات کی، اور اسلام اور پاکستان کے متعلق بہت سے سوالات کئے جن کے تسلی بخش جوابات حضور نے دیئے۔سمندر بالکل پُرسکون تھا۔ جہاز چھ بجے شام ہالینڈ کی بندرگاہ Hook of Holland پر پہنچ گیا۔

ہالینڈ

بندرگاہ پر مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل انچارج ہالینڈ مشن، عبدالعزیز جمن بخش صاحب اور عبدالعزیز فرہاغن صاحب (Verhagen) تشریف لائے ہوئے تھے۔قافلہ مشن ہاؤس میں پہنچا تو

جماعت احمدیہ ہالینڈ نے اپنے مقدس آقا کا نہایت درجہ محبت وشیفتگی سے استقبال کیا۔قریباً پچیس مخلصین موجود تھے جن میں مسٹر BAS مع خاندان، مسٹر عمر ہائے برخت (Mr. Omer Hay Brecht) ڈچ احمدی مصنف و جرنلسٹ مسٹر ہال برٹ سما (Mr. Halbert Sma) اور مسٹر حمید ویلڈن ڈچ بھی تھے۔حضور کے قیام کا بندوبست ہالینڈ کے ایک اچھے ہوٹل میں تھا لیکن حضور نے مشن ہاؤس میں قیام کو ترجیح دی۔[237] ۲۱/ اگست کو حضور سمندر کے کنارے آباد گاؤں فولندم (Volendom) تشریف لے گئے۔ واپسی پر چار بجے ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں جس کے بعد عام ملاقات ہوئی۔ جس میں غیر از جماعت مسلمان بلکہ غیر مسلم معززین بھی شامل تھے۔ مثلاً مسٹر سف جان اونگ (Mr. Sufjan Quong) ایک انڈونیشی غیر از جماعت مسلمان، مسٹر مشہود احمد زاشولا (ایک نائیجیرین طالب علم)، مسٹر ایس ڈی نی سان (Mr. S. Dene San) (ایک ترک مسلمان)، مسٹر عیسیٰ (ایک ایرانی دوست)، ڈاکٹر سپرٹ (Mr. Spruyt) عیسائی ڈینٹل سرجن۔ مسٹر سی بروگما (Mr. C. Brugma) مع بیگم (ڈچ عیسائی)۔ ڈاکٹر آر۔ بوک (Dr. R. Boeke) ہالینڈ کی بین الاقوامی مذہب کانگریس کے صدر۔

حضور نے مسٹر آر۔ بوک سے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر تفصیلی گفتگو فرمائی اوران کے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ امن عالم کا واحد طریق یہ ہے کہ تمام انسان ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ نیز فرمایا دنیا اب اسلام قبول کرے گی یا تباہ ہو جائے گی۔ کئی سو ہزار ملین ایٹمی اسلحہ جات پر خرچ ہوا۔ یہ بم اگر استعمال ہوئے تو دنیا کی تباہی یقینی ہے۔ نہ ہوئی تو اتنی بڑی رقم کا ضیاع ہوا۔ نیز فرمایا کہ دنیا خوف سے ایک دوسرے کے قریب تو ہو رہی ہے لیکن محبت سے نہیں نہ عاجزی، فروتنی اور ایثار سے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات پر تحقیق کے سلسلہ میں حضور نے انہیں کفن مسیح پر لٹریچر پڑھنے کا مشورہ دیا اور ایک کتاب بھی منگوا کر دی۔ ڈاکٹر صاحب ایمسٹرڈم سے صرف حضور کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر تیس احمدیوں کو بھی شرف ملاقات حاصل ہوا۔[238]

۲۱/ اگست کی شام ہیگ کے با اثر اخبار Het Vaderland کے نمائندہ نے حضور سے ملاقات کی۔ جس کی تفصیل اس نے اگلے ہی روز اپنے اخبار کے ۲۲/ اگست کے شمارہ میں شائع کر دی۔ نامہ نگار نے اپنی رپورٹ میں حضور کے بڑے سائز کا نہایت دلکش فوٹو دیا اور حضور کے دورہ ہالینڈ کے

مقصد اور حضور کی پُرکشش شخصیت کا خاص طور پر ذکر کیا۔اس رپورٹ کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

''(دی ہیگ ۲۱؍اگست)۔کل شام چھوٹی سی مگر نہایت ہی خوبصورت اور صاف ستھری اسلامی عبادت گاہ میں جو''مسجد مبارک'' کے نام سے موسوم ہے سفید ریش بزرگ امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ہالینڈ کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے احمدی مسلمانوں سے بہت ہی شفقت بھرے انداز میں خطاب فرمایا۔ یہ سب لوگ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے اور آپ کے ارشادات سے مستفیض ہونے کیلئے ملک کے مختلف علاقوں سے وہاں آ کر جمع ہوئے تھے۔

جماعت احمدیہ اسلام کے از سرِ نو احیاء کی علمبردار ہے۔اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کے سلسلہ میں بھی امام جماعت احمدیہ آجکل یورپ کے دورہ پر آئے ہوئے ہیں۔ساری دنیا کی روحانی پیاس کو بجھانے کے سامان کرنا آپ کے مشن کا ایک اہم حصہ ہے۔آپ نے اپنے اس مشن کے سلسلہ میں ہی ڈیڑھ دن ہالینڈ میں بھی گزارنے کا فیصلہ کیا۔

آج آپ کے دوپہر کے پروگرام میں کچھ وقت یہاں کے دو مشہور مقامات فولندم اور مارکن دیکھنے کے لئے بھی مخصوص تھا۔ یہ دونوں مقامات ''زائرین کے جزیرے'' کہلاتے ہیں۔آپ کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہے اور آپ اپنی وضع قطع کے اعتبار سے ایک خدائی فرستادہ کی طرح نظر آتے ہیں۔آپ ان دونوں مقامات کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔

پاکستان کے شہر ربوہ سے تشریف لانے والے امن وآشتی کے یہ پیغامبر ہالینڈ میں بسنے والے احمدی مسلمانوں کی طرف سے پُرجوش استقبال پر مسرور نظر آرہے تھے۔آپ سوموار (۲۰؍اگست) کی شام کو لندن سے ہالینڈ میں ورود فرما ہوئے تھے اور کل بروز بدھ (۲۲؍اگست) آپ یہاں سے فرینکفرٹ روانہ ہو جائیں گے۔

اس جماعت کے قیام کا مقصد جس کے آپ امام ہیں ۴۳ کروڑ انسانوں کے مذہب یعنی مذہب اسلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے اس کی اصل حقیقت سے دنیا کو آگاہ کرنا ہے۔آپ کے اس تیز رفتار دورہ کا بھی یہی مقصد ہے۔

آپ نے کل اپنی گفتگو میں اسلام کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے بہت ہی متبسم انداز میں فرمایا یہاں یہ بات مشہور ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور یہ کہ اسے تلوار کے زور سے ہی پھیلایا جا سکتا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

آپ نے اس سوال کے جواب میں کہ پھر آپ ہمارے درمیان اسلام کو کس طرح پھیلائیں گے؟ فرمایا:۔''آپ لوگوں کے دلوں کو فتح کر کے''۔ اس جواب پر تمام دوسرے لوگ (یعنی غیر مسلم حاضرین) حیران رہ گئے۔آپ نے مزید فرمایا''یہ ناممکن ہے کہ کسی کا دل طاقت اور قوت کے بل پر جیتا جا سکے دلوں کے جیتنے کے لئے ہر ایک کے ساتھ برادرانہ تعلق اور ہمدردی کی نیز ہر ایک کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر دینے کی ضرورت ہوتی ہے''۔آپ نے یہ بات دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے الفاظ اور نہایت ہی مؤثر انداز میں بیان فرمائی۔آپ کی خاکساری اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ سفر کی کوفت اور تکان کے باوجود ہر ملاقاتی سے کھڑے ہو کر ملتے اور کسی ملاقاتی کے آنے پر بیٹھے رہنا ہرگز گوارا نہ فرماتے۔

دورانِ گفتگو آپ نے ایک اور امر پر بھی روشنی ڈالی۔آپ نے فرمایا''یہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ انسان نے ایسے وقت میں ایٹم بم ایجاد کیا جبکہ ابھی اس نے دوسروں کے ساتھ محبت و پیار سے رہنا نہیں سیکھا تھا۔مگر آئندہ سو سال کے اندر یہ حالات نہیں رہیں گے۔نئی نسلوں کی ابھی سے اس رنگ میں تربیت کرنی چاہیے کہ وہ مستقبل کے بدلے ہوئے حالات سے ہم آہنگی اختیار کر سکیں''۔[239]

اسی روز شام کو حضور کے اعزاز میں ایک مخلص احمدی اور ہیگ میں ایک عرب ملک کے نمائندہ السید محمود ربانی نے عشائیہ دیا۔اس تقریب میں حضور دیر تک غیر از جماعت مدعووین سے گفتگو فرماتے رہے۔[240]

مغربی جرمنی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح مع قافلہ ۲۲؍اگست کو بوقت نو بجے صبح ہیگ سے مغربی جرمنی کے لئے روانہ ہوئے اور پونے دس بجے شام فرینکفرٹ کی مسجد اور مشن ہاؤس میں رونق افروز ہوئے جو دلہن کی طرح سجا ہوا اور رنگا رنگ جھنڈیوں سے آراستہ تھا۔مسجد کے صدر دروازہ پر جلی حروف میں خوش آمدید آویزاں تھا۔کمروں اور ہالوں میں نئے قالین بچھا دیئے گئے تھے۔اپنے پیارے امام ہمام کی مشایعت کے لئے مولوی فضل الٰہی صاحب انوری انچارج مغربی جرمنی، محمد شریف خالد صاحب، مرزا خلیل احمد صاحب، عرفان احمد خان صاحب دہلوی (معتمد خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی)، قانتہ رؤف خان صاحبہ (نمائندہ لجنہ) فرینکفرٹ سے قریباً ۸۰ کلومیٹر آگے تک آٹوبان پر پہنچے مگر بعض وجوہ کی بناء پر واپس آ کر مشن ہاؤس ہی میں حضور کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ساٹھ سے زیادہ احباب نے جو جرمنی، انڈونیشیا، عرب ممالک اور پاکستان سے تعلق رکھتے تھے حضور کا اھلاً وّ سھلاً وّ مرحبا اور السلام علیکم ورحمۃ

اللہ وبرکاتہ کہہ کر پُر جوش استقبال کیا۔طویل مسافت طے کرنے کے باوجود حضورانور کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔حضور نے باری باری سب اصحاب کو شرف مصافحہ بخشا۔ ملنے والوں میں نہ صرف فرینکفرٹ کے قریباً ۳۰ جرمن دوست اور پاکستانی احمدی شامل تھے بلکہ ملک کے دیگر مقامات کرون برگ، بابن ہائم، ہائڈل برگ (Heidelberg) بریمن (Bremen)، گوٹسر برگ سے آنے والے مخلصین بھی تھے۔مثلاً جرمن احمدی ڈاکٹر کوہن مع بیگم، انڈونیشین ڈاکٹر سوچندار مع بیگم وبچگان اور میونخ سے حاضر ہونے والے فلسطینی احمدی السید ابراہیم عودہ۔حضرت بیگم صاحبہ خواتین کے حلقہ میں تشریف لے گئیں اور سب خواتین کوملاقات کی سعادت بخشی۔نوجوانوں نے خدام الاحمدیہ کے بیج لگا رکھے تھے جو حضور نے ملاحظہ فرمائے۔نیز تمام دوستوں سے فرداً فرداً ان کے کام کی نوعیت کے بارے میں دریافت کیا اور فرمایا آپ کی آمد کا اصل مقصد خدا تعالیٰ کے دین کی تبلیغ واشاعت ہونی چاہیے۔ اس لئے آپ کا وجود اسلام کا صحیح اور سچا نمونہ ہونا چاہیے رزق حلال کھائیں اور کام خواہ کیسا ہی ہو اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرنا چاہیے اور ہاتھ سے کام کرنے کی عادت کو فروغ دینا چاہیے۔اس سلسلہ میں حضور نے چینیوں کا ذکر بھی فرمایا کہ وہ بے حد محنتی قوم ہے۔[241]

۲۳؍اگست کو حضور بے حد مصروف رہے۔مصروفیات کا آغاز ملاقاتوں سے ہوا۔مولوی فضل الٰہی صاحب انوری کی رپورٹ میں ہے کہ:۔

''۲۳؍ظہور بروز جمعرات دس بجے ملاقات کا وقت رکھا گیا تھا۔ چنانچہ حضور نے ایک ایک کر کے سب کو ملاقات کا شرف بخشا۔ ہر ایک سے اس کے حالات دریافت فرما کر نصائح فرماتے رہے۔ ہماری ڈینش بہن مسز قانتہ صادقہ جب ملنے آئیں تو حضور نے انہیں اپنی بیٹی کے پیارے خطاب سے نوازا۔ یہ وہ نیک بخت لڑکی ہے جو ۶۷ء میں جبکہ حضور سکنڈے نیویا میں پہلی مسجد ''مسجد نصرت جہاں'' کے افتتاح کے لئے کوپن ہیگن (ڈنمارک) تشریف لے گئے تھے تو حضور کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی تھی اور اس کے بعد سے ایسا صدق ووفا کا نمونہ دکھلایا کہ بہتوں سے آگے بڑھ گئیں یہاں تک کہ ڈنمارک میں لجنہ اماء اللہ کی روح رواں بنیں۔اب اپنے خاوند برادرم عبدالرؤف خان صاحب کے ساتھ فرینکفرٹ میں مقیم ہیں۔اسی طرح ہمارے دوست شریف خالد صاحب کی دوسالہ بیٹی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ وہ بچی ہے جس نے اعلان کیا ہے کہ سب ڈاکٹر اور نرسیں جھوٹی ہیں اور ہمارے اسلام کا خدا سچا اور قادرِ مطلق خدا ہے یہ بچی اپنے والدین کی پہلوٹھی ہے اور اس کی پیدائش حضور کی

دعاؤں کا نتیجہ ہے۔فرینکفرٹ سے ۲۰ میل دور ایک قصبہ ڈارمسٹڈ میں ایک جرمن سکول میں پڑھنے والی دو مسلمان بچیاں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ یہ وہ سکول ہے جہاں مسلمان والدین کی خواہش پر خاکسار نے ہفتہ میں ایک بار اسلامی دینیات پڑھانے کا بندوبست کیا ہے اور سکول کی انتظامیہ کے تعاون سے یہ پروگرام بخوبی اور بڑی کامیابی سے جاری ہے۔حضور نے ایک بچی سے ''سلام'' کے آداب دریافت فرمائے تو بچی نے فرفر بتا دیا کہ چھوٹا بڑے کو، سوار پیدل کو، باہر سے آنے والا گھر والوں کو اور تھوڑے آدمی بہتوں کو سلام کریں۔

ابھی ملاقاتیں جاری ہی تھیں کہ جرمن ٹیلیویژن کا نمائندہ حضور کا انٹرویو لینے کے لئے آ گیا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل سوال و جواب کا سلسلہ پون گھنٹہ تک جاری رہا۔

نمائندہ: آپ کے اس دورہ کا کیا مقصد ہے؟

حضور: میں آپ لوگوں سے ملنے اور یہ دیکھنے کے لئے آیا ہوں کہ ۱۹۶۷ء سے لے کر اب تک آپ کے اندر کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔

نمائندہ: آپ نے کیا دیکھا ہے؟

حضور: یہ کہ یورپین ممالک انسانی قدروں سے پہلے کی نسبت زیادہ دور جا چکے ہیں۔

نمائندہ: آپ کے خیال میں اس مشکل کا کیا حل ہے؟

حضور: میرے نزدیک اس کا یہ حل ہے کہ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کریں۔

نمائندہ: یورپ میں اسلام کے پھیلنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

حضور: خدا کے فضل سے لوگ ۳۰ سے ۵۰ سال کے عرصہ میں کثرت سے اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

نمائندہ: کیا آپ کے خیال میں نئی پود اسلام کو قبول کر لے گی؟

حضور: یقیناً یہ حقیقت ہے کہ نئی پود اپنی زندگی سے مطمئن نہیں ہے ان کے دلوں میں حقیقی سکون نہیں اور یہ سکون سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں مل سکتا۔

حضور نہایت بشاشت سے اور متبسم ہو کر رپورٹروں سے گفتگو فرماتے تھے۔ جب رپورٹر نے حضور سے مسجد کے اندر تشریف لے جا کر ان کے لئے تصویر کھنچوانے کی درخواست کی تو حضور نے فرمایا کہ مَیں ایک عاجز انسان ہوں مجھے بناوٹ اور کردار نمائی سے نفرت ہے اگر آپ کا مقصد تصویر

لے کر میرا تعارف کروانا ہے تو آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اِن کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ میری مسکراہٹوں کا منبع صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے اور پھر مسجد کی طرف اشارہ کر کے بڑے جوش اور عزم سے فرمایا کہ یہ مسجد زیادہ عرصہ تک خالی نہیں رہے گی۔ایک سوال کے جواب میں فرمایا دنیا بدلتی رہتی ہے نئے فیشن آتے اور جاتے رہتے ہیں۔مگر انسان وہی رہتا ہے۔زندگی میں تبدیلیاں فیشن کی خاطر نہیں بلکہ ٹھوس حقائق کی بنیاد پر آنی چاہئیں۔فرمایا مذہبِ اسلام سائنسی ترقی کے خلاف نہیں ہے۔ اسلامی نقطہ نظر اور اسلامی زندگی کے اصولوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ اسلام ایک دن یورپ میں پھیل کر رہے گا اگر آپ نہیں تو آپ کے بچے ضرور اسلام قبول کر لیں گے۔

فرمایا یورپ میں اسلام پھیلنے کے متعلق خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کو آج سے اسّی سال پہلے خبر دی تھی اور پھر یہ خبر پوری ہو کر رہے گی۔جیسا کہ روس کے انقلاب کی خبر اس بندے کو پہلے الہاماً بتائی گئی جو آخر پوری ہو کر رہی۔

حضور نے جرمنی میں اسلام کی قبولیت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ جنگ عظیم کے معاً بعد میں نے رؤیا میں ملک جرمنی کو ایک دل کی شکل میں دیکھا جس کے اوپر لا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔فرمایا اس سے پتہ لگتا ہے کہ جرمن لوگ دوسرے یورپی ممالک سے جلد تر اسلام قبول کر لیں گے۔اس انٹرویو کی خبر شام آٹھ بجے جرمن ٹیلیویژن پر دکھائی گئی۔مسجد کے اندر اور باہر کی گنبد و میناروں کی تصویروں کے ساتھ حضور کے نمائندوں سے خطاب کے دوران انکی نہایت صاف رنگین تصاویر دکھائی گئیں۔حضور کا تعارف کرایا گیا اور بتایا گیا کہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے فرمایا ہے کہ جب تک دنیا اخلاقی اور روحانی قدروں کی طرف واپس نہیں آئے گی امن کا منہ نہیں دیکھے گی۔اسی طرح یورپ میں اسلام کے پھیلنے کی پیشگوئی کا ذکر واضح الفاظ میں کیا گیا"۔ [242]

شام کو حضور نے ایک پُر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔کانفرنس میں آٹھ نامہ نگار شامل تھے۔ یہ نہایت کامیاب کانفرنس تھی جس کا خلاصہ چوہدری محمد علی صاحب ایم اے کے الفاظ میں سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا آج کل موسم نارمل نہیں۔ پاکستان میں بہت خطرناک طوفان آئے ہیں اور بہت جانی اور مالی نقصان ہوا ہے۔ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ احمدیت اور عیسائیت کے درمیان وہی فرق ہے جو اسلام اور عیسائیت کے درمیان ہے احمدیت اور

اسلام ایک ہی حقیقت ہے۔فرمایا ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے نبی تھے لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے تھے۔ دنیا میں روحانی انقلاب بھی آئے اور دنیاوی انقلاب بھی آئے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا انقلاب سب سے بڑا اور آخری انقلاب تھا۔ ہر انقلاب کے لئے ضروری ہے کہ ارتقائی منازل سے گزرتے وقت صحیح اور مناسب قسم کے حالات اور آب و ہوا اسے میسر آ جائیں۔ ورنہ انقلاب ناکام ہو کر رہ جائے گا۔حضور نے سرمایہ دارانہ انقلاب اور اشتراکی انقلاب کی مثالیں دے کر تفصیل سے بتایا کہ انقلاب کے لئے تدریجی مراحل میں سے کامیابی کے ساتھ گزرنا کس قدر ضروری ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا اسلام کے بعد بھی انقلاب آئے گا۔اور اسلام کے ارتقائی سفر کی کیا نوعیت ہے فرمایا اسلام کا انقلاب آخری انقلاب ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ دنیا اپنے آخری دور میں داخل ہو چکی ہے اسلام نے بنی نوع انسان کے مسائل کو بحیثیت انسان حل کیا ہے یہ حل قرآن کریم میں موجود ہے۔اس انقلاب کا ارتقائی عمل چودہ سو سال سے جاری ہے۔ مقامی مسائل کو حل کرنے کے لئے مجددین آتے رہے اب جبکہ بنی نوع انسان ایک ہو چکے ہیں اور ساری دنیا کے مسائل مشترک ہیں مہدی علیہ السلام کو تجدید دین کے لئے بھیجا گیا۔تا ساری دنیا کے جدید ترین مسائل کو قرآن کریم کی روشنی میں حل کیا جائے۔

اس زمانے میں آنے والے بعض مادی، ذہنی اور معاشی انقلابات کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ان کو صحیح ارتقائی عمل میسر نہ آسکا لیکن اسلام کا لایا ہوا انقلاب انسانی دماغ کی پیداوار نہیں ہے۔ یہ آسمان سے نازل ہونے والا انقلاب ہے۔ مجھے یقین ہے کہ پچاس سے سو سال کے اندر اندر اس آسمانی انقلاب کو دنیا عموماً اور جرمن قوم خصوصاً تسلیم کر لے گی۔

اس سوال کے جواب میں کہ جماعت کے اخراجات کیسے پورے کئے جاتے ہیں۔فرمایا کہ ہر فرد اپنی آمد کا کم از کم ۱۶/۱ حصہ ادا کرتا ہے۔ جماعت کا ایک حصہ وہ بھی ہے جو ۱۰/۱ حصہ ادا کرتا ہے اس کے علاوہ طوعی چندوں کے لئے بھی ضرورت پڑنے پر اپیل کی جاتی ہے۔فرمایا ایسی ہی اپیل میں نے مغربی افریقہ کے ممالک کے دورہ کے موقع پر کی تھی کہ ہمارے افریقن بھائیوں کا بھی حق ہے کہ وہاں میڈیکل سنٹر اور سکول کھولے جائیں چنانچہ میری اپیل پر صرف جماعت انگلستان نے ۵۰۰۰۰ پاؤنڈ پیش کر دیئے۔اور ہم نے دو سال کے اندر اندر کم و بیش سولہ میڈیکل سنٹر اور اتنے ہی سکول افریقہ میں

کھول دیئے۔فرمایا ہمارے مشن اور مراکز اور جماعتیں تقریباً دنیا کے ہر ایک ملک میں موجود ہیں۔اور آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کے پیش کردہ حل کے مطابق ہر شخص کی فطری صلاحیتوں کی پوری نشوونما کے لئے پوری سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔مثلاً ایک شخص میں پیداوار بڑھانے کی صلاحیت ہے (جیسا کہ حضور کے ایک جرمن دوست کے بھائی نے عملاً ثابت کر دکھایا جو ایک مشہور صنعتی خاندان سے تعلق رکھتا تھا) تو اسے اس صلاحیت کی پوری نشوونما اور اس کے استعمال کے مکمل مواقع مہیا کئے جائیں گے لیکن اس کے نتیجہ میں جو آمد ہو گی اس کا اس سے تعلق نہ ہو گا۔

اس پر سوال کیا گیا کہ کیا اس سلسلہ میں کشمکش نہ ہو گی۔فرمایا نہیں کیونکہ دل جیت لئے گئے ہوں گے اور معاشرے کے ہر فرد کو اپنی صلاحیتوں کی پوری نشوونما اور ان کے استعمال کے مواقع مہیا ہوں گے۔

پریس کانفرنس نہایت خوشگوار ماحول میں ہوئی اور ہر قدم پر اتفاق رائے حاصل کر کے اور حضور اپنا نقطہ نگاہ تسلیم کروانے کے بعد گفتگو کو آگے بڑھاتے رہے۔

ایک خاتون نامہ نگار نے جو سوال کرنے میں سب سے پیش پیش تھی پوچھا کہ اس انقلابی دور میں عورتوں کا کیا مقام ہو گا۔اور کیا انہیں ان کے حقوق حاصل ہوں گے۔فرمایا کہ میں نے اس وقت تک ساری بحث میں مردوں یا عورتوں کے متعلق نہیں بلکہ انسانوں کے متعلق گفتگو کی ہے اگر مرد اور عورتیں انسان ہیں تو ان کو ان کی فطری صلاحیتوں کے مطابق پورے مواقع میسر ہوں گے۔اس میں مرد اور عورت کی تخصیص نہ ہو گی۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا جرمن قوم مسلمان ہو جائے گی فرمایا کہ جرمن قوم کے مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام پیش کرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جرمن قوم کا حق ہے کہ وہ اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے اس حل سے فائدہ اٹھائے۔اس لئے میرا یقین ہے کہ جرمن قوم بالآخر ضرور مسلمان ہو گی''۔[243]

مولوی فضل الٰہی صاحب انوری حضور انور کی مسحور کن شخصیت کے متعلق چشم دید شہادت دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ

''حضور نے اپنے اس روح پرور خطاب سے سامعین کو ایسے طور پر مسحور کیا کہ وہ نمائندگان پریس جو اپنی عادت کے بموجب شروع میں کچھ غیر محتاط رویہ دکھا رہے تھے اب حیرت و استعجاب میں ڈوب

کر جھومنے لگے۔ایک خاتون جوفرینکفرٹ کی ایک بہت بڑے اخبار کی نمائندہ تھی، نے بڑی کثرت اور نہایت سنجیدہ قسم کے سوالات کئے اور پھراپنی اخبار میں نمایاں سرخی کے ساتھ اس کانفرنس کا خلاصہ پیش کیا''۔244

چنانچہ فرینکفرٹ کےاخبار Frankfurter Neue Presse نے اپنے ۲۵؍اگست ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں اس پریس کانفرنس کی جوخبر شائع کی اس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

''امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح جرمنی کے باشندوں کو اسلام کی طرف لانا چاہتے ہیں۔روئے زمین پرحقیقی اسلام کے حق میں ایک نئے انقلاب کی ابتداہو چکی ہے''

''حقیقی اسلام کے ذریعہ کسی جبر واکراہ کے بغیر عالمی سطح پر رونما ہونے والے چوتھے انقلاب کی بنیادرکھی جا چکی ہے''۔اس امر کا انکشاف سفید ریش بزرگ عالمِ دین اور جماعت احمدیہ کے خلیفۃ المسیح حضرت مرزا ناصر احمد نے اس وقت کیا جب آپ فرینکفرٹ میں اپنی تشریف آوری کے موقع پر بابن ہاؤزر(Babenhauser) شاہراہ پرتعمیر شدہ ایک چھوٹی سی مسجد کے ہال کے اندر اخباری نمائندوں سے خطاب فرمارہے تھے۔یہ سب اخبار نویس طفلانِ مکتب کی طرح ہمہ تن گوش بنے آپ کے ارشادات سننے میں محو تھے، ۱۸۸۹ء میں قائم ہونے والی جماعت احمدیہ جس کے موجودہ امام حضرت مرزا ناصر احمد ہیں کا دعویٰ ہے کہ وہ حقیقی اسلام کی علمبردار ہے۔

جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔قرآن کریم کو آپ نے لفظ بلفظ حفظ کیا ہوا ہے اس بناء پر آپ حافظ کہلاتے ہیں مزید برآں اینگلز، مارکس، لینن، سٹالن اور ماؤ کی کتب آپ نے پڑھی ہوئی ہیں۔پھر عہدنامہ قدیم وجدید کا بھی آپ نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہوا ہے۔آپ کو اپنے سامعین کو اپنی قوتِ بیان کے ذریعہ اپنی طرف متوجہ رکھنے میں خاصی دسترس حاصل ہے۔

دلوں کو فتح کرنے کا کام

۱۹۷۳ء کے موجودہ موسم گرما میں غیر متوقع طور پر جرمنی میں کچھ ایسی ہی حدت پیدا ہوئی ہے جیسا کہ خود حضرت امام جماعت احمدیہ کے وطن یعنی پاکستان میں بالعموم ہوتی ہے۔آپ اس امر سے باخبر نہیں تھے کہ جرمنی میں بھی ایسی گرمی پڑسکتی ہے۔آپ نے اخبار نویسوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنا

ایک خواب سنایا جو آپ نے ۱۹۴۵ء میں جنگ عظیم دوم کے معاً بعد دیکھا تھا اور جو آپ کی توقعات کو پورا کرنے والا تھا اور وہ یہ کہ ایک وقت آئے گا کہ جرمن قوم بھی قرآن کریم کے سلامتی کے پیغام کو قبول کرلے گی۔آپ نے اپنی اس توقع کے بارہ میں مسکراتے ہوئے فرمایا ’’یہ کیفیت خود خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے کسی صحیفہ میں یہ بات لکھی ہوئی نہیں ہے‘‘۔

خلیفۃ المسیح نے جس چوتھے عالمی انقلاب کی نشاندہی فرمائی ہے اس کے بارہ میں آپ نے بتایا کہ یہ انقلاب ایمان اور یقین کامل کی قوت کی بدولت رونما ہوگا۔آپ نے فرمایا اس کے عملی ظہور کے لئے ہم انسانوں کے دل جیتیں گے اور پھر انہیں ایسے حالات مہیا کریں گے کہ جن کے زیر اثر ان کے فطری قویٰ کی ازخود نشوونما ہوگی۔فطری قویٰ کے نشو وارتقاء کے ذریعہ ان میں ایسا ولولہ پیدا کیا جائے گا کہ وہ اپنی دولت کو ذاتی اغراض کے لئے استعمال کرنے کی بجائے بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے بخوشی خرچ کرنے پر آمادہ ہوجائیں گے۔

آنے والے ادوار

حضرت خلیفۃ المسیح نے اس امر سے اتفاق کیا کہ بنیادی طور پر حقیقی اسلام اور عیسائیت وغیرہ مذاہب میں زیادہ فرق نہیں ہے۔روح اور مغز اِن مذاہب کا ایک ہی ہے لیکن حقیقی اسلام تمام صداقتوں کا جامع اور تفصیلی رہنمائی کے اعتبار سے ہر طرح کامل و مکمل دین ہے آپ نے بتایا دنیا میں اشاعت نظریات کے معاملے میں اکثر جبر کا استعمال ہوتا رہا ہے تاہم اب بنی نوع انسان شعور و آگاہی کے اعتبار سے ترقی کے ایک نئے اعلیٰ وارفع دور میں داخل ہوچکے ہیں۔موجودہ دور کی ایک الجھن اور مخمصہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تباہی کی قوتوں نے بے لگام ہوکر گزشتہ سالوں میں کم وبیش ۱۵ لاکھ ملین مارک کی بازی لگائی ہے۔اب صورت یہ ہے کہ اگر اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی توانائی کو استعمال کیا جائے تو انسانیت تباہ ہوئے بغیر نہیں رہتی اور اگر استعمال نہ کیا جائے تو اس توانائی کا حصول بے مقصد ٹھہرتا ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں اتنی عظیم دولت کا ضیاع اظہر من الشمس ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

آنے والے چوتھے انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے جو انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں کے صحیح نشو وارتقاء کا ضامن ہوگا۔آپ نے بتایا کہ احیاء اسلام کی تحریک تیسری دنیا میں کامیابی سے اپنے قدم جما چکی ہے اور خود جمہوریہ جرمنی میں قریباً دوسو جرمن باشندے اس تحریک میں شامل ہوچکے ہیں۔آپ

نے اس انقلاب کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے بعض پروگراموں پر بھی روشنی ڈالی۔آپ نے بتایا کہ عنقریب قرآن مجید کی اشاعت کی غرض سے ایک جدید پریس قائم کیا جائے گا اور قرآن مجید کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم شائع کرنے کے خاص انتظامات کئے جائیں گے۔آپ نے بتایا کہ ان پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے روپیہ اُن چندوں سے آتا ہے جو جماعت احمدیہ کے افراد اپنی آمدنی کے دسویں یا سولہویں حصہ کی صورت میں باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔آپ نے یہ بھی بتایا کہ جماعت احمدیہ نے حال ہی میں افریقہ میں ۱۵ طبی مراکز اور بیس اعلیٰ تعلیم کے ادارے قائم کئے ہیں۔ آئندہ سات سالوں میں ان کی تعداد علی الترتیب ۵۰ اور ۸۰ کر دی جائے گی۔مجموعی طور پر دنیا میں جماعت کے ممبران کی تعداد ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔

محبت کی طاقت

حضرت مرزا ناصر احمد نے بتایا کہ ہم اپنے مخالفین کو محبت کی طاقت کے ساتھ مغلوب کریں گے۔ہم اس مقصد کے حصول کی خاطر اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالیں گے بغیر اِس کے کہ دوسروں کو تکلیف پہنچائیں۔

جب مسجد کے عقب میں باغ کے اندر قالینوں کے فرش پر چائے نوشی کا مرحلہ آیا تو حضرت خلیفۃ المسیح نے مزید کچھ کہنے کے سلسلہ میں زیادہ انتظار نہ کرایا اور صرف اتنا فرمایا ''چاہیے کہ انسان جب بھوک لگے تو کھائے اور سیر ہونے سے پہلے پہلے ہاتھ کھینچ لے،غذا کا یہ بہترین اصول ہے''۔[245]

پریس کانفرنس کے بعد مشن ہاؤس کے وسیع لان میں چائے کی دعوت دی گئی جس میں ایک سفیر اور دیگر عرب اور جرمن پاکستانی اصحاب شامل ہوئے۔اس موقع پر حضور انور نے نہایت اچھوتے اور دلنشین پیرایہ میں اسلام کے محاسن بیان فرمائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کو واضح فرمایا۔جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس صلیب کو توڑنے آیا ہوں جس نے مسیحؑ کی ہڈیوں کو توڑا۔اس پر شام کے رہنے والے ایک مہمان بے ساختہ پکار اٹھے کہ یہ نہایت حسین اور جمیل اندازِ استدلال ہے جو تمام دنیا کے عیسائیوں کو خاموش کرنے کے لئے کافی ہے۔[246]

مولوی فضل الٰہی صاحب انوری اپنی مطبوعہ رپورٹ میں رقمطراز ہیں:۔

''حضور پریس کانفرنس سے فارغ ہو کر پھر مسجد سے باہر پچھلی جانب باغیچہ میں تشریف لائے جہاں کئی معزز مہمان حضور سے ملاقات کے لئے موجود تھے۔چائے کا بندوبست کیا گیا تھا مہمانوں

میں پاکستان کے سفیر مقیم مغربی جرمنی جناب سجاد حیدر صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔حضور نے ان کے ساتھ پاکستان میں آنے والے قیامت خیز طوفان سیلاب پر گفتگو فرمائی۔سفیر صاحب نے حضور کو بتایا کہ آپ کے مبلّغ انچارج یعنی خاکسار نے ریلیف فنڈ میں ۳۰۰۰ مارک کا وعدہ کیا ہے جس میں سے ۵۰۰ مارک کی نقد ادائیگی بھی کر دی ہے۔حضور نے نائیجیریا کے برادرم وزیری عبدو صاحب کا سفیر موصوف سے تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ مخلص دوست ہیں جنہوں نے میرے نائیجیریا کے دورہ کے موقع پر اپنی مرسڈیز کار میرے لئے وقف کر دی اور پورے آٹھ دن چوبیس گھنٹہ حاضر رہ کر ڈرائیور کی خدمات بجالاتے رہے اور پھر میرے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت میں شمولیت کا شرف حاصل کیا۔اب یہ ایڈنبرا (سکاٹ لینڈ) میں ہونے والی کامن ویلتھ یونیورسٹیز کانفرنس میں شرکت کے لئے اپنی حکومت کی طرف سے بطور نمائندہ شریک ہوئے ہیں۔پھر اس عاجز کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بھی اس وقت نائیجیریا میں ہی تھے۔

اس کے بعد فرینکفرٹ کے سوشل ویلفیئر کے ڈائریکٹر ڈاکٹر کلاڈس کا حضور سے تعارف کرایا گیا۔حضور ان سے کچھ دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔اسی طرح ایک شامی عرب انجینئر السید رضوان العظم نے حضور کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کو سراہا۔ایک مصری طالب علم السید ضیا فرات جو فرینکفرٹ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، نے حضور سے مل کر اپنا تعارف کرایا۔حضور اس کی ذہانت و دینی امور میں دلچسپی سے بہت خوش ہوئے اور خاکسار سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ طالب علم تمہارے پاس ضرور آئے گا۔

یہ بابرکت تقریب جو روحانی اور جسمانی ہر دو طرح کی غذاؤں پر مشتمل تھی ۸ بجے شام تک جاری رہی۔حضور اس وقت اندرون خانہ میں تشریف لے گئے اور ٹیلیویژن پر دوپہر والے انٹرویو کا تصویری اور تقریری ریکارڈ ملاحظہ فرمایا۔

شام کو حضور نے فرینکفرٹ شہر کے مشہور مینار ہینینگر ٹرم کی چوٹی پر بنے ہوئے ۱۲۰ میٹر اونچے گھومنے والے ریسٹورانٹ میں شام کا کھانا تناول فرمایا۔حضور اور قافلہ کے جملہ ارکان کے علاوہ نائیجیریا کے احمدی دوست برادرم وزیری عبدو صاحب اور خاکسار کو بھی حضور کی معیت میں کھانا کھانے کا شرف حاصل ہوا‘‘۔[247]

حضور کے فرینکفرٹ میں آمد سے پہلے اور دورانِ قیام مندرجہ ذیل مخلصین جماعت نہایت

اخلاص اور محبت وشوق دن رات خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔مولوی فضل الٰہی صاحب انوری، ہدایت اللہ صاحب ہیوبش، فلاح الدین صاحب، رواح الدین صاحب، مسیح الدین صاحب، رفیع الدین صاحب، محمد اسماعیل صاحب خالد، عبدالرؤف خان صاحب، مرزا محمود احمد صاحب، محمد شریف خالد صاحب، عرفان احمد خان صاحب دہلوی، عبدالشکور بھٹی صاحب، شوکت پراچہ صاحب، قاضی مبارک احمد صاحب، عبدالہادی صاحب، محمد اسلم شاد صاحب، ظفر صادق صاحب، کرم الٰہی صاحب اوران کے ساتھی۔قانتہ عبدالرؤف صاحبہ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں حاضر رہیں اوراخلاص وایثار کا قابل رشک نمونہ دکھلایا۔[248]

سوئٹزرلینڈ

۲۴ راگست کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا مبارک قافلہ جو صبح دس بجے فرینکفرٹ سے روانہ ہوا تھا۔ زیورک کے احمدیہ مشن ہاؤس میں ساڑھے دس بجے شام پہنچا۔ جہاں چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ انچارج مشن سوئٹزرلینڈ مع بیگم صاحبہ، یحيٰ صاحب، شکور صاحب، شیخ ظفر احمد صاحب، ڈاکٹر غفور قریشی صاحب، ڈاکٹر اسحٰق خلیل صاحب، سید کلیم احمد شاہ صاحب، رفیق چانن صاحب مع بیگم صاحبہ اور دیگر مخلصین جماعت اپنے محبوب ومقدس آقا کے استقبال کے لئے دیدہ ودل فرش راہ کئے ہوئے تھے۔حضور نے تمام موجود احباب کوشرف مصافحہ سے نوازا۔

حضور نے زیورک پہنچنے کے بعد چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ سے حالات دریافت فرمائے اور ایک خاص دائرہ میں کام کے لئے سوئٹزرلینڈ مشن کے لئے لائحہ عمل کی منظوری دی اور مختلف مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ”حضرت مصلح موعود کا یہ نظریہ تھا اور میرا بھی یہی نظریہ ہے کہ خلافت احمدیہ صرف روحانی ہوگی اگر اس کے ساتھ دنیوی حکومت کو بھی شامل کرلیا جائے تو اس میں وسعت نہیں رہتی“۔[249]

۲۵ راگست کی شام حضور کے اعزاز میں وسیع پیمانہ پر عشائیہ دیا گیا جس میں احمدی احباب و خواتین کے علاوہ دیگر معززین نے بھی شرکت کی۔جن میں ہزایکسی لینسی لیفٹیننٹ جنرل محمد یوسف صاحب سفیر پاکستان، برن یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات والسنہ شرقیہ کے انچارج پروفیسر کرسٹاف برگل (Christoph Burgel)، مغربی جرمنی کے قونصل جنرل ڈاکٹر فرانز بریر (Franz Breer)، جرمنی میں مقیم پاکستان کے سیکنڈ سیکرٹری مسٹر مشتاق احمد صاحب، ڈاکٹر ایم عزالدین حسن

صاحب، ڈاکٹر ایم اسماعیل حسن صاحب اور مسٹر ایچ کامل سلیمان (سورینام) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔خواتین نچلی منزل میں حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کے پاس تھیں اور مردوں کا انتظام اوپر لیکچر ہال میں تھا۔دعوت سے قبل اور اس کے دوران حضور نے محاسن اسلام نہایت درجہ حسن و خوبی کے ساتھ بیان فرمائے جنہیں مستورات نے بھی بذریعہ لاؤڈ سپیکر سنا۔دعوت کے معاً بعد پریس کانفرنس میں سب مہمان حضرات تشریف فرما رہے اور سوالات و جوابات سے مستفید و محظوظ ہوئے۔[250]

عشائیہ کے بعد چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ نے حضور سے پریس کانفرنس کی اجازت چاہی جو حضور نے عطا فرمائی۔آپ نے حضور کی خدمت میں خوش آمدید عرض کی۔مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور پریس کے نمائندوں کو لمبی میز کے گرد آ بیٹھنے کی دعوت دی۔جس پر سوئٹزرلینڈ کے روزناموں کے علاوہ ملک کی پریس ایجنسی، برن کی سیاسی ایجنسی، ایسوسی ایٹڈ پریس اور فوٹو پریس کے نمائندوں نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی۔کانفرنس میں سوال جرمن اور انگریزی زبان میں کئے گئے۔حضور نے جوابات انگریزی میں ارشاد فرمائے جن کا جرمن زبان میں ساتھ ساتھ ترجمہ کرنے کی سعادت شیخ ناصر احمد صاحب کے حصے میں آئی۔مائیکروفون اور لاؤڈ سپیکر کا عمدہ انتظام تھا۔آواز نچلی منزل میں بھی بخوبی جا رہی تھی۔کانفرنس کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی اور از حد دلچسپ اور کامیاب رہی۔حضرت خلیفۃ المسیح نے پوری شان و شوکت سے قلب یورپ میں اعلان فرمایا کہ اسلام کے انقلاب کا آغاز ہو چکا ہے۔یہ انقلاب توپ و تفنگ کے ذریعہ سے نہیں بلکہ محبت کے ذریعہ بپا ہوگا۔انتہائی دشمن محبت کے ذریعہ جیتے جائیں گے اور اسلام کی صداقت ان پر کھل جائے گی۔اور ایک سو سال کے اندر یہ انقلاب اپنی بلندی و وسعت کو حاصل کرے گا حضور نے پورے یقین سے فرمایا کہ میں اس انقلاب کے عروج کو اپنی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں۔ساڑھے دس بج چکے تھے۔حضور نے سامعین کا شکریہ ادا فرمایا اور کانفرنس برخواست ہوئی۔[251]

پریس کانفرنس کی مختصر روداد

کانفرنس کی مختصر روداد چوہدری محمد علی صاحب ایم اے کے الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے:۔

سوال: دنیا میں کتنے احمدی مسلمان ہوں گے۔

جواب: ہم نے کبھی مردم شماری تو نہیں کروائی اندازاً ایک کروڑ ہوں گے۔

سوال: کیا آپ کا مقصد یورپ کے سارے عیسائیوں کو مسلمان بنانا ہے۔

جواب: یورپ میں عیسائی رہ ہی کتنے گئے ہیں جن کو مسلمان بنایا جائے۔ (اس پر خوب قہقہہ بلند ہوا)
پھر فرمایا ہمارا مقصد یہ ہے کہ اسلام کا پیغام نہ صرف یورپ بلکہ ساری دنیا کے ہر فرد تک پہنچ جائے۔
سوال: کیا آپ نے کمیونسٹ ممالک میں مشن قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔
جواب: بعض کمیونسٹ ممالک میں جہاں ایک حد تک مذہبی آزادی ہے کچھ احمدی مسلمان ہیں۔ بعض ممالک میں ہم نے مبلّغ بھجوائے تھے لیکن ان کو تبلیغ اسلام کی اجازت نہیں ملی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی سچائی سے وہ لوگ ڈرتے ہیں اس لحاظ سے یہ امر بے حد دلچسپ اور اہم ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے آپ نے ایک رؤیا میں ''رشیا'' (Russia) میں اپنی جماعت کو اس کثرت سے دیکھا جیسے ریت کے ذرّات ہوں۔

حضور نے اس ضمن میں کمیونزم اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہوئے کمیونزم کے بنیادی نعرے کا تجزیہ فرمایا جس میں ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق سہولت دینے کا وعدہ کیا گیا ہے فرمایا نعرہ تو لگا دیا لیکن اصل اور بنیاد یعنی ضرورت کی تعریف نہیں کی۔ حضور نے تفصیل کے ساتھ اسلام کا پیش کردہ صحیح اور واضح حل پیش فرمایا جس سے حاضرین نے اتفاق کیا۔

سوال: آپ کن علاقوں میں مسجدیں بنانا چاہتے ہیں۔
جواب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اپنی نمازیں کسی جگہ بھی ادا کر سکتے ہیں۔ خواہ وہ کھلا میدان ہو یا کوئی عمارت ہو مسلمان کے لئے ساری زمین ایک مسجد ہے۔ ہم کوشش یہ کر رہے ہیں کہ اُن ظاہری مساجد کے ساتھ ساتھ مشن ہاؤس اور تبلیغی مراکز قائم کریں۔ ہم ایک چھوٹی سی غریب جماعت ہیں آہستہ آہستہ ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ جرمنی اور یورپ کے دیگر ممالک میں جب بھی ہم ضرورت محسوس کریں گے۔ مشن کھولیں گے ہمیں مشنریوں کی کمی نہیں حسب ضرورت ہم ایک ہزار یا زائد مبلّغ بھی بھجوا سکتے ہیں۔

سوال: اگر آپ غریب جماعت ہیں تو آپ نے ایسی عمدہ اور خوبصورت مسجد کیسے بنالی ہے۔
جواب: فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے روپے کی قوت خرید اوروں سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اس کے بعد حضور نے ربوہ اور قادیان میں تعمیر شدہ عمارات کے فی مربع فٹ خرچ کا اندازہ تفصیل سے بیان فرمایا۔ نامہ نگار اس پر حیران ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور یہ بات آپ کی سمجھ میں آسانی سے نہیں آسکتی۔ حضور نے اس ضمن میں افریقہ میں قائم کئے جانے والے

سکولوں اور ہسپتالوں کے خرچ کا اندازہ بیان فرمایا کہ اتنی تھوڑی اور حقیر رقم میں اللہ تعالیٰ نے کتنی برکت رکھ دی۔

سوال: یہ خرچ کون برداشت کر رہا ہے۔

فرمایا: ہماری جماعت یہ خرچ برداشت کرتی ہے۔ اراکین اپنی آمدنی کا ۱/۱۶ سے ۱/۱۰ تک بطور چندہ ادا کرتے ہیں اس کے علاوہ طوعی چندے ہیں۔ میں نے افریقہ میں سکول اور طبی مراکز کھولنے کی تحریک کی تھی۔ صرف انگلستان کی جماعت نے پچاس ہزار پاؤنڈ بطور چندہ پیش کر دیئے۔ دو سال کے قلیل عرصے میں ہم نے سولہ نئے ہسپتال اور قریباً اتنے ہی سکول کھول دیئے ہیں۔ ہسپتالوں کی نئی شاندار عمارتیں بن چکی ہیں یا بن رہی ہیں اور بنک میں کم وبیش اتنا ہی روپیہ موجود ہے فرمایا یہ بات آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ مغربی افریقہ کے اس سارے پروگرام پر پاکستان سے ہم نے کوئی رقم خرچ نہیں کی باہر کی جماعتوں نے یہ بوجھ برداشت کیا۔ ہمارا مطمح نظر خدمت خلق ہے نہ کہ روپیہ کمانا۔ حضرت مہدی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند ہیں۔ جو آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق مبعوث ہوئے۔ اس زمانے میں اور بھی مسلمان ہیں لیکن یہی جماعت ہے جو تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ ہماری مساعی کے نتائج ہماری کوششوں کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ اور بلند ہیں دراصل ہماری کامیابی کا منبع ہماری کوشش نہیں بلکہ اس کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا فضل ہے۔

سوال: سوئٹزرلینڈ میں کتنے احمدی مسلمان ہیں۔

اس پر مکرم امام مشتاق احمد صاحب باجوہ نے عرض کیا کہ جب سے وہ سوئٹزرلینڈ میں بحیثیت انچارج مشن زیورک آئے ہیں ۲۸۵ افراد ان کے ذریعہ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

فرمایا: اسلامی انقلاب شروع ہو چکا ہے اگرچہ وہ ابھی اس بچے کی طرح ہے جو ابھی پنگھوڑے میں ہو۔ لیکن انقلاب یقیناً شروع ہو چکا ہے اور اپنے ارتقائی مدارج طے کر رہا ہے دوسرے انقلابات کی طرح یہ انسانوں کا پیدا کردہ انقلاب نہیں اس کی داغ بیل اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے ہمیں یقین ہے کہ یہ آسمانی انقلاب ایک سو سال کے اندر اندر اپنی بلندی کو چھو لے گا۔ اس انقلاب کے نتیجے میں ہر فرد کو اس کی صلاحیتیں بروئے کار لانے کا موقع دیا جائے گا۔

سوال: آپ کے پاکستانی حکومت کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں؟

جواب: فرمایا بہت اچھے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے ملک کا وفادار شہری بن کر رہنا چاہیے۔ ہم ایک مذہبی جماعت ہیں کسی سیاسی جماعت کے آلہ کار نہیں بن سکتے۔ پاکستان میں آنے والے حالیہ سیلاب کی تباہ کاریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اس کا بے حد صدمہ ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ سوئس اور جرمن لوگ بھی بحیثیت انسان اپنے پاکستانی بھائیوں کی اس عظیم ابتلاء کے موقع پر امداد کریں۔ کیونکہ سوال جرمن یا سوئس کا نہیں بلکہ انسانیت کا ہے ہمارا اپنا مقصد بھی بنی نوع انسان کی خدمت ہے کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی دوسرے شخص سے نفرت کرے۔

کانفرنس کے دوران بہت کرید کرید کر سوالات کئے گئے۔ ایک خاتون جو کھانے کے دوران بار بار اس ارادے کا اظہار کر رہی تھی کہ وہ سوالوں کی بوچھاڑ کریں گی سوائے ایک ضمنی سوال کے خاموش تماشائی کی طرح ادب سے بیٹھی رہیں۔“[252]

تقریب کے اختتام پر بعض سوئس احباب نے اس تاثر کا اظہار کیا کہ حضور کا انداز بہت مؤثر تھا۔ ایک بار بھی حضور نے ٹیڑھے سے ٹیڑھے سوال پر ملال کا اظہار نہیں کیا۔ لطیف مزاح کی ایسی چاشنی تھی کہ مجلس کشتِ زعفران بنی رہی۔ احمدی احباب وخواتین کو بھی اس پریس کانفرنس سے بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے دیکھا کہ کس طرح ہر سوال کا تسلی بخش جواب ہمارے امام کے پاس ہے اور الفاظ کے پیچھے مضبوط چٹان کی طرح کا یقین ہے۔ کانفرنس کے خطاب کے دوران حضور انور نے ہاتھ کی دو انگلیاں اٹھا کر victory کا نشان بنایا جس کو کیمرے کی آنکھ نے بھی محفوظ کر لیا۔ پریس کانفرنس کا ملک میں بہت چرچا ہوا۔ Winterthur کے ایک روزنامہ ڈیر لانڈ بوئے (Der Landbote) نے ”اسلام کے انقلاب کا آغاز ہو چکا ہے“ کے عنوان سے خبر شائع کی۔ کم از کم اٹھارہ اخبارات نے اس پریس کانفرنس کی نمایاں خبریں شائع کیں جن میں سے بطور نمونہ دو کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔[253]

ا۔ اخبار Tages-Anzeiger نے اپنی ۲۷؍اگست ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں حسب ذیل تعارفی نوٹ شائع کیا۔

”زیورک کی ”مسجد محمود“ میں ۲۵؍اگست کی شام کو ایک اہم تقریب منعقد ہوئی۔ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی اسلامی تنظیم الموسوم بہ ”جماعت احمدیہ“ کے ۶۳ سالہ امام حضرت مرزا ناصر احمد آجکل یورپ

کے دورہ پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔آپ اسی سلسلہ میں گزشتہ جمعہ (۲۴؍اگست) کے روز زیورک بھی تشریف لائے۔۲۵؍اگست کی شام کو آپ کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا جس میں چالیس کے قریب افراد مدعو تھے۔

سفید ریش واجب الاحترام بزرگ حضرت مرزا ناصر احمد نے بڑے قرینہ سے بندھی ہوئی پگڑی زیبِ سر کی ہوئی تھی۔آپ نے مرد حاضرین سے تو مصافحہ کر کے ان کے سلام کا جواب دیا لیکن خواتین سے ہاتھ نہیں ملایا۔آپ روانی سے انگریزی میں گفتگو فرماتے رہے اور ہر ایک سے بہت خوش خلقی اور ملاطفت سے پیش آئے۔ایک پریس کانفرنس میں آپ نے اخبار نویسوں کے سوالوں کے جواب دیئے۔آپ نے دنیا سے تعلق رکھنے والے معاملات اور مسائل کے بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا آپ کی گفتگو جوامع الکلم کی آئینہ دار تھی۔

اسلام میں جماعت احمدیہ کی بنیاد ۱۸۸۹ء میں اُس وقت اور زمانہ میں پڑی جبکہ اسلام دنیا میں اثر ونفوذ اور عزت وتوقیر کے اعتبار سے بہت کچھ نقصان اٹھانے کے باعث ایک لحاظ سے کسمپرسی کی حالت میں تھا۔اس کی بنیاد اُس مسیح موعود کے ہاتھوں رکھی گئی جس کے ظہور کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ بانی جماعت احمدیہ تعلق باللہ اور پیغمبرانہ بصیرت کے حامل تھے۔اسلام میں رونما ہونے والا یہ نیا سلسلہ جو سلسلہ احمدیہ کے نام سے موسوم ہے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا آئینہ دار اور اسلام کے تمام فرقوں اور مذہبی تنظیموں کو ایک ہی وحدت میں سمونے اور ڈھالنے کے عظیم مقصد کا علمبردار ہے۔ساری دنیا میں اس کے پیروؤں کی تعداد ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے ان میں سے چند سوئٹزرلینڈ کے رہنے والے ہیں۔

اس جماعت کو جس کا مرکز پاکستان میں ہے حکومت کی طرف سے کسی قسم کی مالی امداد نہیں ملتی۔ اخراجات کے لحاظ سے یہ خود کفیل ہے۔ایک مسلمہ جماعتی اصول کے طور پر ہر آمد پیدا کرنے والا فرد اپنی آمد کا چھ فیصد (۱/۱۶) بطور چندہ اپنی جماعت کو ادا کرتا ہے۔اس کے علاوہ خاص خاص موقعوں پر خصوصی چندے بھی دیئے جاتے ہیں اور وفات پر بہت سے لوگ اپنے ترکہ کا ایک حصہ جماعت کے نام منتقل کر جاتے ہیں۔امام کا انتخاب بہت احتیاط سے نمائندگان پر مشتمل ایک مجلس کرتی ہے۔امام کے پیش نظر کسی قسم کی سیاسی سرگرمی نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی تمام تر توجہ اُس مقصد اور نظریہ کی ترویج واشاعت پر مرکوز رکھتا ہے جس کی خاطر اس جماعت کا قیام عمل میں آیا ہے‘‘۔[254]

۲۔اخبار Neue Zurcher Zeitung نے اپنی ۲۷/اگست ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں حسب ذیل رپورٹ شائع کی:۔

''جماعت احمدیہ کی تعمیر کردہ ''مسجد محمود'' جو ایک نازک اور سُتواں منارہ سے مزین ہے گزشتہ دس سال سے ایک مخصوص فنِ تعمیر کی علامت کے طور پر علاقہ Forchstrasse کی خوبصورتی میں اضافہ کا موجب بنی ہوئی ہے یہ چھوٹی سی مسجد سوئٹزرلینڈ کی واحد مسجد ہے۔ یہ نہ صرف جماعت احمدیہ کے ۲۶۸ ارکان کے لئے بلکہ تمام دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی ایک مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔اہم تہواروں کے موقع پر اللہ کے اس گھر میں دو ہزار کے قریب مسلمان اللہ کے حضور سربسجود ہوتے اور نماز ادا کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا مرکز ربوہ ہے جو پاکستان میں واقع ہے۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۸۹ء میں قادیان نامی ایک قصبہ میں اس کی بنیاد رکھی تھی۔آپ کے پیروؤں کے نزدیک آپ وہی مسیح موعود ہیں جس کے ظہور کی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیشگوئی فرمائی تھی۔دنیا بھر میں ایسے لوگوں کی تعداد جو اس اسلامی تحریک سے وابستہ ہیں ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔خود یورپ میں ہر جگہ اس کی شاخیں اور اس کی تعمیر کردہ مساجد موجود ہیں جنہیں یہ خود اپنے خرچ پر چلا رہی ہے۔

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا ناصر احمد نے ہمارے شہر میں تشریف آوری کے موقع پر اخبارات، ریڈیو اور ٹیلیویژن کے نمائندوں کو شرفِ ملاقات بخشا۔سفید ریش بزرگ پُرتمکنت و پُروقار امام جماعت احمدیہ نے سر پر سفید براق پگڑی پہنی ہوئی تھی انہوں نے مغربی سوالوں کے بہت ہوشیاری اور ذہانت کے ساتھ جواب دیئے۔

اس اسلامی تحریک کو روحانی اور مذہبی ترقی کے نقطہ نگاہ سے دنیا بھر کے لوگوں کو امداد فراہم کرنے والا ادارہ یا تنظیم قرار دیا جا سکتا ہے۔آج دنیا کے لوگ لامذہب ہیں تاہم وہ کسی نہ کسی مذہب کے متلاشی نظر آتے ہیں۔اسلام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اسی لئے یہ بہت جلد گزشتہ صدیوں کے دوران اپنی کھوئی ہوئی عزت و توقیر اور عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کر لے گا۔مختلف سطحوں پر تبلیغِ اسلام کا کام انجام دیا جا رہا ہے۔مثال کے طور پر افریقہ کے مختلف ممالک میں پیروؤں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جاتا ہے، یورپ اور امریکہ میں مساجد تعمیر کرنے اور انہیں قابل استعمال حالت میں برقرار رکھنے کی طرف خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔تنظیمی معاملات مثلاً بڑے بڑے اہم منصوبوں کے لئے فنڈز

کی فراہمی اور اسی طرح دیگر امور کو حضرت مرزا ناصر احمد کے پروگرام اور معمولات میں ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ آپ زیادہ تر دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے طلبگار رہتے ہیں تا کہ آپ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اپنے ایک کروڑ پیروؤں کی صحیح رنگ میں رہنمائی کر سکیں۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ ان کی جماعت کو غریب و نادار اور مظلوم ملکوں میں نسبتاً جلد مقبولیت حاصل ہوگی۔ پاکستان ایسا غریب ملک جہاں ضروریات پوری ہو نہیں پاتیں۔ اس کام کے لئے بہت موزوں ہے کہ وہاں سے دنیا کو ایک نئی زندگی سے ہمکنار کرنے کی مہم کا آغاز کیا جائے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے دنیا کی آئندہ حالت کے بارہ میں خدائی منشاء اور اس کی تقدیر کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کا آج کل کی صاف اور سیدھی زبان میں خلاصہ یہ ہے کہ ''انقلاب کی بجائے ارتقاء، نفرت اور دشمنی کی بجائے بنی نوع انسان کے ساتھ محبت اور ہمدردی والے اچھے تعلقات، ہر انسان کی اُن تمام ضرورتوں کی تکمیل جس کا صلاحیتوں کی صحیح نشوو ارتقاء کی خاطر پورا ہونا ناگزیر ہو۔ تمام بنی نوع انسان کی بھلائی اور سیرت و کردار سازی کے نقطۂ نظر سے تمام انسانوں کی صلاحیتوں کو ترقی دینے کا انتظام''۔[255]

سوئس اخبارات کے علاوہ کویت کے اخبار ''کویت ٹائمز'' نے ۲۷/اگست ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں صفحہ اوّل پر چوکھٹے میں بہت نمایاں رنگ میں پریس کی خبر شائع کی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:۔

''زیورک (سوئٹزرلینڈ) ۲۶/اگست۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے یہ بشارت دی ہے کہ اسلام پر مبنی ایک نیا عالمگیر انقلاب ایک صدی کے اندر اندر اپنے کمال کو پہنچ جائے گا۔

ایک کروڑ افراد پر مشتمل اسلامی فرقہ الموسوم بہ ''جماعت احمدیہ'' کے امام حضرت مرزا ناصر احمد نے فرمایا یہ اسلامی انقلاب پہلے ہی شروع ہو چکا ہے۔ اس کا مقصد انسان کی ان ضرورتوں کو پورا کرنا ہے جن کا اس کی خداداد صلاحیتوں کے نشوو ارتقاء کے لئے پایۂ تکمیل تک پہنچنا از بس ضروری ہے۔ آپ پاکستان کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے ہفتہ (۲۵/اگست) کی رات کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اخبار نویسوں کو بتایا کہ اس زمانہ میں سرمایہ دارانہ انقلاب نیز روس اور چین کے کمیونسٹ انقلابات کے بعد رونما ہونے والا یہ اسلامی انقلاب ترتیب کے لحاظ سے چوتھا عالمگیر انقلاب ہوگا۔ آپ نے فرمایا یہ اسلامی انقلاب جس کے برپا کرنے کا خدا تعالیٰ نے خود فیصلہ فرمایا ہے ایک آسمانی پیشگوئی کے بموجب سو سال کے اندر اندر اپنے کمال اور نقطۂ عروج کو پہنچ جائے گا۔

آپ آجکل یورپ کے احمدیہ مشنوں کا دورہ فرما رہے ہیں اور اسی سلسلہ میں وینس، میونخ، ہمبرگ، کوپن ہیگن اور گوٹن برگ تشریف لے جانے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے اخبار نویسوں کو بتایا جماعت احمدیہ ہی مسلمانوں کی وہ واحد جماعت ہے جو عیسائی ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرنے میں مصروف ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ ان کی جماعت کو کمیونسٹ ملکوں میں تبلیغِ اسلام کی اجازت نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ جس کی بنیاد ۱۸۸۹ء میں قادیان کے مقام پر رکھی گئی تھی کا عقیدہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹکائے جانے کے بعد محض بیہوش ہوئے تھے مرے نہ تھے بعد میں انہوں نے طبعی موت سے وفات پائی۔ جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیاں افریقہ میں پورے زور وشور سے جاری ہیں مزید برآں بہت سے یورپی ممالک میں بھی اس جماعت نے چھوٹے چھوٹے تبلیغی مشن قائم کر رکھے ہیں۔ حضرت مرزا ناصر احمد نے بتایا کہ جماعت احمدیہ اگلے موسم سرما میں مغربی افریقہ میں اپنا ریڈیو سٹیشن قائم کرنے کا بھی ارادہ رکھتی ہے''۔[256]

۲۶؍اگست قیامِ زیورک کا آخری دن سیر و سیاحت کے لئے مخصوص تھا۔ سوئٹزرلینڈ دلفریب جھیلوں، برف پوش پہاڑوں اور حسین وادیوں اور سبززاروں کا ملک ہے۔ جھیل لوت سرن (Luzern) کے کنارے زوگ (Zug) اور ویگس (Weggis) مشہور صحت افزا مقامات ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مع قافلہ انہی کی طرف تشریف لے گئے۔ جھیل لوت سرن کے علاوہ ایک چھوٹی سی جھیل جس کا نام لارنز (Laurenz) ہے بہت پسند فرمائی۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب کو مشایعت کا شرف حاصل ہوا۔ سعادت احمد صاحب پراچہ نے میگن (Meggen) کے صاف ستھرے ریستوران میں ظہرانہ پیش کیا۔ سب اہل قافلہ ایک دوسری جھیل لارنز (Laurenz) کا نظارہ کرتے ہوئے آٹھ بجے شب زیورک پہنچے۔

۲۷؍اگست کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح مع قافلہ اجتماعی دعا کے بعد صبح آٹھ بج کر ۱۰ منٹ پر اٹلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ سوئٹزرلینڈ کے مخلص احباب چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کی زیر قیادت کاروں میں اپنے پیارے امام عالی مقام کو الوداع کہنے کے لئے دور تک قافلہ کے ساتھ گئے اور حضور کی دعائیں لے کر رخصت ہوئے۔[257]

اٹلی، مغربی جرمنی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مع خدام طویل سفر کے بعد ۲۷؍اگست کو سات بجے شب اٹلی کی سرحد میں

داخل ہوئے اور دیررات وینس کے ہوٹل گبرائیلی سینڈورتھ (Hotel Gabrielli Sandwirth Venezia) میں فروکش ہوئے۔حضور کے کمرہ کا نمبر ۵۱۳ تھا۔ ۲۸ راگست کو زیادہ تر حضور اپنے کمرے ہی میں تشریف فرما رہے۔شام کو موٹر میں Grand Canal دیکھنے کے لئے گئے۔ ۲۹ راگست کی صبح کو مرانو (Murano) برانو (Burano) اور ٹارسیلو (Torcello) جزائر میں تشریف لے گئے۔واپسی میں سینٹ مارک چرچ کے چوک میں ایک جرمن نوجوان سے ملاقات ہوئی۔حضور نے دریافت فرمایا کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جس شوق سے یہ چرچ بنائے گئے تھے وہ شوق اب باقی نہیں رہا اور اب اس قسم کی عظیم عمارتیں نہیں بنائی جا رہیں؟ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ چرچ سے دلچسپی ختم ہو رہی ہے؟ نوجوان نے تسلیم کیا کہ حقیقت یہی ہے جس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ بیس پچیس سال تک لوگ عیسائیت سے بیزار ہو جائیں گے۔اس پر اس نوجوان نے کہا کہ شاید اس سے بھی پہلے۔[258] ۳۰ راگست کو حضرت خلیفۃ المسیح مع قافلہ مغربی جرمنی تشریف لے گئے اور طویل سفر کے بعد بوقت شام روزن ہائم (Rosenheim) پہنچے۔یہاں پورے قافلہ کا قیام ہوٹل گولڈنر ہرش (Hotel Goldener Hirsch) میں تھا۔حضور نے کمرہ نمبر ۱۴ کو اپنے قدموں سے برکت بخشی۔

۳۱ راگست کو حضور آسٹریا کے شہر سالسبرگ تشریف لے گئے اور رات دوبارہ روزن ہائم آ کر شب بسری کی۔پھر یکم ستمبر کو ہنوور (Hanover) تشریف لے گئے۔ہنوور میں یہ مبارک قافلہ روملز یورپشیر ہوٹل (Rummel's Europaischer Hof) میں ٹھہرا۔حضور کمرہ نمبر ۲۹ میں قیام فرما ہوئے۔

ڈنمارک

اگلے روز ۲ ستمبر کو حضور مع خدام ہنوور (Hanover) سے صبح ساڑھے نو بجے کوپن ہیگن (ڈنمارک) کے لئے روانہ ہوئے اور پٹ گارڈن (Puttgarden) سے جہاز پر سوار ہوئے۔جہاز تین بج کر پچپن منٹ پر ڈنمارک کے ہوائی مستقر پر اترا۔امام مسجد نصرت جہاں سید جواد علی شاہ صاحب اور ان کی قیادت میں عبدالباری صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ڈنمارک، سید مبشر شاہ صاحب اور سلیم محمود صاحب نے جو کوپن ہیگن سے قریباً چالیس کلومیٹر باہر سڑک کے کنارے سراپا انتظار بنے کھڑے تھے اپنے مقدس آقا کا استقبال کیا۔قافلہ آٹھ بجے شام مشن ہاؤس پہنچا جہاں ''مسجد نصرت جہاں'' کی خوبصورت عمارت کے سامنے کوپن ہیگن کے احمدی احباب وخواتین نے اھلاً وّسھلاً وّ مرحبا،نعرہ ہائے تکبیر،اسلام زندہ باد،حضرت (خلیفۃ المسیح) زندہ باد کے نعروں میں حضور کو والہانہ انداز میں خوش آمدید کہا۔عبدالسلام صاحب میڈسن اور دوسرے سب احباب اپنے پیارے آقا

کے مصافحہ سے مشرف ہوئے اور خواتین نے حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کا پُر تپاک خیر مقدم کیا۔حضور نے نماز سے قبل مسجد اور مشن ہاؤس کا معائنہ کیا اور عبدالسلام میڈسن صاحب کے صاحبزادے بشیر میڈسن صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت پیار سے فرمایا کہ (مسجد نصرت جہاں کے افتتاح کے موقع پر) ۱۹۶۷ء میں آپ چھوٹے سے بچے تھے اور دو ٹوائے پستول لگائے ہوئے تھے اور وردی پہنی ہوئی تھی اور میرے آگے پیچھے بھاگ دوڑ رہے تھے۔آپ کے ابا جان نے آپ کو ٹوکا تو میں نے منع کیا۔پتہ چلا کہ آپ میرے باڈی گارڈ بنے ہوئے ہیں۔پھر عبدالسلام صاحب میڈسن سے شفقت و محبت سے لبریز لہجے میں ارشاد فرمایا کہ:۔

''ہمارا ننھا باڈی گارڈ اب جوان ہو چکا ہے۔ہماری خواہش ہے کہ عزیز بشیر میڈسن ہمارے پاس پاکستان میں آئے اور چھ ماہ تک ہمارا مہمان رہے''۔[259]

۳ستمبر کو صبح ۱۰ بجے حضور انور سیر کے لئے ساحل سمندر پر تشریف لے گئے۔دوپہر کا کھانا باہر ریستوران کھانے کے بعد حضور واپس تشریف لے آئے۔کچھ دیر آرام کرنے کے بعد حضور انور نے احباب سے ملاقات فرمائی۔عبدالسلام میڈسن سے دیر تک حضور انور یورپ میں تبلیغ اسلام کے متعلق گفتگو فرماتے رہے۔اسی دوران سویڈن کے ایک یوگوسلاوین احمدی نے ملاقات کی۔شام ٦ بجے حضور انور ہال میں تشریف لائے جہاں ڈنمارک میں مقیم پاکستانی احمدی احباب اور ڈینش احمدی احباب وخواتین جمع تھے۔تقریباً ۲ گھنٹے تک حضور انور نے ان سے گفتگو فرمائی۔حضور انور نے احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

۴ستمبر کو چار بجے شام حضور انور نے پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا جو کہ ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔شام کو حضور احباب سے ملاقات کے لئے باہر تشریف لائے اور دیر تک گفتگو فرمائی۔

سویڈن

۵ستمبر کو ساڑھے ۷ بجے صبح حضور انور سویڈن کے لئے روانہ ہوئے۔ڈنمارک کے احباب حضور انور کو الوداع کہنے کے لئے مسجد میں جمع تھے۔حضور انور نے سب احباب سے مصافحہ فرمایا۔اڑھائی بجے گوٹن برگ پہنچے اور ہوٹل میں قیام فرمایا۔کچھ دیر آرام کے بعد حضور انور نے ریڈیو سویڈن کے نمائندے سے ۴۵ منٹ گفتگو فرمائی۔رات آٹھ بجے جماعت کی طرف سے حضور انور کو استقبالیہ دیا گیا۔بعدازاں حضور انور نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا جو دو گھنٹے تک جاری رہی۔[260]

حضور مع ارکانِ قافلہ گوٹن برگ (سویڈن) سے ۷ستمبر بروز جمعہ بخیر و عافیت واپس لندن پہنچ گئے۔[261]

۹ستمبر کو جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ ۹ستمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار محمود ہال میں منعقد ہوا۔اس موقع پر حضور انور نے اختتامی اجلاس سے خطاب فرمایا۔

حضور انور کے زیر صدارت یورپ میں مقیم مبلغین کی ایک کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی جس میں درج ذیل مبلغین نے شمولیت کی:۔

بشیر احمد خان رفیق صاحب امام مسجد فضل لندن۔سید کمال یوسف صاحب(مبلغ سویڈن) عبدالحکیم اکمل صاحب(مبلغ ہالینڈ)۔فضل الٰہی انوری صاحب(مبلغ جرمنی)۔قاضی نعیم الدین صاحب(مبلغ جرمنی) چوہدری مشتاق احمد باجوہ صاحب(مبلغ سوئٹزرلینڈ)۔سید جواد علی شاہ صاحب (مبلغ ڈنمارک) کرم الٰہی ظفر صاحب(مبلغ سپین)۔عطاء المجیب راشد صاحب(مبلغ برطانیہ)۔ عبدالوہاب بن آدم صاحب(مبلغ برطانیہ)

دوران قیام حضور انور نے Amateur Radio Club قائم کرنے کا ارشاد فرمایا۔

۲۲ستمبر کو مجلس خدام الاحمدیہ لندن نے حضور انور کے اعزاز میں ایک چائے پارٹی کا اہتمام کیا جس میں حضور انور نے ناسازیٔ طبع کے باوجود شرکت کی۔

حضور انور کی پاکستان واپسی سے ایک روز قبل عطاء المجیب راشد صاحب نائب امام مسجد فضل لندن حسب ارشاد پاکستان جانے کے لئے روانہ ہوئے۔جماعت احمدیہ لندن نے عطاء المجیب راشد صاحب کے اعزاز میں ایک الوداعی پارٹی کا اہتمام کیا جس میں حضور انور نے بھی شرکت فرمائی اور دعا کروائی۔۲۳ستمبر کو آپ کی روانگی سے قبل حضور انور نے باہر تشریف لا کر دعا کے ساتھ رخصت فرمایا۔

۲۳ستمبر کو حضور انور نے لندن میں جاری احمدیہ سنڈے سکول کے ایک اجلاس میں شرکت فرمائی۔[262]

پیغامات از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

۱۱ستمبر کو حضور انور نے سید میر مسعود احمد صاحب کے نام ایک پیغام بھیجا۔حضور انور نے رقم فرمایا:

''امید ہے کہ ربوہ میں ہر طرح خیریت ہوگی میری طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔''

۱۲ستمبر کو حضور انور نے امیر صاحب مقامی کے نام پیغام بھیجا۔حضور انور نے تحریر فرمایا۔

''میری طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔میری طرف سے احباب کو السلام علیکم پہنچا دیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔'' آمین [263]

۱۵ستمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے امیر صاحب مقامی کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:۔

''امید ہے کہ ربوہ میں ہر طرح خیریت ہوگی۔میری طرف سے احباب جماعت کو السلام علیکم پہنچا دیں۔میری طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے''۔[264]

۱۸ستمبر کو لندن سے میر مسعود احمد صاحب کے نام حضور انور کا درج ذیل پیغام موصول ہوا:۔

''ہم انشاء اللہ اب جلد ہی واپس آنے والے ہیں۔امید ہے کہ ربوہ میں ہر طرح خیریت ہوگی۔میری طبیعت اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔میری طرف سے احباب جماعت کو السلام علیکم کہہ دیں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔وھو المجیب'' [265]

قیامِ لندن سے ورود کراچی تک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مع قافلہ یورپین مشنوں کے تاریخ ساز اور انقلابی اور للّٰہی دورہ کے بعد سترہ روز تک دوبارہ لندن میں قیام فرما رہے۔اس کے بعد حضرت اقدس ۲۴ستمبر کو لندن سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو کر ۲۵ستمبر کو صبح ساڑھے پانچ بجے کراچی پہنچے۔حضور انور نے KLM کی فلائیٹ نمبر ۱۳۸ سے سفر کیا۔

حضور انور کے استقبال کے لئے صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ، چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی، میجر شمیم احمد صاحب نائب امیر کراچی، مولانا سلطان محمود انور صاحب مربی سلسلہ کراچی اور چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان موجود تھے۔جیسے ہی حضور انور جہاز سے باہر تشریف لائے، صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے آگے بڑھ کر مصافحہ و معانقہ کا شرف حاصل کیا۔اس کے بعد دیگر چاروں افراد نے بھی حضور انور سے مصافحہ کی سعادت حاصل کی۔پھر حضور انور ڈومیسٹک لاؤنج میں تشریف لے گئے۔[266]

ربوہ میں استقبال کی تیاریاں

جونہی کراچی سے یہ اطلاع موصول ہوئی کہ حضور انور ۲۶ستمبر کی صبح کو بذریعہ ہوائی جہاز لاہور

تشریف لا رہے ہیں ربوہ کے علاوہ لاہور کی جماعت کی طرف سے بھی حضور کا شایانِ شان خیر مقدم کرنے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ کیونکہ مہجور قلوب کی افسردگی خوشی اور انبساط میں بدلنے والی تھی اور انتظار کے صبر آزما لمحات اب ختم ہونے کے قریب تھے۔

ربوہ سے (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اپنے بعض رفقاء کار کے ہمراہ استقبال کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ ان کے علاوہ بعض دیگر احباب ربوہ اپنے طور پر بھی لاہور پہنچ گئے۔ جماعت لاہور نے جملہ حلقہ جات میں حضور کی تشریف آوری کی اطلاع کر دی چنانچہ ۲۶ ستمبر کی صبح کو احباب جوق در جوق ہوائی اڈے پر پہنچنے لگے حتٰی کہ حضور کی تشریف آوری کے وقت تک ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔

۹ بج کر ۳۵ منٹ پر پی آئی اے کا طیارہ حضور کو لے کر لاہور کے ہوائی مستقر پر اترا۔ یہ طیارہ آٹھ بجے صبح کراچی سے روانہ ہوا تھا۔ جہاں کراچی کے احباب جماعت کی ایک بہت بڑی تعداد نے اپنے امیر صاحب کی سرکردگی میں حضور کو دعاؤں کے ساتھ الوداع کہا۔ جونہی طیارہ لاہور میں اترا، چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے مرکزی نمائندوں، خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض افراد، اسلام آباد اور شیخو پورہ کے امراء جماعت اور مقامی جماعت کے چیدہ اصحاب کے ہمراہ آگے بڑھ کر حضور کا خیر مقدم کیا۔ اس موقعہ پر لاہور کی جماعت کے دو بچوں نے حضور کی خدمت میں گلدستے پیش کئے۔ حضور ان اصحاب کو شرف مصافحہ عطا فرمانے کے بعد کچھ عرصہ مہمانان خصوصی کے کمرہ میں تشریف فرما رہے جہاں حضور نے دیگر ارکان قافلہ کے ہمراہ چائے نوش فرمائی اور احباب سے اہل مغرب کو کی جانے والی تبلیغ اسلام کے نہایت ایمان افروز حالات پر مشتمل گفتگو فرماتے رہے۔ سوا نو بجے حضور نے اجتماعی دعا کرائی جس کے بعد حضور ساڑھے دس بجے بذریعہ کار ہوائی اڈے سے روانہ ہوئے جب کہ کم و بیش ۱۵ کاروں میں بہت سے مقامی اور بیرونی اصحاب کو بھی حضور کے ہمراہ روانہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ اور دیگر ارکان قافلہ (جو محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ، محترم چوہدری محمد علی صاحب ایم اے، محترم نواب شاہد احمد صاحب پاشا اور صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم اے پر مشتمل تھا) کے علاوہ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی ربوہ اور محترم چوہدری ظہور احمد صاحب سیکرٹری نصرت جہاں ریزروفنڈ بھی حضور کے ہمراہ کراچی سے واپس تشریف لائے۔ یہ دونوں اصحاب چند روز قبل کراچی تشریف لے گئے تھے۔

لاہور سے ربوہ کا سفراور والہانہ عقیدت کے ایمان افروز نظارے

کاروں کا یہ قافلہ شاہراہ قائداعظم اور راوی روڈ سے گزرتا ہوا شیخوپورہ، شاہ کوٹ اور لائل پور کے راستے ربوہ روانہ ہوا۔ لاہور سے شیخوپورہ تک جگہ جگہ لاہور کے احمدی نوجوان حضور کے خیر مقدم کے لئے حاضر تھے۔ اس کے آگے شیخوپورہ کے خدام اور راستے میں آنے والے مختلف قصبات و دیہات کے احباب بھی مختلف مقامات پر حاضر ہو کر حضور کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اھلاً وّ سھلاً وّ مرحباً عرض کر رہے تھے۔ حضور ہاتھ ہلا ہلا کر ان کے سلام کا جواب دیتے رہے۔ شیخوپورہ سے آگے انیسویں میل پر حضور کچھ دیر کے لئے رکے جس کے بعد پھر قافلہ روانہ ہو گیا۔ لائل پور سے کئی میل ورے ہی لائل پور کے خدام حضور کا استقبال کرنے کے لئے حاضر تھے۔ ربوہ کے خدام لائل پور سرگودھا روڈ پر وقفہ وقفہ سے موجود تھے۔ الغرض لاہور سے لے کر ربوہ تک جا بجا عقیدت و اخلاص کے والہانہ نظارے نظر آتے رہے اور احباب جماعت نہایت عقیدت و محبت سے حضور کی زیارت کا شرف حاصل کر کے حضور کی خدمت میں السلام علیکم کا ہدیہ پیش کرتے رہے۔

ربوہ میں ورود مسعود اور اہل ربوہ کا شاندار استقبال

پونے دو بجے بعد دوپہر حضور انور کے قافلے کی کاریں ربوہ کی حدود میں داخل ہوئیں۔ حضور کی کار سب سے آگے تھی۔ جونہی یہ کار دریائے چناب کے دونوں پل عبور کر کے ربوہ کی حدود میں داخل ہوئی۔ ربوہ کے اطفال و خدام کے ایک مختصر گروپ نے حضور کی خدمت میں نہایت والہانہ انداز میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور اھلاً وسھلاً ومرحبا عرض کیا۔ اس سے ذرا آگے بڑھے تو بلدیہ ربوہ کی طرف سے بنایا گیا خوبصورت گیٹ نظر آیا جس پر جلی حروف میں یہ لکھا تھا کہ ’’اہل ربوہ مسکراتے ہوئے چہروں کے ساتھ حضور کی خدمت میں خوش آمدید عرض کرتے ہیں‘‘۔ جونہی حضور کی کار بسوں کے اڈہ کے قریب پہنچی تو گول بازار کی طرف جانے والی سڑک سے لے کر مسجد مبارک تک پورا راستہ رنگ برنگی جھنڈیوں، خوبصورت محرابوں اور دروازوں سے آراستہ نظر آیا جن پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اھلاً وسھلاً ومرحبا۔ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی۔ اور بہت سے دیگر موزوں دعائیہ فقرات لکھے ہوئے تھے۔ سڑک پر دو رویہ احباب محلّہ وار تنظیم کے ساتھ کھڑے تھے۔ اطفال اپنے جھنڈے لئے حاضر تھے جونہی حضور کی کار ان کے قریب سے گزرتی وہ انتہائی محبت وعقیدت کے ساتھ اہلاً وسہلاً

ومرحبا اور السلام علیکم عرض کرتے اور حضور ہاتھ ہلا ہلا کر ان کے سلام کا جواب دیتے رہے۔ جب حضور کی کار مسجد مبارک سے ملحق میدان میں پہنچی تو اس جگہ سائبانوں کے نیچے ربوہ کے منتخب اصحاب حضور کے خیر مقدم کے لئے حاضر تھے۔ جن میں افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ متعدد بیرونی جماعتوں کے امراء صاحبان، صدر انجمن احمدیہ کے ناظر و تحریک جدید کے وکلاء، افسران صیغہ جات، فضل عمر ہسپتال کے ڈاکٹر صاحبان اور ربوہ کے جملہ محلّہ جات کے صدر اور تمام مرکزی تنظیموں کے نمائندگان شامل تھے۔ جب حضور نے کار سے باہر قدم رنجہ فرمایا تو سب سے پہلے صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے بطور قائم مقام امیر مقامی حضور کے گلے میں پھولوں کا ہار پہنایا۔ بعد ازاں صوفی غلام محمد صاحب نمائندہ صدر انجمن احمدیہ، مولانا نسیم سیفی صاحب نمائندہ تحریک جدید، شیخ مبارک احمد صاحب نمائندہ انصاراللہ مرکزیہ، صوفی خدا بخش صاحب عبد زیروی نمائندہ وقف جدید، چوہدری حمید اللہ صاحب نمائندہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ، سید محمود احمد صاحب ناصر نمائندہ لجنہ اماءاللہ مرکزیہ اور چوہدری بشیر احمد صاحب نمائندہ لوکل انجمن احمدیہ ربوہ نے حضور کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے۔ اطفال الاحمدیہ ربوہ کے دو بچوں نے بھی جو اپنی کارکردگی کے لحاظ سے بہترین طفل قرار دیئے گئے تھے۔ حضور کی خدمت میں ہار پیش کئے۔ حضور انور نے جملہ اصحاب کو مصافحہ کا شرف عطا فرمایا۔ جس کے بعد حضور اندرون خانہ تشریف لے گئے اور یوں حضور انور کا یہ مبارک سفر یورپ جو ۱۳؍جولائی ۱۹۷۳ء بروز جمعۃ المبارک کو دنیا میں قرآنی انوار کی اشاعت کو وسیع سے وسیع تر کرنے کی غرض سے حضور نے اختیار فرمایا تھا نہایت کامیابی اور خیر و برکت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔[267]

مولانا عطاء المجیب راشد صاحب ایم اے کے مشاہدات و تاثرات

مولانا عطاء المجیب راشد صاحب مبلغ انگلستان نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے قیام انگلستان اور حضور کے روح پرور دورہ کے مشاہدات و تاثرات مندرجہ ذیل الفاظ میں قلمبند فرمائے۔

''انگلستان کی سرزمین اس لحاظ سے واقعی بہت خوش قسمت ہے کہ اسے متعدد بار خلفائے مہدیٔ دوراں کے قدم چومنے کی سعادت نصیب ہو چکی ہے۔ حضور انور کا حالیہ دورہ ۱۳؍جولائی ۱۹۷۳ء سے لے کر ۲۴؍ستمبر ۱۹۷۳ء تک جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ کے اس عاجز پر اَن گنت احسانوں میں سے یہ کس قدر عظیم احسان ہے کہ اس حالیہ تاریخی دورہ کے موقع پر اس عاجز کو بھی اپنے پیارے آقا کی خدمت میں

حاضر رہنے اور برکات حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ان برکات کا ایک اجمالی تاثر یہ تھا کہ جب حضرت اقدس کے ارشاد کی تعمیل میں حضور کی واپسی سے ایک روز قبل خاکسار پاکستان واپس آنے کے لئے روانہ ہوا تو ایک روز بعد کراچی کے ہوائی اڈہ پر بھی حضور کے استقبال کی سعادت حاصل ہوئی۔

لندن میں قیام کے دوران حضور کا سارا وقت بے انتہا مصروف گذرا۔ڈاک کی آمد کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا جس طرح ربوہ میں ہوتا ہے موصول ہونے والے سینکڑوں خطوط کا بنفسِ نفیس مطالعہ کرنا ان پر نوٹ لکھنا، ہدایات دینا، جوابات کے خطوط پر دستخط کرنا، یہ پورے دن کا کام ہوتا ہے لیکن حضور کو اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس ایک شعبہ کے علاوہ نہ جانے کتنے اور امور کی سرانجام دہی کے لئے بھی وقت نکالنا پڑتا تھا۔

لندن تشریف لانے کے دوسرے روز حضور نے سب دوستوں کو انفرادی طور پر ملاقات کا شرف عطا فرمایا۔یہ مجلس قریباً تین گھنٹہ تک جاری رہی۔اس سارے عرصہ میں حضور کھڑے ہو کر احباب سے ملتے رہے اور اپنی دلآویز مسکراہٹ سے سب کو شاد کام فرماتے رہے۔کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور کو معلوم ہوا ہو کہ کوئی دوست ملاقات کے لئے آئے ہیں اور حضور نے انہیں ملاقات کا موقعہ نہ دیا ہو۔ایک روز صبح سے دوپہر تک ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔کچھ دوست دیر سے آئے۔تاخیر پر معذرت خواہ بھی تھے لیکن ان کی شدید خواہش تھی کہ کسی طرح ملاقات کی صورت بن سکے۔بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد لندن نے حضور کی خدمت میں عرض کیا تو حضور اسی وقت نیچے تشریف لائے اور اپنے ان خدام کو ملاقات کا موقعہ عطا فرمایا۔ایک اتوار کو ملاقات کے لئے دوست اس کثرت سے تشریف لائے کہ صبح دس بجے سے لے کر شام کے ساڑھے چھ بجے تک (نماز ظہر وعصر اور کھانے کے وقفہ کے علاوہ) ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔اس قدر لمبی نشست کے باوجود حضور نے فرمایا کہ جب تک سب دوستوں سے ملاقات نہیں ہو جاتی یہ سلسلہ جاری رہے۔لمبی ملاقاتوں کے باوجود حضور انور کے چہرہ پر مسکراہٹ ہر وقت موجزن رہی۔حضور کی پاکستان واپسی سے قبل خدام الاحمدیہ لندن نے حضور کے اعزاز میں چائے کی دعوت کا اہتمام کیا۔حضور اس دعوت میں تشریف لائے تو علالت طبع کی وجہ سے طبیعت کچھ زیادہ بشاش نہ تھی لیکن اپنے ان پیارے خدام سے مل کر اور بات چیت کر کے حضور کی طبیعت فوری طور پر بحال ہوگئی اور حضور کی مخصوص دلآویز مسکراہٹ چہرہ پر عود کر آئی۔

ملاقاتوں کے ضمن میں نائیجیرین احمدی بھائی جناب وزیری عبدو صاحب کی حضور سے ملاقات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔آپ رات دس بجے کے بعد مشن ہاؤس تشریف لائے۔حضور اس وقت آرام فرما رہے تھے۔اطلاع ملنے پر حضور از راہِ شفقت اسی وقت تیار ہو کر اوپر تشریف لائے۔جب وزیری عبدو صاحب کو معلوم ہوا کہ حضور اتنی رات ہو جانے کے باوجود ابھی ان سے ملنے کے لئے اوپر تشریف لا رہے ہیں تو ان کی آنکھوں میں حیرت اور خوشی کا ملا جُلا تاثر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔حضور تشریف لائے نہایت محبت سے ملے اور دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔دوسرے روز وہ رخصت ہونے لگے تو حضور نے انہیں ایک لمبے معانقہ کا شرف عطا فرمایا۔اس معانقہ میں نہ جانے کیا برقی اور روحانی اثر تھا کہ جب حضور ان سے رخصت ہو کر روانہ بھی ہو گئے تو بھی وزیری عبدو صاحب اپنی جگہ پر قابلِ یقین خوشی اور مسرت کی وجہ سے حیرت و فرحت کا مجسمہ بنے کھڑے تھے۔

حضور کی پُرکشش شخصیت ہر ایک کو اپنی طرف متوجہ کرتی رہی۔حضور ایک ہارس شو میں تشریف لے گئے جہاں تھوڑی ہی دیر میں حضور لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔بارہا ایسا ہوا کہ راہ چلتے ہوئے لوگ حضور کی تصویر لینے کے لئے رک جاتے۔بعض آگے بڑھ کر کچھ بات کرتے اور ہمرکاب خدام سے حضور کے بارہ میں دریافت کرتے۔ایک روز Gestetner کمپنی والوں کے دو نوجوان نمائندے حضور سے ملنے آئے۔وہ حضور کی پُرمغز اور خیال افروز گفتگو سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جب میں ان کو رخصت کرنے لگا تو ایک نوجوان نے جو مذہباً عیسائی ہے مجھ سے کہا کہ میں نے ایسی شخصیت پہلے کبھی نہیں دیکھی۔اس نے مزید کہا کہ انہوں نے اپنی کامیابی اور اپنے مشن کی ترقی کا ذکر جس یقین اور وثوق سے کیا ہے اس کو سن کر مجھے حیرت ہوتی ہے لیکن ان باتوں میں اثر تحدّی اس قدر ہے کہ شک کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

ایک موقعہ پر جب حضور شام کو تفریح کے لئے باہر تشریف لے گئے تو آسٹریلیا سے آئے ہوئے ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ یہاں رخصت پر آئے ہوئے ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ میں دراصل working holiday پر آیا ہوں۔بظاہر رخصت نظر آتی ہے لیکن کام اسی رفتار سے ہمہ وقت جاری رہتا ہے۔

باوجود گرانبار ذمہ داریوں اور ہمہ وقت مصروفیات کے حضرت اقدس کو اپنے خدام سے جو لگاؤ اور تعلق ہے وہ اپنی مثال آپ ہے لندن میں قیام کے دوران حضور اکثر احباب،نوجوانوں حتّٰی کہ بعض

اطفال کو ان کے نام لے کر پکارتے تھے اور سننے والے حیران رہ جاتے تھے کہ حضور کو اس قدر لوگوں کے نام کیسے یاد ہو جاتے ہیں پھر ہر شخص سے الگ الگ محبت کا سلوک اور اس کے دکھ سکھ میں شرکت کچھ اس اہتمام سے فرماتے تھے کہ ہر ایک یہی محسوس کرتا تھا کہ میرے آقا کا میرے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ ملنے والا اپنی کسی بیماری کا ذکر کرتا تو حضور دعا کے ساتھ اسے اپنے پاس سے مناسب دوا بھی عطا کرتے یا راہنمائی فرماتے کہ کیا کیا جائے۔

خالد اختر صاحب قائد خدام الاحمدیہ لندن ایک روز اچانک بیمار ہو گئے۔ تو حضور سخت فکرمند ہوئے دست مبارک سے دوائی دی بار بار نبض دیکھتے رہے اور جب تک ان کے ہسپتال جانے کا انتظام نہ ہو گیا سارا وقت ان کے قریب کھڑے ہو کر دعاؤں میں مصروف رہے۔ جب حضور لیک ڈسٹرکٹ سے واپس لندن تشریف لائے تو پروگرام یہ تھا کہ خدام کی ایک کار راستہ میں ایک جگہ حضور کے قافلہ میں شامل ہو گی۔ کسی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکا اور حضور کو اس بات کا علم بھی نہ دیا جا سکا۔ حضور نے راستہ میں دو متوقع جگہوں پر بطور خاص رکنے کا ارشاد فرمایا۔ جب دونوں جگہ کار والے نظر نہ آئے تو حضور کی طبیعت بے چین ہو گئی۔ اسی اثنا میں سفر کرتے ہوئے ایک جگہ بعض اور کاریں ایک حادثہ کی وجہ سے رکی ہوئی تھیں جب حضور کی کاروں کا قافلہ وہاں سے گذرا تو حضور نے فوراً رکنے کا ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ جا کر دیکھا جائے کہ کہیں یہ ہمارے خدام والی کار تو نہیں۔ جب یہ تسلی ہوئی کہ یہ ہمارے والی کار نہیں ہے تو تب حضور لندن کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ واقعات جو بظاہر معمولی نظر آتے ہیں حضرت اقدس کی قلبی کیفیت اور اس محبت و شفقت کے آئینہ دار ہیں جو حضور کے دل میں اپنے خدام کے لئے پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بیحد احسان ہے کہ خاکسار کو عرصہ تین سال تک انگلستان میں تبلیغ اسلام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ میری واپسی سے قبل لندن مشن کی طرف سے ایک الوداعی تقریب منعقد کی گئی۔ حضرت اقدس کی کس قدر شفقت اور عنایت ہے کہ حضور انور نے اس تقریب کو اپنی شمولیت سے رونق اور برکت عطا فرمائی۔ غالباً یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے کہ کسی بیرونی ملک سے پاکستان واپسی کے موقع پر کسی مبلّغ کی الوداعی تقریب میں خود حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی شمولیت فرمائی ہو۔ حضور نے اس موقعہ پر مجلس عاملہ انگلستان اور مبلّغین انگلستان کے ساتھ تصاویر کھنچوانے کے علاوہ خاکسار اور خاکسار کے والد محترم حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری نزیل لندن کو بھی اپنے ساتھ تصویر کھنچوانے کا

موقع عطا فرمایا۔ اگلے روز خاکسار کی لندن سے روانگی سے قبل بھی حضور نے شرف مصافحہ ومعانقہ عطا فرمانے کے بعد دعا فرمائی۔[268]

’’کھنڈرات کے معمار‘‘

مولانا عطاء المجیب راشد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دلربا شخصیت اور آپ کی فکر اور سوچ میں اللہ تعالیٰ نے جو بلندی ودیعت فرمائی تھی اس کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں:۔

یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے۔ حضور انور انگلستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ جماعت نے پروگرام بنایا کہ ایک جماعتی پکنک منائی جائے۔ حضور انور کی خدمت میں شمولیت کی درخواست کی تو حضور نے ازراہ شفقت منظور فرما لیا۔ پکنک کے لیے Tintern Abbey نامی جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ یہ جگہ آثار قدیمہ اور کھلے پارک کی وجہ سے خوب مشہور ہے۔ حضور انور کو تصویر کشی کا بھی بہت شوق تھا۔ آپ نے دوران پکنک پرانے کھنڈرات اور خوبصورت پارک کے مختلف حصوں کی تصاویر اپنے ذاتی کیمرہ سے لیں۔ ان دنوں حضور کے پاس ایک بہت چھوٹا سا کیمرہ ہوا کرتا تھا جس کا نام لائیکہ Leica تھا۔ اس موقعہ پر حضور انور نے وہاں موجود سب مبلغین سلسلہ کو فرمایا کہ وہ تصویر کے لئے مل کر اس طرح کھڑے ہوں کہ کھنڈرات ان کے عقب میں ہوں۔ جب سب کھڑے ہو گئے تو حضور نے ازراہ شفقت اپنے ذاتی کیمرہ سے خود سب واقف زندگی خدام کی ایک تصویر لی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب کوئی بتائے کہ اس تصویر کا عنوان کیا ہونا چاہئے۔ سب سوچ میں گم ہو گئے لیکن کسی طرف سے بھی کوئی تجویز نہ آئی تو حضور انور نے خود فرمایا کہ اس تصویر کا عنوان ہے **’’کھنڈرات کے معمار‘‘**۔ یہ عنوان سن کر سب چہروں پر بشاشت اور مسکراہٹ پھیل گئی۔ کتنے مختصر مگر بلیغ الفاظ میں حضور انور نے ایک وسیع مضمون کو سمو دیا اور سب واقف زندگی مبلغین کو ایسا پیغام دے دیا جو ہمیشہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔[269]

خالدِ احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے تاثرات

مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری اُن خوش نصیب بزرگوں سے ہیں جو ان ایام میں لندن میں تھے جنہیں نہ صرف سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی بابرکت مجالس اور دینی سرگرمیوں کو بچشم خود ملاحظہ کرنے کی سعادت ملی بلکہ خلیفۂ وقت اور مخلصین جماعت کے مابین مثالی ارتباط ومحبت کی ایک نمایاں جھلک دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ جس پر آپ نے اپنے ایک نوٹ میں روشنی ڈالی چنانچہ مولانا صاحب نے لکھا:۔

’’رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیار ائمتکم الذین تحبونھم وھم یحبونکم تدعون لھم وھم یدعون لکمکہ تمہارے بہترین خلفاء اور آئمہ وہ ہیں جن سے تمہیں محبت و الفت ہو اور وہ تم سے پیار کریں۔تم ان کے لئے دعائیں کرتے رہو اور وہ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہوں۔جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت راشدہ کے نہج پر خلافت حقہ قائم ہے اس لئے ہمیشہ اور ہر مقام پر اس کے نظارے نظر آتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو اللہ تعالیٰ نے دیگر صفات حسنہ کے علاوہ نہایت حساس اور بہت پیار کرنے والا دل دیا ہے جس سے محبت کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہیں اور بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو منور کرتی ہیں۔اس سال قریباً اڑھائی ماہ حضور انور نے ربوہ سے باہر انگلستان اور یورپ کے دیگر ممالک میں گذارے۔ربوہ والے احباب کی کیفیت بھی مشاہدہ کی تھی اور پھر اوائل ستمبر میں خاکسار کو طبی معائنہ اور علاج کے سلسلہ میں نیز کچھ دینی اغراض کے لئے حضور کی اجازت سے انگلستان آنے کا موقع میسر آیا۔جب میں لندن پہنچا تو حضور یورپ کے ممالک کے دورہ پر تھے۔ ۷ستمبر کو لندن میں ملاقات ہوئی۔۲۴ستمبر کو حضور انور پاکستان روانہ ہوئے۔اس عرصہ میں حضور کی بے حد دینی و انتظامی مصروفیات کے باوجود روزانہ ہی کئی بار زیارت کا موقعہ ملتا رہا۔ایک دن مجلس میں لندن کے احباب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضور زیادہ دیر ٹھہریں اور بار بار تشریف لائیں۔حضور کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ ربوہ والوں کا بھی حق ہے میں نے عرض کیا کہ وہ تو بہت بے چین ہیں اور چشم براہ ہیں۔اس سارے عرصہ میں میں نے لندن کے پیاروں کو والہانہ طور پر حضور انور کی خدمت کے لئے کمر بستہ دیکھا۔غلبۂ اسلام کے لئے حضور انور جو سکیمیں زیر غور لاتے اور عالمگیر اشاعت قرآن کی تجویز کے سلسلہ میں حضور کا جو اشارہ ہوتا۔سب خورد و کلاں تعمیل کے لئے لبیک کہتے۔خدام الاحمدیہ کے نوجوان رات دن خدمت پر مامور رہے۔

حضور انور کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی رہی۔میرا خیال ہے کہ اس میں جان نثاروں کی فدائیت کے نظارہ کا بھی اثر تھا۔حضور کے پاس ان دنوں ڈاک آتی بھی کثرت سے تھی اور پھر سفروں اور بے شمار ملاقاتوں کے باعث جمع بھی ہو جاتی تھی۔حضور جب ڈاک کے لئے دفتر میں تشریف فرما ہوتے تو اسی وقت اُٹھتے جب ڈاک ختم ہو جاتی یا حضور نڈھال ہو جاتے یا نمازوں کے اوقات ہو جاتے مگر جب باہر تشریف لاتے تو احباب کو دیکھ کر ہشاش بشاش ہو جاتے اور احباب کے

چہرے بھی کھل جاتے۔نماز پڑھا کر آتے اور جاتے وقت متعدد احباب سے محبت بھری باتیں غیر مسلم اور غیر از جماعت احباب بھی ملاقاتیں کرتے اور حضور کی محبت سے بہرہ اندوز ہوتے۔سیر و سیاحت کے اوقات میں حضور اپنے عشاق سے ایسے گھل مل جاتے کہ دل چاہتے کہ یہ لمحات ختم نہ ہوں۔ایسے وقتوں میں قدرت کے حسین نظاروں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی رعنائی اور خوبصورتی کو دیکھ کر ہر گھڑی حضور کی زبان مبارک پر ذکر الٰہی رہتا تھا جس کا ساتھیوں پر بھی خاص اثر ہوتا تھا۔آخر دن کم ہوتے جا رہے تھے اور ہر دل جدائی کے وقت کو محسوس کر رہا تھا ایک دن بتایا گیا کہ خدام الاحمدیہ لندن اپنے پیارے آقا کو الوداعی پارٹی دے رہی ہے یہ ایسا موقعہ تھا کہ کسی کو الوداع کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔خود حضور انور نے ہی فرمایا کہ اس عرصہ میں میں نے بہت پیار حاصل کیا اور بہت پیار دیا اب مرکز میں جانا ضروری ہے میں تمہارے لئے دعا کرتا رہوں گا اور تم میرے لئے دعا کرتے رہنا تا ہم سب مل کر اسلام کا جھنڈا ساری دنیا میں بلند کر سکیں اور پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی تعلیم کو اکناف عالم میں پھیلا سکیں اس کے بعد ایک پُرسوز دعا ہوئی اور حضور اپنے عاشقوں سے مل کر اندر تشریف لے گئے۔

۲۴ ستمبر حضور کی لندن سے روانگی کا دن تھا۔احباب جماعت مشن ہاؤس میں جمع تھے۔احمدی خواتین حضرت بیگم صاحبہ سے ملنے کے لئے قطار در قطار مشن کی اوپر کی منزل میں جا رہی تھیں عجیب منظر تھا اور ایمانداروں کی روحانی محبت کی جھلک ہر جگہ نمایاں تھی۔حضور انور نے احباب کے ساتھ الوداعی دعا فرمائی اور قافلہ موٹروں کی شکل میں ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوا۔چند منٹ کے انتظار کے بعد جو انتظام کے لئے گزرے حضور انور نے ساتھ آنے والے بیسیوں احباب کو جن میں امام صاحب کے علاوہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بھی شامل تھے مصافحہ کا شرف بخشا اور پھر اجتماعی دعا فرمائی۔[270]

مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب کے تاثرات

☆ خطبہ جمعہ اور نماز کے بعد حضور انور مسجد میں کچھ دیر تشریف فرما رہے اور احباب جماعت سے ملاقات فرمائی اور ان کو مصافحہ کا شرف عطا فرمایا۔اس دوران ایک بچہ حضور تک پہنچنے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔اس منظر کو دیکھتے ہوئے کہ بڑے لوگوں کی موجودگی اس بچہ کو آپ تک پہنچنے سے

محروم کر رہی ہے، حضور نے بچہ کو اپنے پاس بلایا اور اپنے سامنے بٹھا کر افرادِ جماعت کو بچوں کے حقوق کے متعلق تلقین فرمائی۔ اس کے بعد حضور بچہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ”میرے بچے! تمہارے وہ حقوق جو اسلام نے تمہیں دلائے ہیں اب بحال ہو گئے ہیں۔“

☆ لندن میں حضور نے جو سب سے پہلی پریس کانفرنس منعقد فرمائی اس میں حضور نے نوجوان نسل کے متعلق اپنی فکر کا اظہار فرمایا۔ دو انگریز لڑکے لندن مسجد میں پرنٹنگ مشینوں، جو مغربی افریقہ کے مشنوں کے لئے درکار تھیں، کی خرید کے سلسلہ میں حضور انور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ کو برطانیہ کیسا لگا جس پر حضور نے فرمایا کہ آج کا برطانیہ وہ نہیں رہا جو میرے تعلیمی زمانہ میں ہوتا تھا۔ آج کل کے نوجوان بے راہ روی کا شکار ہیں جس کی وجہ سے ایک بڑی تباہی سروں پر منڈلا رہی ہے۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ معاشرے کی بہتری میں اپنا مثبت کردار ادا کریں۔ حضور نے فرمایا کہ ڈنمارک میں بھی مَیں نے بتایا تھا کہ تمام بنی نوع انسان کو امن وسکون سے رہنا چاہیئے اور رنگ و نسل کا فرق انسانیت کو مختلف گروہوں میں بانٹنے والا نہ ہو۔ ان نوجوانوں نے حضور کی بات سے اتفاق کیا۔

☆ اس چیز کا اندازہ کہ حضور اپنی زوجہ محترمہ کو کس قدر عزت دیتے تھے ایک واقعہ سے ہوتا ہے جس نے کئی احمدی احباب کے دلوں میں گہرے نقوش چھوڑے۔ ہم Wye Valley سے لندن واپس آرہے تھے اور راستے میں پٹرول بھروانے کے لئے رکے تھے۔ قافلہ میں ایک بس بھی تھی جس میں کئی خدام سوار تھے، جو کاروں کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا حل یہی تھا کہ بس کو پہلے روانہ کر دیا جائے بجائے اس کے کہ وہ کاروں کا انتظار کرے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ بس قافلہ سے پہلے چل پڑے جس کا مقصد یہ تھا کہ گاڑیاں بعد میں بس کے ساتھ مل جائیں گی مگر اس وجہ سے بس کی سواریوں کا حضور کی معیت سے محروم ہو جانا لازم تھا۔ حضرت بیگم صاحبہ نے فوراً یہ خیال کر کے حضور سے فرمایا کہ خدام آپ کی معیت کی کمی کو محسوس کریں گے۔ حضور نے فوراً بس ڈرائیور کو اشارہ فرمایا کہ وہ رک جائیں اور قافلہ کی باقی گاڑیوں کا انتظار کریں۔ اس کا مطلب تھا کہ قافلہ دیر سے منزل پر پہنچے گا مگر اپنے عشاق کے جذبات کا خیال رکھنے کے لئے وقت یہ قربانی نہایت عالیشان تھی۔

☆ اس زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے سب سے بڑھ کر افریقی لوگوں کے حق میں آواز اٹھائی ہے۔ آپ کے نزدیک افریقی لوگوں کے ساتھ بہت ناانصافیاں ہوئی ہیں اور اس کی

تلافی کی یہ صورت ممکن ہے کہ افریقی باشندوں کا وقار بحال کیا جائے۔اور اس اقدام کو حضور انور نے دورۂ یورپ کے دوران بے شمار طریقوں سے عمل میں ڈھالا۔

مثال کے طور پر جب حضور انور کو بتایا گیا کہ وزیری عبدو صاحب، ایک نائیجیرین دوست، مسجد فضل میں ملاقات کے لئے پہنچے ہیں تو اس وقت آدھی رات کے قریب وقت تھا۔ عام حالات میں حضور اتنی رات کو ملاقات نہیں فرماتے۔اور وزیری عبدو صاحب نے بھی پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو یہ تاکید کی تھی کہ حضور کو خبر نہ دی جائے کیونکہ یہ وقت مناسب نہیں ہے۔اگر حضور کو یہ اطلاع نہ ہوتی تو آنے والی نسلیں اپنے روحانی آقا کی افریقہ کے لئے قدر کا اظہار نہ دیکھ سکتے۔ جب حضور کو عبدو صاحب کے آنے کی خبر ملی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے ملیں گے۔ چنانچہ یہ ملاقات ایک گھنٹہ سے زائد چلی۔حضور کے لندن قیام کے تمام عرصہ کے دوران خاکسار نے ذاتی طور پر مشاہدہ کیا ہے کہ حضور نے صرف تین لوگوں سے معانقہ فرمایا جن میں سے ایک عرب اور دو افریقی احباب تھے۔

☆ حضور نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ جب بھی مجھے کسی احمدی کی بیماری یا پریشانی کا پتہ چلتا ہے تو میں بہت فکر مند ہو جاتا ہوں۔اس بات کی سچائی کا مشاہدہ ہم میں سے کئی احمدیوں نے لندن میں کیا جب ایک مخلص احمدی خالد اختر صاحب کو اچانک دل کا مسئلہ لاحق ہو گیا۔اس وقت نماز کا وقت تھا اور حضور نماز پڑھانے کے لئے مسجد تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کو اختر صاحب کی اچانک بیمار ہو جانے کی خبر دی گئی۔حضور فوراً اختر صاحب کے گھر تشریف لے گئے جہاں کئی پریشان احمدی دوست پہلے سے ہی موجود تھے۔حضور کے چہرۂ مبارک پر فکر کے آثار ظاہر تھے۔حضور نے ان کی نبض دیکھی اور ان کو دلاسہ دیا کہ اللہ رحیم اور شافی بھی ہے۔پھر آپ نے ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور (ان کے داماد) ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب کو ارشاد فرمایا کہ مریض کا تفصیلی معائنہ کر کے موزوں ادویات بھی تجویز کریں۔

اس دوران حضور بہت فکر مند تھے اور آپ چکر لگا رہے تھے۔جب معائنہ مکمل ہو گیا تو آپ نے اختر صاحب کو دوبارہ تسلی دی کہ زیادہ فکر کی ضرورت نہیں۔پھر حضور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے اور ہومیو پیتھک دوائی ساتھ لائے جو آپ نے مریض کو دعا کے ساتھ دیں۔اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ مریض کو ہسپتال لے جایا جائے مگر چونکہ حضور کے ابتدائی علاج سے کافی افاقہ ہوا تھا ان کو اس شام ہسپتال سے چھٹی مل گئی۔خدا تعالیٰ کے فضل سے مریض ایک دو دن میں مکمل شفایاب ہو گیا۔

☆ ایک دفعہ دیہی علاقہ میں سیر کے دوران ایک امریکی سیاح حضور کے پاس آیا اور نہایت ادب سے درخواست کی کیا وہ آپ سے مصافحہ کر سکتا ہے؟ اس پر حضور نے فرمایا ''ضرور'' اور آپ نے اس کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمایا۔ بعد میں جب خاکسار نے اس اجنبی سے پوچھا کہ سینکڑوں لوگوں میں سے اس نے صرف حضور سے ہی کیوں مصافحہ کیا تو اس نے نرم آواز میں جواب دیا کہ آپ صاحبِ بصیرت نظر آتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی سچائی تھی جو ایک اجنبی کے منہ سے نکلی۔ 271

تحریک آزادی کشمیر کے عظیم رہنما خواجہ غلام نبی گلکار کی وفات

اس سال سلسلہ احمدیہ کے جو ممتاز خدام احمدیت داغ مفارقت دے گئے ان میں تحریک آزادی کشمیر کے قدیم رہنما اور حکومت آزاد کشمیر کے بانی اور اوّلین صدر خواجہ غلام نبی صاحب گلکار بھی تھے جو ۱۷رجولائی ۱۹۷۳ء کو راولپنڈی میں وفات پا گئے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپرد خاک ہوئے۔ 272

خواجہ صاحب مارچ ۱۹۰۹ء میں بمقام سرینگر پیدا ہوئے۔ جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۳۲ء میں داخل احمدیت ہوئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے ایک شیشہ ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کھڑے معلوم ہوتے ہیں اور اس کے اندر لکھا ہے کہ ''یہ نور ہے اور آسمان سے یہ نور آیا ہے''۔ اس آسمانی انکشاف پر آپ جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے۔ 273 جون ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ 274 جس کے بعد آپ اپنے محبوب کشمیر کی جدوجہد آزادی میں والہانہ اور سرفروشانہ انداز میں سرگرم عمل ہو گئے۔ مورخ کشمیر مولانا محمد الدین فوق ''گلکار خاندان'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں:۔

''گلکار خاندان''

کشمیر میں سب سے پہلے جن دو جلیل القدر بزرگوں کے اسمائے مبارک کے ساتھ گل کار کا لفظ آتا ہے ان میں حضرت سید محمد لورستانی تھے۔ جو حضرت میر محمد ہمدانی خلف حضرت میر سید علی ہمدانی کے رفقاء میں تھے۔ انہوں نے سلطان سکندر کے زمانہ میں ''استادان شہر اور معماران دہر'' کے ساتھ مسجد جامع کی تکمیل میں حصہ لیا تھا۔ آپ بڑے خدا پرست بزرگ تھے۔ اور صاحب تاریخ خواجہ اعظمی کی

تحریر کے مطابق بے اجرت کام کیا کرتے تھے۔وفات ۳ ربیع الثانی ۸۵۵ھ بزمانہ سلطان بڈشاہ۔ دوسرے بزرگ کا نام خواجہ صدر الدین تھا جو خراسان کے باشندے تھے اپنے احترام کی وجہ سے خواجہ تھے ان کی صحیح ذات کا پتہ نہیں چل سکا۔(ان کے متعلق تاریخ کشمیر اعظمی صفحہ ۴۶ پر لکھا ہے۔''از اکابر اولیا بود''۔انہی کے متعلق تاریخ کبیر کشمیر کا مصنف صفحہ ۲۶ پر لکھتا ہے۔''بہ مرافقت حضرت سید محمد لورستانی کارِگلکاری مسجد جامع بدون اجرت می فرمود''۔وفات ۲۳ ربیع الاول ۸۵۷ھ بزمانہ سلطان بڈشاہ۔ان میں سید محمد جو لورستان کے رہنے والے تھے۔سید تھے۔)

اس لحاظ سے گِلکار کوئی ذات نہیں ہے بلکہ عرف عام ہے جو کسی شخص کے ساتھ اس کے پیشہ یا کاروبار کی وجہ سے اس کے نام کا جزو چلا آتا ہے۔

آج سے بیس بائیس سال پیشتر خواجہ محمد خضر گلکار سرینگر میں ایک درویش صفت بزرگ تھے جو قریباً سو سال کی عمر میں وفات پا چکے ہیں۔ان کا خاندان جس کی ابتدا علاقہ کولگام سے بتائی جاتی ہے دو سال سے سرینگر میں آباد ہے۔خواجہ محمد خضر کو فن تعمیرات ورثہ میں ملا تھا اور اپنی واقفیت اور تجربہ کی بناء پر وہ تعمیرات کا ٹھیکہ لیا کرتے تھے۔ان کے سات فرزندوں میں استاد حبیب اور ماسٹر غلام محمد وفات پا چکے ہیں۔استاد حبیب فارسی عربی خواندہ تھے۔آج سے قریباً دس سال قبل بعمر ستر سال انتقال فرما گئے۔ان سے چھوٹے غلام محمد اوورسیر مرحوم انگریزی اردو فارسی میں اچھی آگاہی رکھتے تھے۔وہ اوورسیر تھے لیکن بعد میں تارک الدنیا ہو کر بعمر ساٹھ سال وفات پا گئے۔باقی پانچ حسب ذیل ہیں۔ ا۔خواجہ محمد صدیق عمر ۶۵ سال۔فارسی عربی خواندہ ہیں۔۲۔خواجہ غلام احمد انگریزی سے بھی واقف ہیں۔یہ دونوں بھائی ٹھیکہ داری کا کام بھی کرتے ہیں۔۳۔خواجہ غلام رسول۔معماری کا کام کرتے ہیں۔چوتھے فرزند خواجہ غلام نبی گِلکار کا علیحدہ ذکر ہوگا۔پانچویں فرزند خواجہ محمد مقبول محکمہ مال میں اوورسیر ہیں۔

خواجہ غلام نبی مارچ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے ابھی آٹھ دس سال کے تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔آج سے قریباً چوتھائی صدی پیشتر اور اس کے بعد بھی عرصہ تک سری نگر میں مولوی محمد عبداللہ وکیل سابق احمدی حال بہائی (آپ نے سرینگر میں بہائی فرقہ کی ایک انجمن بھی قائم کر رکھی ہے جس میں ہندو اور سکھ بہائی بھی شامل ہیں) کے درس کا بڑا چرچا رہا ہے۔خواجہ غلام نبی اور ان کے چند ہم عمر اور ہم جماعت لڑکے مولوی صاحب کے درس میں شامل رہا کرتے تھے۔مولوی صاحب چونکہ احمدی تھے

اور وفات مسیح کے قائل تھے یہی باتیں خواجہ غلام نبی اور ان کے ایک ہم جماعت حکیم علی محمد ولد حکیم غلام مصطفیٰ کے دل و دماغ میں راسخ ہوگئیں اور اسلامیہ ہائی سکول میں بھی جہاں وہ پڑھا کرتے تھے ان کے اپنے ہم جماعتوں میں یہی بحث جاری رہتی۔ ان ایام میں انجمن نصرت الاسلام سرینگر کے جس کے ماتحت یہ سکول ہے پریذیڈنٹ میر واعظ مولانا احمد اللہ مرحوم تھے۔ انہوں نے ان دونوں طالبعلموں کو سکول سے نکلوا دیا۔ انہی دنوں مفتی محمد صادق آف قادیان بھی سرینگر میں قیام فرما تھے۔ ان کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے ان دونوں کو پرتاپ ہائی سکول میں داخل کرا دیا۔ اور وہیں سے ان دونوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر آپ ۱۹۲۴ء میں مولوی عصمت اللہ مقیم سرینگر کے ہمراہ لاہور آئے۔ جہاں آپ مولانا صدرالدین سے قرآن کریم کا درس لیتے رہے۔ عربی کی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں آپ قادیان گئے۔ وہیں آپ نے مولانا زین العابدین ولی اللہ شاہ اور مولانا عبدالرحیم درد کی موجودگی میں میرزا بشیرالدین احمد محمود ''خلیفۃ المسیح'' کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ اپنے خاندان میں پہلے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔ آپ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۱ء تک جماعت احمدیہ سرینگر کے پریذیڈنٹ رہے۔ اور اب ۱۹۴۱ء سے اس وقت تک (جولائی ۱۹۴۳ء) جماعت احمدیہ سرینگر کے جنرل سیکرٹری وسیکرٹری امور عامہ وخارجہ ہیں۔

جب شیخ محمد عبداللہ جن کی خدمات اوّلین نے ان کو ''شیرِ کشمیر'' کا خطاب دلایا ہے علیگڑھ میں تعلیم پا رہے تھے۔ خواجہ غلام نبی ان ایام سے بھی قبل اپنی قومی پستی کا زبردست احساس رکھتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو منظّم کیا لیکن ریاست میں ان ایام میں انجمن بنانا جرم تھا۔ اس لئے آپ نے مسجدوں، دعوتوں، خانقاہوں اور میلوں اور ایسے ہی اجتماعات سے انجمنوں کا کام لے کر لیکچر وغیرہ شروع کر دیئے۔ آپ کے ساتھ ان دنوں مسٹر عبدالغنی نگرو ولد صابر جُونگرو ساکن پلوامہ اور فتح کدل سرینگر کے ایک لڑکے غلام حسین ولد حبیب اللہ صابون کے سوا کوئی آگے آنے والا نہ تھا۔ ان ایام میں شیخ محمد عبداللہ علی گڑھ سے ایم۔ ایس۔ سی ہو کر واپس کشمیر آ چکے تھے اور اسٹیٹ ہائی سکول میں سائنس ماسٹر مقرر ہو چکے تھے۔ اور آپ سے اکثر بلکہ روزانہ ملا کرتے تھے۔ انہی ایام میں کشمیری پنڈتوں نے اپنی ترقی و اصلاح کے لئے ایک انجمن ''آل کشمیر پنڈت سوشل اپ لفٹ'' کے نام سے قائم کر رکھی تھی۔ پروفیسر جیالال کول، پروفیسر سری کنٹھ توشہ خانی اور پروفیسر بھان وغیرہ اعلیٰ تعلیم یافتہ کشمیری نوجوان اس انجمن کے معاون اور کارکن تھے۔ آپ نے بھی ان کی تقلید میں مسلم سوشل اپ لفٹ کے

اجرا کی درخواست دی۔ جو بڑی مشکل سے منظور ہوئی۔سوشل اپ لفٹ کی تحریک کے ساتھ ہی آپ نے مزدوروں اور پیشہ وروں میں بھی تحریک پیدا کی۔ چنانچہ مزدوروں کے لئے لیبر یونین اور تجارت پیشہ اصحاب کے لئے ٹریڈ یونین اور پیشہ وروں کے لئے انجمن گلکاراں،نجاراں وآہنگراں وغیرہ قائم کیں۔آپ ان سب انجمنوں کوایک ہی انجمن میں مدغم کرنا چاہتے تھے کہ گرفتاریاں شروع ہوئیں۔

مسلم سوشل اپ لفٹ ایسوسی ایشن کا سیاسی معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا۔آپ اس سوشل سکیم کے پریذیڈنٹ تھےلیکن آپ کی گرفتاری کے بعد مولانا احمداللہ ہمدانی مرحوم اس کےصدر قرار پائے۔ اس سکیم کے ماتحت ساٹھ ستر نائٹ سکول بھی سرینگر میں کھل چکے تھے۔۱۹۳۱ءمیں جب تاریخ حریت کشمیر بڑے زوروں پرتھی اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور مجلس احرار کی یورشوں کے علاوہ کشمیر کے اندر بھی اکثر مسلمان نوجوان اپنے حقوق ومطالبات کے لئے سینہ سپر نظر آتے تھےتو بقول بعض آنجہانی راجہ سر ہری کشن کول پرائم منسٹر نے اس جادو سے جس کو قاضی الحاجات کہا جاتا ہے آپ کو تسخیر کرنا چاہا۔لیکن آپ خوب جانتے تھے کہ جب کوئی قوم جاگ اٹھتی ہےتو ع

پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

اس لئے آپ نے اس طلسم خانہ میں پھنسنے سے صاف انکار کر دیا۔اورصرف قومی مطالبات پر زور دیا۔ آپ سری نگر میں State Subject Protection Committee کے وائس پریذیڈنٹ تھے۔ اور اسی کمیٹی کے تحت سٹیٹ سبجکٹ کمیٹی پشتنی باشندہ ریاست ہونے کی تصدیق ہوا کرتی تھی۔جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے۔طالب علمی کے زمانہ ہی سے آپ کونونہالان قوم کے سود و بہبود کا خیال تھا چنانچہ ان ایام میں کہ آپ خود بھی طالبعلم تھے۔آپ نے مستحق اور قابل امداد طلباء کی امداد کے لئے لوگوں میں چندہ کی تحریک کی۔ یہ تحریک کامیاب ہوئی اور کئی طالبعلموں کواس چندہ سے کتابوں اور فیس وغیرہ کی امداد ملتی رہی۔

آپ نے بعض اختلافات کی بناپر سیاسیات سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی تھی لیکن آئے دن کے ہنگامے اور خون خرابے اور مار پیٹ،دنگہ فساد اور مسلمانوں کے لئے قید و بند اوران کی بے حرمتی کے واقعات آپ کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکے۔آخر اپریل ۱۹۴۳ءمیں آپ نے اپنے ہم خیال دوستوں کی ترغیب وتحریک سے ایک انجمن بنام ''انجمن بہبودیٔ مسلمانان جموں وکشمیر'' قائم کی۔آپ اس انجمن کے سیکرٹری اور خواجہ غلام محمد اس کے صدر ہیں۔اس انجمن کا پہلا وفد قانون وراثت اور قانون

سزائے گاؤکشی کی تنسیخ کے علاوہ اور کئی مطالبات لے کر ریاست کے نئے وزیر اعظم راجہ سر مہاراج سنگھ سے ۱۱رمئی ۱۹۴۳ء کو بمقام سرینگر ملا۔اور انہیں یقین دلایا کہ انہیں ریاست میں کسی قسم کی پارٹی بازی سے کوئی تعلق نہیں اور یہ انجمن دونوں کانفرنسوں کے جھگڑوں سے بالکل الگ رہے گی‘‘۔[275]

جیسا کہ تاریخ احمدیت جلد پنجم (طبع دوم صفحہ ۴۳۰۔۴۳۱) میں ذکر آ چکا ہے ۲۵رجولائی ۱۹۳۱ء کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم ہوئی تو خواجہ غلام نبی گلکار صاحب نے اس کے پروگرام کو اندرون ریاست کامیاب بنانے میں شاندار خدمات انجام دیں۔ڈوگرہ حکومت کے ظلم واستبداد کے خلاف پہلی آواز بلند کی اور پہلے سیاسی قیدی کا اعزاز آپ کے حصہ میں آیا۔ظالم وجابر ڈوگرہ حکومت نے آپ کی تحریک آزادی کی پاداش میں چھ ماہ قید و بند کی آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا۔جیل میں آپ کو سخت اذیتیں دی گئیں مگر آپ نے باطل کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا اور پہلے سے بڑھ کر منزل آزادی کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

۱۹۳۶ء میں جبکہ آپ جماعت احمدیہ سرینگر کے پریذیڈنٹ تھے آپ نے ۲؍اکتوبر کو لارڈ لنلتھگو (Lord Linlithgow) وائسرائے ہند کو ان کے دورہ کشمیر کے موقع پر قبر مسیح دیکھنے کی دعوت دی اور اس سلسلہ میں مکتوب بھی لکھا۔وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری کی جانب سے ایک جوابی خط بھی لکھا گیا جس میں ہز ایکسی لینسی وائسرائے کی مصروفیت کی بناء پر نہ آنے کے لئے معذرت کی گئی۔[276]

مجلس مشاورت قادیان (منعقدہ ۳۰۔۳۱مارچ یکم اپریل ۱۹۴۵ء) میں خواجہ صاحب نے جماعت احمدیہ کشمیر کی نمائندگی کرتے ہوئے جماعتی تبلیغ کو کشمیر میں تیز کرنے کے حوالہ سے حضرت مصلح موعود کے حضور عرض کیا:۔

’’کشمیر کا مرکز ایک اہم مرکز ہے۔ ہندوستان کیلئے بھی اور یورپ کیلئے بھی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس قدر کتابیں لکھی ہیں۔ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ قرار دیا ہے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے۔ ہندوستان سے، یورپ سے، امریکہ سے، انگلستان سے اور بہت سے دوسرے ممالک سے ہزاروں کی تعداد میں عیسائی لوگ کشمیر میں آتے ہیں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان تک یہ بات پہنچائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں دفن ہیں۔ہم سمجھتے ہیں اگر یہ کام کر لیا جائے تو بہت بڑا کام ہے۔کشمیر ایک ایسے مقام پر واقع ہے جو دنیا کی بڑی بڑی تین سلطنتوں کو ملا رہا ہے۔ایک طرف چین ہے۔دوسری طرف روس ہے اور تیسری طرف

ہندوستان ہے۔روس کے آٹھ کروڑ اور ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمان یہاں جمع ہو سکتے ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ کشمیر کو بھی مرکز بنایا جائے۔اس کے علاوہ کشمیری قوم ایک ایسی قوم ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اُس نے پلٹا کھایا یکلخت ہی کھایا۔ جب ہندو ہوئے یکلخت ہوئے۔ جب مسلمان ہوئے یکلخت ہوئے۔ جب یہ احمدی ہوں گے تو انشاء اللہ یکلخت ہی ہوں گے۔اس لئے ضروری ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔کشمیر میں جب تحریک ہوئی اس وقت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کشمیر کمیٹی کے صدر تھے۔اُس وقت سے بچہ بچہ آپ کو جانتا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تک تبلیغ پہنچائی جائے۔ میں بزرگان دین سے اور حضور سے درخواست کرتا ہوں کہ کشمیر کی طرف توجہ دے کر اس مرکز کو مضبوط کیا جائے''۔[277]

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اس اہم تجویز کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ہدایت فرمائی:۔

''کشمیر کے متعلق ایک دوست نے جو تجویز پیش کی ہے میرے نزدیک اُس کا خیال رکھنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں آئندہ سال کے پروگرام میں کشمیر کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے وہ واقعہ میں مرکز ہے بہت سے راستوں کا اور ہم کشمیر میں اپنا مرکز قائم کر کے چین وغیرہ کی طرف اپنی تبلیغ کو پھیلا سکتے ہیں''۔[278]

خواجہ غلام نبی گلکار تحریک آزادی کشمیر کے بانی تھے اور عہد شباب سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک آپ خطہ کشمیر کی آزادی کے لئے سرتاپا جہاد بنے رہے۔

جون ۱۹۴۴ء میں حکومت کشمیر کی طرف سے سرگنگا ناتھ چیف جسٹس کشمیر کی زیرصدارت ایک شاہی تحقیقاتی کمیشن قائم کیا گیا تا ریاست کا آئندہ آئین و نظام اس طرز پر ڈھالا جاسکے کہ ریاست کے مختلف فرقے یکساں طور پر زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی کر سکیں۔اس کمیشن میں مسلمانان کشمیر کی نمائندگی خواجہ غلام نبی صاحب گلکار جنرل سیکرٹری مسلم ویلفیئر ایسوسی ایشن کے علاوہ چوہدری عبدالواحد صاحب مدیراعلیٰ ''اصلاح'' سرینگر وامیر جماعت ہائے احمدیہ کشمیر اور خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ڈار سرپنچ پنچائت ناسنور (آسنور) نے کی۔

وسط ۱۹۴۴ء میں قائداعظم محمد علی جناح کشمیر میں قیام پذیر تھے۔انہی ایام میں ایسوسی ایشن کا ایک وفد جو خواجہ غلام نبی صاحب گلکار اور خواجہ عبدالغفار صاحب ڈار مدیر ''اصلاح'' سرینگر پر مشتمل تھا ۱۹ مئی ۱۹۴۴ء کو قائداعظم سے ان کی رہائش گاہ پر ملا اور سیاست کشمیر پر گفتگو کی۔خواجہ صاحب کے

بیان کے مطابق دوسرے روز چوہدری غلام عباس خان صاحب اور مسلم کانفرنس کے دوسرے کارکنوں نے بتایا کہ قائداعظم آپ (یعنی گلکار صاحب) کی بہت تعریف کرتے تھے اور ان کی نظر کشمیر کی لیڈرشپ کے لئے آپ پر لگی ہوئی ہے۔

پھر تقسیم پاک و ہند کے وقت ۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پہلی جمہوریہ آزاد جموں وکشمیر حکومت معرضِ وجود میں آئی۔بعض سیاسی مصلحتوں کی بناء پر آپ (یعنی خواجہ غلام نبی گلکار) کا مخفی نام انور تجویز کیا گیا اور اسی نام سے سب سے پہلے ڈوگرہ حکمران مہاراجہ ہری سنگھ کی معزولی کا فرمان جاری ہوا تھا، جس کا مسودہ خود گلکار صاحب کے ہاتھ سے لکھا گیا۔ یہ فرمان کشمیری کارکنوں کی میٹنگ منعقدہ پیرس ہوٹل صدرراولپنڈی میں منظور ہوا تھا اور پریس کو برائے اشاعت دیا گیا تھا۔اس فرمان میں اعلان کیا گیا تھا کہ ۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء سے مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ کو معزول کر دیا گیا ہے اور عارضی جمہوریہ کشمیر کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔اب آئندہ اسی نئی جمہوری آزاد حکومت کے احکام وہدایات واجب العمل ہوں گے۔

اسی سلسلہ میں ۵؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پرشین ہاؤس صدرراولپنڈی کے اندرونی بالائی حصہ میں ایک اور میٹنگ منعقد ہوئی جس میں سو کے قریب کشمیری شریک ہوئے تھے۔اس میٹنگ میں وعدہ لیا گیا تھا کہ ۴؍اکتوبر کی نئی آزاد گورنمنٹ کی پوری مدد اور حمایت کی جائے گی۔[279]

چنانچہ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے ۸؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کے شمارہ میں درج ذیل الفاظ میں اس نوزائیدہ حکومت کی خبر شائع کی۔

’’ریاست کشمیر کے لئے عارضی جمہوریہ حکومت کا قیام بمقام مظفرآباد پاکستان کی سرحد سے ۲۰ میل دور عمل میں لایا گیا ہے۔ بمطابق اس تار کے جو سنیچر وار رات کے وقت (۴؍اکتوبر) راولپنڈی سے موصول ہوئی ہے۔ یہ اعلان جو مسٹر انور کے دستخط سے جاری ہوا ہے اپنے تئیں صدر عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر بیان کرتے ہیں۔(تار میں درج ہے)۔ برطانیہ کا اقتدار اعلیٰ ختم ہونے کے ساتھ ہی کشمیر کے حکمران خاندان کے وہ تمام حقوق زائل ہوگئے ہیں جن کا بیعنامہ امرتسر کی بناء پر وہ دعویٰ کرتا تھا۔جس کے تحت برطانیہ نے کشمیر کو گلاب سنگھ کے ہاتھوں بعوض معمولی رقم مبلغ ۵۰ لاکھ (جو ۷۵ لاکھ نانک شاہی کے برابر ہیں) منتقل کر دیا تھا۔گلاب سنگھ موجودہ مہاراجہ ہری سنگھ کا جدامجد تھا۔

ریاستی عوام مظفرآباد کو ہیڈ کوارٹر بنا کر عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر کا قیام عمل میں لائی۔اعلان میں بتایا گیا ہے کہ ۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء ایک بجے رات کے بعد ہری سنگھ موجودہ حکمران یا کوئی اور شخص جو کہ اس

کے احکام یا ہدایات کے تحت ریاست پر حکمرانی کا دعویٰ کرے، اسے عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر کے قوانین کے تحت سزا دی جائے گی۔ آج سے تمام قوانین، احکامات اور ہدایات جو عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر کی جانب سے شائع اور جاری ہوں گے، عوام کا فرض ہے کہ وہ ان احکام کی تعمیل اوران کا احترام کریں۔ مسٹر انور کشمیر مسلم کانفرنس کے ممتاز ممبر ہیں جس مسلم کانفرنس کے پریذیڈنٹ چوہدری عباس اور جنرل سیکرٹری آغا شوکت علی ہیں جو ایک سال سے بحکم کشمیر گورنمنٹ محبوس ہیں''۔[280]

اسی روز اخبار لائٹ لاہور نے ۸/اکتوبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں حسب ذیل خبر شائع کی۔

''ہم پریس میں جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ کشمیر سے یہ خوشخبری آئی کہ کشمیر کے عوام نے ریاست کشمیر کی خودمختاری کا اعلان کر دیا ہے اور عارضی حکومت کا قیام بمقام مظفرآباد عمل میں لایا گیا ہے۔ خودمختاری کے اعلان میں بتایا گیا ہے کہ ہری سنگھ کا راج ۱۵/اگست (مطابق قانون آزادی ہند) ختم ہوا۔ اسے کوئی اخلاقی، قانونی اور مذہبی حق نہیں ہے کہ وہ ریاست کے عوام کی مرضی کے خلاف حکمرانی کرے۔ اس کے نتیجہ میں اسے معزول کیا جاتا ہے اور ۴/اکتوبر ۱۹۴۷ء سے اس پر عمل درآمد ہوگا۔

اعلان میں مزید یہ بتایا گیا ہے کہ تمام وزراء اور عہدیدار ملازمین پر فرض عائد ہوتا ہے کہ عارضی جمہوریہ کشمیر کے احکامات وہدایات کی پوری پوری پابندی کریں۔ جو کوئی اس قائم کردہ آئینی حکومت کی خلاف ورزی کرے گا یا کسی رنگ میں معزول شدہ غاصب مہاراجہ کی امداد یا حوصلہ افزائی کرے گا وہ بغاوت کے مترادف ہوگا۔ اسے مناسب سزا دی جائے گی''۔[281]

یہی خبر اخبار لندن ٹائمز میں بھی چھپی جس کا عنوان یہ تھا "Anwar Kicked Hari Singh" انور نے (مہاراجہ) ہری سنگھ کو معزول کر دیا۔[282]

جن جن اخبارات میں یہ تاریخی اعلان شائع ہوا، سرینگر مقبوضہ کشمیر کے عوام نے کثرت سے ان کی کاپیاں منگوا کر دفاتر اور عدالتوں کے دروازوں پر چسپاں کر دیں۔ ان میں سول اینڈ ملٹری گزٹ اور لائٹ لاہور کی مذکورہ اعلانات والی کاپیاں خاص طور پر منگوا کر چسپاں کر دی گئیں جس سے ملک میں عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر کے قدم مضبوط ہوتے گئے۔ اس طرح نامساعد حالات میں جیسے بھی ممکن ہو سکا کشمیری عوام نے ۴/اکتوبر والی حکومت کے قیام پر خوشی کا اظہار کیا۔

پنڈت پریم ناتھ بزاز نے اپنی کتاب ''The History of Struggle for Freedom in Kashmir (تاریخ جدوجہد آزادیٔ کشمیر) میں ۴/اکتوبر ۱۹۴۷ء کے اعلان کو

سول اینڈ ملٹری گزٹ اور لائٹ لاہور کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور پھر اسے تاریخی اعلان قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

’’یہ تاریخی اعلان ریڈیو پاکستان سے نشر کیا گیا جسے باشندگان کشمیر نے پُر جوش جذبات سے سنا‘‘۔[283]

امور کشمیر پریس کومنٹس نمبر ۳۶ کے مطابق ایک خبر ’’ہری سنگھ کا فراڈ‘‘ کے عنوان سے اخبارات کو بھیجی گئی تھی۔ اس میں لکھا گیا تھا:۔

’’ہندوستان کی تقسیم کے بعد ۴؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو (ریاستی) عوام نے مہاراجہ (ہری سنگھ) کو باضابطہ طور پر معزول کر دیا اور اس کی جگہ ایک عارضی (جمہوریہ) حکومت قائم کی اور اس کی تشہیر اہل ریاست نے دور دراز علاقوں تک کی کہ انہوں نے ڈوگرہ (مطلق العنان) حکمران کو معزول کر دیا ہے‘‘۔[284]

آزاد کشمیر کی حکومت کے ابتدائی حالات کے متعلق سردار گل احمد خاں کوثر سابق چیف پبلسٹی آفیسر جمہوریہ حکومت کشمیر کا بیان ہے کہ یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جونا گڑھ میں عارضی حکومت کا اعلان کیا گیا اور نواب جونا گڑھ کو معزول کیا گیا۔ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے دیکھا کہ یہی وقت کشمیریوں کی آزادی کا ہے تو آپ نے کشمیری لیڈروں اور ورکروں کو بلایا میٹنگ میں فیصلہ ہوا کہ مفتی اعظم ضیاء الدین صاحب کو صدر جمہوریہ کشمیر بنایا جائے مگر انہوں نے انکار کیا۔ پھر ایک اور نوجوان قادری صاحب سے کہا گیا۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ آخر میں قرعہ خواجہ غلام نبی صاحب گلکار کے نام پڑا۔......ریڈیو سے ۴، ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پے درپے عارضی حکومت کشمیر کا اعلان ہوتا رہا۔ خواجہ انور صاحب بانی صدر ۶؍ اکتوبر کو راولپنڈی سے روانہ ہوئے تو انہیں عبدالرحیم درانی ملے جنہیں آپ نے ڈیفنس سیکرٹری مقرر کیا اور کشمیر چھوڑنے کو کہا۔ خواجہ غلام دین صاحب وانی کو بھی مظفر آباد چھوڑنے کا کہا اور ان دونوں صاحبان کو فوری لاہور مرزا صاحب کے پاس جانے کو کہا گیا۔ ۴؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو یہ فیصلہ بھی ہوا تھا کہ وزیر مالیات سید نذیر حسین شاہ صاحب، وزیر دفاع مولوی غلام حیدر صاحب جنڈالوی، راقم الحروف اور دیگر لیڈران تحریک جناب مرزا صاحب کی خدمت میں لاہور پہنچ جائیں گے اور مشورہ کریں گے کیونکہ اس وقت حالت یہ تھی کہ مغربی پاکستان اور کشمیر کی آزادی دونوں خطرے میں نظر آرہی تھیں اور عارضی حکومت کا اعلان اخبارات میں چھپ چکا تھا۔ مگر ان مذکورہ بالا آدمیوں کے سوا کسی کو علم نہ تھا کہ یہ اعلان کس نے کیا اور کیسے ہوا؟

سردار گل احمد خان صاحب کے مندرجہ ذیل بیان کی تائید و تصدیق متعدد ذرائع سے ہوتی ہے۔ چنانچہ مسٹر ریڈی نے انہی دنوں پاکستان سے ہندوستان میں پہنچنے کے بعد ''پاکستان کا بھانڈا چوراہے پر'' نامی ایک کتابچہ شائع کیا جس میں لکھا کہ ''آزاد کشمیر کا قیام مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کے دماغ کا نتیجہ ہے جس کا پروگرام انہوں نے رتن باغ لاہور میں بنایا تھا۔ ۴؍ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حکومت آزاد کشمیر کا قیام دراصل اس پروگرام کا ابتدائی قدم تھا۔'' [285]

خواجہ گلکار صاحب کو ابتدا ہی سے احمدیت اور اس کی اشاعت و استحکام سے گہری دلچسپی رہی۔ ۲۰؍ اگست ۱۹۴۹ء کو آپ وصیت کر کے اس آسمانی نظام سے وابستہ ہوئے۔

آپ نے ۱۹۵۲ء میں اخبار ''ہمارا کشمیر'' جاری کیا جو ٹھوس معلوماتی اور انقلابی مضامین کا مرقّع تھا۔ آپ نے ایک محقق کی حیثیت سے کشمیری قبائل کی وجہ تسمیہ کے بارے میں خاصا مواد جمع کیا۔ آپ اپنی تحقیقات کو کافی حد تک ایک مسودے کی شکل میں مرتب کر چکے تھے کہ پیغام اجل آ پہنچا۔ آپ کے قلم سے ''آزاد کشمیر'' کے نام سے ایک پمفلٹ شائع شدہ ہے جس سے کشمیر کے متعلق آپ کے دلی جذبات کی عکاسی ہوتی ہے۔

۱۹۳۱ء میں خانقاہ معلّٰی سری نگر کے جلسہ عام میں آپ کو ''معمار ملّت'' کے خطاب سے نوازا گیا۔ [286] اور مفتیٔ کشمیر مفتی ضیاء الدین صاحب ضیاء نے آپ کے سری نگر سنٹرل جیل سے رہا ہو کر پاکستان پہنچنے پر ایک استقبالیہ نظم کہی جس میں آپ کو ''فخر ملک کشمیر'' قرار دیا۔ [287] آپ کو حق تعالیٰ نے بہترین دماغ اور مدبرانہ صلاحیتوں سے فیاضانہ حصہ عطا فرمایا تھا جن کو آپ نے ملک و ملت کی سربلندی کے لئے وقف رکھا اور آخر دم تک آپ آزادی کشمیر کے پُر جوش علمبردار رہے۔ آپ کی زبردست خواہش اور دلی تمنا تھی ''ریاست جموں و کشمیر مکمل آزاد رہے اور دنیا کی متمدن اور ترقی یافتہ ممالک کی طرح پھلے پھولے اور ترقی کرے اور ریاستی عوام دیگر معزز اور آزاد قوموں کے صف میں شمار ہوں''۔ [288]

آزادی کشمیر کی کوئی تاریخ آپ کے نام اور کام کے بغیر مکمل نہیں قرار دی جاسکتی۔ کشمیری قوم کے لئے آپ کی خدمات ہمیشہ سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔

خواجہ غلام نبی صاحب گلکار کے ناقابل فراموش کارناموں کا ذکر مغربی مورّخ لارڈ برڈ وُڈ (Lord Birdwood) نے اپنی کتاب ''دو قومیں اور کشمیر'' (Two Nations and

(The Kashmir میں اور جناب پریم ناتھ بزاز صاحب نے ''تاریخ جدوجہد آزادی کشمیر'' (History of Struggle for Freedom in Kashmir) میں اور عزت مآب جناب جسٹس محمد یوسف صراف صاحب نے اپنی ضخیم تصنیف Kashmiris Fight for Freedom میں کیا ہے۔

وفات پر کشمیری حلقوں کا خراج تحسین

خواجہ غلام نبی صاحب گلکار کی وفات پر چوٹی کے کشمیری حلقوں کی طرف سے اظہار تعزیت کیا گیا اور آپ کو خراج تحسین ادا کیا گیا۔ چنانچہ ہفت روزہ ''انصاف'' راولپنڈی نے ۲۶؍جولائی ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں لکھا:۔

''خواجہ غلام نبی گلکار انور جو تحریک آزادیٔ کشمیر کے بانیوں میں سے ہیں ۱۷؍جولائی ۱۹۷۳ء کو مولائے حقیقی سے جا ملے۔

گلکار صاحب کی وفات کو کشمیری حلقوں میں گہرے رنج وغم سے سنا گیا۔ ۱۸؍جولائی کو جب ان کی وفات کی خبر مظفر آباد پہنچی تو تمام حلقوں میں جو گلکار صاحب کی قومی قربانیوں سے واقف تھے صفِ ماتم بچھ گئی۔ اسی دن گیارہ بجے پروگرام کے مطابق صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان کی صدارت میں آزاد جموں وکشمیر کے ایڈیٹروں کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں بیس مدیران جرائد موجود تھے اس میں میر عبدالعزیز مدیر ''انصاف'' کی تجویز پر حسب ذیل قرارداد پیش ہوئی جو جناب صدر کی صدارت میں باتفاق رائے منظور ہوئی، قرارداد یہ ہے۔

جموں وکشمیر کے مدیران جرائد کا یہ اجلاس خواجہ غلام نبی گلکار سابق ایڈیٹر روزنامہ ''ہمارا کشمیر'' سابق صدر جموں وکشمیر ایڈیٹرز کانفرنس کی وفات پر رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ ابتدائے تحریک حریت سے خواجہ غلام نبی گلکار نے آزادیٔ کشمیر کے لئے جو قربانیاں دی ہیں ان کے پیش نظر ان کی وفات ایک عظیم قومی نقصان ہے۔ اجلاس مرحوم کے لواحقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

گلکار صاحب کی وفات پر سردار محمد ابراہیم صدر جموں وکشمیر مسلم کانفرنس نے ایک بیان میں مرحوم کی قربانیوں کا ذکر کیا اور ان کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کیا۔ اسی طرح مسلم کانفرنس کے نائب صدر خواجہ محمد امین مختار نے ایک بیان میں مرحوم کی قربانیوں کو سراہا۔

آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے مرکز کے سیکرٹری سید عنایت اللہ شاہ رعنا راجوروی نے ایک بیان میں کہا کہ جولائی کا مہینہ جہاں تحریک آزادیٔ کشمیر میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اوراس سے آزادی کی بہت سی یادیں وابستہ ہیں اس سال اس نے ہمارے کئی ساتھیوں کو ہم سے جدا کر دیا جن کا ۱۳؍جولائی ۱۹۳۱ء سے براہ راست واسطہ تھا۔ان میں ممتاز مذہبی اور سیاسی راہنما پیر سید مقبول گیلانی اور خواجہ غلام نبی گلکار ۱۳؍جولائی کے واقعہ میں پہلے سیاسی قیدی تھے شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ، اور پیر صاحب نے شہدائے ۱۳؍جولائی کی تدفین میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا تھا۔اسی ہفتہ میں آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن ڈاکٹر عبدالرحمٰن کوٹلی بھی ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے ان دوستوں اور بزرگوں کی جدائی کا بے حد افسوس ہے۔میری دعا ہے کہ خداوند کریم مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اوران کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔آمین

خواجہ غلام نبی گلکار اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن کے ساتھ ایک عرصہ تک یہاں جماعت میں کام کرنے کا موقع میسر رہا اسی دوران پھر نظریاتی اختلاف کی وجہ سے گلکار صاحب مسلم کانفرنس سے الگ ہو گئے مگر محبت اور رواداری میں کبھی بھی فرق نہ آنے دیا۔موت سے کس کو رستگاری ہے۔

پیر علی جان شاہ ایم ایل اے صدر آزاد کشمیر پیپلز پارٹی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ’’مجھے محترم جناب گلکار کی وفات سے سخت صدمہ ہوا۔وطن کی آزادی کا شیدائی اور طویل جدوجہد کا ایک عظیم سپاہی ہم سے جدا ہو گیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔کس قدر بے غرض اور بے نیاز انسان تھا۔اللہ تعالیٰ مغفرت کرے‘‘۔

کشمیر کلچرل سنٹر کے صدر خواجہ غلام دین وانی اور سیکرٹری میر عبدالعزیز نے ایک مشترکہ بیان میں مرحوم کی قربانیوں کو سراہا اور ان کے لواحقین سے ہمدردی کا اظہار کیا۔پیپلز پارٹی مظفر آباد کے ممبر خواجہ غلام رسول یاتھ نے ان کو خراج عقیدت پیش کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مسٹر ظہور نقوی ایڈووکیٹ، شیخ عبدالحی ایڈووکیٹ، مشتاق احمد فاروق ایڈووکیٹ مظفر آباد سے اور مسٹر کلیم اختر نے بذریعہ تار گلکار صاحب کے اہل خانہ سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

۲۰؍جولائی کو جموں وکشمیر حریت پارٹی کا ایک اجلاس سینئر نائب صدر ڈاکٹر سید مہر حسین شاہ کی صدارت میں ہوا جس میں پیر سید مقبول شاہ گیلانی اور خواجہ غلام نبی گلکار کو خراج عقیدت پیش کیا گیا

اوران کی قومی خدمات کوسراہا گیا۔آزاد کشمیر ریڈیو تراڑکھل سے خواجہ غلام دین وانی سابق وزیر مال آزادکشمیرنے گلکارصاحب کی زندگی اورقربانیوں پرتقریرنشرکی۔

لاہور سے پیرزادہ عبدالحفیظ مانسبلی رکن مجلس عاملہ محاذ رائے شماری نے ایک بیان میں لکھا کہ مخلص اورخوددارر ہنماغلام نبی گلکارانور کی وفات پر ہرآنکھ اشکبار ہے۔آپ نے حکومت پاکستان سے اپیل کی کہ مرحوم کی بیوہ اورسوگوار بھائی کا جب تک وطن واپس جانے کا بندوبست نہیں ہوتا ان کومعقول ماہوارالاؤنس دیاجائے۔

خواجہ غلام قادرسوپوری نے ایک بیان میں کہاہے کہ گلکارصاحب کوان کی قربانیوں کے پیش نظر تاریخ ہمیشہ کشمیر کے مجاہداوّل کے نام سے پکارے گی۔ وہ ہر نئے مکتب فکر کے مؤذّن تھے۔اس کا واحدمقصد کشمیریوں کی آزادی اورکشمیرکی عظمت تھا۔

آپ نے کہا کہ سرحد کے ریفرنڈم میں ۴۶ء میں گلکارصاحب کی خدمات یادگاررہیں گی۔اناللہ و انا الیہ راجعون۔

لبریشن لیگ نے منظورالحق ڈار کی صدارت میں ایک تعزیتی اجلاس منعقدکیا۔محاذ رائے شماری (مقبول گروپ) کے صدر خواجہ مقبول بٹ، خواجہ غلام محمد لون،ڈاکٹر فاروق حیدر، خواجہ عبدالخالق انصاری انورصاحب کی وفات کے دن ہی ان کے گھر آئے اوراظہارتعزیت کیا۔محاذ کے ایک نمائندہ خواجہ عبدالرشید جنازہ کے ساتھ ربوہ بھی گئے۔مرحوم کے لواحقین کے علاوہ خواجہ عبدالغفار ڈار سابق مدیر''اصلاح'' سری نگربھی گئے تھے۔[289]

☆ مؤرخ کشمیر جناب کلیم اختر صاحب نے''تحریک آزادی کشمیر کا ایک نامور رہنما'' کے عنوان سے روزنامہ مساوات ۲۸؍جولائی ۱۹۷۳ء کے صفحہ۴ پر آپ کی تصویر کے ساتھ حسب ذیل مضمون سپردقلم فرمایا:۔

''تحریک حریت کشمیر'' سے دلچسپی اور ہمدردی رکھنے والے حلقوں میں یہ خبرنہایت رنج والم کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ گذشتہ دنوں تحریک آزادیٔ کشمیر کے ایک ممتاز رہنما خواجہ غلام نبی گلکارانور راولپنڈی میں انتقال فرما گئے،اناللہ وانا الیہ راجعون۔اور یوں ریاستی عوام ایک ایسے انسان کی قومی اورملی خدمات سے محروم ہو گئے ہیں جو پوری نصف صدی تک ڈوگرہ اور بھارتی سامراج کی کلفتوں کے خلاف نبردآزمارہااورمیدان عمل میں بھی ڈٹا رہا۔

خواجہ غلام نبی گلکار کا شمار ریاست کے ان چند اوّلین انسانوں میں ہوتا ہے جنہوں نے خفتہ بخت کشمیریوں کو بیدار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا اور ڈوگرہ حکمران کی چیرہ دستیوں کو للکارا، خواجہ غلام نبی گلکار کے رفقاء کار میں شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ، چودھری غلام عباس مرحوم، سردار گوہر الرحمٰن لودھی، میر واعظ مولوی محمد یوسف شاہ مرحوم، مستری یعقوب علی مرحوم، خواجہ عبدالرحیم اور شیخ عبدالحمید وکیل شامل تھے۔اب اس قافلہ حریت میں حد متارکہ جنگ کے اس پار صرف شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ بقید حیات ہیں اور ادھر پاکستان میں سردار گوہر الرحمٰن خاں لودھی، شیخ عبدالحمید وکیل اور خواجہ عبدالرحیم غریب الدیاری کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

خواجہ غلام نبی گلکار انور نہ صرف کہ ''فتح کدل ریڈنگ روم'' کے بانیوں میں سے تھے بلکہ حکومت آزاد کشمیر کے بانی ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔انہوں نے اسی دور میں آزادی کی تحریک جاری کی جب شیخ محمد عبداللہ اور چودھری غلام عباس ایسے ممتاز رہنما تعلیم حاصل کر رہے تھے۔خواجہ غلام نبی گلکار نے آل کشمیر مسلم سوشل اپ لفٹ ایسوسی ایشن قائم کی۔ پھر ''ریڈنگ روم'' کا قیام عمل میں لایا گیا، اسی پارٹی کے صدر شیخ محمد عبداللہ اور جنرل سیکرٹری خواجہ غلام نبی گلکار مرحوم تھے۔

۱۹۳۱ء میں تحریک میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا اور یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۹۳۱ء کا پہلا سیاسی قیدی ہونے کی سعادت خواجہ صاحب مرحوم کو ہی حاصل تھی۔ان کی گرفتاری پر کشمیر میں ۱۹ دن تک مسلسل اور مکمل ہڑتال رہی۔خواجہ صاحب نہ صرف کہ ایک سیاسی رہنما تھے بلکہ مزدور پیشہ عوام کے ساتھی بھی تھے۔انہوں نے بھی ریاست میں لیبر یونین کی بنیاد رکھی۔آپ کو ڈوگرہ حکومت نے کئی بار پابند سلاسل بنایا مگر ان کے پایۂ استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔کئی بار حکومت نے لالچ کی ترغیب دی مگر کشمیر کا یہ ایثار پیشہ انسان اپنی راہ سے نہ ہٹا۔۱۹۳۱ء میں آپ نے جامع مسجد سری نگر میں ایک مجاہدانہ وصیت کی۔ یہ وصیت ابھی تک اسی عہد کے اخبارات میں محفوظ ہے۔

خواجہ گلکار نے کہا تھا کہ ''اگر میں مر جاؤں یا مارا جاؤں تو میری لاش کو بجائے قبرستان کے کسی ایسے چوراہے پر دفن کر دیا جائے جو آزادی ملنے کے بعد مجاہدین آزادئ کشمیر کا گزرگاہ ہوتا کہ ان کے گزرنے اور چلنے کی آواز سے میری روح کو تسکین ہو''۔

۱۹۳۱ء سے لے کر ۱۹۴۹ء تک ڈوگرہ حکومت نے آپ کو چھ بار قید کیا۔آپ کا تعلق جموں وکشمیر مسلم کانفرنس سے تھا۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں گو آپ آزاد امیدوار کی حیثیت سے اسمبلی کے انتخاب میں

کھڑے ہوئے۔مگر آپ نے ہمیشہ مسلم کانفرنس کا ساتھ دیا۔ جب ڈوگرہ حکومت نے کانگریس سے ساز باز کر کے جموں وکشمیر پر قبضہ کرنے کا منصوبہ تراشا تو آپ نے ۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو عارضی جمہوریہ آزاد جموں وکشمیر حکومت کے قیام کا اعلان کر کے مہاراجہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی اوراس بات پر تمام مؤرخین کشمیر اور مبصرین متفق ہیں کہ آزاد کشمیر حکومت کے بانی خواجہ غلام نبی گلکار انور تھے۔

پاکستان سے محبت

خواجہ غلام نبی گلکار کو پاکستان سے بے حد محبت تھی،آپ نے صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے موقع پر پاکستان کی حمایت میں زبردست پراپیگنڈا کیا اور قیام پاکستان کے بعد ریاست میں تحریک پاکستان اورالحاق پاکستان کے لئے شب و روز کام کیا۔آپ کو حکومتِ پاکستان نے جنگی قیدیوں کے تبادلہ میں ڈوگرہ حکومت سے واپس لیا کیونکہ آزاد کشمیر کی انڈر گراؤنڈ حکومت قائم کرنے کے بعد آپ مقبوضہ علاقہ میں چلے گئے تھے جہاں بھارتی حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا تھا۔

آپ جہاں ایک سیاسی رہنما تھے وہاں اردو،انگریزی اور کشمیری زبانوں کے ادیب اور شاعر بھی تھے،۱۹۵۲ء میں آپ نے ''ہمارا کشمیر'' کے نام سے ایک اخبار نکالا۔اس اخبار کا داخلہ مقبوضہ کشمیر میں بند تھا،آپ نے پاکستان میں آزاد کشمیر ری پبلکن پارٹی قائم کی اور کشمیر متحدہ محاذ بھی قائم کیا۔ ۱۳؍جولائی ۱۹۵۹ء کو حکومت پاکستان نے انہیں پاکستان سیکیورٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا۔ یہ اسیری چھ ماہ تک رہی۔آپ اعلیٰ پائے کے خطیب و ادیب تھے۔تحقیقی مضامین سے خاص شغف تھا، کشمیری زبان کی تاریخ پر پُرمغز مقالات تحریر کئے جو شائع ہو چکے ہیں،کئی مسودات غیر مطبوعہ پڑے ہوئے ہیں۔مؤرخ کشمیر مولانا محمد الدین فوق مرحوم، پنڈت پریم ناتھ بزاز اور میر عبدالعزیز نے ان کی قومی وملی خدمات کو سراہا ہے،انہیں ریاست کا صف اول کا رہنما قرار دیا ہے۔

مفتی ضیاءالدین مرحوم (مفتی اعظم کشمیر) نے اپنی فارسی کتاب تاریخ حریت کشمیر میں خواجہ غلام نبی گلکار انور کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

دریں دور مردیکہ گلکار ہست
برائے وطن بسکہ غم خوار ہست''

☆ جناب مشتاق احمد فاروق صاحب ایڈووکیٹ مظفر آباد کے قلم سے ''لاہور'' ۶؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۵ پر حسب ذیل نوٹ شائع ہوا:۔

”سپہ سالار اوّل کی وفات“

اگلے دن اچانک خواجہ غلام نبی گلکار کی وفات حسرتِ آیات کی جانکاہ خبر سنتے ہی مَیں دم بخود سا ہو گیا۔اور میرے ذہنی اعصاب پر فورِ ملال ویاس کے باعث ایک تکلیف دہ قسم کی سراسیمگی طاری ہوگئی۔

خواجہ غلام نبی گلکار تاریخ آزادیٔ کشمیر کا ایک عظیم باب تھے۔اس دنیا کے ریگزار میں ان کی مثال اُس اونٹ کی سی تھی جسے ہر موڑ پر کانٹے چبھتے رہے ہوں مگر اس کی پشت پر درویشی، حب الوطنی، انسانی عظمت، رواداری اور محبت کے پھولوں کی وہ ٹوکری لدی ہوئی تھی جس نے ان کے اردگرد بے شمار تحریکوں کے گلزار کھلا رکھے تھے جن کی خوشبوئیں آج بھی مشامِ جان کو معطر کر رہی ہیں۔

میں رو کناتھ مندر مڈل سکول کی چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا۔اسلامیہ کالج لاہور کا یہ تیز طرار طالبعلم سوٹ پہنے اور سر پر گلابی رنگ کی پگڑی باندھے (جس کا طُرّہ بھی بڑا پُرشکوہ ہوتا تھا) ایک نئی سائیکل پر سوار ہمارے گھر والد محترم کے درسِ قرآن کریم میں شامل ہوا کرتا تھا۔بعد میں اُس نے دیگر تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ملا کر ”ریڈنگ روم“ کا اجراء کیا جو تحریک آزادیٔ کشمیر کا نقطۂ آغاز تھا۔وہ مجھے اکثر اپنے سائیکل پر بٹھا کر سیر کراتا۔اُس کے یہ ولولہ انگیز الفاظ آج بھی میرے کانوں میں اُسی طرح گونج رہے ہیں:۔

”اسلام کسی غیر مسلم راجے مہاراجے کی حکومت کو نہیں مانتا۔ہمارے بزرگ بڑے بہادر تھے۔ تمہارا باپ بہادر بھی ہے، عالمِ دین بھی۔تم بھی بہادر بنو۔ہری سنگھ کو نکال کر یہاں ہم حکومت کریں گے“۔

☆ تحریک آزادی کشمیر کے ایک ممتاز مجاہد جناب چوہدری ظہور احمد صاحب مصنف ”کشمیر کی کہانی“ نے جناب گلکار صاحب کے انتقال پر ایک نوٹ سپردِ قلم فرمایا جس میں ان کی خدمات جلیلہ کو نہایت شاندار الفاظ میں سراہا۔[290]

فضل عمر درس القرآن کلاس

اس سال ساتویں فضل عمر درس القرآن کلاس ۲۸؍جولائی سے شروع ہو کر ۱۷؍اگست ۱۹۷۳ء تک جاری رہی۔کلاس کے دوران یہ بات بشدت محسوس کی گئی کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سفر یورپ کے باعث اس کلاس میں رونق افروز نہ ہو سکے۔کلاس کا افتتاح مسجد مبارک میں صاحبزادہ

مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی نے فرمایا۔اپنی مختصر تقریر میں آپ نے کہا آج کا دن ایک بہت مبارک دن ہے جب کہ آپ قرآن عظیم کی تعلیم حاصل کرنے کی خاطر سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے اور گھر کے آرام وآسائش کو چھوڑ کر یہاں جمع ہوئے ہیں۔لہٰذا جملہ طلباء وطالبات کو پوری کوشش محنت اور لگن اور شوق کے ساتھ ان ایام میں قرآن کریم سیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہر لمحہ اس کوشش میں گذارنا چاہیے اور پھر اپنے اپنے مقامات پر واپس جا کر بھی روزانہ صبح کو باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہیے اور پھر اسے سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔[291]

کلاس کی الوداعی تقریب ایوان محمود میں منعقد ہوئی۔اختتامی خطاب خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب نے فرمایا اور اجتماعی دعا کرائی۔اس کلاس کے بعض ضروری کوائف درج ذیل ہیں:۔

۲۸؍جولائی سے ۱۷؍اگست تک اس کلاس کا سلسلہ جاری رہا۔ بارشیں بھی ہوئیں اور شدید سیلاب بھی آیا لیکن اساتذہ اور طلبہ نے بڑی ہمت کے ساتھ دیگر رفاہی کاموں کے ساتھ ساتھ اس کلاس کے نصاب کو بھی پورا کیا۔تین پارے قرآن مجید کے پڑھائے گئے۔سو احادیث کا درس دیا گیا۔ یہ سو احادیث مولانا عبدالباسط صاحب شاہد نے مرتب کیں جنہیں اصلاح وارشاد تعلیم القرآن کی طرف سے کتاب کی شکل میں شائع کر کے تمام طلبہ وطالبات میں تقسیم کیا گیا۔علاوہ ازیں عربی اسباق مولانا بشارت احمد صاحب بشیر کے مرتب کردہ طبع کروائے گئے اور باقاعدہ پڑھائے گئے۔علم کلام اور دیگر ضروری علوم کے علاوہ علماء سلسلہ میں سے مندرجہ ذیل احباب نے اس کلاس میں علمی تقاریر فرمائیں۔

۱۔مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب۔۲۔مولانا محمد اسماعیل صاحب منیر۳۔صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب۴۔مولانا عبدالمالک خان صاحب۵۔مولانا نسیم سیفی صاحب۶۔صوفی بشارت الرحمٰن صاحب۷۔مولوی دین محمد صاحب ایم اے۔۸۔شیخ نور احمد صاحب منیر۔۹۔میر مسعود احمد صاحب ۱۰۔ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جملہ انتظامات کے سلسلہ میں شروع جولائی میں نظارت اصلاح وارشاد تعلیم القرآن کی اعانت کے لئے ایک کمیٹی مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل منظور فرمائی تھی۔

۱۔مولانا عبدالمالک خان صاحب۲۔مولانا نسیم سیفی صاحب۳۔ چوہدری حمید اللہ صاحب ۴۔شیخ مبارک احمد صاحب۵۔مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر۶۔سید عبدالحی صاحب۷۔ چوہدری بشیر احمد صاحب صدر عمومی۸۔مولانا عبدالباسط شاہد صاحب۹۔ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی

عرصہ تدریس میں سیلاب کی وجہ سے اس کلاس کے نوجوانوں نے بھی خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیر ہدایت مصیبت زدگان کی امداد کی اور مختلف مقامات پر جا کر پانی میں گھرے ہوئے لوگوں کو بچایا اور ان تک خوراک پہنچائی۔افسر صاحب دارالضیافت نے ان طلباء کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مصیبت زدگان کی امداد کے لئے جفاکشی کی بہت تعریف کی ہے۔اسی دوران مسجد مہدی گول بازار میں چھت کا لنٹل ڈالنے کا موقعہ پیدا ہوا۔اور بارش کے خطرہ کی وجہ سے طلباء کی ایک بڑی تعداد نے بھی مقامی احباب کے ساتھ مل کر آدھی رات تک بڑی محنت سے یہ کام کیا۔

سیلاب زدگان کے ربوہ میں آنے کی وجہ سے ہزاروں لوگوں کے کھانے کا انتظام کرنا ضروری تھا۔اس کام میں بھی دارالضیافت میں متعدد طلبہ نے کھانا تیار کرنے میں کارکنوں کی امداد کی اور بیسیوں طالبات نے حضرت سیدہ ام امۃ المتین صاحبہ کی زیرنگرانی روٹیاں پکانے اور کھانا تیار کرنے کا فرض ادا کیا۔

نصاب ختم ہونے پر مورخہ ۱۷؍اگست بروز جمعہ صبح ۸ بجے طلباء و طالبات کا امتحان لیا گیا۔جس میں ۵۱۵ طالبات اور ۳۰۱ طلبہ نے حصہ لیا۔

طلباء کی مختصر سی الوداعی تقریب ایوانِ محمود میں بعد نماز جمعہ منعقد ہوئی۔جس میں انتظامی کمیٹی کے تمام اراکین نے شرکت فرمائی اور آخر میں مولانا ابوالعطاء صاحب نے طلبہ کو چند نصائح کیں۔بعد ازاں تمام حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی گئی اور دعا کی گئی اور طلباء کو (جو موجودہ سیلابی حالات میں گھروں میں پہنچ سکتے تھے) جانے کی اجازت دے دی گئی۔

طالبات کے سلسلہ میں سارا انتظام حضرت سیدہ ام متین صدر صاحبہ لجنہ مرکزیہ نے فرمایا اور انہیں کی نگرانی میں باہمی مشورہ سے سفر کے راستوں کے کھلنے کے مطابق بچیوں کو اپنے گھروں میں بھجوایا گیا۔

مولانا ابوالعطاء صاحب نے مورخہ ۳۰؍جولائی کو افتتاحی تقریب اور طلباء و طالبات کے حالات کے بارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں لندن رپورٹ بھجوائی جس پر حضور انور نے جواباً تحریر فرمایا:۔

’’آپ کا خط محررہ ۳۰؍جولائی ملا۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فضل عمر درس القرآن کلاس کا انعقاد پڑھنے

پڑھانے والوں اور تمام جماعت کے لئے بابرکت کرے۔ وھوالمجیب۔ خدا کرے
آپ خیریت سے ہوں میری طبیعت اب پہلے سے بہتر ہے۔''[292]

تحریفِ قرآن کا ناپاک الزام اور امیر ہائے جماعت احمدیہ بلوچستان کا احتجاج

جولائی ۱۹۷۳ء میں ''جمعیۃ العلماء اسلام'' کے جنرل سیکرٹری نے محض سیاسی فتنہ پیدا کرنے کے لئے یہ مفتریانہ الزام لگایا کہ فورٹ سنڈیمن (بلوچستان) میں احمدی معاذ اللہ تحریف شدہ قرآن کی اشاعت کررہے ہیں۔[293] بعد میں دشمنانِ احمدیت کی طرف سے یہاں تک جھوٹا پروپیگنڈا کیا جانے لگا کہ ''یہودیوں کی طرح قادیانیوں نے بھی قرآن کریم کثیر تعداد میں شائع کر کے افریقہ میں اپنے پیروکاروں میں تقسیم کئے ہیں۔ان کے مطبوعہ قرآن کریم میں بھی اس فرقہ ضالّہ نے دل کھول کر تحریف کی ہے۔ یہاں تک کہ مکہ کا لفظ حذف کر کے قادیان قرآن کریم میں درج کر دیا ہے۔''[294]

اس ناپاک اور شرمناک الزام پر امیر ہائے جماعت احمدیہ بلوچستان شیخ محمد حنیف صاحب نے احتجاجی بیان جاری کیا جو پمفلٹ کی صورت میں پاکستان میں بڑی کثرت سے شائع کیا گیا۔ اس پمفلٹ میں یہ بات بڑی شرح وبسط سے بیان کی گئی تھی کہ جماعت احمدیہ دل وجان سے قرآن کریم کو خاتم الکتب اور آنحضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتی ہے۔اور یہ عقائد جماعت احمدیہ کے جزو جان ہیں۔اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کی خدمت قرآن کا بھی تذکرہ کیا گیا۔ نیز تراجم قرآن کے سلسلہ میں جماعتی مساعی کے متعلق غیروں کے تاثرات بیان کیے گئے۔[295]

گورنر بلوچستان کا حقیقت افروز اور منصفانہ بیان

جناب محمد اکبر بگٹی صاحب گورنر بلوچستان نے جماعت احمدیہ کے خلاف اس شرانگیز الزام کی تردید میں حسب ذیل حقیقت افروز بیان دیا جو روزنامہ ''مشرق'' کوئٹہ ۲۹؍جولائی ۱۹۷۳ء میں اشاعت پذیر ہوا۔لکھا ہے:۔

''صوبائی گورنر نواب محمد اکبر خاں بگٹی نے کہا کہ قرآن پاک مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے۔ فورٹ سنڈیمن کے واقعات کے تعلق سے یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ وہاں تحریف شدہ قرآن پاک کے نسخے تقسیم کئے گئے۔ میں نے اگرچہ اس معاملے کی تحقیقات کا حکم دے دیا ہے اور اس کام پر ممتاز علماء کو مقرر کیا ہے۔تاہم اب تک جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے مطابق قرآن شریف میں کسی قسم

کی تبدیلی نہیں کی گئی اور نہ ہی کوئی اس کی جرأت کرسکتا ہے۔البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی فرقے یا مکتبۂ فکر نے اپنے نقطۂ نظر سے اس کا ترجمہ مختلف کیا ہو۔نواب اکبر بگٹی نے کہا کہ جولوگ یہ پروپیگنڈا کررہے ہیں کہ قرآن پاک کے تحریف شدہ نسخے تقسیم کئے گئے ہیں۔وہ دراصل غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خود مسلمانوں کے ممتاز علماء نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے قرآن پاک کے ترجمے ایک دوسرے سے مختلف کئے ہیں۔انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ مولانا ابوالکلام آزاد،مولانا عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا مودودی نے قرآن پاک کے تراجم اپنی اپنی فہم اور علمی اور تحقیقی بصارت کے مطابق کئے ہیں۔ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا۔کہ ان لوگوں نے سرے سے قرآن پاک کو ہی تبدیل کر دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ جو شخص مسلمان کہلاتا ہے وہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا''۔[296]

اس طرح وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات نے بھی اس کی پرزور تردید کی چنانچہ ہفت روزہ لاہور نے لکھا:۔

''قرآن پاک کا کوئی تحریف شدہ نسخہ تقسیم نہیں ہوا''

''اسلام آباد۔۱۹؍دسمبر۔پاکستان کے وزیر اطلاعات ونشریات وامور اوقاف وحج مولانا کوثر نیازی نے وقفہ سوالات کے دوران قومی اسمبلی کو بتایا کہ یہ پراپیگنڈہ لغو اور بے بنیاد ہے کہ ملک کے اندر قرآن کریم کے تحریف شدہ نسخے تقسیم یا فروخت کئے جارہے ہیں۔آپ نے کہا اگر کبھی قرآن پاک کا کوئی تحریف شدہ نسخہ حکومت کے نوٹس میں لایا گیا تو حکومت ایسے نسخے تقسیم کرنے والوں کے خلاف سخت اقدام کرے گی۔آپ نے ایوان کو یہ بھی بتایا کہ حکومت اس پراپیگنڈے سے بخوبی آگاہ ہے کہ ملک کے اندر قرآن پاک کے تحریف شدہ نسخے تقسیم کئے جارہے ہیں لیکن یہ پراپیگنڈہ لغو اور بے بنیاد ہے وفاقی حکومت نے حکومتِ بلوچستان کے توسط سے زیر اعتراض قرآن مجید کا ایک نسخہ حاصل کیا تھا اور اس نسخے کا علماء کمیٹی کے منتخب کردہ نسخہ سے باقاعدہ موازنہ کرایا گیا تھا۔اس موازنے میں اس کے عربی متن کو حرف بحرف کمیٹی کے منتخب کردہ نسخہ کے عین مطابق پایا گیا''۔[297]

قیامت خیز سیلاب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ہدایت پر وسیع پیمانہ پر امدادی سرگرمیوں کا آغاز

امسال ایک بار پھر پاکستان کو اپنی تاریخ کے ایک ہولناک سیلاب کا سامنا کرنا پڑا اور ربوہ بھی

اس سے متأثر ہوا۔۱۰۔۱۱راگست ۱۹۷۳ءکو دریائے چناب میں شدید طغیانی کے باعث ربوہ اوراس کے نواحی علاقے خوفناک سیلاب کی لپیٹ میں آ گئے اور ہر طرف سخت تباہی مچ گئی۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے لندن سے بذریعہ فون خصوصی ہدایت فرمائی کہ ربوہ اوراس کے ماحول میں جو ہزار ہا اشخاص سیلاب کی ناگہانی آفت سے بے خانماں ہو گئے ہیں ان کی بلا امتیاز ہر طرح مدد کرنے کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا جائے اوراس سلسلے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے۔

حضور کے ارشاد کی تعمیل میں ربوہ میں ہنگامی بنیادوں پر وسیع پیمانے پر امدادی کام کا آغاز ہوا جس کی عمومی نگرانی امیر مقامی صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور حضور کی مقرر کردہ کمیٹی کے سپرد ہوئی۔جس کے پانچ ارکان یہ تھے۔ بریگیڈئر (ریٹائرڈ) اقبال احمد صاحب شمیم، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (قائمقام ناظر امور عامہ)، صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، چوہدری بشیر احمد صاحب صدر عمومی۔

مجلس خدام الاحمدیہ کا دفتر چوبیس گھنٹے کے لئے کھول دیا گیا۔ جہاں صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ اپنے رفقاء کار کے ہمراہ جملہ امدادی کاموں کی نگرانی کے لئے خود موجود رہتے تھے۔[298] اس مرکزی نظام کے تحت نوجوانانِ احمدیت کی پارٹیاں سب سے پہلے اُن نواحی دیہات کی طرف روانہ کی گئیں جنہیں فوری خطرہ درپیش تھا مثلاً کوٹ امیر شاہ، کھڑکن، ڈاور، چک متھراما اور بُرجی۔ بہادر خدام دیوانہ وار پانی کی بپھری ہوئی موجوں میں کئی میلوں کی مسافت طے کر کے سیلاب زدگان تک پہنچے اور انہیں نکال کر لے آئے۔

خدام کی بعض کشتیاں خود سیلاب کی زد میں آ کر کہیں سے کہیں پہنچ گئیں لیکن الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔بعض خدام کو کئی کئی گھنٹے متواتر پانی میں تیرنا پڑا حتی کہ خطرات بڑھنے پر پانی کی لپیٹ میں آنے والے خدام کو درختوں پر چڑھ کر بچنا پڑا لیکن ان تمام خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کر کے انہوں نے سینکڑوں ایسی جانوں کو بچایا جو بُری طرح سیلاب کی زد میں آ چکی تھیں اور بظاہر جن کے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔اس سلسلے میں خدام نے بہادری، دلیری، جانفشانی اور جرأت و مردانگی کی متعدد مثالیں قائم کیں۔

دوسری طرف ربوہ میں جو پناہ گزین بے سروسامانی کی حالت میں پہنچے اور جن مسافروں کو راستے

بند ہو جانے کی وجہ سے بسوں اور ٹرکوں سمیت یہاں رکنا پڑا ان کی مجموعی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ ان سب کی رہائش اور خوراک وغیرہ کا انتظام بھی مرکزی نظام کے ماتحت دارالضیافت میں صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی عمومی نگرانی میں کیا گیا۔ ربوہ کے انصار و خدام کے علاوہ ان طلباء و طالبات نے بھی کھانے کی تیاری میں اور اس کی تقسیم میں حصہ لیا جو تعلیم القرآن کلاس کے سلسلے میں ربوہ آئے ہوئے تھے۔

صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی نگرانی میں خواتین بھی امدادی کام کرتی رہیں۔ چنانچہ انہوں نے کھانے اور روٹی کی تیاری اور مستورات میں ان کی تقسیم میں حصہ لیا اور امدادی سامان فراہم کر کے سیلاب زدگان کی مدد کی۔

ان ایام میں ربوہ ایک جزیرہ کی صورت اختیار کر گیا تھا جس کے چاروں طرف پانی تھا۔ ۱۰؍اگست ۱۹۷۳ء کی شب کو فیکٹری ایریا کے قریب ریلوے لائن میں کئی جگہ شگاف پڑ گئے اور ربوہ سے سرگودھا جانے والی سڑک بھی زیر آب ہو گئی جس کی وجہ سے سڑک اور ریلوے لائن دونوں کے راستے بند ہو گئے۔ دوسری طرف ربوہ چنیوٹ روڈ بھی بری طرح متاثر ہوئی۔[299] سیلاب کے ان ایام میں ہزاروں بے خانماں لوگ ربوہ میں پناہ گزین ہوئے۔ جن کے قیام و طعام کا ایسا تسلی بخش انتظام مرکزی نظام نے کیا کہ اپنے اور بیگانے عش عش کر اُٹھے۔ علاوہ ازیں جو مصیبت زدہ پانی میں گھرے ہوئے تھے ان تک بھی ٹرکوں، جیپوں اور پھر کشتیوں کے ذریعہ کھانا پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ یہ انتظام کئی روز تک نہایت وسیع پیمانے پر جاری رہا اور خدا کے فضل و کرم سے ہزاروں قیمتی جانیں تلف ہونے سے بچ گئیں۔ اس سلسلہ میں احمدیت کے سپوت جس جانفروشی، ایثار، لگن اور وارفتگی کے ساتھ اپنے ہم وطن بھائیوں کی خدمت کے لئے دن رات سرگرم عمل رہے اس کا کسی قدر اندازہ مندرجہ ذیل تین خبروں سے بخوبی لگ سکتا ہے جو الفضل ۱۷۔۱۸۔۱۹؍اگست ۱۹۷۳ء کی اشاعت سے ماخوذ ہیں۔

پہلی خبر

روزنامہ الفضل نے لکھا کہ اس وقت حالت یہ ہے کہ ربوہ کے محلّہ جات کے علاوہ ربوہ سے ملحق گاؤں احمد نگر (جہاں پر سیلاب کی وجہ سے بہت نقصان ہوا ہے) کے بہت سے بے خانماں اشخاص بھی ربوہ میں موجود ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد کم و بیش ایک ہزار ہے۔ ان کی رہائش کے لئے بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں انتظام کیا گیا ہے ان کے علاوہ ربوہ کے گردونواح کے جو دیہات مکمل طور

پر زیر آب ہو چکے ہیں ان کے کم وبیش تین ہزار باشندے (جن میں مرد عورتیں بچے سبھی شامل ہیں) بے خانماں ہوکر ربوہ میں رہائش پذیر ہیں ان کی رہائش کا انتظام تعلیم الاسلام ہائی سکول کے کمروں میں کیا گیا ہے۔ان کے علاوہ دفتر بلدیہ ربوہ، ریلوے سٹیشن اور دیگر بہت سے مقامات میں بھی وہ رہائش پذیر ہیں۔ان سب کے لئے دارالضیافت ربوہ میں صبح وشام کھانا تیار کر کے ایک خاص نظام کے تحت تقسیم کیا جاتا ہے۔ان لوگوں کے علاوہ کھڑکن اور بعض دیگر دیہات کے بہت سے باشندے ایسے بھی ہیں جو اب تک پانی میں گھرے ہوئے ہیں اور ربوہ سے کافی فاصلہ پر بلند مقامات پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کے لئے بھی کھانا تیار کر کے صبح وشام ٹرکوں اور جیپوں اور پھر کشتیوں کے ذریعے انہیں پہنچادیا جاتا ہے اوراس طرح ان کی بھی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔اس وقت مجموعی طور پر پانچ ہزارافراد کے لئے صبح اوراتنی ہی تعداد میں شام کوکھانا تیار کر کے تقسیم کیا جاتا ہے۔اس کے جملہ مصارف صدرانجمن احمدیہ پاکستان ادا کررہی ہے جبکہ کھانے کی تقسیم کا کام خدام الاحمدیہ کے سپرد ہے۔کھانے کی تیاری چونکہ وسیع پیمانے پر کرنا پڑتی ہے اس لئے دارالضیافت کے عام انتظام کے علاوہ جلسہ سالانہ کی اس مشین سے بھی کام لیا جارہا ہے جوروٹیاں تیار کرتی ہے۔

سیلاب زدگان کی مدد کے لئے اس وقت تین کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں۔جن میں سے ایک کھانے کی اشیاء کی فراہمی اور تیاری کا انتظام کرتی ہے۔دوسری کمیٹی ربوہ کے متاثرہ محلّہ جات کے تمام مکانات کے نقصان کا تفصیلی سروے کررہی ہے تاکہ اس نقصان کی کسی حدتک تلافی کرنے کی کوشش کی جائے اورتیسری کمیٹی طبّی امداداورعلاج کے لئے سرگرم عمل ہے یہ کمیٹی ربوہ کےعلاوہ گردونواح میں بھی جا کر ٹیکے لگانے اورمناسب ادویہ کی تقسیم کا کام کررہی ہے۔[300]

دوسری خبر

روزنامہ الفضل نے اپنی ۱۸/اگست کی اشاعت میں لکھا کہ ربوہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خصوصی ہدایت کے مطابق سیلاب سے متاثرہ افراد کے لئے صبح شام کھانا فراہم کرنے کا کام پورے اہتمام کے ساتھ جاری ہے۔تازہ اطلاع کے مطابق اب روزانہ کم وبیش سات ہزارافراد کے لئے صبح وشام کھانا فراہم کیا جارہا ہے۔اس کے علاوہ سیلاب زدگان کی رہائش اوران کے علاج کے انتظامات بھی وسیع پیمانے پر کئے گئے ہیں۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں جب ان امدادی سرگرمیوں کی اطلاع بھجوائی گئی تو حضور نے اس پر اظہار خوشنودی فرمایا۔چنانچہ حضور نے صدر

خدام الاحمدیہ مرکزیہ چوہدری حمید اللہ صاحب کے نام ایک خصوصی کیبل گرام ارسال فرمایا ہے جس میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ

''خدام الاحمدیہ کی بے لوث خدمات قابل تعریف ہیں۔سیلاب زدگان کو جانی اور مالی نقصان سے بچانے کے لئے انتہائی کوششیں جاری رکھیں''۔

ہنگامی حالات کے پیش نظر دارالضیافت میں روٹیاں تیار کرنے کے لئے جلسہ سالانہ والی تین زائد مشینیں بھی لگا دی گئی ہیں تا کہ آفت زدہ افراد کو بروقت روٹی فراہم کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ احمدی نوجوان دن رات بڑی مستعدی سے مفوضہ فرائض کو سرانجام دے رہے ہیں۔ایک مرحلہ پر جب آٹا گوندھنے کے لئے مزدور میسر نہ آ سکے تو خدام اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھنے کی خدمت بھی سرانجام دیتے رہے۔

جو افراد ربوہ کے مختلف محلّہ جات میں سیلاب سے متاثر ہوئے ان کے لئے کھانا فراہم کرنے کے علاوہ قریبی گاؤں احمد نگر میں بھی صبح و شام ایک ہزار افراد کے لئے کھانا بھجوایا جاتا ہے۔موضع کھڑکن میں (جو اب سیلاب کی نذر ہو چکا ہے) خدام احمدیہ کا بیس کیمپ قائم ہے جہاں سے گردونواح میں جہاں بھی ضرورت پڑے کشتیوں میں ہر طرح کی امداد پہنچائی جاتی ہے۔اس کیمپ میں بھی روزانہ صبح و شام کم و بیش ایک ہزار افراد کے لئے کھانا باقاعدگی کے ساتھ بھجوایا اور تقسیم کیا جاتا ہے۔

ربوہ میں اشیائے صَرف اور ضروری اجناس کی فراہمی اور مناسب قیمتوں پر ان کی فروخت کے انتظامات بھی کئے گئے ہیں جن کی نگرانی صدر عمومی چوہدری بشیر احمد صاحب کر رہے ہیں۔[301]

تیسری خبر

پھر الفضل نے ۱۹؍اگست کی اشاعت میں لکھا کہ ربوہ میں تا حال سیلاب زدگان کی مدد کرنے کا کام وسیع پیمانے پر جاری ہے۔سات ہزار سے زائد افراد کو اس وقت تک محفوظ مقامات تک پہنچایا گیا ہے۔ربوہ کے اردگرد دس دس میل تک کے دیہات کے لوگوں کو ہر ممکن امداد بہم پہنچائی گئی۔موضع کھڑکن ربوہ سے قریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔اس کی آبادی تقریباً دو ہزار تھی۔یہ گاؤں پورے کا پورا سیلاب کی نذر ہو گیا۔ربوہ کے خدام نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر اس گاؤں کے مکینوں کو کشتیوں کے ذریعہ محفوظ مقامات تک پہنچا دیا۔موضع ٹھٹھہ عمر نسبتاً اونچی جگہ پر واقع ہے یہاں اردگرد کے دیہات اور ڈیروں کے لوگ پناہ لے رہے ہیں۔خدام انہیں وہاں سے نکال کر محفوظ مقامات پر

پہنچا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں چھ کشتیاں دن رات پانی میں گھرے ہوئے لوگوں کو نکالنے میں مصروف ہیں۔ خدام کو اَپ سٹریم کشتی لے جانے میں بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن وہ مشکلات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنے سیلاب زدہ بھائیوں کو بچانے کے لئے مسلسل کوشش کررہے ہیں۔ روزانہ چودہ ہزار تک مصیبت زدگان کو دونوں وقت کھانا مہیا کیا جاتا ہے۔

گردونواح کے سیلاب زدگان جو ربوہ میں پناہ لے رہے ہیں ان کی تعداد روزانہ بڑھ رہی ہے۔ ان سب کے لئے رہائش اور کھانے کا تسلی بخش انتظام موجود ہے۔ اس کے علاوہ احمد نگر، کوٹ امیر شاہ، بُرجی، دارا پتھر، کھڑکن، ٹھٹھہ عمر اوران کے اردگرد کے دیہات اور ڈیروں کے ہزارہا افراد کو بھی کھانا پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ آنے والے متاثرہ افراد کی رہائش کے لئے ربوہ میں ٹاؤن کمیٹی، ہائی سکول بورڈنگ، ہائی سکول دارالعلوم اور محلّہ جات کے پرائمری سکولز میں ریلیف کیمپ قائم کردیئے گئے ہیں۔

ربوہ کے نشیبی علاقوں اور بیرونجات سے آئے ہوئے افراد کو ضروری طبی امداد بھی بہم پہنچائی جارہی ہے۔ اس علاقے میں چار طبی امدادی کیمپ قائم کردیئے گئے ہیں جن کی نگرانی دو سپیشلسٹ ڈاکٹر کررہے ہیں۔ ان کے ماتحت بارہ ڈسپنسر اور بہت سے خدام مصیبت زدہ بھائیوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ وبائی امراض سے بچانے کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں اور ٹیکے لگائے جارہے ہیں اور ادویات تقسیم کی جارہی ہیں۔

سیلاب سے متاثرہ مکانات کے نقصانات کا جائزہ لینے کا کام بھی شروع کردیا گیا ہے اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی کام کررہی ہے جس کے صدر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ہیں۔ 302

۱۹؍اگست ۱۹۷۳ء کو نظامِ مواصلات معقول حد تک بحال ہوگیا اور حکومت براہ راست سیلاب زدگان سے رابطہ پیدا کرنے کی اہل ہوگئی اور پھر پاک فوج کے دوسو جوان بھی ربوہ پہنچ گئے اور فوری طور پر امدادی کام شروع کردیا۔ تاہم جماعت احمدیہ کے مرکز ربوہ میں کھانے کی عام تقسیم کا سلسلہ بدستور قائم رکھا گیا۔ 303

اہل ربوہ کے امدادی مرکز نے سیلاب کا زور ختم ہونے کے بعد اپنی فوری امداد اور ہنگامی خدمات کا رخ ٹھوس بنیادوں کی طرف منتقل کردیا اور سیلاب زدگان کے مستقبل کی بحالی کیلئے ایک جامع منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا کام شروع کردیا۔ اس منصوبہ میں اوّلیت اسی بات کو دی گئی کہ مکانات کا ملبہ اٹھانے میں مقامی لوگوں کی امداد کی جائے۔ دوسرے مرحلہ پر نقصانات کا جائزہ لیا گیا اور تیسرے

مرحلے میں تعمیر مکانات میں امداد دینا شامل تھا۔اہل ربوہ اس منصوبہ کی تکمیل کیلئے اپنے پورے وسائل کو بروئے کار لا کر متاثرین کی امداد میں دن رات مصروف رہے۔علاوہ ازیں انہوں نے ربوہ کے ماحول میں وسیع پیمانے پر ادویات کی تقسیم کی۔[304]

ان کاموں کا مختصر خلاصہ چوہدری اللہ بخش صادق صاحب معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ (حال وکیل التعلیم تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان) کے قلم سے سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔[305] آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

ہنگامی امدادی مرکز کا قیام

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیرِ ہدایت سیلاب کے خطرہ کی اطلاعات کے مدّ نظر ایوان محمود میں ۸/اگست سے ایک خاص دفتر قائم کر دیا گیا تھا جو چوبیس گھنٹے کھلا رہتا۔خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے مہتممین اور کارکنان ڈیوٹیوں پر مقرر کر دیئے گئے۔

مکرم سمیع اللہ سیال صاحب مہتمم مقامی نے ایسا انتظام کر دیا تھا کہ خدام کا ایک ریز رو گروپ مختلف امور کی انجام دہی کے لئے ہر وقت دفتر مرکزیہ میں موجود رہتا۔اس ہنگامی مرکز کا کام دو بڑے حصوں میں منقسم تھا:۔

۱۔ربوہ کے محلّہ جات اور ربوہ کے اردگرد کے دیہات میں امدادی کام۔

۲۔بیرونی اضلاع سے رابطہ،ان کے حالات معلوم کرنا،ضروری ہدایات جاری کرنا اوران سے ان کے کام کی رپورٹ طلب کرنا۔

ربوہ

ربوہ میں سیلاب کی اطلاع ملتے ہی امیر مقامی صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی خصوصی ہدایات کے مطابق امدادی کام شروع کر دیا گیا۔صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ،صدر عمومی اور مہتمم صاحب مقامی خدام الاحمدیہ پر مشتمل ریلیف کمیٹی مقرر کی گئی۔اس کمیٹی کی زیر ہدایات علاقہ کا جائزہ لیا گیا۔کھڑکن اور دوسرے نواحی دیہات میں ٹرکوں پر دس کشتیاں بھجوائی گئیں جن کے ذریعہ خدام نے اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر سیلاب کی تیز و تند لہروں کا مقابلہ کرتے ہوئے سینکڑوں افراد کی جانیں بچائیں۔

۱۰/اگست کی رات کو پانی کاریلا کوٹ امیر شاہ اور دوسرے دیہات کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہوا اور

سرگودھا روڈ اور ریلوے لائن کو توڑتا ہوا محلّہ دارالفضل، محلّہ دارالصدر شمالی اور دارالصدر غربی میں بڑی سرعت سے داخل ہونے لگا۔اسی وقت خدام کو فیکٹری ایریا کی آبادی اوران کے سامان کے انخلاء اور حفاظتی بند کو مضبوط کرنے کے لئے بلایا گیا۔خدام نے وہاں بڑی محنت اور جاں فشانی سے انخلاء اور بند کو بچانے کا کام کیا لیکن پانی بند کی اونچائی پھلانگ کر ربوہ میں داخل ہونا شروع ہو گیا۔اس طرح پانی فیکٹری ایریا میں بھی داخل ہو گیا اور دوسری طرف دارالیمن میں بھی پانی داخل ہوا جو بعض مقامات میں پانچ چھ فٹ تک گہرا تھا۔

اسی طرح ۱۰ اور ۱۱؍ اگست کی درمیانی رات، رات بھر خدام کی پارٹیاں محلّہ دارالیمن میں لوگوں اوران کے سامان کو نکالتے رہے۔

اس کے ساتھ ساتھ نواحی دیہات کے سیلاب زدگان اور سرگودھا روڈ پر سفر کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں ربوہ پہنچ چکے تھے۔سب سے پہلے ان کے لئے خوراک کا مسئلہ تھا جس کا حل مکرم افسر صاحب دارالضیافت کے حُسنِ انتظام نے کیا۔ربوہ کے خدام اور تعلیم القرآن کے طلبہ و طالبات نے آٹا گوندھنے، پیڑے بنانے، روٹی پکانے وغیرہ کے تمام مراحل میں دن رات مصروف رہ کر روزانہ کم و بیش چودہ ہزار افراد کے لئے کھانا تیار کیا۔

مصیبت زدگان تک روٹی پہنچانا بھی ایک مشکل مسئلہ تھا جسے خدمت کے جذبہ سے سرشار خدام نے حل کیا اور بعض جگہ روٹیاں وغیرہ کشتیوں کے ذریعہ بلکہ اپنے سروں پر اٹھا کر بھی پہنچائیں۔

سیلاب کی شدت کے ساتھ ساتھ ربوہ کے خدام کی خدمت کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا اور کوٹ امیر شاہ، کھڑکن، ڈاور، چک متھر ماں، برجی، احمد نگر، دارا پتھر، ٹھٹھہ عمر، مَل سپرا، پیلو وال صدیقاں، پیلو وال سیداں، چھنیاں، کمال کے، کوٹ احمد یار، ڈُم اور بیسیوں دوسرے ڈیروں اور مقامات پر انسانی جانوں کی حفاظت، مویشیوں کی حفاظت، گندم اور دوسرے سامان کی حفاظت کی خدمات سرانجام دی گئیں۔ربوہ کے تعلیمی اداروں اور دوسرے کئی مقامات پر سیلاب زدگان کو رہائش کے لئے جگہ فراہم کی گئی۔

ربوہ کے محلّہ جات کے لوگ جن کو اپنے گھروں سے نکلنا پڑا تھا خاص طور پر اہالیانِ دارالیمن، ان کو دونوں وقت محلّہ میں خوراک پہنچائی جاتی رہی۔

طبّی امداد فراہم کرنے کی غرض سے چھ امدادی کیمپ قائم کئے گئے جہاں دو سپیشلسٹ ڈاکٹر، بارہ

ڈسپنسرز اور متعدد معاون خدام دن رات خدمت میں مصروف رہے اور مصیبت زدہ بیمار بھائیوں کا علاج کرنے کے ساتھ ساتھ احتیاطی تدابیر کے طور پر وبائی امراض کے احتیاطی ٹیکے ہزاروں افراد کو لگائے گئے ۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ایلوپیتھی ادویہ کے ساتھ ساتھ ہومیو پیتھک ادویات بھی بڑے وسیع پیمانہ پر تقسیم کی گئیں۔خدا تعالیٰ کے فضل سے ربوہ اور مضافات وبائی امراض سے محفوظ رہے۔

فوری امداد کے ساتھ ساتھ مستقل اور ٹھوس امداد مہیا کرنے کے لئے ربوہ اور مضافاتِ ربوہ میں قریباً چالیس پارٹیوں نے ہر جگہ کا تفصیلی جائزہ لے کر جملہ نقصانات کا اندازہ لگایا۔اسی طرح مختلف دیہات اور ربوہ میں ملبہ اٹھانے ،رستہ صاف کرنے ،قابلِ مرمت مکانوں کی مرمت کرنے ،خطرناک مکانوں کو گرانے کے ساتھ ساتھ اور متعدد ضروری کام سرانجام دیئے۔

ربوہ کے خدام کو چنیوٹ کی نواحی بستی غفور آباد اسی طرح دھرز محمدی شریف بخاریاں اور چاہ ملولیاں والا میں بھی انسانی خدمت کا نہایت عمدہ موقعہ میسر آیا۔ان جگہوں تک پہنچنا بہت ہی مشکل تھا مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے خدام نے کسی بھی مشکل اور تکلیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کی جانیں بچانے اور انہیں خوراک اور ادویہ پہنچانے کا انتظام کیا۔

مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا

سیلاب کے شروع میں کچھ رقم نقد متاثرین کو دی گئی اور مورخہ ۱۳؍اگست سے ضلع کے مختلف مقامات پر باقاعدہ اور منظّم طریق پر کام شروع کیا۔

تخت ہزارہ

تخت ہزارہ کے قرب وجوار کے دیہات سیلاب سے شدید متاثر ہوئے تھے۔ یہاں سب سے پہلے ایک امدادی کیمپ لگایا گیا۔۳۰من آٹا،گھی،شکر، چنے،نمک،مرچ وغیرہ اشیائے ضروریات ان لوگوں میں مفت تقسیم کی گئیں۔

مزید جائزہ لینے کے بعد تخت ہزارہ،جھگی ،بکھولک ، برج غلام رسول ، بجاری خورد وکلاں ،نصیر پور خورد، کھٹھی خورد، کھٹھی کلاں ،ٹھٹھہ گوجراں ، برج فتح محمد، ملا حانوالہ اور برج دائم میں امدادی سرگرمیاں جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔

مؤخر الذکر دونوں گاؤں میں پہنچنا بہت مشکل تھا۔ دونوں طرف دریا بہہ رہا تھا۔ خدام راشن

سروں پر اٹھا کر کیچڑ، پانی اور انتہائی مشکل راستوں کو عبور کرنے کے بعد متاثرین تک پہنچتے رہے۔ راشن پہنچانے میں ایسے لوگوں کو خاص طور پر تلاش کیا گیا جو عزتِ نفس کے باعث باوجود ضرورتمند ہونے کے کسی کو ضرورت نہ بتاتے تھے۔

۱۷/اگست سے طبی امداد کا کام بھی جاری کر دیا گیا اور ایک کوالیفائیڈ ڈسپنسر باقاعدہ خدمت کرتے رہے۔ ۲۳/اگست سے کیمپ مڈھ رانجھا میں منتقل کر دیا گیا۔

مڈھ رانجھا

مڈھ رانجھا کے نواح میں عبداللہ پور، باغ والا کھوہ، نواں کوٹ، راجہ ڈھر وغیرہ متاثرہ دیہات میں پہنچ کر ۸۰ خاندانوں کے ۴۵۰ افراد کو دو سیر فی کس کے حساب سے آٹا دیا گیا۔ دال چنے اور دیگر چیزیں اسکے علاوہ تھیں۔ راشن کے ساتھ ساتھ طبی امداد کا کام بھی جاری رہا۔

چنڈ بھروانہ

چنڈ بھروانہ اور اردگرد کا وسیع علاقہ سیلاب سے بری طرح متاثر تھا۔ ان کے قریب ترین جماعت چک منگلا ضلع سرگودھا کے دس خدام روٹیوں کی دو بوریاں، اچار، گُڑ اور بھنے ہوئے چنے چنڈ بھروانہ اور اس کے قریب کے دیہات میں تقسیم کرنے کے لئے گئے۔ شاہ جیونہ سے آگے نو میل کا فاصلہ بڑی دقّت سے طے کیا اور متاثرین میں کھانا تقسیم کیا۔ دو شامیانے ۱۸×۳۶ کے کرایہ پر لے کر چنڈ کے دوستوں کو دیئے اور انہیں ہر قسم کی مدد کی پیشکش کی۔ ان کے اٹھارہ مویشی ساتھ لے آئے اور ان کے چارہ وغیرہ کا انتظام کیا۔

دوسرا وفد چنڈ بھروانہ میں چک نمبر ۹۸ شمالی کے احباب کا گیا۔ رقم کے علاوہ ۵۰۰ روپے کی ادویہ قریباً ایک ہزار مریضوں میں تقسیم کیں۔ ۵۰۷ جانوروں کو گل گھوٹو کے ٹیکے لگائے۔ اس وفد نے چنڈ، ٹھٹھہ شیر کا میں امدادی کام کیا۔

خوشاب

مورخہ ۱۹/اگست سے خوشاب سے پانچ میل دور نوشہرہ روڈ پر چک نمبر ا، نمبر ۲، نمبر ۳، نمبر ۴، نمبر ۵، نمبر ۶، نمبر ۷، نمبر ۸، نمبر ۹ ایم بی کے متاثرہ علاقہ کے وسط میں طبی امداد کا کیمپ لگایا گیا۔ ایک کوالیفائیڈ ڈسپنسر باقاعدہ خدمت بجالاتے رہے۔ یہ کیمپ چوبیس گھنٹے کام کرتا رہا۔ ۲۷/اگست تک تقریباً ایک

ہزار مریضوں کا مفت علاج کیا۔ چک نمبر ۵۹، نمبر ۶۰، نمبر ۶۱، نمبر ۶۲، نمبر ۶۳، نمبر ۶۴، نمبر ۶۵، نمبر ۶۶ میں امدادی وفود بھیجے جنہوں نے طبّی امداد کے علاوہ خشک دودھ اور ڈبل روٹیاں بھی تقسیم کیں۔ خوشاب سنٹر کے ذریعہ ۵ بوری آٹا، گھی اور دیگر ضروریات کی چیزیں بھی تقسیم کی گئیں۔

خوشاب شہر میں متاثرین کو طبّی امداد بہم پہنچائی۔ ایک جواں بچی کی وفات پر اس کے خاندان سے خصوصی ہمدردی کی گئی۔ ۲۲ غرباء کے مکانات کی تعمیر میں مدد دی۔ ایک خراب کنوئیں کو درست کر کے قابل استعمال بنایا۔

چک نمبر ۴۶ جنوبی

چک نمبر ۴۶ کے قریب سیم کے پانی کی وجہ سے سرگودھا ربوہ روڈ پر ٹریفک معطل ہوگئی۔ یہاں امدادی کیمپ قائم کیا جس نے ۲۰؍اگست تا ۲۳؍اگست سڑک درست ہونے تک کام کیا۔ یہاں ۳۰۰ مریضوں کو طبی امداد دی۔ چار ہزار مسافروں، ۲۰۰ بچوں اور ۱۰۰ بوڑھوں کی مدد کی۔ تقریباً ۱۵۰۰ من سامان اٹھا کر پانی میں سے دوسرے کنارے پر پہنچایا۔ یہاں مسافروں کیلئے میٹھا پانی نہ تھا سرگودھا سے ٹینکر پر میٹھا پانی کرایہ دے کر منگوایا اور ٹھنڈا پانی ۲۰ ہزار افراد کو پلایا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے اس کیمپ کا معائنہ کیا اور کام پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔

امدادی وفود

چک نمبر ۴۶ کے ماحول میں کئی امدادی وفود بھجوائے گئے جنہوں نے دو ہزار سے زائد مریضوں کو طبی امداد بہم پہنچائی۔ ایک وفد طالب والا پتن بھی بھجوایا گیا۔

ضلع سیالکوٹ

متاثرہ علاقہ میں حالات معلوم کرنے کے لئے وفود بھجوائے۔ متعدد دیہات میں کئی طبی وفود بھجوائے گئے۔ ۲۴؍اگست تک ایک ہزار افراد کا مفت علاج کیا۔ ڈیک نالہ کے قریب بسنے والے لوگوں کا سامان نکالنے میں تیس خدام نے مدد کی۔

بدوملہی کے احباب نے ۲۵۰ بوری آٹا ۲۷ روپے من کے حساب سے خرید کر ۲۰ روپے فی من مصیبت زدہ افراد میں تقسیم کیا۔ ناداروں کو مفت دیا گیا۔ متاثرہ لوگوں کا سامان نکالنے میں خدام مدد کرتے رہے۔

ضلع شیخوپورہ

سیلاب کی آمد پر چچو کی ملیاں ریلوے سٹیشن سے مسن کالر سٹیشن تک پانی میں گھرے ہوئے افراد میں تین صد کس کا کھانا تقسیم کیا۔ یہ کھانا اطلاع ملنے پر صرف ۴۵ منٹ کے اندر اندر تیار کر لیا گیا۔ موڑ کھنڈا اور چچو کی ملیاں میں ۳۰۰ پیکٹ گُڑ اور چنے کے تقسیم کئے۔

طبی امداد

پانچ درج ذیل با قاعدہ طبی مرکز قائم کئے :۔

(۱) ایّا نگر شیخوپورہ سے ۳۵ میل دور۔ (۲) نارنگ۔ (۳) بھوئیوال متصل شرق پور (۴) منگو تارو متصل ہیڈ بلوکی (۵) چوہڑکانہ۔

ان کے علاوہ ایک گشتی شفاخانہ بھی قائم کیا گیا۔ جو روزانہ تقریباً ایک سو میل کا سفر کار پر کر کے مصیبت زدگان کی خدمت بجالاتا رہا۔

مورخہ ۳۰ر اگست تک ان مراکز اور ارد گرد کے متاثرہ دیہات میں کُل ۲۱۸۰ مریضوں کا علاج کیا۔ اور مختلف امراض مثلاً ملیریا، پیٹ درد اور پیچش وغیرہ کے لئے بیس ہزار سے زائد گولیاں تقسیم کیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گوجرانوالہ

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گوجرانوالہ نے ۸۵۰ر افراد میں پکا ہوا کھانا تقسیم کیا۔ نیز چنے اور گُڑ کے ایک ہزار پیکٹ بنا کر پانی میں گھرے ہوئے افراد کو دیئے۔ ۴۰ من گندم اور ۲۰ من آٹا مستحقین کو دیا۔ ۳۵۰ روپے نقد دیئے۔ ۶۲۰ مریضوں کو طبی امداد مفت دی اور پانچ صد کو ہیضہ کے ٹیکے لگائے۔ ۱۰۵ خدام نے ایک ہفتہ کام کر کے دو بیواؤں کے مکان تعمیر کئے۔ ۵ مکانوں کا ملبہ اٹھایا۔ ۱۰ مکانوں کی تعمیر میں مدد دی۔

ضلع گجرات

سیلاب کی اطلاع ملتے ہی ۲۰ خدام کو متاثرہ علاقہ میں بھجوایا گیا۔ یہ جائزہ چند گھنٹوں میں خدام نے مکمل کر لیا اور بطور امداد فوری طور پر ۲۵ من آٹا، ڈھائی من دال چنے وغیرہ اور ۲۰ سیر صابن اور ۳۵۸ روپے نقد قلعدار، تاراگڑھ، کوٹ نتھو، گورائے میں تقسیم کئے گئے۔ گولیکی، لنگے اور سعد اللہ پور میں ۹۰۰ روپے شہریوں میں تقسیم کئے گئے۔

سیلاب کی وجہ سے پھیلنے والی بیماریوں کی روک تھام کے لئے بطور طبی امداد ۲۷۰ روپے کی کونین، ٹیٹرا سائیکلین، اے۔پی۔سی، S.G.D وغیرہ خرید کر تقسیم کی گئیں۔ ۱۰۰ شہریوں کو ہیضہ کے ٹیکے لگائے۔امدادی کیمپ قائد آباد میں لگایا گیا۔طلباء میں ۱۰۰ کتب خرید کر تقسیم کی گئیں۔

مجموعی طور پر ۲۰۰۰ روپے۔۲۰۰ من گندم کا آٹا۔۱/۲ من صابن۔۷۰۰ روپے کی دال ۸ من۔۲۰۰۰ پارچات ہر سائز تقسیم کئے گئے۔۱۷۲۸ روپے مرکز میں اور ۱۰۰۰ روپیہ وزیر اعظم فنڈ میں جمع کروا دیا گیا۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مجلس خدام الاحمدیہ منڈی بہاؤالدین

خدام نے بےلوث خدمات سرانجام دیں اور متاثرینِ سیلاب کی امداد کے لئے درج ذیل اشیاء تقسیم کیں:۔

جنس	مقدار	جنس	مقدار
آٹا	۱۰۶ من	کنگھی	۲ درجن
کپڑے چھوٹے بڑے	۵۲۸ عدد	ماچس چھوٹے پیکٹ	۱۸۰۰
دالیں	۵ من ۱۰ سیر	Aspro	۱۲۰۰ ٹکیہ
سوڈا منٹ	۱۰۰۰ ٹکیہ	ڈاراپرم	۱۰۰ ٹکیہ
اسپرین	۱۰۰ ٹکیہ	برتن	۶ عدد
تیل مٹی	۲۴ گیلن	دھوتیاں	۲۱ عدد
ٹینٹ مکمل	۶ عدد	نمک	۵ من ۱۰ سیر
کھیس	۷ عدد	چنے بھنے ہوئے	۴ سیر
تیل سرسوں	۴ گیلن	نقد	۷۰ روپے
صابن	۴۲۴ ٹکیاں	مرچ	۲۷ سیر

موونگ کے مقام پر امدادی کیمپ لگایا گیا۔

خدام نے سائیکلوں، ٹریکٹروں، تانگوں اور کشتیوں کے ذریعہ متاثرین کے انخلاء میں مدد کی۔ اسباب بچایا گیا اور متاثرین کو محفوظ مقام پر پہنچایا گیا۔

مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی

دو امدادی وفود وزیر آباد بھجوائے گئے جنہوں نے ڈھولن اور لویری والا کے غریب اور سیلاب زدگان میں پارچات، صابن، چنے، چائے کے پیکٹ، دیا سلائی کی ڈبیاں اور عام ضرورت کی دوسری اشیاء تقسیم کیں۔ وزیر آباد میں ایک گری ہوئی دکان کا ملبہ اٹھایا۔

مرزا محمد نصیر صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ مسجد نور نے ایک خصوصی وفد گجرات روانہ کیا۔ جس نے ۲۰۰ خشک خوراک کے تھیلے، ۳۰۰ پارچات اور دوسری ضروری چیزیں متاثرین میں تقسیم کیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کی پیشکش پر ڈپٹی کمشنر ملتان نے شام چار بجے کہا کہ ۲۸ من خوراک کی فوری ضرورت ہے جو چھوٹے لفافوں میں پیک ہو اور صبح تک مل جائے۔ چنانچہ اسی وقت کام شروع کیا گیا اور راتوں رات مطلوبہ مقدار میں خوراک تیار کر کے لفافوں میں بند کر دی گئی۔

ملتان سے ۲۸ میل دور بنڈا ریسٹ ہاؤس کے قریب سینکڑوں سیلاب زدہ افراد تھے اور کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ راستہ کٹھن ہونے کی وجہ سے کوئی وہاں جانے کو تیار نہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب ملتان نے خواہش کی کہ احمدی نوجوان وہاں کیمپ قائم کر کے خوراک مہیا کریں۔ یہاں پہنچنے کے لئے ۱۶ میل کا کچا اور کیچڑ والا راستہ طے کرنا پڑتا تھا۔ خدام روزانہ ۵۶ میل کا سفر سائیکلوں پر متواتر ۹ دن تک کرتے رہے اور ۵۴۰۰ بھائیوں کے لئے خوراک بہم پہنچائی اور ۵۲۵ افراد کی طبی امداد کی۔ دوسرا کیمپ ملتان سے ۵۰ میل دور پنجانی کے مقام پر قائم کیا۔ اس علاقے میں مزید ایک سو آٹھ من آٹا، گندم، دالیں، ادویہ اور دیگر ضرورت کی چیزیں تقسیم کی گئیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لائل پور

امدادی کیمپ جھنگ:

مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور نے جھنگ میں امدادی کاموں کا آغاز ۱۴/اگست سے کیا۔ ابتدا میں پکا ہوا کھانا لائل پور سے بھجوایا گیا۔ پھر وہاں کیمپ قائم کر دیا گیا۔

دودھ کی تقسیم:

متاثرین کی ضرورت کے مطابق اور بچوں اور مریضوں کی تکلیف کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے

لئے دور دراز سے دودھ کا بندوبست کیا گیا۔ جھنگ میں تو دودھ ملنے کا سوال نہ تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے جھنگ میں متاثرین کی رہائش کے لئے سات کیمپ قائم تھے۔ خدام ان کیمپوں میں جا کر مجلس کی پرچی جاری کرتے اور مستحقین امدادی کیمپ سے دودھ حاصل کرتے۔ دودھ ڈیڑھ پاؤ سے اڑھائی پاؤ تک ہر ضرورت مند کو دیا گیا۔ ۲۳/اگست تک دس ہزار سے زائد ضرورت مندوں میں ۱۳۰من سے زائد دودھ تقسیم کیا گیا۔

طبّی امداد:

مجلس نے جھنگ میں ایک باقاعدہ ڈسپنسری قائم کی۔ لائل پور سے روزانہ کوالیفائیڈ ڈاکٹر تشریف لاتے اور کیمپوں میں جا کر متاثرین کا طبی معائنہ کرتے اور مفت علاج کی سہولت فراہم کرتے۔ وبائی امراض سے بچاؤ کے لئے ہومیو پیتھک ادویہ بھی کھلائی گئیں۔ ۱۹/اگست سے گشتی ڈسپنسریاں قائم کیں۔ ۲۳/اگست تک ۲۰ہزار سے زائد افراد کو مفت طبی امداد دی گئی۔

خوراک اور دیگر ضروریات کی چیزیں:

۱۶۶من آٹا گندم، چار من چنے، تین من گُڑ، ساڑھے سولہ من دال، ۲۰ سیر چاول، ۲۰ سیر کھانڈ، ۶۲ گز لٹھا، ۴۲ جوڑے نئے اور چارصد مستعمل کپڑے، صابن، چائے، دیا سلائی کی ڈبیاں، مٹی کے تیل کے آہنی لیمپ اور دیگر ضروری اشیاء براہ راست اور جماعت احمدیہ جھنگ کی وساطت سے تقسیم کی گئیں۔ ہزاروں افراد کو پانی پلایا۔ جھنگ صدر کی ایک متاثرہ بستی میں سرراہ مردہ بھینس پڑی تھی جس سے ساری بستی میں سخت تعفن اور بدبو پھیلی ہوئی تھی جو اتنی شدید تھی کہ ہمارے طبی وفد کے دو ارا کین اس تعفن کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ ۱۵ خدام نے یہ مردہ بھینس دفن کر کے بستی کے لوگوں کو اس مصیبت سے نجات دلائی۔

لائل پور شہر:

تاریخ کے اس بہت ہیبت ناک سیلاب کی خبر ملتے ہی رات تین بجے سے لائلپور کے خدام نے بڑے جوش مگر پورے نظم وضبط سے کام شروع کر دیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے خدام کو ہزاروں مصیبت زدگان کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

خدام نے سیلاب کے خطرناک ریلے سے اپنے بھائیوں کو بچانے کے لئے کشتیوں اور ٹیوبوں کی مدد سے انسانی جانوں بلکہ چوپایوں کو بھی بچانے کی کوشش کی۔ ربوہ سے بھی ایک ٹرک پر چار کشتیاں اور وہ قابلِ فخر خدام بھجوائے گئے جو اس سے قبل ربوہ کے نواح میں خدمت خلق کے شاندار کارنامے سرانجام دے چکے تھے۔ خدام نے ۱۱۵۶ خاندانوں کے افراد، ان کا قیمتی سامان جس میں گندم کی کثیر مقدار بھی شامل تھی کشتیوں پر پانی سے نکالنے اور ٹرک اور ٹرالی کی مدد سے (جو ایک احمدی دوست نے خدمت کے لئے پیش کئے تھے) محفوظ مقامات پر پہنچائی۔

لائل پور کے خدام نے چار مختلف امدادی مراکز میں کام کیا۔ ان مراکز نے طبی امداد کے میدان میں بھی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ چنانچہ احمدی ماہر ڈاکٹروں نے ۹۴۸۹/افراد کو طبی امداد دی۔ مصیبت زدگان کو خوراک مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ بیماروں اور بچوں کے لئے دودھ کی فراہمی کا مسئلہ انتہائی اہم تھا خدام نے انتہائی کوشش اور محنت سے ۸۲۷ پونڈ دودھ مہیا کر کے ۱۲۵۵۷ ضرورت مندوں کی امداد کی۔ اس کیمپ کے نظم وضبط اور قابلِ تعریف کام کو دیکھتے ہوئے عوام اور حکام نے اسے مثالی کیمپ قرار دیا۔

مکرم ڈاکٹر غلام حسین صاحب مشیر گورنر پنجاب نے اس کیمپ کی کارکردگی کی تعریف کی اور جناب چوہدری ارشاد احمد صاحب وزیر صحت پنجاب نے تو اپنے ریمارکس میں یہاں تک لکھا کہ ”میں چاہتا ہوں کہ تمام لوگ آپ کے نمونہ پر کام کریں“۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور نے شاہدرہ میں ۱۰/اگست سے امدادی مرکز جاری کیا اور اس مرکز میں لاہور شہر کی پانچوں قیادتوں کے خدام باری باری ۲۴ گھنٹے اپنے فرائض نہایت عمدگی سے بجالاتے رہے۔

خدام نے اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر دیوانہ وار متاثرین کی مدد کی۔ کئی بار پانی کی خطرناک گہرائی کی وجہ سے وہاں کھڑے ہوئے لوگوں نے خدام کو پانی میں داخل ہونے سے منع کیا لیکن متاثرین کی مصیبت کے پیش نظر خدام پانی میں کود جاتے رہے۔ بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں متاثرین کی مدد کے لئے سب سے پہلے پہنچنے کی سعادت ہمارے فدائی نوجوانوں کو خدا کے فضل سے نصیب ہوئی۔ الحمدللہ علی ذالک۔

اس بات کی پوری کوشش کی گئی کہ امدادی سامان متاثرین کے پاس پہنچ کر ان کو پیش کیا جائے نیز ان کی ہر طرح دلجوئی کی جائے اور ان سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے ان سے مصیبت کے خوف و ہراس کو دور کیا جائے۔عام امدادی وفود کے علاوہ کچھ وفود کے ذمہ سروے کا کام تھا۔تا کہ ایسے مصیبت زدگان کا بھی علم ہوتا رہے جن تک امداد اب تک کسی بھی ذریعہ سے نہیں پہنچ سکی۔

امدادی کاموں کا دائرہ درج ذیل علاقوں تک وسیع تھا۔شاہدرہ میں اندرون مقبرہ نور جہاں، اندرون مقبرہ جہانگیر، اندرون مقبرہ آصف جاہ، پاور ہاؤس، شاہدرہ ریلوے سٹیشن (ریلوے لائن کے دونوں طرف کا علاقہ)، ویونگ فیکٹری اور اس کا عقبی علاقہ، اسلام نگر، عزیز کالونی، گاندھی آشرم اور گؤ شالہ کے حلقے۔

بیرونی دیہات میں سے شمس آباد، فرخ آباد، مہر آباد سگیاں، بھینی، چک نمبر ۲۳، فیض پور، کوٹ شریف، شادیوال، شرقپور خورد، کوٹ عبدالمالک اور ٹبہ کے متاثرہ علاقے۔

اس کیمپ کے ذریعہ حسب ذیل اشیاء ضروریات تقسیم کی گئیں:۔

کھانا	۱۴۹۰۰۰ افراد	طبی امداد	۱۰۵۰۰ افراد
ٹیکے	۱۲۰۰ افراد	کپڑے	۶۰۰۰
جوتے	۳۰۵ جوڑے	نقد رقم	۳۶۸۱ روپے
ڈبل روٹی	۵۲۷۸	اچار	۱۳ من
صابن	۶۸۱ ٹکیاں	چنے	۱۵ من
موم بتی	۴۹۰ عدد	چائے	۶۸۱ پیکٹ
دیاسلائی	۱۳۸۰ ڈبیاں	گڑ	۲ من ۱۳ سیر
بسکٹ	۹۰ پیکٹ		

اس کے علاوہ دودھ، پیاز اور گھریلو استعمال کے برتن وغیرہ بھی تقسیم کئے گئے۔

تعمیر نَو:

مورخہ ۹ ستمبر سے شاہدرہ کی دونواحی بستیوں میں تعمیرِ نَو کا کام شروع کیا گیا۔

دونوں بستیوں میں ۱۲ مکان تعمیر کئے جا چکے ہیں اور یہ مکان ایسے نادار اور کمزور لوگوں کے ہیں جن کو دوسرا سہارا نہ تھا۔اور کئی بیوگان جن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور کوئی سرپرست نہیں۔

محترم چوہدری اسداللہ خان صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع لاہور اوران کے رفقاءِ کار کی نگرانی، رہنمائی اور خصوصی مدد خدام کو ہر آن حاصل رہی۔

اس امدادی کیمپ میں وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو، گورنر پنجاب جناب غلام مصطفیٰ کھر، وزیر مال پنجاب جناب محمد حنیف رامے، بیگم شاہین حنیف رامے صدر ریڈ کراس سوسائٹی پنجاب احمدیہ امدادی کیمپ میں تشریف لائے اور خدام کے جذبۂ خدمت خلق اور تنظیم سے کام کرنے کو سراہا۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور نے مجلس کے امدادی کاموں کی رپورٹ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں بھجوائی تو حضور نے فرمایا:۔

> ’’الحمدللہ آپ کو بہتر خدمت کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ احسن جزادے۔ سب خدام بیٹوں کو میرا اسلام پہنچادیں۔ میری دعائیں ان کے ساتھ ہیں وہ ہمت سے کام لیں اور ضرورت کی آخری گھڑی تک اپنی ذمہ داری کو نبھاتے چلے جائیں۔‘‘[306]

جھنگ صدر

اس سیلاب میں جھنگ بھی بری طرح متاثر ہوا۔ خداتعالیٰ کے فضل سے خدام نے ۲۰ سے زیادہ دفعہ وقارِعمل کر کے گرتے ہوئے مکانوں کو محفوظ کرنے، گرے ہوئے مکانوں سے سامان نکالنے اور ملبہ جمع کرنے، نالیاں صاف کرنے، پردے وغیرہ تعمیر کرنے کا کام کیا۔ بعض مصیبت زدگان کو کشتیوں کے ذریعہ نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچایا گیا اور ان کے کھانے کا انتظام کیا۔ شیر خوار بچوں اور بیماروں کو روزانہ منوں دودھ مہیا کیا گیا۔ ایک بند کی مرمت کے لئے خدام نے نو بجے سے ایک بجے تک بڑی محنت اور خلوص سے کام کیا۔ ۵۹۰۹ مریضوں کو ادویات فراہم کی گئیں۔ ڈیڑھ ہزار سے زائد افراد میں آٹا، دالیں اور ضرورت کی دیگر اشیاء تقسیم کی گئیں۔

ضلع بہاولپور

۱۔ پانچ من خشک خوراک تقسیم کی۔ گیارہ صد روپے کی خوراک اور دیگر ضرورت کی چیزیں خرید کر تقسیم کیں۔

۲۔ ۱۳۰۰ افراد کو ٹائیفائیڈ اور ہیضے کے ٹیکے لگائے گئے نیز سینکڑوں مریضوں کو مفت طبی امداد بہم پہنچائی گئی۔

۳۔ایک مصیبت زدہ گھرانے کو ایک ٹینٹ لے کر دیا۔
۴۔سیلاب سے متاثرہ جماعتوں میں خصوصی وفود بھیج کر خیریت دریافت کی اور ہر ممکن مدد کی۔
۵۔لجنہ اماء اللہ بہاولپور نے متاثرہ لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے پارچات، جوتے اور دیگر اشیاءِ ضروریات جمع کیں۔

ضلع ساہیوال

مجلس خدام الاحمدیہ اوکاڑہ نے جماعت احمدیہ اوکاڑہ کے تعاون سے ۱۵۰۰ روپے نقد امدادی کاموں کے لئے جمع کئے۔متاثرین میں ۸۴ روپے کی خوراک تقسیم کی گئی۔
لجنہ اماء اللہ اوکاڑہ نے پارچات، جوتے، نقدی اور دیگر ضروریات کی اشیاء جمع کر کے احمدیہ ریلیف کیمپ لاہور کو ارسال کیں۔

ضلع مظفر گڑھ

پنجند کا بند ٹوٹنے کی وجہ سے پانی علی پور کی طرف بڑھنے لگا تو خدام نے نہر چندر بھان کے بند کو مضبوط کرنے کے لئے دن رات کام کیا۔
مختلف دیہات میں پانی میں گھرے ہوئے لوگوں کو کشتیوں کے ذریعہ محفوظ مقام تک پہنچایا۔
علی پور کے امدادی کیمپ میں پناہ لینے والے متاثرین کو پہلا کھانا دو گھنٹے کے نوٹس پر تیار کر کے کھلایا گیا۔مجموعی طور پر سات ہزار کس کو کھانا کھلایا گیا۔۳۰۰ پارچات تقسیم کئے۔مفت طبی امداد دی گئی۔

ضلع حیدرآباد

ایک ہزار روپے سیلاب فنڈ کے لئے جمع کئے۔۵۰ جوڑے پارچات، ۳۵ جوڑے جوتے اور چنے وغیرہ دیگر اشیاءِ ضروریات اکٹھی کر کے مستحقین کو دی گئیں۔
۵۰ افراد کو پانی سے نکال کر محفوظ جگہ پہنچایا گیا۔ایک کنبہ کی ۴۰ بوری گندم زیرِ آب علاقہ سے خدام نے نکالی۔

ضلع نواب شاہ

ضلع نواب شاہ کی طرف سے تین ہزار چالیس روپے مستحقین میں تقسیم کئے گئے۔ چھ صد افراد

کو مفت طبی امداد دی گئی۔ ۳۴۴۷ پیکٹ خوراک تقسیم کی گئی۔اس کے علاوہ صابن، دالیں، گڑ اور بسکٹ وغیرہ ضرورت کی چیزیں تقسیم کیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی کے ۸۷ خدام نے کراچی سے ۱۵ میل دور ٹھٹھہ میں حفاظتی بند پر ۳۱؍اگست تا ۲؍ستمبر دن رات کام کیا۔ بند کا ایک فرلانگ لمبا شگاف پُر کیا جس میں ریت کی ہزارہا بوریاں بھر کر ڈالی گئیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ سوسائٹی کراچی نے امدادی کاموں کے لئے ۳۳۴۵ روپے، دو ہزار پارچات، یکصد جوڑے جوتے اور اڑھائی صد برتن جمع کئے۔کراچی چھاؤنی کے قریب متاثرین کے کیمپ میں دودھ، بچوں کے دودھ پینے کی بوتلیں، دوائیاں، صابن، دیا سلائی کی ڈبیاں وغیرہ اشیاء ضروریات تقسیم کیں۔

ضلع تھرپارکر

یہ ضلع سیلاب سے متاثر نہیں ہوا لیکن انہوں نے متاثرہ اضلاع میں سیلاب زدگان کی خدمت کے لئے چار ہزار روپے کے عطایا اکٹھے کئے۔[307]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے اظہار خوشنودی اور پیغام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ان دنوں یورپ میں تھے۔مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے باقاعدگی کے ساتھ ٹیلی فون اور خطوط کے ذریعہ ان امدادی سرگرمیوں کی اطلاع بھجوائی جاتی رہی کہ کس طرح خدام احمدیت ملک کے سیلاب کی لپیٹ میں آتے ہی نہایت بے جگری سے بے لوث خدمات میں سرگرم عمل ہو چکے ہیں۔ان اطلاعات پر حضور نے اظہار خوشنودی فرمایا۔چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے نام ایک خصوصی کیبل گرام میں ارشاد فرمایا:۔

> ’’خدام الاحمدیہ کی بے لوث خدمات قابل تعریف ہیں۔سیلاب زدگان کو جانی اور مالی نقصان سے بچانے کے لئے انتہائی کوششیں جاری رکھیں‘‘۔

نیز اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۱۶؍اگست ۱۹۷۳ء میں صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نام تحریر فرمایا:۔

’’میری طرف سے خدام کو کہیں کہ جب تک ضروری ہو کام کو جاری رکھیں اور پوری تندہی اور ہمت سے کام کریں۔ تمام احباب اور خدام کو السلام علیکم کہہ دیں‘‘۔[308]

جماعت احمدیہ کراچی کا گرانقدر عطیہ

جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے وزیر اعظم پاکستان کے سیلاب فنڈ میں دس ہزار روپے کا گرانقدر عطیہ پیش کیا گیا۔ ریڈیو اور ٹی وی کراچی نے ۲۸؍اگست (۱۹۷۳ء) کو سیلاب سے متعلق خبروں کے خصوصی پروگرام میں اس کی بابت اعلان نشر کیا۔ جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے پارچات اور ادویات اور گھریلو استعمال کی ضروری اشیاء بھی بہت بڑی تعداد میں اکٹھی کی گئی ہیں جو حکومت کو پیش کی جارہی ہیں اس کے علاوہ لجنہ اماء اللہ کراچی کے زیر انتظام بھی نقدی اور سامان کی صورت میں عطیات اکٹھے کئے گئے‘‘۔[309]

اخبارات کے تبصرے

اس بدترین سیلاب سے پنجاب اور سندھ میں بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی۔ مجموعی طور پر ۴۷۰ سے زائد افراد جاں بحق ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق پنجاب میں ہی ایک کروڑ ایکڑ سے زائد زمین متأثر ہوئی۔ ۳۵ لاکھ ایکڑ زمین پر کھڑی فصلیں تباہ ہوئیں اور ۸۰ لاکھ افراد بے گھر ہوئے۔ پنجاب میں اڑھائی ارب سے زائد کا زرعی نقصان ہوا۔ ضلع سیالکوٹ میں سب سے زیادہ ۱۱۰۸ گاؤں متأثر ہوئے۔ اس کے علاوہ ضلع جھنگ میں بھی ۷۴۰ گاؤں متأثر ہوئے۔ سندھ میں ۱۳ لاکھ ایکڑ سے زائد رقبہ متأثر ہوا اور ۹ لاکھ ایکڑ سے زائد کھڑی فصلوں کو نقصان پہنچا۔ اس کے علاوہ نواب شاہ، لاڑکانہ اور دادو کے اضلاع میں قریباً ایک لاکھ ایکڑ کپاس اور ۲ لاکھ سے زائد ایکڑ میں چاول کی فصل متأثر ہوئی۔ ۴۰۰ ٹیوب ویل بالکل ناکارہ ہو گئے اور ۳۵۰۰ سے زائد گاؤں متأثر ہوئے۔ اس کے علاوہ آزاد کشمیر کے مختلف اضلاع کو بھی سیلاب نے متأثر کیا جس سے ۲۵ ہزار مکانات منہدم ہوئے اور ہزاروں افراد بے گھر ہو گئے۔[310]

اس سیلاب کی تباہ کاریوں کو دیکھتے ہوئے ہر طبقہ اور مکتبہ فکر پکار اٹھے کہ یہ سیلاب نہیں خدا کا عذاب ہے۔ اس سلسلہ میں پاکستانی اخبارات کے ضروری اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

صدر مملکت کا بیان:

’’صدر مملکت چودھری فضل الٰہی نے کہا ہے کہ سیلاب عذابِ الٰہی ہے اور ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرنی چاہیئے‘‘۔[311]

ہفت روزہ ’’اہل حدیث‘‘ لاہور:

اخبار ’’اہل حدیث‘‘ لاہور نے اپنے ایک ادارتی نوٹ میں لکھا۔

سیلاب یا عذاب!

اس وقت مغربی پاکستان خصوصاً پنجاب بھر کا پورا علاقہ ہولناک سیلاب کی لپیٹ میں ہے یقیناً یہ سیلاب ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ بھٹکی ہوئی قوم کے لئے اللہ رب العزت کی جانب سے اس کے عذاب کا ایک ہلکا سا نمونہ ہے۔

ادھر عذابِ الٰہی نازل ہے ادھر ہماری یہ حالت ہے کہ خالقِ حقیقی کے سامنے جھک کر اپنے پچھلے گناہوں کی معافی مانگنے اور آئندہ کے لئے ہر قسم کی برائی سے اجتناب کا اقرار کرنے کی بجائے ہمارے وزراء و رہنما ایسے بیانات دے رہے ہیں جیسے وہ خدائے قادر و رحیم کو دعوتِ مبارزت دے رہے ہوں اور اس کے عذاب سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے میدانِ کارزار میں کود رہے ہوں......

ہمارے رہنماؤں نے سیلاب کی صورت میں عذاب کی تباہ کاریوں سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے قدرت کے تیوروں کو پہچانا ہے، یہی حال ریڈیو ٹیلیویژن کے کارپردازوں کا ہے۔ ریڈیو کے اناؤنسر اور فنکار اس مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرنے اور سیلاب کے آگے سینہ تان کر کھڑے ہو جانے کی تلقین کر رہے ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں کے حال کو خداوند کریم نے قرآن عزیز میں یوں بیان فرمایا ہے: وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَ مَا يَتَضَرَّعُوْنَ (المومنون:۷۷)

ان کا حال تو یہ ہے کہ ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا، پھر بھی یہ اپنے پروردگار کے آگے نہ جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کرتے ہیں۔......آیئے! ہم اپنے مجموعی کردار میں اسلام کے روشن اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مناسب تبدیلی پیدا کریں۔ عوام اور حکمران اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر اپنے گناہوں اور فروگذاشتوں کی معافی مانگیں تاکہ یہ عذاب ٹل سکے اور ملک و قوم مزید مصائب و مشکلات میں مبتلا ہونے سے بچ سکے‘‘۔[312]

الاعتصام لاہور:

تاریخ پاکستان کا ہولناک ترین سیلاب

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ (التوبۃ:۱۲۶)

’’کیا وہ نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر مرتبہ سال میں ایک یا دو مرتبہ ابتلاء وآزمائش میں ڈالا جاتا ہے لیکن وہ پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں‘‘۔

اس دفعہ سیلاب نے جو قیامتِ صغریٰ اور گویا کہ طوفانِ نوح برپا کیا ہے اس نے پورے ملک کی چُولیں ہلا ڈالی ہیں۔ پنجاب، جو ملک کا زرخیز ترین علاقہ ہے، اس کا ایک بہت بڑا حصہ اس سے متاثر ہوا ہے۔ اس کے ہزاروں دیہات حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے! لاکھوں ایکڑ رقبے پر پھیلی ہوئی لہلہاتی فصلیں آناً فاناً تباہ وبرباد ہوگئیں! لاکھوں مکان اس کی زد میں آ گئے اور لاکھوں افراد اس طرح گھر سے بے گھر ہوئے کہ ان کے پاس ستر پوشی کے لئے لباس اور کھانے کے لئے نانِ جویں تک نہ رہا! ان کا سارا سرمایۂ حیات سیلابی پانی کا ریلا بہا کر لے گیا اور نہ معلوم کتنے سو افراد کی زندگیاں اس سیلاب کی بھینٹ چڑھ گئیں اور تادمِ تحریر (۱۹/اگست) سیلاب کی سنگینی وشدت میں کوئی خاص کمی نہیں ہوئی۔ اس کی تندوتیز موجیں اور طوفانی لہریں اب بھی شورِ محشر برپا کئے ہوئے ہیں اور جدھر بھی اس سیلاب کا رخ ہوتا ہے تباہی وبربادی کا ایک ناقابلِ فراموش نقش اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ کہتے ہیں اب اس کا بہاؤ دریائے سندھ کی طرف ہے جس کی وجہ سے اس کے آس پاس کے علاقوں کو شدید خطرہ ہے۔ خدا کرے یہ خطرہ موہوم ثابت ہو اور سرزمینِ سندھ اس ہولناک تباہی وبربادی سے محفوظ رہے جس نے پنجاب کی شادابی وزرخیزی کو کھنڈر اور ویرانی میں تبدیل کردیا ہے۔......

اس عذاب سے بچاؤ کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ پوری قوم خوابِ غفلت سے بیدار ہو اور اپنے خدا کے آگے جھک جائے اور مومنانہ زندگی گذارنے کا عہد کرے۔ اگر اس قہرناک عذاب کے بعد بھی ہم نے اپنے کردار وعمل کا رخ صحیح نہ کیا اور ہمارے لیل ونہار کا یہی عالم رہا تو حالات کے تیور صاف بتلا رہے ہیں کہ ہمارا مستقبل پھر اس سے بھی زیادہ مخدوش اور تاریک تر ہے۔ ہمیں سیلاب زدگان کی ہر قسم کی امداد کے ساتھ ساتھ قوم کا رخ بھی تبدیل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اس کے بغیر نجات کی کوئی صورت نہیں۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ‘‘۔[313]

اخبار نوائے وقت میں شائع ہوا:

’’آج ہم مصائب، حوادث، ابتلاء اور امتحان کے ایک ایسے دور سے گذر رہے ہیں جس سے دوسری قومیں گذریں اور شدید عذابِ الٰہی کی مورد بن کر صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ کیا ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہونے والا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب میں گرفتار ہوں اور دوسری امتوں کی طرح مٹ جائیں ہمیں چاہیے کہ ہم ارشاداتِ ربانی کی روشنی میں اپنی ان کوتاہیوں کو تلاش کریں جو ہمارے موجودہ مصائب و آلام کا سبب بنی ہیں۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہم نے ارشاداتِ خداوندی اور فرمودات ختمی مرتبتؐ کی کہاں نافرمانی کی ہے۔ ہمیں آیات قرآنی کی روشنی اور خاتم النبیینؐ کے ارشاداتِ گرامی کی ضیا میں اپنی ان فروگذاشتوں پر نظر ڈالنی ہوگی جو ہمیں رب العزت سے دور اور دنیاوی آلائشوں سے قریب تر لانے کا سبب بنی ہیں‘‘۔[314]

میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی پاکستان:

’’ہم پر پے بہ پے جو مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں یہ گذشتہ ۲۶ برس میں اللہ تعالیٰ سے ہماری وعدہ خلافیوں، نافرمانی اور سرکشی پر تنبیہات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنے رب کے حضور سچے دل سے توبہ کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے‘‘۔[315]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا یادگار سفر مغربی افریقہ

اس سال کا ایک نہایت اہم اور قابل ذکر واقعہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب (سابق صدر عالمی اسمبلی و عالمی عدالت انصاف) کا سفر مغربی افریقہ ہے جو آپ نے لندن میں مستقل قیام کے چند ماہ بعد کیا اور ۳۱/اگست سے ۷/ستمبر ۱۹۷۳ء تک جاری رہا۔ اس دوران آپ نے غانا اور سیرالیون کے سربراہانِ مملکت، چیف جسٹس صاحبان، وزراءِ خارجہ، سفراء اور دیگر عمائدین سے ملاقاتیں کیں۔ استقبالیہ تقاریب سے خطاب فرمایا۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور پریس کے ذریعہ آپ کے ورودِ مسعود کا بہت چرچا ہوا جس سے ان ممالک کے متعدد حلقوں میں احمدیت کے اثر و نفوذ میں زبردست اضافہ ہوا۔ علاوہ ازیں غانا اور سیرالیون کے مخلص احمدیوں کو آپ کے قیمتی نصائح اور خیالات سے براہ راست استفادہ کی سعادت حاصل ہوئی اور وہ مسیح محمدی کے اس جلیل القدر صحابی اور

عالمی شہرت کی حامل خدانما اور سحر انگیز شخصیت کی زیارت سے ازحد متاثر ہوئے۔حضرت چوہدری صاحب کا یہ مبارک سفران ممالک پر بہت زیادہ گہرے اثرات ڈالنے کا موجب ہوا۔

غانا (۳۱/اگست-۴/ستمبر۱۹۷۳ء)

اس ملک کے دورہ کی روح پرور تفصیلات مرزا نصیر احمد صاحب شاہد پرنسپل احمدیہ مشنری ٹریننگ کالج سالٹ پانڈ کے قلم سے الفضل ۱۴۔۱۵۔۱۶/نومبر۱۹۷۳ء میں شائع ہوئیں۔آپ مکرم چوہدری صاحب کے دورہ کے متعلق اپنی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''محترم چوہدری صاحب کی آمد سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی غرض سے ۱۸/اگست کو منعقدہ ایڈوائزری کونسل میں آپ کے گھانا میں قیام کا تفصیلی پروگرام وضع کیا گیا۔۳۰/اگست کو چوہدری صاحب آبی جان تشریف لائے جہاں ائیر پورٹ پر مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب، مولوی عبدالشکور صاحب، چوہدری محمد اشرف صاحب، ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب اور خاکسار نے استقبال کیا۔

ائیر پورٹ سے چوہدری صاحب احباب کی معیت میں اکرہ مشن ہاؤس تشریف لائے۔دورو نزدیک سے آئے ہوئے قریباً اڑھائی صد احباب و خواتین نے آپ کا استقبال نعرہ ہائے تکبیر اور اھلاً و سھلاً و مرحباً سے کیا۔جمعہ کی نماز آپ نے احباب کے ہمراہ مشن ہاؤس میں ادا فرمائی۔خطبہ جمعہ میں محترم مولانا کلیم صاحب نے محترم چوہدری صاحب کا مختصر تعارف کرایا اور فرمایا کہ آپ کو علاوہ دنیوی مقام کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

نماز جمعہ کے بعد محترم چوہدری صاحب نے تمام احباب سے مصافحہ کیا۔کھانے کے بعد محترم مولانا کلیم صاحب کی معیت میں ایک مقامی نومسلم دوست الحاج بشیر کوسوانزی نے محترم چوہدری صاحب سے ملاقات کی۔مکرم الحاج بشیر کوسوانزی صاحب سابق صدر مملکت گھانا کوامے نکرومہ کے زمانہ میں وزیر انصاف اور اٹارنی جنرل تھے۔نماز مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد محترم چوہدری صاحب نے مشن ہاؤس میں جماعت کے دوستوں سے خطاب فرمایا۔آپ کا یہ خطاب گھنٹہ بھر جاری رہا۔جو احباب نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنا۔

اگلے روز یعنی یکم ستمبر بروز ہفتہ آپ بذریعہ کار کماسی تشریف لے گئے۔رستہ میں اسوکورے (Asokore) کے مقام پہ نصرت جہاں سکیم کے تحت قائم شدہ ہسپتال کے انچارج محترم ڈاکٹر سید

غلام مجتبیٰ صاحب کی درخواست پر آپ نے کچھ دیر قیام فرمایا اور کھانا بھی وہیں تناول فرمایا۔
اسوکورے میں قیام کے دوران پیراماؤنٹ چیف کی طرف سے جواُن دنوں کہیں سفر پر گئے ہوئے تھے ایک نمائندہ وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس وفد نے جماعت احمدیہ کی خدمات کو سراہا اور کہا کہ جماعت اس علاقہ میں ہسپتال اور سکول کے ذریعہ سے مقامی عوام کی قابل قدر خدمات سرانجام دے رہی ہے اور اس ہسپتال اور سکول کی وجہ سے اسوکورے بھی مغربی افریقہ کے بعض دوسرے ملکوں میں مشہور ہو چکا ہے۔مکرم ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب یہاں بڑی تندہی سے مریضوں کی خدمت کر رہے ہیں۔محترم ڈاکٹر صاحب کی درخواست پر محترم چوہدری صاحب نے زیرتعمیر ہسپتال اور سکول اور احمدیہ مسجد کا معائنہ فرمایا۔

مسجد کے احاطہ میں اسوکورے جماعت کے تمام احباب وخواتین محترم چوہدری صاحب کے استقبال کے لئے جمع تھے۔جونہی محترم چوہدری صاحب کی کار مسجد کے احاطہ میں پہنچی احباب نے نعرہ ہائے تکبیر سے آپ کوخوش آمدید کہا۔ یہاں پر محترم چوہدری صاحب نے تمام احباب کو شرف مصافحہ بھی بخشا۔ یہاں احباب سے رخصت ہو کر تین بجے تمام قافلہ کماسی پہنچا۔ سب سے پہلے محترم چوہدری صاحب City ہوٹل میں تشریف لے گئے۔سامان وغیرہ وہاں رکھنے کے بعد احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی میں تشریف لے گئے۔ جہاں برونگ اہافو (Brong Ahafo) اور اشانٹی کی اکثر وبیشتر جماعتیں آئی ہوئی تھیں۔سکول میں اس وقت کم وبیش دو ہزار افراد کا اجتماع تھا۔جیسے ہی محترم چوہدری صاحب کار سے اترے احباب نے نہایت زوردار نعرہ ہائے تکبیر سے آپ کا استقبال کیا جس سے فضا گونج اٹھی۔نعروں کے درمیان ہی آپ نے جماعت کے تمام عہدیداروں اور سربرآوردہ شخصیتوں سے مصافحہ کیا۔ظہر اور عصر کی نمازوں کے بعد جو سکول کے ایک حصہ میں ہی ادا کی گئیں آپ سٹیج پر تشریف لے گئے۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد جماعت ہائے احمدیہ اشانٹی ریجن کے ریجنل چیئرمین الحاج الحسن عطاء صاحب نے محترم چوہدری صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا۔اس کے بعد ایڈریس کے جواب میں محترم چوہدری صاحب نے فرمایا کہ گھانا میں میرا یہ پہلا ورود نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی ۱۹۴۲ء میں جب کہ جنگ کا زمانہ تھا امریکہ جاتے ہوئے میں نے ایک دوروزا کرہ میں اس وقت کے گورنر ایلن برنز (Alan Burns) کے ہاں قیام کیا تھا۔

آپ نے فرمایا ہم سب ایک ہی روحانی رشتہ اخوت میں بندھے ہوئے ہیں اور سچی اخوت تعلق باللہ کے نتیجہ میں ہی قائم ہوسکتی ہے گوبعض اور بھی امور اخوت قائم کرنے والے ہوتے ہیں مثلاً ملک و قوم اور برادری مگر یہ رشتے عارضی ہوتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں۔اصل اور حقیقی اخوت وہی ہے جو تعلق باللہ کے نتیجہ میں قائم ہوتی ہے۔

پروگرام کے مطابق اس وقت چونکہ اشانٹی ریجن کے شاہ سے ملاقات مقرر تھی اس لئے آپ نے اپنا خطاب درمیان میں روک دیا۔اس کے بعد آپ اشانٹی کے چیف سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ساڑھے چار بجے کے قریب اشانٹی چیف Otumfuo Opoku کے محل پر پہنچے۔اشانٹی چیف نے محترم چوہدری صاحب کی بڑی عزت اور تکریم کی اور بڑے احترام سے پیش آیا۔یہ ملاقات تقریباً ۲۰ منٹ جاری رہی۔ملاقات کے دوران مختلف موضوعات پر غیر رسمی اور بے تکلف گفتگو ہوئی۔ ملاقات کے اختتام پر چیف نے محترم چوہدری صاحب اور مولانا کلیم صاحب کے ہمراہ بشمول دیگر اراکین قافلہ تصاویر بھی اتروائیں۔ملاقات کے بعد محترم چوہدری صاحب دوبارہ سکول کی عمارت میں تشریف لائے اور خطاب جاری فرمایا۔

محترم چوہدری صاحب کا یہ خطاب چھ بج کر پچیس منٹ تک جاری رہا۔مسجد احمدیہ میں مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کرنے کے بعد محترم مولانا کلیم صاحب کی درخواست پر آپ نے پھر دوبارہ مقامی جماعت سے خطاب فرمایا۔اپنے اس خطاب میں محترم چوہدری صاحب نے خلافت کی ضرورت،اس کی اہمیت اور برکات پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ اس آسمانی انعام کی صحیح قدر صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ ہم اطاعت، سچی اطاعت کے جذبہ سے سرشار ہوں اور ہر حال میں امام کی پوری پوری اطاعت کریں......

دوسرے روز یعنی ۲ ستمبر بروز اتوار بوقت پونے نو بجے امیر صاحب مقامی مولانا کلیم صاحب کی معیت میں سالٹ پانڈ کے لئے روانہ ہوئے۔سفر کے دوران محترم چوہدری صاحب نے خلافتِ اولیٰ کے متعدد واقعات،منکرینِ خلافت کے طرزِ عمل نیز بعض اَور جماعتی نشانات اور خود اپنے بعض حالات بھی نہایت ہی دلچسپ انداز میں سنائے۔

سالٹ پانڈ میں ورود

۱۲ بج کر ۴۵ منٹ پر ہم سالٹ پانڈ پہنچے جہاں سنٹرل اور ویسٹرن ریجن کے ہزاروں احباب مرد،

عورتیں اور بچے شہر کے باہر سے لے کر مشن ہاؤس تک نصف میل کے فاصلہ میں آپ کے استقبال کے لئے جمع تھے۔جیسے ہی کاروں کا قافلہ احباب کو نظر آیا انہوں نے نہایت ہی پُر جوش آواز میں نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محترم چوہدری صاحب،محترم امیر صاحب مولانا کلیم صاحب کی معیت میں جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔احباب نے جو آپ سے ملاقات اور آپ کے خطاب کے سننے کے لئے جمع تھے پُر جوش نعروں سے اور اھلاً وسھلاً ومرحباً سے آپ کا استقبال کیا۔سب سے پہلے ظہر وعصر کی نمازیں احباب نے محترم مولانا کلیم صاحب کی اقتداء میں ادا کیں۔ازاں بعد محترم چوہدری صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔سب سے پہلے تلاوت قرآن کریم ہوئی۔امیر صاحب مولانا کلیم صاحب کے ارشاد پر جماعت کے پریذیڈنٹ مکرم الحاج ممتاز بیگ صاحب آرتھر نے ایڈریس پڑھا۔ازاں بعد محترم چوہدری صاحب نے اپنا خطاب شروع فرمایا۔

آپ نے فرمایا کہ آج سے تقریباً ایک صدی پیشتر اللہ تعالیٰ نے ایک دور دراز کے ملک میں اپنے ایک بندے کو مبعوث کیا اور اس سے جہاں اور بے شمار وعدے کئے وہاں یہ بھی وعدہ کیا کہ ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“۔اور یہ زمین کا ایک کنارہ ہے۔ہمیں کسی اٹلس پر یا کسی نقشہ پر نگاہ ڈالنے کی ضرورت نہیں۔آپ کے دائیں طرف بحراوقیانوس اس امر کا گواہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے بے شمار علاقوں میں سے صرف اس جگہ کو اپنے نشان کے اظہار کے لئے منتخب کیا۔سب سے پہلے وہ آسمانی پیغام مغربی افریقہ کے اس خطے پر پہنچا اور یہاں سے اطراف میں پھیلنا شروع ہوا۔پس میرے لئے یہ انتہائی شکر کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے میری زندگی میں ہی اس جگہ کی زیارت کرنے کی توفیق بخشی۔

خطاب اور دوستوں سے الوداعی ملاقات کے بعد محترم چوہدری صاحب مع محترم امیر صاحب اور ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب اور دیگر رفقائے قافلہ،سویڈرو (Swedru) کے لئے روانہ ہوئے۔

سویڈرو پہنچنے پر پہلے محترم چوہدری صاحب نے پرانی عمارت کا ملاحظہ کیا جہاں فی الوقت ہسپتال کام کر رہا تھا اس کے بعد نئی عمارت میں تشریف لے گئے جہاں سینکڑوں احباب محترم چوہدری صاحب کے لئے چشم براہ تھے۔جیسے ہی محترم چوہدری صاحب کی کار ہسپتال کی وسیع وعریض کمپاؤنڈ

میں داخل ہوئی احباب کے نعرہ ہائے تکبیر سے فضا گونج اٹھی۔ پہلے تو محترم چوہدری صاحب نے ہسپتال کی عمارت کا ملاحظہ فرمایا۔ بعدازاں محترم کلیم صاحب نے محترم حضرت چوہدری صاحب کے متعلق چند تعارفی جملے کہے۔اس کے بعد محترم چوہدری صاحب نے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ میں اس وقت خصوصاً احمدی بہنوں سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں اس کے بعد آپ نے اپنی والدہ صاحبہ مرحومہ کے ایک رؤیا کا ذکر کیا اور فرمایا کہ رؤیا میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی۔ حالانکہ ابھی آپ کو حضور علیہ السلام کا علم نہ تھا بعد میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ سیالکوٹ تشریف لائے تو میری والدہ صاحبہ مرحومہ والد صاحب کی اجازت لے کر حضور کی زیارت کے لئے آپ کی جائے قیام پر تشریف لے گئیں۔حضور علیہ السلام اس وقت مصروف تھے جب نماز کے لئے تشریف لے جانے لگے تو آپ وہاں سے گذرے جہاں والدہ صاحبہ حضرت اماں جان کی خدمت میں حاضر تھیں۔حضور علیہ السلام چند لمحوں کے لئے وہاں تشریف فرما ہوئے اور والدہ صاحبہ نے آپ کو دیکھتے ہی بلاتامل بیعت کی درخواست کی جو حضور نے فوراً ہی منظور فرما لی اور اسی وقت بیعت لے لی۔اس وقت مَیں بھی والدہ صاحبہ محترمہ کے ہمراہ تھا۔ایک ہفتہ بعد ہی والد صاحب نے بھی بیعت کر لی اور میں اس وقت بھی ہمراہ تھا۔

خطاب کے بعد چوہدری صاحب نے احباب سے اجازت حاصل کی اور مع دیگر رفقائے قافلہ کے اکرہ کیلئے روانہ ہوئے۔ساڑھے آٹھ بجے ہم لوگ اکرہ مشن ہاؤس پہنچے جہاں سب سے پہلے عشاء کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں۔اس کے بعد احباب بڑے ہال میں تشریف لائے۔آپ نے دوستوں سے خطاب فرمایا اور گذشتہ دو دنوں میں اپنے مشاہدات اور تاثرات بیان فرمائے کماسی اور سالٹ پانڈ میں دوستوں کے جذبۂ محبت کی تعریف کی اور فرمایا کہ میرے دل پر ان سب کی ملاقات نے گہرا اثر ڈالا ہے۔

بعدازاں مجلس خدام الاحمدیہ اکرہ نے محترم چوہدری صاحب کی خدمت میں ایک قیمتی تحفہ مقامی لباس کی شکل میں پیش کیا۔اگلے روز یعنی مورخہ ۳رستمبر کو سب سے پہلے صبح ۹ بجے بریگیڈیر ایشلے لیسن (Ashley Lassen) سے ملاقات تھی جو چیف آف ڈیفنس سٹاف اور کمشنر برائے انصاف و امور خارجہ کی عدم موجودگی میں ان کے قائمقام بھی ہیں۔یہ ملاقات ۱۵ منٹ رہی۔اس کے بعد ملک کے سربراہ کرنل آئی کے ایچیام پونگ (Col. I. K. Acheampong) جو فوجی حکومت کے چیئرمین

بھی ہیں، سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے ۔اس موقعہ پر بریگیڈیئر ایشلے لیسن چیف آف ڈیفنس سٹاف کے علاوہ چیف پروٹوکول آفیسر بھی موجود تھے ۔ملاقات میں جنوبی افریقہ کی موجودہ صورتحال اور عالمی عدالت کے طریق کار کے مسائل زیر گفتگو رہے ۔اس موقعہ پر چیئرمین نے جماعت کی خدمات کو بھی سراہا۔

دوپہر کو قائمقام چیف جسٹس مسٹر اپالو (Mr. Appoiao) کی طرف سے محترم چوہدری صاحب کے اعزاز میں ایک ظہرانہ دیا گیا جس میں پچاس کے قریب دیگر مہمان بھی مدعو تھے جو ججز، سینئر وکلاء پر مشتمل تھے ۔محترم مولانا کلیم صاحب کے علاوہ مقامی جماعت کے پریذیڈنٹ صاحب الحاج ممتاز بیگ آرتھر صاحب، سیکرٹری مکرم مسعود جمال صاحب جانسٹن اور اشانٹی جماعت کے چیئرمین حاجی حسن عطاء صاحب بھی اس دعوت میں شامل تھے ۔قائمقام چیف جسٹس صاحب نے اس موقعہ پر ایک ایڈریس بھی محترم چوہدری صاحب کی خدمت میں پیش کیا جس میں محترم چوہدری صاحب کی عالمی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ان کو بہت سراہا۔ایڈریس کے جواب میں محترم چوہدری صاحب نے شکریہ ادا کیا نیز مختصر طور پر عالمی عدالت کے طریق کار کا تعارف کرایا۔

شام ۴ بجے ہوٹل ایمبیسیڈر میں ہی ایک پریس کانفرنس کا انتظام کیا گیا تھا جس میں وزارت اطلاعات اور پریس کے نمائندگان نے شرکت کی ۔ڈیلی گرافک اور ’’گھانین ٹائمز‘‘ کے نمائندگان بھی شامل تھے اس موقعہ پر جنوبی افریقہ اور عالمی عدالت کے طریق کار پر بھی تفصیلی گفتگو ہوئی ۔احمدیت کا تعارف بھی کرایا گیا۔محترم چوہدری صاحب نے اس موقعہ پر اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں جو انسان سائنسی ترقیات کے نتیجہ میں اپنے خدا سے دور ہوکر تباہی اور آگ کے گڑھے کے کنارہ پر پہنچ گیا ہے اس کا علاج اب صرف اسلام میں ہی ہے اور صرف اسلام ہی انسانیت کو موجودہ تباہی سے بچا سکتا ہے ۔نیز اس موقعہ پر آپ نے اسلام کے اقتصادی نظام کو بھی شرح وبسط واضح فرمایا۔

شام ۶ بجے جماعت کی طرف سے محترم چوہدری صاحب کی خدمت میں ایک استقبالیہ ہوٹل ایمبیسڈر میں ہی پیش کیا گیا جس میں حکومت کے بعض نمائندے نیز یورپ اور امریکہ اور بعض مسلمان ملکوں کے سفراء بھی مدعو تھے یہ استقبالیہ بہت ہی کامیاب رہا اور اکثر مہمانوں کو محترم چوہدری صاحب سے بالمشافہ گفتگو کا شرف بھی حاصل ہوا۔

رات ۸ بجے رائل ڈینش گورنمنٹ کی سفیرہ متعینہ اکرہ مسز وائٹ (Mrs. White) کی طرف سے محترم چوہدری صاحب کے اعزاز میں ایک عشائیہ کا انتظام تھا۔ مسز وائٹ کسی وقت میں ڈنمارک کی طرف سے یو این او میں نمائندگی بھی کرتی رہی ہیں۔ اس عشائیہ میں جرمنی، فرانس، جاپان، کوریا، برطانیہ اور بعض اور ملکوں کے سفراء کرام کے علاوہ کمشنر (وزیر) برائے تجارت، کمشنر برائے زراعت، یو این او کے اقتصادی کمیشن برائے افریقہ کے سیکرٹری مسٹر گارڈنر بھی شریک تھے۔ تقریب میں بے تکلفی کا ماحول تھا اور اس نے کوئی رسمی شکل اختیار نہیں کی۔ جماعت کی طرف سے اس موقعہ پر محترم چوہدری صاحب کے ہمراہ مولانا کلیم صاحب بھی تشریف فرما تھے۔

مورخہ ۴ رستمبر بروز منگل محترم چوہدری صاحب کی سیرالیون کے لئے روانگی کا دن تھا۔ اس روز باوجود وقت کی تنگی کے ایک احمدی بھائی مکرمی عبدالرشید صاحب گورمن کی کوششوں سے ایک ٹیلی ویژن پروگرام بھی ترتیب پا گیا۔ ساڑھے آٹھ بجے ٹیلی ویژن سٹیشن پر پہنچے جہاں ایک مقامی وکیل نے آپ سے ٹیلی ویژن پر نصف گھنٹہ تک انٹرویو لیا۔ اس میں جماعت کا تعارف بھی ہوا اور بعض دیگر بین الاقوامی مسائل بھی زیر بحث آئے۔ یہ پروگرام مورخہ ۱۲ رستمبر کو رات ۸ بجے ٹیلی ویژن پر نشر ہوا جو بہت ہی کامیاب رہا۔ ٹیلیویژن پروگرام سے فارغ ہونے کے بعد محترم چوہدری صاحب احباب کی معیت میں اکرہ ایر پورٹ پہنچے جہاں اور بھی متعدد احباب آپ کو الوداع کہنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ تمام احباب کا ایک اجتماعی فوٹو ائیر پورٹ پر لیا گیا جس کے بعد آپ سیرالیون کے لئے روانہ ہو گئے۔''

سیرالیون (۴-۷ رستمبر ۱۹۷۳ء)

سفر سیرالیون کی ایمان افروز روداد مولوی منصور احمد صاحب بشیر مقیم فری ٹاؤن کی طرف سے الفضل ۲۶۔۲۸ راکتوبر ۱۹۷۳ء میں سپرد اشاعت ہوئی۔ فرماتے ہیں:۔

''مکرم چوہدری صاحب کے دورہ کی اطلاع امام صاحب مسجد لندن کی وساطت سے مکرم مولوی بشیر احمد صاحب شمس امیر سیرالیون کو دو تین ہفتے قبل بذریعہ خط ملی۔ چنانچہ مکرم امیر صاحب نے اسی روز مجلس عاملہ کی میٹنگ بلا کر اس کے متعلق انہیں اطلاع دی اور اس طرح ان کی صدارت میں ضروری امور پر غور کیا گیا اور پروگرام ترتیب دیا گیا۔

مکرم چوہدری صاحب ۴ستمبر کو دو بجکر چالیس منٹ بعد دوپہر لُنگی (Lungi) پہنچے جہاں مکرم امیر صاحب مجلس عاملہ کے ساتھ استقبال کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ کے ہمراہ استقبال کے لئے محمد ہادی صاحب قائمقام پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول فری ٹاؤن اور ڈاکٹر چوہدری امتیاز احمد صاحب احمدیہ کلینک بواجے بوبھی ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔

مکرم چوہدری صاحب کی رہائش کا انتظام جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک معروف اور خوبصورت ہوٹل پیراماؤنٹ ہوٹل میں کیا گیا تھا۔...... چوہدری صاحب سب سے پہلے اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں سے چند منٹ کے بعد مکرم امیر صاحب نیشنل پریذیڈنٹ چیف (ناصر الدین کینیوا) گامانگا صاحب اور جنرل سیکرٹری الحاج بونگے صاحب کی معیت میں تشریف لائے اور تمام موجود دوستوں سے مصافحہ فرمایا اور آپ نے ان سے مختصر خطاب بھی فرمایا۔

پروگرام کے مطابق ٦ بجے ''پاکستان فورم ان سیرالیون'' کی طرف سے آپ کو ٹی پارٹی دی گئی۔ آپ نے وہاں موجود پاکستانیوں اور چند ایک دوسرے دوستوں سے بھی (جنہیں اس موقعہ پر دعوت دی گئی) انفرادی ملاقات اور گفتگو کی۔ آخر میں فورم کے سیکرٹری مکرم محمد ہادی صاحب نے آپ کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جس میں خدام کی کارکردگی پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے چوہدری صاحب کی آمد کو اس ملک میں پاکستان اور اس مجلس کے لئے ایک نیک شگون قرار دیا۔

مکرم چوہدری صاحب نے اپنے جواب میں سب سے پہلے پاکستان فورم اور اس کے ممبران کا دلی شکریہ ادا کیا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہمارا ملک مختلف قسم کے خطرناک مصائب وآلام کا شکار رہا ہے جن کا ذکر بھی دل پر گراں گذرتا ہے۔ تاہم گذشتہ تین سال سے پاکستان پر اس قسم کے شدید مصائب نازل ہو رہے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شدید تنبیہہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وہ غفور ورحیم بھی ہے اور اس کے ساتھ اگر لوگ اس کی طرف توجہ نہ کریں اور گناہوں میں مبتلا ہو جائیں تو وہ سخت عذاب بھی دیتا ہے۔ ہم پاکستانیوں کو چاہیے کہ اسلام کی طرف توجہ کریں اور اپنے آپ کو صحیح مسلمان بنائیں۔

اس کے بعد چوہدری صاحب مشن ہاؤس تشریف لے گئے جہاں پاکستانی دوستوں کے علاوہ بعض ممبران مجلس عاملہ نے بھی آپ کے ساتھ رات کا کھانا کھایا جس کے بعد مغرب وعشاء کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں۔ اس موقعہ پر بھی مکرم چوہدری صاحب کی مفید اور پُر از معلومات گفتگو سے تمام

دوستوں کو مستفید ہونے کا موقعہ ملا۔ دو تین گھنٹے کے اس دلچسپ پروگرام کے بعد چوہدری صاحب دوسرے دوستوں کے ساتھ واپس پیراماؤنٹ ہوٹل میں تشریف لے آئے۔ ریڈیو سیرالیون نے شام کو آپ کی آمد اور مصروفیات کے متعلق تفصیلی خبر نشر کی۔

بدھ ۵ ستمبر کا پہلا پروگرام صدر مملکت، نائب صدر و وزیر اعظم، چیف جسٹس اور اٹارنی جنرل سے ملاقاتوں پر مشتمل تھا۔ یہ پروگرام ٹھیک نو بجے شروع ہوا اور وقت کے مطابق ساڑھے بارہ بجے اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ ملاقاتیں نہایت ہی خوشکن ماحول میں ہوئیں۔ جہاں باہمی دلچسپی کے امور پر پوری تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی۔ ان اہم ملاقاتوں کے متعلق ریڈیو سیرالیون نے تفصیلی ذکر کیا۔

اسی دن شام ۳ بجے سے ساڑھے چار بجے تک غیر ملکی سفراء، ملک کی دوسری اہم شخصیتوں اور مسلم اکابرین کی آپ کی جائے رہائش پر ملاقات کا پروگرام تھا۔ چنانچہ یہ پروگرام بھی بہت کامیاب رہا اور چوہدری صاحب نے اپنے اچھوتے اور زریں خیالات سے حاضرین کو محظوظ کیا۔

ٹھیک ساڑھے چار بجے مکرم چوہدری صاحب مع امیر صاحب و مجلس عاملہ نذیر مسجد لسٹر دیکھنے تشریف لے گئے۔ یہ وہی عظیم الشان مسجد ہے جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا تھا۔ یہ مسجد ایک پہاڑی پر واقع ہے اور دور سے بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

احباب جماعت نے مسجد میں ایک مختصر تقریب کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ یہاں کے امام پاء یوسف کارگ بو (Pa Yousf Karg Bo) نے ایک مختصر ایڈریس میں بتایا کہ ہماری نسبتاً نئی جماعت نے احمدیت کے ذریعہ صحیح اسلام کو پہچانا ہے۔ ہم مکرم چوہدری صاحب جیسے عظیم آدمی کے شکر گزار ہیں کہ وہ ہمارے پاس آئے ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ ان کا آنا ہمارے لئے بہت بہت مبارک ہو۔

مکرم چوہدری صاحب نے جواباً سب سے پہلے کھڑے نہ ہونے کے لئے معذرت چاہی۔ پھر آپ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ پہاڑی ایک نہایت ہی اچھا شگون ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کلمۃ اللہ ھی العلیا۔ اسی طرح آپ کو فری ٹاؤن اور دوسرے سیرالیون کے لوگوں کے لئے ایک روشنی کا مینار ثابت ہونا چاہیے۔ اس کے لئے ہمیں اسلام کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنی چاہئیں اور قرآن مجید سے روحانی روشنی حاصل کرنی چاہیے۔ اس لئے میرا پیغام یہ ہے کہ ایک طرف الٰہی منشاء کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور دوسرے اس کے مطابق عمل کرو۔ مشکلات سے نہیں ڈرنا چاہیے بلکہ ان کا اسی طرح مقابلہ کرنا چاہیے جس طرح آپ کو پہاڑی کے اوپر چڑھنے

کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔آؤمل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قول وفعل میں مطابقت پیدا کردے۔

شام ٦ بجے سے ٨ بجے تک مشن کی طرف سے مکرم چوہدری صاحب کے اعزاز میں ایک استقبالیہ کا انتظام پیراماؤنٹ ہوٹل میں کیا گیا تھااوراس میں اڑھائی صد سے زائد دعوت نامے ملک کی تمام اہم شخصیات کی طرف بھیجے گئے تھے۔

شام٦ سے٧ بجے کھانے کے بعد چیف جسٹس صاحب کی صدارت میں اجلاس شروع ہوا۔چیف جسٹس صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا جس کے بعد مکرم چوہدری صاحب نے تقریر فرمائی۔یہ پروگرام اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی کامیاب رہا۔کئی اہم شخصیتوں اور سفراء کے علاوہ قائم مقام نائب صدر مملکت ووزیر اعظم نے بھی اس استقبالیہ میں شرکت کی اور دیر تک مکرم چوہدری صاحب سے گفتگو فرمائی۔

مکرم چوہدری صاحب بذریعہ ہوائی جہاز ٦ ستمبر کی صبح کو ٨ بجے بو کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ مکرم امیر صاحب مولوی بشیر احمد شمس صاحب اور مجلس عاملہ کے بعض ممبران تھے۔ بوائیر پورٹ پہنچنے پر جماعت بو(Bo) کے علاوہ سارے ملک سے جمع شدہ جماعتی نمائندگان نے آپ کا جوش وخروش سے استقبال کیا۔بعدۂ آپ سب سے پہلے مکرم الحاج مولوی نذیر احمد صاحب علی کی قبر پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔قبرستان سے واپسی پر آپ بمع اہل قافلہ مشن ہاؤس بو میں تشریف لے گئے جہاں مولانا مقبول احمد صاحب ذبیح انچارج بومشن نے آپ کا استقبال کیا۔ازاں بعد آپ ریذیڈنٹ منسٹر جنوبی صوبہ مسٹر گوبیو لامین(Mr Gobio Lamin) کے دفتر میں ملاقات کے لئے پہنچے۔یہ ملاقات نہایت ہی دوستانہ ماحول میں ہوئی......ریذیڈنٹ منسٹر سے ملاقات کے بعد چوہدری صاحب دوسرے دوستوں کے ساتھ کاروں کے قافلہ میں احمدیہ مسلم سیکنڈری اسکول پہنچے وہاں قائمقام پرنسپل صاحب مکرم بشیر احمد صاحب خالد نے آپ کا استقبال کیا......

جماعت کی طرف سے بوٹاؤن ہال میں مکرم چوہدری صاحب کے لئے ایک استقبالیہ کا انتظام کیا گیا۔چنانچہ وقت کے مطابق ١١ بجے تمام قافلہ ٹاؤن ہال پہنچا۔جہاں مدعووین پہلے سے موجود تھے۔ کھانے سے قبل تقریروں کا پروگرام تھا جس میں سب سے پہلے جنرل سیکرٹری نے مکرم چوہدری صاحب کا تعارف کرایا جس کے بعد بوشہر کے پیراماؤنٹ چیف کے نمائندہ نے نہایت موزوں الفاظ

میں مکرم چوہدری صاحب کا استقبال کیا اور جماعت احمدیہ بوکی کارکردگی پر خوشی کا اظہار فرمایا۔اس کے بعد صدر احمدیہ مشن سیرالیون مکرم پیراماؤنٹ چیف ناصر الدین کینیوا گامانگا نے چوہدری صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا اور جماعت کی طرف سے آپ کو دلی تہنیت پیش کرتے ہوئے اھلاً و سھلاً ومرحباً کہا۔

اس تقریب کی صدارت بو کے پرنسپل مجسٹریٹ مسٹرای۔ایل۔کے ڈرامی (Mr. E. L. K. Daramay) کررہے تھے۔اس موقع پر مکرم چوہدری صاحب نے فرمایا کہ بوتمام دنیائے احمدیت میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے اس میں مولوی نذیر احمد صاحب علی جیسا عظیم فرزند احمدیت ابدی نیند سو رہا ہے۔آپ کی مثال کی اقتداء کرتے ہوئے ہمیں بھی انسانیت کی بےلوث خدمت کرنی چاہیے تا کہ خدمت کے میدان میں ہم دوسروں کے لئے ایک مثال ثابت ہوں جیسا کہ مولوی نذیر احمد صاحب علی نے ہمارے لئے ایک مثال قائم کی ہے۔

مشن کی طرف سے مکرم چوہدری صاحب کے اعزاز میں دعوتِ ظہرانہ کا انتظام تھا۔اس غرض کے لئے آپ احمدیہ سیکنڈری سکول بو میں تشریف لے آئے اور وہاں مجلس عاملہ مرکزیہ، مبلّغین کرام، ڈاکٹر صاحبان اور اساتذہ نیز بعض دوسرے دوستوں کی معیت میں دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد آپ نے احمدیہ سینٹرل مسجد بو میں نماز ظہر وعصر مع جماعت ادا کی۔

بو کے پروگرام کا آخری حصہ ریذیڈنٹ منسٹر کی طرف سے استقبالیہ تھا جو کہ گورنمنٹ لاج (جہاں حضور انور اپنے دورہ ۱۹۷۰ء کے دوران رہائش پذیر رہے) میں دیا گیا۔چنانچہ پونے تین بجے آپ وہاں تشریف لے گئے جناب منسٹر صاحب نے بھی اس موقعہ پر بعض معززین شہر کو مدعو کیا ہوا تھا۔اس موقعہ پر ریذیڈنٹ منسٹر صاحب نے پھر چوہدری صاحب کا شکریہ ادا کیا اور جماعت احمدیہ کا اچھے الفاظ میں ذکر کیا۔مکرم چوہدری صاحب نے بھی مختصر اور موزوں الفاظ میں ان کو جواب دیا۔

ٹھیک ساڑھے تین بجے کاروں میں یہ قافلہ واپس فری ٹاؤن کے لئے روانہ ہوا۔راستہ میں ایک مقام میل ۹۱ پر بھی چوہدری صاحب احمدی اور غیر احمدی دوستوں کو ملنے کے لئے ٹھہرے۔ان دوستوں نے ایک مختصر تقریب کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔چنانچہ یہاں کے مقامی مبلغ احمدیت مسٹر عباس کمارا (Mr. Abbas Kamara) نے ایڈریس پیش کرتے ہوئے چوہدری صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان کو ملاقات کا وقت مہیا کیا۔اپنے ایڈریس میں انہوں نے یہ بھی کہا ہم احمدیت کی

حتی الوسع تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ آپ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں میں برکت ڈالے۔

مکرم چوہدری صاحب نے اپنے جواب میں كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (ال عمران:۱۰۴) پڑھ کر اس کی تشریح فرمائی اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہمیں مستقل مزاجی اختیار کرنی چاہیے اور اس کے لئے ایک دوسرے کی تائید کرنی چاہیے تا کہ ہم اپنے مقصد زندگی میں کامیاب ہو جائیں۔

مکرم چوہدری صاحب کے دورہ کا آخری دن ۷ ستمبر تھا۔ اس دن کے پروگرام کا پہلا حصہ پریس کانفرنس تھی۔ جس کا اہتمام پیراماؤنٹ ہوٹل کے ایک خاص کمرہ (wilberforce) میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ ۱۱ بجے صبح وقت مقررہ پر مختلف اخبارات، محکمہ اطلاعات، ریڈیو اور ٹیلیویژن کے نمائندگان حاضر ہوئے۔ اسسٹنٹ چیف انفارمیشن آفیسر مسٹر ماک (Mr. Mac) نے کانفرنس کا آغاز کرتے ہوئے سب سے پہلے مکرم چوہدری صاحب کا نہایت عمدہ رنگ میں تعارف کرایا اور پھر نمائندگان کو سوالات کی دعوت دی۔ محترم چوہدری صاحب نے مختلف سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ احمدیہ جماعت کے امام اور سربراہ سیرالیون کے تمام باشندوں کی بھلائی کے لئے کوشش کر رہے ہیں اور اس ضمن میں تعلیم کے میدان میں خاصی کوشش ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ احمدیہ جماعت کے ذمہ دار اصحاب نہایت احتیاط سے اس کے لئے کام کر رہے ہیں اور مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس کام کو پوری طرح نبھائیں گے۔

اس دن کا دوسرا اور مکرم چوہدری صاحب کے دورہ کا آخری پروگرام خطبہ جمعہ تھا جو کہ آپ نے احمدیہ مسجد گوری سٹریٹ میں دیا۔ اپنے خطبہ میں سورہ الحج کی آیات يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (الحج:۷۸) تا آخر کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ اسلام نے جو عبادت کا حکم دیا ہے اس کا مقصد یہ نہیں کہ ہم مسجد میں نماز پڑھ لیں اور سمجھ لیں کہ ہم نے قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق خدا تعالیٰ کی عبادت کا حکم مکمل کر لیا ہے بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی تمام زندگی اور اس کا ایک ایک لمحہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق بسر کریں اور کبھی بھی سرِ مُو قرآنی تعلیم سے انحراف نہ کریں۔ ریڈیو سیرالیون نے ساتھ ساتھ آپ کا خطبہ مسجد سے ریلے کیا۔ نیز شام کو خطبہ کا مکمل منظر ٹیلیویژن پر دکھایا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد احباب جماعت سے مصافحہ فرمانے کے بعد آپ واپس ہوٹل

میں تشریف لے آئے جہاں جماعت نے آپ کی خدمت میں مقامی کپڑوں کا تحفہ پیش کیا جسے آپ نے خوشی سے قبول فرماتے ہوئے وہ کپڑے پہن کر جماعت کے ساتھ اجتماعی فوٹو اتروایا۔اس کے بعد آپ گیمبیا روانہ ہو گئے۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے تاثرات

سفر کے اختتام پر حضرت چوہدری صاحب نے اپنے دورۂ سیرالیون کی نسبت اظہار مسرت کرتے ہوئے مشن کی لاگ بُک پر درج ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے جو اخبار ''افریقن کریسنٹ'' African Crescent ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۳ پر شائع ہوئے:۔

''میرا دورۂ سیرالیون مسلسل خوشیوں سے بھرپور ہے جس کی وجہ سے میرا دل اللہ تعالیٰ جو تمام خوبیوں کا مالک ہے کا شکر گزار ہے نیز میں ان احباب کا دلی ممنون ہوں جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں میرے قیامِ سیرالیون کو اتنا خوشی کا موجب اور کامیاب بنایا۔ میں یہاں سے جذباتی اور روحانی لحاظ سے ایک امیر آدمی بن کر جا رہا ہوں۔ یہاں کے بھائیوں کا عملی نمونہ ایک سبق ہے۔ میں ان کی یادوں سے خوشی محسوس کروں گا اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا''۔

مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کا سفر انگلستان

خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب ۳۱/ اگست ۱۹۷۳ء کو دو ماہ کے لئے انگلستان تشریف لے گئے[316] اور متعدد دینی خدمات بجالانے کے بعد ۲۵/ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو مرکز احمدیت ربوہ میں پہنچے۔[317]

مولانا صاحب اپنے سفر انگلستان کے احوال و کوائف کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور اذن سے ہوتا ہے۔گزشتہ سال (۱۹۷۳ء) میں بعض احبابِ لندن میں یہ تحریک شروع ہوئی کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اجازت ہو جائے اور ابوالعطاء کو لندن آنے کا موقعہ میسر آ جائے تو اس سے جماعت کو بھی کچھ دینی فائدہ حاصل ہو جائے گا اور اسے بھی بہترین ڈاکٹری معائنہ کے نتیجہ میں جسمانی فائدہ پہنچے گا۔مشورہ کے بعد جناب بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد فضل لندن نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں درخواست بھجوا دی۔انہوں نے یہ بھی ذکر کر دیا کہ عزیزم محترم محمد اسلم صاحب جاوید لندن نے اس سفر کے اخراجات کی ذمہ داری

لے لی ہے۔حضور انور خود بھی اہم دینی کاموں کے لئے سفر یورپ پر تشریف لے جا رہے تھے۔فرمایا کہ واپسی پر اس معاملہ پر فیصلہ کریں گے۔

جولائی اگست میں فضل عمر درس القرآن کلاس کا کام بھی خاصی اہمیت رکھتا ہے۔زیادہ ضعف ہو جانے پر صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے دو ماہ تک آرام کرنے کا مشورہ دیا اور رخصت کی سفارش کی۔اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنی روانگی سے پیشتر ہی میری دو ماہ کی رخصت منظور فرمالی لیکن فضل عمر کلاس کی ذمہ داری کی وجہ سے مَیں اس اجازت سے آخر اگست میں ہی استفادہ شروع کر سکا۔

مورخہ ۳۱؍اگست ۱۹۷۳ء بروز جمعہ ربوہ سے لاہور کے لئے روانگی ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے امیر مقامی صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے ذریعہ کار کا انتظام فرما دیا تھا۔روانگی سے قبل مجلس انصار اللہ مرکزیہ، مجلس انصار اللہ ربوہ، مجلس عاملہ محلّہ دار الرحمت وسطی اور دیگر احباب نے اظہارِ محبت کے طور پر دعوتیں بھی کیں اور باوجودیکہ یہ ایک قسم کا نجی سفر تھا روانگی کے وقت بہت سے مخلص دوست اور بزرگ الوداع کہنے کے لئے بیت العطاء پہنچ گئے تھے۔راستے میں بارش شدید تھی اس لئے لاہور تک کافی وقت صرف ہوا۔یکم ستمبر کو صبح لاہور سے بذریعہ طیارہ کراچی کے لئے روانگی ہوئی۔

کراچی ائیر پورٹ پر محترم چودھری احمد مختار صاحب امیر جماعت، اخویم شیخ خلیل الرحمٰن صاحب، مکرم عبدالرحیم صاحب مدہوش، عزیزم مکرم عطاء الرحمٰن صاحب طاہر، مکرم چوہدری عبدالوہاب صاحب، مکرم شیخ رفیق احمد صاحب اور مربی سلسلہ مکرم مولوی سلطان محمود صاحب انور وغیرہم موجود تھے۔ایک رات وہاں گزارنے کے بعد ۲؍ستمبر کو علی الصبح لندن کے لئے روانگی تھی۔

۲؍ستمبر کو ہی قاہرہ، روم اور پیرس سے ہوتا ہوا ہوائی جہاز شام کے چھ بجے کے قریب لندن کے ائیر پورٹ پر اترا۔قاہرہ سے آگے کا سارا سفر میرے لئے بالکل نیا تھا۔بلادِ عربیہ میں تبلیغِ اسلام کے پنج سالہ عرصہ میں قاہرہ میں تو کئی مرتبہ آیا تھا۔تاہم ہوائی مستقر میں جو غیر معمولی توسیع ہو چکی ہے اس کے دیکھنے کا موقعہ اسی مرتبہ میسر آیا۔روم کا ہوائی مستقر بھی قابل دید ہے۔لندن کے مطار پر ایک بڑی تعداد مخلصین اور عزیزوں کی موجود تھی۔ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث انگلستان سے باہر یورپ کے دورہ پر تھے اور محترم امام صاحب حضور کے ہمراہ تھے۔لندن مشن میں عزیزم عطاء المجیب راشد صاحب ایم۔اے نائب امام ہی بطور انچارج تھے۔وہ اور ان کے ساتھی مبلّغ عزیزم عبدالوہاب بن

آدم اور عزیزم خواجہ منیر الدین صاحب شمس بھی احباب کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھے۔ ان کے علاوہ محترم شیخ مبارک احمد صاحب ابن خان صاحب مولوی فرزند علی خان صاحب مرحوم لندن ایر پورٹ پر موجود تھے۔ کاروں میں مشن ہاؤس اور پھر عزیزم محمد اسلم صاحب جاوید کے مکان پر پہنچے جہاں پر مَیں سارا عرصہ مقیم رہا۔ جزاھم اللہ خیراً۔

مجھے ۲؍ستمبر سے ۲۳؍اکتوبر تک انگلستان میں رہنے کا موقعہ ملا۔ اس کا تفصیلی ذکر تو بہت طویل ہوگا مختصر طور پر چند عنوانوں کے ماتحت مَیں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔

اس سارے قیام میں جو دینی کام ہوسکا اس کا مختصر خلاصہ یوں ہے کہ (۱) ۷؍ستمبر کو مجھے مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضور انور ابھی دورۂ یورپ پر تھے اور محترم امام صاحب بھی حضور کے ساتھ تھے۔ (۲) ۲۹؍ستمبر کو جلنگھم کی جماعت کا ایک تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ خاکسار وہاں پر عزیزم عبدالوہاب صاحب اور عزیزم محمد اسلم صاحب جاوید اور عزیزہ امۃ المجیب صاحبہ جاوید کی معیت میں گیا۔ اجلاس کی کارروائی صدر جماعت محترم فضل کریم صاحب لون کی صدارت میں ہوئی۔ خاکسار نے پون گھنٹہ تک حالاتِ حاضرہ اور احمدیوں کی ذمہ داریوں پر تقریر کی۔ احباب کو موقعہ دیا گیا کہ وہ عیسائیوں وغیرہم کے سوالات کے جوابات دریافت کر لیں۔ بہت دلچسپ مجلس رہی۔ (۳) مورخہ ۳۰؍ستمبر کو حسب پروگرام عزیزم جاوید صاحب کی کار میں لیمنگٹن سپا اور کاونٹری (Coventry) کے دورہ کے لئے گیا۔ محترم میاں محمد عالم صاحب بھی ساتھ تھے۔ یہ مقامات بھی تاریخی ہیں۔ کاونٹری میں مشہور ترین کتھیڈرل ہے جو پہلی جنگ میں جرمنوں کی بمباری سے مسمار ہو گیا تھا اور پھر حکومت نے اسے شاندار شکل میں تعمیر کرایا ہے۔ جب ہم اس گرجا میں گئے تو کچھ لوگ عبادت بجالا رہے تھے۔ کاونٹری کے احبابِ جماعت نے افطاری کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اس موقعہ پر مختصر تربیتی تقریر بھی ہوئی اور استفسارات کے جواب بھی دیئے۔ (۴) ۲؍اکتوبر کو ووکنگ مسجد دیکھنے کے لئے گئے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، مکرم مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر، مکرم محمد صالح صاحب اور عزیزم عبدالوہاب بن آدم بھی ہمراہ تھے۔ اب یہ مسجد غیر احمدی ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ مسجد کے امام خواجہ قمر الدین صاحب مقرر ہیں۔ ان سے مختصر مذہبی گفتگو ہوئی۔ وہ پاکستانی علماء کی تنگ دلی اور فتووں سے بہت ڈرتے تھے۔ (۵) ۱۸؍اکتوبر کو محترم امام صاحب کے ساتھ مشن کی کار میں برمنگھم گئے۔ عزیزم خواجہ منیر الدین شمس شاہد اور عزیزم محمد اسلم صاحب جاوید بھی ساتھ تھے۔ احبابِ

جماعت کافی تعداد میں جمع تھے محترم جناب امام بشیر احمد خان صاحب رفیق کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ خاکسار نے تقریر کی۔بعض سوالات کے جواب بھی دیئے۔صدر صاحب نے صدارتی تقریر میں شمس صاحب کا تعارف بھی کرایا جو تھوڑا عرصہ قبل ہی انگلستان میں بطور مبلّغ آئے ہیں۔آپ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کے فرزند ہیں۔رات کو ایک بجے برمنگھم سے واپسی ہوئی۔(۶) مورخہ ۲۰/اکتوبر جماعت احمدیہ ہنسلو لندن کے زیر اہتمام ایک گرجا گھر کے ہال میں جلسہ عام مقرر تھا۔ اشتہار بھی شائع کیا گیا۔شام پانچ بجے خاکسار نے زندہ رسولؐ کے عنوان پر چالیس منٹ تک تقریر کی۔مکرم عبداللطیف خان صاحب جلسہ کے صدر تھے۔سوالات کا موقعہ بھی دیا گیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھا اثر ہوا۔الحمد للہ۔جلسہ کے بعد اسی جگہ افطاری کا بھی انتظام تھا۔(۷) اس عرصۂ قیام میں بعض عربوں سے بھی مذہبی گفتگو کے موقع ملتے رہے۔(۸) رمضان المبارک میں درس القرآن کا جماعتی انتظام ہوتا ہے۔ہفتہ اور اتوار دو روز عصر سے مغرب تک احباب بکثرت مشن کے محمود ہال میں جمع ہو جاتے ہیں اور درسِ قرآن کریم ہوتا ہے۔محترم امام صاحب کی فرمائش پر اس مرتبہ مجھے بھی متعدد ایام درسِ قرآن کریم کا موقعہ ملا۔خاکسار نے حضرت ابراہیمؑ کے حالات پر مشتمل آیات کا دو دن درس دیا نیز چار پانچ روز میں سورۂ نور کا درس مکمل کیا۔ایک جمعہ کو بعد نماز جمعہ خواتین کے لئے مسجد فضل لندن میں سورۃ التحریم کا درس دیا۔ربّنا تقبّل مِنّا انّک انت السمیع العلیم‘‘۔[318]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا جماعت کی امدادی سرگرمیوں پر اظہار خوشنودی اور سفر یورپ کے روح پرور حالات کا تذکرہ

۲۸/ستمبر ۱۹۷۳ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے سفر یورپ سے کامیاب مراجعت کے بعد مرکز احمدیت ربوہ میں پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔اس تاریخی موقع پر ربوہ کے علاوہ بیرونی احمدی جماعتوں کے بہت سے احباب بھی تشریف لائے ہوئے تھے اور مسجد اقصیٰ میں غیر معمولی حاضری تھی۔خواتین احمدیت بھی برعایت پردہ کثرت سے شامل ہوئیں۔

حضور نے اس خطبہ جمعہ میں پہلے پاکستان کے قیامت خیز سیلاب کے دوران احباب جماعت کی ملک گیر مساعی پر اظہارِ خوشنودی فرمایا۔بعد ازاں انگلستان کی مخلص جماعت کی مثالی میزبانی کا ذکر کرتے ہوئے سفر یورپ کے حالات و واقعات کا ایمان افروز تذکرہ فرمایا اور آخر میں احباب

جماعت کو اس دعائے خاص کی تحریک فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جلد ساری دنیا کو امت واحدہ بنا دے نیز انکشاف فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سفر یورپ کے دوران میرے ذہن میں تبلیغ اسلام کا ایک عظیم منصوبہ القاء فرمایا ہے جس کی تفصیلات جلسہ سالانہ پر بیان کروں گا۔

اس نہایت اہم اور حقیقت افروز خطبہ جمعہ کے بعض ضروری اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔حضور انور نے سب سے پہلے سیلاب کے متعلق بیان فرمایا:۔

''جب مجھے سیلاب کی اطلاع ملی تو طبیعت میں بڑی بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہوئی اور اِدھر اُدھر سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اپنے سفارت خانہ سے بھی رابطہ قائم کیا لیکن کوئی زیادہ فائدہ نہ ہوا۔ میں نے یہاں ہدایت کی تھی کہ روزانہ اطلاع آنی چاہیے۔ روزانہ نہیں کم از کم ہفتے میں دو دفعہ تو ضرور مجھے اطلاع ملنی چاہیے۔ پھر میں نے یہ ہدایت بھی دی کہ جماعت کام کرے۔ یہ کام کا وقت ہے اور پھر ایک دفعہ تو یہ ہدایت بھی دینی پڑی کہ پیسے کی پرواہ نہ کی جائے۔ انسانی دکھ اور درد کو دور کرنا (جہاں تک ہمارے امکان میں ہے وہ) ضروری ہے اور اس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔...... پاکستان میں جو سیلاب آئے اور ہمارے بہت سے بھائیوں کو جو دکھ اور تکلیفیں پہنچیں، جماعت احمدیہ ان کے دکھوں میں برابر کی شریک ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پر احمدی بڑوں نے بھی اور احمدی بچوں نے بھی، احمدی جوانوں نے بھی اور احمدی بوڑھوں نے بھی، احمدی مردوں نے بھی اور احمدی عورتوں نے بھی اپنے دکھ اور تکالیف بھول کر اپنے بھائیوں کو دکھوں سے بچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دی۔ مجھے امید ہے کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ کے یہ اوراق اپنی پوری تفصیل کے ساتھ محفوظ کر لئے گئے ہوں گے۔ اگر نہیں کئے گئے تو اب پوری تفصیل کے ساتھ محفوظ کر لینے چاہئیں۔ ان کو شائع کرنے کی ضرورت نہیں لیکن ہماری تاریخ میں یہ واقعات محفوظ ہونے چاہئیں کہ کس طرح نوجوانوں نے اپنی عمر کے مطابق اور بڑوں نے اپنی عمر کے مطابق ذمہ داری کے جو کام تھے وہ ہر قسم کی تکالیف اٹھا کر سرانجام دیئے اور اپنے پاکستانی بھائیوں کی تکلیفوں کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے احسن عطا فرمائے اور اپنے فضلوں اور رحمتوں کے سمندر

سے بہت بڑا حصہ ان کے لئے مقدر کرے۔غرض جہاں پاکستان میں سیلاب کے دکھ دہ حالات سن کر تکلیف پہنچی تھی وہاں یہ دیکھ کر خوشی بھی ہوتی تھی کہ جماعت نے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھا اور صحیح طریقہ پر اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے کی پوری کوشش کی۔

جہاں تک میرے اس دورے کا تعلق ہے اس وقت میں زیادہ تو کچھ نہیں بیان کروں گا البتہ ابتداء کر دیتا ہوں۔ایک تو یہ کہ انگلستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بہت بڑی جماعت قائم ہو چکی ہے ان کی تربیت کا خیال تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تربیتی امور اور تربیتی اعمال کی طرف انہیں متوجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان مخلصین کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ اسلام کی خاطر مجنونانہ کام کے لئے تربیت حاصل کریں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی اخلاقی اور روحانی قوتوں کی نشوونما میں اور بھی اضافہ کرے۔

پھر جہاں تک ان کی مہمان نوازی کا تعلق ہے۔اس دفعہ جماعت احمدیہ انگلستان نے پوری مہمان نوازی کی ہے یہاں سے تو ہم تھوڑی سے رقم لے جا سکتے تھے چنانچہ پانچ سوڈالر لے کر گئے تھے اور وہ بھی انہوں نے انگلستان میں قبول نہیں کئے۔انہوں نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ ہم پوری میزبانی کریں۔جب ہم نے یورپ کے ممالک کا دورہ کیا تو یہ رقم وہاں خرچ ہوئی لیکن انگلستان میں وہاں کی جماعت نے مکمل طور پر میزبانی کے فرائض بڑی خوش اسلوبی اور انتہائی پیار کے ساتھ ادا کئے۔فجز اھم اللہ احسن الجزاء۔......بہرحال اتنے پیار سے اور اتنی قربانی دے کر ان لوگوں نے کام کیا ہے کہ میں ان کے اخلاص کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا اور اسی لئے میں نے ان فقروں کی ابتداء میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو احسن جزا دے۔

پھر جہاں تک ان کی تربیت کا تعلق ہے میں نے اپنے خطبات جمعہ میں ان کو نصائح کیں وہاں ہمارا جلسہ سالانہ ۹ ؍ستمبر کو تھا اس میں ان کو نصیحتیں کیں۔۱۰ ؍ستمبر کو ہمارے مبلغین کی کانفرنس تھی اس میں مبلّغین کو سمجھایا۔اسی طرح لجنہ اماء اللہ، چھوٹی بچیوں کو پھر خدام الاحمدیہ کو نصیحتیں کیں۔پھر آخری جمعہ میں مَیں نے خلاصۃً بیان کیا کہ میں نے تمہیں یہ یہ خبریں بتائی ہیں کچھ تمہارے نفوس کی طہارت کے لئے اور کچھ

اپنے نفس کی طہارت کے لئے۔ایک بات آپ کو بھی بتا دیتا ہوں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی ساری جنگیں صرف امام کو ڈھال بنا کر لڑی جاسکتی ہیں۔فرمایا ’’اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِہٖ‘‘ اس حدیث کی اور بھی بہت سی تشریحیں کی جاسکتی ہیں لیکن اس میں ایک بڑا ہی پیارا مفہوم جو ادا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی ساری جنگیں صرف امام کی ڈھال کے پیچھے کھڑے ہو کر لڑی جاسکتی ہیں......

اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد دو چیزیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ کبھی امام مصلحت بتائے گا اور کہے گا کہ یہ حکم ہے اس میں یہ یہ مصلحتیں ہیں اس کے نتیجہ میں مَیں تمہارے سامنے یہ پروگرام رکھتا ہوں اور کبھی کہے گا میں تمہیں مصلحتیں نہیں بتاتا۔تمہیں یہ حکم ہے کہ مجھے ڈھال بنا کر میرے پیچھے کھڑے ہو کر جنگ لڑو۔

پس بہت سے پروگرام ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق مصلحتیں ہم نہیں بتاتے کیونکہ مصلحت بتانے میں مصلحت نہیں ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہماری بات کو مانو۔......جو چیز میں نے وہاں دیکھی اور میرے لئے حیران کن تھی وہ یہ تھی کہ ہالینڈ میں (پریس کانفرنس تو نہیں تھی۔پریس کے کچھ نمائندے آئے ہوئے تھے) پھر فرینکفرٹ میں۔زیورک میں۔ڈنمارک میں اور گوٹن برگ سویڈن میں پوری پریس کانفرنسیں تھیں جن میں بڑے تیز قسم کے صحافی آئے ہوئے تھے مگر کسی ایک نمائندے نے یہ نہیں کہا کہ آپ جو باتیں کہتے ہیں وہ پیاری نہیں یا غلط ہیں۔دو جگہوں پر آخر میں مجھ سے مختلف الفاظ میں ایک ایسا سوال کیا گیا جس کا جواب مَیں نہیں دے سکا۔ڈنمارک میں مجھے ایک صحافی کہنے لگے کہ آپ نے جو باتیں ہم سے کی ہیں وہ بڑی ہی پیاری ہیں اور بڑی اچھی لگی ہیں اور ان کی ہمیں ضرورت ہے لیکن آپ یہ بتائیں کہ ڈنمارک کے عوام تک ان باتوں کے پہنچانے کا آپ نے کیا انتظام کیا ہے؟ ابھی ہم انتظام نہیں کر سکے یہ ایک حقیقت ہے لیکن یہ ایک ایسا سوال ہو گیا جس کا جواب میرے پاس نہیں تھا اور مجھے شرمندہ کرنے والا تھا۔لیکن یہ سوال آئندہ کے پروگرام کی بنیاد بننے والا ہے۔اسی قسم کی اور باتیں

تھیں۔جن کے نتیجہ میں یورپ میں تبلیغ اسلام کا ایک بہت بڑا منصوبہ اللہ تعالیٰ نے ذہن میں ڈالا ہے جس کا تعلق بڑی حد تک اس بہت بڑے منصوبہ سے ہے جس کا ذکر اس کی تفاصیل کے ساتھ انشاء اللہ اور اس کی توفیق سے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جماعت کو بتاؤں گا۔...... جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے پریس کانفرنس کے دوران دو جگہ ایک سوال کیا گیا اس نے مجھے سوچنے پر مجبور کیا اور سوچنے کے نتیجہ میں بہت سے کوائف معلوم کئے۔ میں نے مبلغین کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ فلاں فلاں معلومات حاصل کر کے مجھے بھیجو کیونکہ یہ ہے بڑا ظلم کہ مہدی معہود علیہ السلام آ گئے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اسلام کو غالب کرنے کی بنیاد رکھ دی۔مگر اب تک تبلیغ کا دائرہ وسیع نہ ہوسکا جس کی وجہ سے دنیا کا وہ حصہ جو اس وقت خدا سے بہت دور ہے اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ باتیں تو اچھی ہیں۔اسلام ہمارے مسائل حل تو کرتا ہے لیکن ہمارے عوام تک ان باتوں کے پہنچانے کا کیا انتظام کیا ہے۔پس یہ سوال بنیاد بنی اس یورپین منصوبہ کی جس کا ایک حصہ آپ کے سامنے آجائے گا۔اس کے لئے آپ کو انتظار کرنا پڑے گا...... میں بہت الحمد پڑھتا ہوں اور آپ بھی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ جب میں جا رہا تھا تو اس وقت بعض منذر خوابوں میں بہت سی شرارتوں کے اشارے تھے۔ یہ خوابیں مومنین کو اس لئے بتائی جاتی ہیں کہ استغفار اور دعا اور توبہ اور رجوع الی الرب الکریم کے ساتھ ان حوادث سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا خیر کے ساتھ ہم گئے اور خیر کے ساتھ ہم وہاں رہے اور خیر سے ہم انگلستان میں بھی اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں بھی پھرے اور بے تکلف باتیں کیں۔ ہر چھوٹے سے بھی اور ہر بڑے سے بھی۔ کہیں ایک جگہ بھی تکلیف کا احساس نہیں ہوا۔انگلستان کی بات ہے ہم نے پریس کا جو انتظام کرنا تھا دو چھوٹے چھوٹے پریس خرید کر بھجوانے کا انتظام کر رہے ہیں۔امید ہے ایک تو جلسہ سالانہ کے قریب یہاں بھی پہنچ جائے گا۔ یہ ابھی چھوٹے ہیں مگر بڑے کی ابتداء ہے۔ان فرموں کے نمائندے جو ہمارے پاس معلومات بہم پہنچانے کے لئے آتے تھے ان میں سے ایک کہنے لگا کہ میرا دل کرتا ہے تفصیل سننے کا۔ میں نے کہا مجبوری

ہے اس وقت، وقت بہت کم ہے تفصیل نہیں بتا سکتے۔ پھر کسی وقت سہی۔ پس ہماری باتیں سننے کی طرف ان کی توجہ ہے۔ اسلام کی باتیں سننے کی طرف تو ہے لیکن ہم نے سنانے کے سامان پیدا نہیں کئے اور ان سامانوں کے مہیا کرنے کی طرف جتنی توجہ ہم کر سکتے ہیں اتنی بھی توجہ نہیں ہے......

ہمارے ایک سفیر نے ایک پریس کانفرنس سے پہلے مجھے کہا کہ سیلاب زدگان کی امداد کے لئے بھی آپ کچھ کہیں۔ میں نے ان کی بات سن لی۔ میں نے تو اپنے رنگ میں کہنا تھا چنانچہ میں نے کانفرنس کے دوران کہا کہ بنی نوع انسان سے پیار اور اخوت کا رشتہ قائم کرنا چاہیے یہ بیان کرنے کے بعد میں نے کہا مثلاً پاکستان میں سیلاب آیا اور ایک دنیا اس وقت دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہے اس وقت تمہاری بحیثیت انسان یہ ذمہ داری ہے کہ تم انسانی بھائیوں کی مدد کے لئے پہنچو اور مَیں تو بڑا حیران ہوتا ہوں کہ بعض لوگ اس کو ایک سیاسی مسئلہ بنا لیتے ہیں حالانکہ یہ ایک انسانی مسئلہ ہے۔ سیلاب زدگان تمہارے بھائی ہیں۔ تمہیں ان کی امداد کے لئے پہنچنا چاہیے اور اسلام میں یہ تعلیم دی گئی ہے''۔[319]

عرب اسرائیل جنگ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پُر شوکت اعلان

جیسا کہ ۱۹۴۸ء کے حالات میں ذکر کیا جا چکا ہے سیدنا حضرت مصلح موعود نے اسرائیلی حکومت کے معرض وجود آنے پر ''الکفر ملۃ واحدۃ'' کا ٹریکٹ شائع فرمایا تھا جس میں مسلمانانِ عالم کو یہودیوں کے فتنہ کے بارہ میں زبردست انتباہ کیا اور اسرائیل اور استعماری طاقتوں کے خلاف مسلم ممالک کو متحد ہو کر قربانیاں پیش کرنے کا ایک اہم منصوبہ پیش فرمایا۔ مگر افسوس عالمِ اسلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔

اس سال اکتوبر ۱۹۷۳ء میں جب عرب اسرائیل جنگ کے شعلے بلند ہوئے تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے پوری دنیائے اسلام کی توجہ دوبارہ حضرت مصلح موعود کے اس اہم منصوبہ کی طرف مبذول کرائی اور یہ پُرشوکت اعلان بھی فرمایا کہ جب حکومت پاکستان اس سلسلہ میں اہل پاکستان سے قربانیوں کا مطالبہ کرے گی تو جماعت احمدیہ اس پر لبیک کہتے ہوئے سب سے آگے ہو

گی۔ چنانچہ آپ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹/ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں فرمایا:۔

’’جتنا خدا مانگتا ہے، جماعت احمدیہ دیتی چلی جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ولا فخر۔ ہمارے اندر کوئی خوبی اور بڑائی نہیں ہے جس کے نتیجہ میں ایسا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ وہ اسلام کو غالب کرے اور اللہ تعالیٰ کی اس مرضی کے نتیجہ میں حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور جماعت احمدیہ کو قائم کیا گیا۔ گویا ایک ایسی جماعت دنیا میں پیدا ہو چکی ہے جو اسلام کی خاطر اور اسلام کو غالب کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرتی ہے اور قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی ہے۔ پس وہ لوگ جو اس غیر اختلافی مسئلہ میں فساد کی خاطر اور وحدت اسلامی کو کمزور کرنے کی خاطر آج باتیں بنا رہے ہیں ان کو ہم یہ کہہ سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وزیر اعظم بھٹو کی قیادت میں حکومت پاکستان اہل پاکستان سے جس قسم کی قربانی لینا چاہتی ہو، اِس میں جماعت احمدیہ نہ صرف یہ کہ دوسروں سے پیچھے نہیں رہے گی بلکہ یہ ثابت کر دے گی کہ وہ ان قربانیوں میں دوسروں سے کہیں آگے ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کی بشارتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

پھر مَیں کہتا ہوں کہ ہم کمزور ہیں اور ہم میں نہ کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی خوبی۔ لیکن ہم وہ ذرّۂ ناچیز ہیں جس کو خدا نے اپنے دستِ قدرت میں پکڑا اور اعلان فرمایا کہ مَیں اس ذرّۂ ناچیز کے ذریعہ اسلام کو ساری دنیا پر غالب کروں گا۔ اس لئے جن قربانیوں کے دینے کا تصور بھی بعض لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کرتا ہے، اُن سے کہیں زیادہ قربانیاں ہم عملاً ایثار کے میدان میں دے دیتے ہیں۔ ہماری تاریخ، نوعِ انسانی کی تاریخ اور ملک ملک کی تاریخ ہمارے اس بیان پر شاہد ہے۔

پس حکومتِ وقت یا دوسری اقوامِ عالم جن کا تعلق اسلام سے ہے ان کا یہ کام ہے (ہر فرد اگر اپنے طور پر اس قسم کے منصوبے بنائے تو فائدہ کی بجائے نقصان ہوا کرتا ہے) کہ وہ سر جوڑیں اور منصوبے بنائیں اور پھر ہر اسلامی ملک کی ذمہ داریوں کی تعیین کریں مثلاً کہیں کہ فلاں ملک اس مہم اور مجاہدے میں یہ یہ خدمات اور

قربانیاں پیش کرے یا اس قسم کا ایثار اور قربانی سامنے آنی چاہیے۔ جب سارے اسلامی ممالک کسی منصوبے کے ماتحت اسلام کے دشمن کو جو اپنے ہزار اختلافات کے باوجود اکٹھا ہو گیا ہے اُس کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے ایک جدوجہد، ایک عظیم جہاد اور مجاہدے کا اعلان کریں گے پھر دیکھیں گے کہ کون اس میدان میں آگے نکلتا ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک اور ایک ہزار کی نسبت سے آگے نکل جائیں گے۔ بلکہ ہم دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ آگے نکلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ پس مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ باتیں بنانے کا وقت نہیں ہے اور نہ ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کا وقت ہے۔ یہ کام کا وقت ہے۔اپنی حکومت کو توجہ دلانے،اس کے ہاتھوں کو مضبوط کرنے اور اسے تسلی دلانے کا وقت ہے کہ اس وقت جو بھی مطالبہ کیا جائے گا ہم میدانِ عمل میں وہ مطالبہ پورا کریں گے۔

غرض جب بھی حکومت اہل پاکستان سے مطالبہ کرے گی اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ دیکھیں گے کہ جماعت احمدیہ کا مقام کتنا بلند اور کتنا ارفع ہے۔تاہم یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہی پر ہمارا توکل ہے۔اسی کی قدرتوں کے جن قادرانہ تصرفات کو ہماری آنکھوں نے مشاہدہ کیا ہے۔اس کی وجہ سے ہمارے دل نتیجہ کے لحاظ سے بھی مضبوط ہیں اور قربانیوں کے لحاظ سے بھی ہشاش اور بشاش ہیں۔ قربانیاں دینے سے احمدی گریز نہیں کرتا۔وہ مسکراتے چہرہ کے ساتھ قربانیاں دیتا چلا آیا ہے اور اب بھی قربانیاں دے رہا ہے اور قربانیاں دیتا چلا جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ‘‘۔[320]

بیرونی ممالک کے وفود کو شریکِ جلسہ ہونے کی پُرزور تحریک

۱۹/اکتوبر۱۹۷۳ء کے تاریخی خطبہ جمعہ کے دوران ہی حضرت خلیفۃ المسیح نے پہلی بار یہ پُرزور تحریک فرمائی کہ احمدی جماعتیں آئندہ جلسہ سالانہ کے برکات سے مستفید ہونے کے لئے اپنے نمائندہ وفود مرکز میں بھجوائیں اور زیادہ سے زیادہ وفود کی شرکت اس سال ہی سے شروع ہو جانی چاہیے۔حضور نے اس بابرکت تحریک کے آغاز پر متعدد ایسے ضروری اقدامات کی بھی نشاندہی فرمائی جو اسے عالمی سطح پر مفید نتائج و اثرات کا حامل بنانے کے لئے ناگزیر تھے۔حضور انور نے تحریک کا

اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''یہ صحیح ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر شاید درجنوں کی تعداد میں یا اس سے کم بیرون جات کے احمدی جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے یہاں ہر سال آتے ہیں مگر وہ کسی منصوبہ کے ماتحت نہیں آتے۔اس لئے آج مَیں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں بسنے والی تمام احمدی جماعتیں جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنی اپنی جماعت کی طرف سے وفود بھجوایا کریں۔ جو جلسہ سالانہ میں شریک ہوں۔ یہاں کی تصاویر لیں۔ یہاں کے حالات دیکھیں۔ جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کی جو بے شمار رحمتیں نازل ہو رہی ہیں ان کو دیکھیں۔ان کے متعلق سنیں اور ان کو نوٹ کریں اور پھر اپنے اپنے ملک میں جا کر ان کو بیان کریں۔یعنی اپنی اپنی جماعت کے احباب کو بتائیں کہ ہم جلسہ سالانہ پر گئے وہاں ہم نے یہ دیکھا اور یہ سنا کہ کس طرح دنیا میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے کتنی خوشکن تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں اور کس طرح اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو غلبۂ اسلام کی مہم میں کامیاب کرنے کے لئے اپنے فضل سے اس پر اپنی عنائتیں اور رحمتیں نازل کر رہا ہے اور غلبۂ اسلام کے حق میں ایک عظیم حرکت ہے جو روز بروز شدت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔

پس بیرون پاکستان کے ہر ملک سے احمدیوں کو وفود کی شکل میں جلسہ سالانہ پر پورے انتظام کے ساتھ آنا چاہیے۔اس سلسلہ میں کچھ ہمیں بھی یہاں انتظام کرنا پڑے گا مثلاً سلائیڈز کا انتظام کرنا پڑے گا۔ کچھ ان لوگوں کو انتظام کرنا پڑے گا مثلاً بڑی سکرین کا جس پر ٹرانسپیرنسی یعنی خاموش تصاویر دکھائی جاتی ہیں''۔

حضور انور نے اس تحریک کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جلسہ سالانہ والوں کو چاہیئے کہ ایک چھوٹا سا رسالہ بھی شائع کریں جو کہ انگریزی زبان میں ہو جس میں جلسہ سالانہ کے سارے انتظامات کا تعارف ہو۔اس کے علاوہ حضور انور نے فرمایا کہ باہر سے جو احباب یا وفود آئیں گے ان کی زبان انگریزی یا غیر ملکی ہوگی اس لئے تحریک جدید کو Plan کرنا چاہئے کہ انگریزی بولنے والے اتنے آدمی موجود ہوں جو کہ ان کے ساتھ لگ جائیں اور ان کے ساتھ ہی رہیں تا کہ ہر وفد کے اراکین جلسہ سالانہ کی کارروائی سمجھ سکیں۔اسکے علاوہ دیگر زبانیں بھی ہیں اس لئے مختلف زبانیں جاننے والے

کثرت سے تیار کرنے چاہئیں۔حضورانور نے فرمایا کہ وفود میں زیادہ تر اس ملک کے مقامی باشندے ہوں نہ کہ پاکستانی دوست جو یہاں سے باہر گئے ہوئے ہیں اور وہ وہاں پیسے کما رہے ہیں۔اور انہوں نے اپنی چھٹی کا انتظام ایسا کیا ہوتا ہے کہ وہ جلسہ سالانہ میں شامل ہو جائیں ان کو وفد میں شامل کرلیا جائے یا صرف انہی سے وفد تشکیل کرلیا جائے۔چھٹی پر آنے والوں کے کئی مقاصد ہوتے ہیں مثلاً پچھلے سال جلسہ سالانہ اور حج اور پھر واپس گھر پہنچنے کے درمیان قریباً ڈیڑھ ماہ کا فرق تھا۔حضورانور نے فرمایا کہ جو بات میں کہہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ایسے وفود آئیں جن کا مقصد صرف جلسہ سالانہ کی برکات سے متمتع ہونا ہو اور جو فوراً واپس بھی چلے جائیں تا کہ اپنی جماعتوں میں جا کر جلسہ کی کارروائی اور اس کی برکات سے دوسروں کو متمتع کرسکیں۔[321]

قلمی دوستی کی عالمی تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۹/اکتوبر ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ میں قلم دوستی کی عالمی تحریک بھی فرمائی جس کی تفصیل حضور ہی کے مبارک الفاظ میں سپرد قلم کی جاتی ہے۔فرمایا:۔

”ایک اور بات جس کا میں اس وقت اعلان کرنا چاہتا ہوں وہ قلم دوستی ہے اور یہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں سے ایک ہے جو ملک ملک کے درمیان قرب پیدا کرنے کے لئے ہیں۔قلم دوستی ایک منصوبہ کے ماتحت عمل میں آنی چاہیے مثلاً انگلستان اور دوسرے ملکوں سے پتہ لیا جائے اور مجھے رپورٹ ملنی چاہیے کہ انگلستان میں اس قدر احباب تیار ہیں (مجھے امید ہے انگلستان میں رہنے والوں میں سے پانچ سو نوجوان مل جائیں گے۔شروع میں ایک سو تو یقینی مل جائیں گے) اتنے نائیجیریا کے تیار ہیں۔اتنے غانا کے تیار ہیں اتنے آئیوری کوسٹ کے تیار ہیں۔اتنے لائبیریا کے تیار ہیں۔اتنے سیرالیون کے تیار ہیں اتنے گیمبیا کے تیار ہیں۔اتنے سینیگال کے تیار ہیں اور بھی کئی ملکوں میں ہماری احمدی جماعتیں قائم ہیں ان میں سے بھی چاہیے احباب تیار ہوں کیونکہ اس تحریک میں ضرور شامل ہونا چاہیے۔اسی طرح فجی کے رہنے والے، انڈونیشیا کے رہنے والے، آسٹریلیا کے رہنے والے، یورپین ممالک کے رہنے والے، ہندوستان کے رہنے والے، پاکستان کے رہنے والے، مصر

کے رہنے والے، سعودی عرب کے رہنے والے (کوئی یہ نہ سمجھے کہ عرب ممالک میں کوئی احمدی نہیں دنیا مخالفت کرتی ہے تو کرتی رہے، وہاں احمدی ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا) ابوظہبی میں رہنے والے غرض مشرقِ وسطیٰ کے سارے ممالک میں رہنے والے احمدی قلم دوستی کی مجالس میں شامل ہونے کے لئے اپنے نام پیش کریں۔ پھر ایک منصوبہ کے ماتحت ان کی آپس میں دوستیاں قائم کی جائیں گی۔ اس قسم کے قریبی اور دوستانہ تعلقات کو فروغ دینے کی مثال ایک شاندار رنگ میں اور شاندار پیمانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتی ہے۔ اب چونکہ امت محمدیہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے اُس صورت میں اُن میں دوستانہ اور قریبی تعلقات پیدا کرنے کی ایک راہ یہ ہے کہ ان کی آپس میں قلم دوستی ہو۔ اس کا اثر اس مثال سے واضح ہو جائے گا کہ فرض کریں سوئٹزرلینڈ میں ہماری ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ ہمارے سوئس دوست جو پہلے عیسائی تھے یا دہریہ تھے وہ احمدی مسلمان بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جماعت احمدیہ کے سپرد جو کام کیا ہے وہ اس میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں پس سوئٹزرلینڈ میں گو ابھی ہماری ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن اگر وہاں سے دس آدمی قلم دوستی کے لئے تیار ہوں اور ان میں سے دو ربوہ میں خط و کتابت کر رہے ہوں ایک نائیجیریا سے خط و کتابت کر رہا ہو۔ ایک غانا سے خط و کتابت کر رہا ہو۔ ایک سیرالیون سے خط و کتابت کر رہا ہو۔ ایک انڈونیشیا سے خط و کتابت کر رہا ہو۔ ایک شمالی امریکہ سے خط و کتابت کر رہا ہو۔ ایک انگلستان سے خط و کتابت کر رہا ہو۔ اسی طرح اگر ملک ملک میں ایک دوسرے سے قلم کا تعلق قائم ہو جائے اور دوست آپس میں خط و کتابت کرنے لگیں تو اس باہمی اخوت سے خوشگوار تعلقات کو فروغ حاصل ہو گا۔ اب مثلاً سوئٹزرلینڈ کے دس آدمی ہر پندرھویں دن یا ہر مہینے خط لکھیں گے اور ملک ملک سے ان کو جواب ملیں گے تو جب جمعہ اور اتوار کو یہ اکٹھے ہوں گے اور سر جوڑیں گے اور آپس میں باتیں کریں گے تو ایک کہے گا مجھے (ربوہ سے) میرے قلم دوست نے مثلاً مجھے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ مشاورت اس اس طرح اختتام پذیر ہوئی ہے۔ اسلام کو

ساری دنیا میں غالب کرنے اور نوع انسان کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے یہ یہ سکیمیں بنی ہیں اور یہ ہوا اور وہ ہوا ہے۔ دوسرا کہے گا مجھے نائیجیریا سے میرے قلم دوست کا خط ملا ہے اس نے لکھا ہے کہ ہم نے یہاں اتنے اَور میڈیکل سنٹر بنا دیئے اور اتنے مزید سکول کھول لئے ہیں اور اتنے لوگ جو پہلے بُت پرست تھے اب توحید کا کلمہ پڑھنے لگ گئے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پیارا کلمہ ان کی زبانوں پر جاری ہو گیا ہے اسی طرح ان میں سے ایک یہ کہے گا کہ مجھے امریکہ سے خط آیا ہے جس میں اس کے قلم دوست نے لکھا ہے کہ اس طرح ہم نے غلبۂ اسلام کے لئے گھنٹہ بھر رو رو کر دعائیں کیں یہاں تک کہ ہماری آنکھوں سے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ ایک اَور سوئس دوست کہے گا مجھے میرے قلم دوست نے انگلستان سے خط لکھا ہے کہ ہماری جماعت یہ یہ اچھا کام کر رہی ہے۔ پس اس طرح ہم تبلیغ کر رہے ہیں (انگلستان میں اکثر یوم التبلیغ منایا جاتا ہے) اور اس اس طرح تبلیغی وفود گئے اور کامیاب ہو کر واپس آئے۔

غرض سوئٹزرلینڈ کے دس کے دس احباب جب اکٹھے مل بیٹھیں گے تو آپس میں تبادلۂ خیال کریں گے ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جو نظارے احمدی دیکھ رہے ہیں ان کے متعلق مختلف احباب کے تاثرات اکٹھے ہو جائیں گے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو علمی اور تبلیغی لحاظ سے حسین اور خوشکن اثر پیدا کرے گی‘‘۔[322]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطبہ عید الفطر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۸ را کتوبر ۱۹۷۳ء کو مسجد اقصیٰ میں خطبہ عید الفطر ارشاد فرمایا جس میں یہ حقیقت نمایاں فرمائی کہ نوع انسان کی اصل عید تو اس سورج کا طلوع تھا جو فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا اور اس کے عروج کا زمانہ وہ ہوگا جب کہ اسلام کا سورج پوری دنیا کو اپنی نورانی شعاعوں کی لپیٹ میں لے لے گا۔ مومنانہ خوشیوں کا ایثار اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے جس کے پیش نظر جماعت احمدیہ ہنستے اور مسکراتے چہروں کے ساتھ عید مناتی ہوئی شاہراہ غلبۂ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس ضمن میں حضور نے فرمایا:۔

''حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان کی بشاشت پیدا ہو جائے اس کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا اور اصل مسرت اور بشاشت تو دلوں میں پیدا ہوتی اور چہروں سے ظاہر ہوتی ہے اسی لئے جماعت احمدیہ کا طرّہٴ امتیاز یہ ہے کہ دنیا جس طرح چاہے اُن کا امتحان لے لے، وہ ان کے چہروں کی مسکراہٹیں ان سے نہیں چھین سکتی۔ یہ دنیا کی طاقت میں نہیں اس لئے کہ احمدیوں کے چہروں کی مسکراہٹیں اور بشاشت اور مسرت کے جذبات ان کے جسم کی نس نس اور رُوئیں رُوئیں سے نکل رہے ہوتے ہیں۔ اُن کا منبع خدائے قادر مطلق اور قادر و توانا کی ذات ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو ابتلاء اور امتحان ہیں ان کا منبع بھی الٰہی منشاء سے ہے، یہ تو درست ہے لیکن ان کا تعلق ایک لحاظ سے خدا تعالیٰ کی اس مخلوق سے ہے جن کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ اے خدا! ان پر بھی فضل فرما کیونکہ یہ جو حرکتیں کر رہے ہیں اس لئے کر رہے ہیں کہ یہ سمجھتے نہیں۔ نہ یہ اپنا مقام پہچانتے ہیں۔ نہ ان کو اسلام کی عظمت کا خیال ہے اور نہ ہی مہدی معہودؑ کی شان کو پہچانتے ہیں۔ حالانکہ مہدی معہود علیہ السلام ساری امتِ مسلمہ میں سے وہ فردِ واحد ہے جس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام بھیجا مگر لوگ اس کی قدر نہیں کرتے اور اس کے مقام کو نہیں پہچانتے۔ بایں ہمہ ہم اُن کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! جس طرح تو ہمارے لئے یہاں دنیوی جنتوں کے سامان بھی پیدا کر رہا ہے اسی طرح تُو ہمارے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی دنیوی جنتوں کے سامان پیدا کرتا کہ پھر ان کے لئے اُخروی جنتوں کے سامان بھی پیدا ہو جائیں۔

پس ہمارے چہرے تو ہر وقت مسکرانے والے چہرے ہیں۔ ہمارے چہروں کی مسکراہٹوں کو چھیننے والا کسی ماں نے کوئی بچہ نہیں جنا اس لئے کہ ہمارے کان میں ہر لحظہ خدا کے پیار کی آواز پڑتی ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس صبح صادق کی روشنی کو دیکھنے اور پہچاننے کی توفیق عطا فرمائی جو اسلام کے آخری غلبہ کے لئے مقدر تھی۔ پس جس شخص کو ابدی نور کی کرنیں میسر آ جائیں وہ اندھیروں اور ظلمتوں سے ڈرا نہیں کرتا کیونکہ وہ تو خود ایک روشن مینار بن جاتا ہے''۔[323]

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع اس سال ۲۔۳۔۴ رنومبر ۱۹۷۳ء کوتعلیم الاسلام کالج ربوہ کی جنوبی جانب واقع وسیع میدان میں منعقد ہوا۔جس میں شرکت کرنے والے خدام کی تعداد میں گذشتہ سال کی نسبت بہت خوشکن اضافہ ہوا۔گذشتہ سال پہلے روز بیرونی مجالس کے ۱۵۴۷ خدام شامل اجتماع ہوئے جبکہ اس دفعہ پہلے ہی دن ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۱۹۹ تک پہنچ گئی جو ملک کی ۵۰۵ مجالس کے نمائندہ تھے۔اس اجتماع میں پہلی بارحضرت خلیفۃ المسیح کی تحریکِ خاص کے مطابق ۶۶۲ خدام پاکستان کے طول وعرض سے سائیکلوں پر سفر طے کر کے مرکز میں تشریف لائے۔ خصوصاً کراچی اور سندھ کے خدام خاصی تعداد میں آئے۔(بعد میں سائیکلوں پر باہر سے آنے والے خدام کی تعداد ۶۹۳ تک پہنچ گئی تھی۔)[324] ربوہ کے ۳۲۷ سائیکل سوار اس کے علاوہ تھے۔افتتاح کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے پہلے اپنے دست مبارک سے لوائے خدام الاحمدیہ لہرایا۔ازاں بعد ایک ولولہ انگیز خطاب فرمایا جس میں اس امر پر اظہار خوشنودی فرمایا کہ خدام احمدیت ملک کے طول وعرض سے کثرت سے اور بڑے ذوق وشوق کے ساتھ اپنے مرکزی اجتماع میں شریک ہوئے ہیں۔حضور نے اپنے بصیرت افروز افتتاحی خطاب میں خدام کو یہ زرّیں نصیحت فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی خدمت، ہمدردی اور بھلائی کے لئے وقف کر دیں کیونکہ خیر امت ہونے کے لحاظ سے امت مسلمہ کو بنی نوع انسان کی خدمت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے لیکن اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ احمدی نوجوان اپنی تمام جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی استعدادوں اور صلاحیتوں کونشوونما کے کمال تک پہنچانے کے لئے ہرممکن کوشش کریں۔حضور نے فرمایا ”خیرِ امت“ ہونے کے اعتبار سے تم نے ہر میدان میں دوسروں سے آگے نکلنا ہے لیکن اپنی خادمانہ حیثیت کو کبھی فراموش نہیں کرنا۔تم سچی ہمدردی اور بے لوث خدمت کے ساتھ دنیا کے قلوب اسلام کے لئے جیتو اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے اپنی تمام کوششوں کو وقف کر دو۔[325] حضور انور نے اپنے خطاب میں خدام کو قوی اور امین بننے کی تلقین کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ نشوونما کی کوشش کریں۔اپنے اوقات کو ہمیشہ معمور رکھیں اور کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔اس غرض کے لئے حضور نے یہ تحریک فرمائی کہ سات برس کے اندر ایک لاکھ

احمدی سائیکل سوار ہونے چاہئیں۔ حضور نے اس عظیم الشان تحریک کے پس منظر، اہمیت اور ضرورت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

’’خدام الاحمدیہ بڑی ذمہ داریوں کی حامل ہماری ایک مجلس ہے۔ نوجوان نسل جس نے اس رنگ میں تربیت حاصل کرنی ہے کہ وہ بڑھتی ہوئی ذمہ داریاں اور بڑھتے ہوئے بوجھ کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتی ہو۔

انسانی جسم پر بنیادی طور پر دو قسم کے بوجھ پڑتے ہیں۔ ایک وہ بوجھ ہے جو براہ راست اس کے جسمانی اور ذہنی قویٰ پر پڑتا ہے اور ایک وہ بوجھ ہے جو بالواسطہ اس کے جسمانی اور ذہنی قویٰ پر پڑتا ہے۔ اس کیلئے جو تربیت جماعت اپنے ان پیارے بچوں کو دینا چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے جسمانی قویٰ اپنی نشو ونما کے کمال کو اس رنگ میں پہنچائیں کہ دوسری ذمہ داریاں نبھانے کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ ان میں سے ایک طریق جو ماضی قریب میں جاری کیا گیا ہے وہ سائیکل کا استعمال ہے۔ میں نے جب ابتداءً یہ تحریک کی تو مختصراً یہ اشارہ کیا تھا کہ اپنی صحتوں کو برقرار رکھنے کے لئے سائیکل کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ آج کی سائنس اور علمی تحقیق نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ سائیکل چلانے سے عام صحت بھی اچھی ہوتی ہے اور انسانی جسم کو دل کی بیماریوں سے کافی حد تک حفاظت مل جاتی ہے۔ اس وقت بعض عمر رسیدہ سائنسدان یا ڈاکٹر جن کو دل کی تکلیف تھی وہ سائیکل چلاتے ہیں تا کہ دوائی کے علاوہ سائیکل کا چلانا ان کے دل کی بیماریوں کو دور کرنے کا باعث بنے۔ سائیکل چلانے میں صرف یہی فائدہ نہیں اور بھی ہزاروں فوائد ہیں مثلاً آپ میں سے بہتوں کو اپنے گھر کے کام کاج کے لئے یا خریداری کے لئے بازار جانا پڑتا ہے۔ اگر آپ کے پاس سائیکل ہو تو آپ اپنا بہت سا قیمتی وقت بچا سکیں گے۔ اور وہ بشارت آپ کے وجود میں بھی پوری ہو گی جو مہدی معہود کو اِن الفاظ میں دی گئی تھی کہ ’’تُو ایک شیخ (بزرگ) مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا‘‘۔ پس ہمیں خاص طور پر اپنے اوقات کو معمور رکھنے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور دوسرے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے تا کہ وہ برکات ہمارے وجود میں بھی پوری ہوں۔

دیہاتی جماعتوں میں سے بعض نے اس طرف بڑی توجہ کی اور بعض نے اتنی توجہ نہیں کی۔ میں بہت ہی خوش ہوں کہ جھنگ کے ہمسایہ ضلع (یعنی سرگودھا) نے اس سکیم پر اُس سے زیادہ عمل کیا جتنا بہت سے دوسروں نے کیا ہے اور بہت سے فوائد اس منصوبہ کے اُن کے یا دوسرے افسروں کے سامنے آئے جن کی طرف انہیں پہلے توجہ نہیں تھی اور قریباً ہر گاؤں میں سرگودھا کا احمدی جوان سائیکل سوار پہنچا ہے۔ یہ ابھی ابتدا ہے۔ ابھی آپ کو تربیت دی جا رہی ہے اور ہم پہلے مرحلے میں سے گذر رہے ہیں اور اگر ربوہ کے سائیکل اُسی طرح اس اجتماع میں شامل سمجھے جائیں جس طرح کہ ربوہ کے خدام اس اجتماع میں شامل سمجھے جاتے ہیں تو اس اجتماع میں شامل ہونے والے سائیکلوں کی تعداد ایک ہزار سے کہیں بڑھ جاتی ہے۔ باہر سے آنے والے سائیکل سواروں کی تعداد جو اس وقت تک علم میں آئی ہے۔ وہ تو ۶۶۲ ہے لیکن کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے نام ابھی تک رجسٹر نہیں کروائے اور توقع ہے کہ کچھ آج پہنچیں گے۔ ان میں سے وہ ہیں جو کراچی سے سائیکل پر قریباً ۹۰ اور ۱۰۰ میل روزانہ طے کر کے آئے۔ کچھ وہ ہیں جو تھر پارکر سندھ (جو کہ قریباً کراچی جتنا فاصلہ ہے۔ میرے خیال میں تیس چالیس میل کا فرق ہوگا) وہاں سے آئے اور بڑی تیزی سے انہوں نے سفر کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ ایک گروپ کو وہاں کی جماعت نے ہدایت کی کہ تم دن کو سفر کرنا رات کو نہ کرنا۔ اور دوسروں کو یہ ہدایت نہیں تھی۔ کراچی والوں نے دن کو سفر کیا۔ تھر پارکر والوں نے اکثر رات کو سفر کیا۔ دونوں وقتوں کے سفروں کے حالات ہمیں معلوم ہوئے کیونکہ ہر دو کو جس دن وہ یہاں پہنچے میں نے کہا تھا کہ ایک مختصر سی رپورٹ اپنے سارے احوال کے متعلق مجھے دو دن کے اندر لکھ کر دو۔ انہوں نے دونوں مجلد رپورٹیں مجھے جمعرات کو پہنچا دی تھیں وہ بڑی دلچسپ ہیں مَیں نے پڑھی ہیں۔ صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مجھ سے لے لیں اور اپنی فائل میں رکھیں۔

پھر ساہیوال سے خدام سائیکلوں پر آئے اسی طرح دوسرے ضلعوں سے بھی آئے۔ تھر پارکر کے علاوہ کہ ان کی ٹیم میں اکثر دیہاتی سائیکل سوار تھے۔ سوائے دو

ایک افراد کے جو حیدر آباد سے ان کے ساتھ ملے ہیں لیکن عملاً فائدہ اس کا دیہاتیوں کو شاید اس سے زیادہ ہو جتنا شہریوں کو ہے۔ ایک تو ہر شہر میں سڑکیں اچھی ہیں اور ویسے بھی سائیکل کے استعمال کی پرانی عادت ہے۔ مَیں اپنے دیہاتی بچوں سے کہتا ہوں کہ یہ جو آپ اڈہ پر بس کے انتظار میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک گھنٹہ بھر انتظار کرتے ہیں۔ پھر بس آتی ہے اور بعض دفعہ اتنی بھری ہوئی ہوتی ہے کہ آپ سوار نہیں ہو سکتے اور اس طرح آپ کا وقت ضائع ہوتا ہے اور ابھی میں نے بتایا ہے کہ ایک احمدی کا وقت ضائع ہونے سے بچنا چاہیے یعنی وَلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنا وقت ضائع نہ ہونے دے اگر اس کے پاس سائیکل ہو تو وہ اپنے نفس کا حق بھی ادا کر سکے گا یعنی اس کی ورزش بھی ہو جائے گی اور کام بھی جلد ہو جائے گا میرے اندازے کے مطابق اِلّا ماشاء اللہ ہر گاؤں سے بیس یا پچیس میل کے اندر اندر کوئی نہ کوئی بڑا قصبہ ہے جہاں ایک دیہاتی کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ بعض ایسی ضروریات ہیں جو صرف تحصیل کے ہیڈ کوارٹر سے پوری ہوتی ہیں مثلاً قانونی ضروریات یا مقدمات کی ضروریات یا زمیندارہ وغیرہ کی ضروریات ہیں لیکن عام ضروریات پندرہ یا بیس میل کے فاصلوں سے پوری ہو سکتی ہیں اس لئے آپ بسوں کا انتظار کیوں کرتے ہیں اپنا وقت بچائیں۔ ورزش کریں صحتمند ہو جائیں اور آپ سائیکل سواری کریں۔

میں نے بتایا تھا اور آج دہراتا ہوں کہ مجھے بڑی جلدی ایک لاکھ احمدی سائیکل (سوار) چاہیے۔ احمدی سائیکل وہ ہے جسے احمدی چلاتا ہو اور ایک لاکھ ایسا احمدی سائیکل (سوار) چاہیے جسے قریباً سو میل روزانہ چلنے کی عادت ہو میں نے بتایا تھا کہ اگر ایک لاکھ سائیکل ہو اور سو میل روزانہ چلے تو ایک دن میں ہمارا احمدی ایک کروڑ میل کا سفر کر رہا ہو گا اور یہ بڑی حرکت ہے اور حرکت میں بڑی برکت ہے۔ اور اب جو ہم نے تجربہ کیا تو ہر شخص نے اِلا ماشاء اللہ پسندیدگی کی نگاہ سے اسے دیکھا۔ اور سب ہی بہت خوش ہوئے۔ ان کو غصہ نہیں آیا بلکہ حیرت ہوئی اور ہمت کی بہت داد دی۔ یہ ایک اچھا اثر آپ نے چھوڑا اس کے بہت سے اَور بھی اثرات ہیں یہ کام

آنے والی چیز ہے۔اگر جماعت اور خدام الاحمدیہ کوشش کریں تو سات سال کے اندر اندر ایک لاکھ احمدی سائیکل (سوار) ہو جائے۔یہ بڑا ضروری ہے۔اس لئے بھی کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر جو میں آپ لوگوں کے سامنے ایک بڑا منصوبہ پیش کرنے والا ہوں اس کے لئے بھی تیاری کر رہا ہوں اور آپ کے ذہنوں کو بھی اس کے لئے تیار کر رہا ہوں۔پس یہ جسمانی قوت کو مضبوط کرنے کیلئے ایک پروگرام ہے۔‘‘[326]

اختتامی خطاب

مورخہ ۴ نومبر کو حضور انور نے خدام سے مقام اجتماع میں اختتامی خطاب فرمایا۔حضور انور نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں غلبۂ اسلام کی جس عظیم مہم کی اور اس کے نتیجہ میں اسلام کے جس عالمگیر انقلاب کی بشارت دی تھی اس کا آغاز حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ ہو چکا ہے۔یہ مہم پورے عروج پر ہے، بگل بج چکا ہے، آسمان سے آواز بلند ہو چکی ہے کہ تمام ادیانِ باطلہ پر اسلام کے غلبہ کا وقت قریب سے قریب تر آرہا ہے۔تم اس عظیم آسمانی مہم میں پوری ہمت اور جوش کے ساتھ حصہ لو اور كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:۱۱۱) کے ارشادِ خداوندی کے مطابق اپنی تمام صلاحیتوں کو بنی نوع انسان سے سچی اور بےلوث ہمدردی کے لئے وقف کر دو۔دعاؤں پر زور دو اور جماعت کے ہر طبقہ کی ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ ان میں سے ہر ایک اسلام کا جانباز سپاہی ثابت ہو۔

حضور نے اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ خدام کا یہ اجتماع بہت سی کامیابیوں اور برکتوں سے معمور رہا نیز اختتام پر یہ اعلان بھی فرمایا کہ اس دفعہ خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے موقع پر خدام کی مجلس شوریٰ نے اپنے نئے صدر کے انتخاب کے سلسلے میں بطور سفارش جس رائے کا اظہار کیا ہے میں اسے منظور کرتے ہوئے مکرم عطاء المجیب راشد صاحب ایم اے (ابن مولانا ابو العطاء صاحب) کو خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا دو سال کے لئے صدر مقرر کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔حضور نے اس موقعہ پر خدام الاحمدیہ کے سابق صدر محترم چوہدری حمید اللہ صاحب کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے بہت ہمت، محنت، جانفشانی اور خوش اسلوبی کے ساتھ صدارت کی اہم ذمہ داریوں کو نبھایا۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس بابرکت اور روح پرور خطاب کے بعد دعا ہوئی اور اس طرح سے یہ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔[327]

سالانہ اجتماع مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ

اطفال الاحمدیہ کا تیسواں سالانہ اجتماع مورخہ ۲ تا ۴ نومبر ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں منعقد ہوا۔امسال اطفال الاحمدیہ کا اجتماع احاطہ دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی بجائے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بالمقابل خدام الاحمدیہ کے مقام اجتماع سے ملحقہ میدان میں منعقد ہوا۔بیرونجات سے آنے والے اطفال کی رہائش کا انتظام بورڈنگ ہاؤس تعلیم الاسلام ہائی سکول میں کیا گیا۔اجتماع میں ۱۹۷ مجالس کے ۲۲۲۷/اطفال نے شرکت کی۔بیرونجات سے ۱۹۶ مجالس کے ۸۲۷/اطفال اجتماع میں شریک ہوئے جبکہ گزشتہ سال بیرونجات سے ۱۱۲ مجالس کے ۵۸۴/اطفال شریک ہوئے تھے۔اجتماع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے روح پرور خطاب اور محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور دیگر علمائے سلسلہ کی تقاریر کے علاوہ علمی اور ورزشی مقابلوں کا بھی انعقاد کیا گیا۔[328]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطاب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۳/نومبر ۱۹۷۳ء کو اطفال الاحمدیہ مرکزیہ سے ایمان افروز خطاب فرمایا جس میں احمدی بچوں پر یہ حقیقت نہایت مؤثر انداز میں نمایاں فرمائی کہ تم رسولِ خدا کی فوج کے وہ سپاہی ہو جنہوں نے اسلام کی جنگ جیتنی ہے۔چنانچہ حضورِانور نے فرمایا کہ ایک لاکھ سے زیادہ نبی دنیا کی تربیت اور اصلاح کے لئے آئے۔اس تربیت اور اصلاح کے کام میں درجہ بدرجہ ترقی ہوتی رہی حتی کہ آخری زمانہ میں خدا سے گہرا تعلق رکھنے والوں اور شیطان کے درمیان وہ آخری جنگ شروع ہوگئی جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پہلے آنے والے نبیوں نے دی تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخری جنگ کا زمانہ ہمارے مہدی کا زمانہ ہوگا اور اس جنگ کے بعد اسلام تمام دنیا پر غالب آجائے گا۔یہ ایک عظیم الشان بشارت ہے ہمارا یقین ہے کہ یہ بشارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پوری ہوگی۔اس لئے ہمارا نعرہ یہ ہے کہ مہدی آ گیا۔انسانی تاریخ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اگر کوئی سب سے اہم واقعہ رونما ہوا ہے تو وہ مہدی معہود کی بعثت ہے۔

حضور انور نے فرمایا اسلام کی جنگوں کے دو محاذ ہیں ایک بیرونی اور دوسرا اندرونی۔اندرونی محاذ تربیت کا ہے۔اندرونی محاذ پر جنگ قیامت تک جاری رہے گی اور بیرونی محاذ پر جنگ اسلام کے غلبہ

تک جاری رہے گی۔ یہ جنگ حق و باطل کی آخری جنگ ہے۔ آپ اس فوج کے سپاہی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آپ نے یہ جنگ جیتنی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرنیل مہدی معہود نے یہ جنگ جیتنی ہے اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو مہدی معہود کی جماعت میں شامل ہیں۔ حالات خواہ کتنے ہی ناموافق ہوں اللہ تعالیٰ کی بشارت ہے کہ آخر کامیابی ہمارا مقدر ہے۔ اس جنگ کو جیتنے کے لئے وہ سب خوبیاں آپ اپنے اندر پیدا کریں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے سپاہی کے اندر ہونی چاہئیں۔

میری دعا ہے کہ آپ اس ذمہ داری کو سمجھیں۔ آپ خدا کی فوج کے کامیاب سپاہی ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ کے گھروں کو برکتوں سے بھر دے اور اس طرح ساری دنیا اللہ تعالیٰ کے نور سے بھر جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین[329]

سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع مورخہ ۲ تا ۴ نومبر ۱۹۷۳ء کو احاطہ دفتر لجنہ اماء اللہ میں منعقد ہوا جس میں ۱۴۹ مجالس لجنات کی ۱۰۳۳ نمائندہ خواتین اور ناصرات نے شرکت فرمائی۔[330]

اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۳؍نومبر ۱۹۷۳ء کو ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا جس میں پہلے تو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت عالم اسلام کے دردناک زوال اور صلیبی فتنہ کے عروج پر شرح وبسط سے روشنی ڈالی پھر خواتین احمدیت کو نہایت مؤثر رنگ میں تحریک فرمائی کہ اب کفر و اسلام کی آخری جنگ لڑی جا رہی ہے جس میں انہیں مردوں کے دوش بدوش نہایت تیزی کے ساتھ غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر گامزن ہو جانا چاہیے۔

حضور انور نے لجنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم جس زمانہ میں سے گزر رہے ہیں یہ بڑا ہی اہم زمانہ ہے کیونکہ اس میں مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت کا اہم ترین واقعہ رونما ہوا ہے۔ ہاں وہ مہدی معہود جس کے ذریعہ اسلام کا وہ آخری انقلاب بپا ہونا ہے جس نے تمام دنیا کو امت واحدہ بنا کر رسول کریم ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کر دینا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اسلام کے خلاف عیسائیت نے جو خطرناک یلغار شروع کر رکھی تھی حضور انور نے اس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کسطرح اسوقت ہر طرف سے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی اور پھر کس طرح حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ سے

اللہ تعالیٰ نے اسلام کے باغ کی حفاظت فرمائی۔ کفر کے حملے کا زور ٹوٹ گیا اور باطل پسپا ہونے لگا۔ لیکن کفر و اسلام کی یہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے کیونکہ ہم نے ساری دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے اس لئے ہماری جدوجہد اور قربانیوں میں کوئی کمی نہیں آنی چاہئے یہ برابر جاری رہنی چاہئیں۔ حضور انور نے پادری عمادالدین جو کہ اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر چکے تھے کے حوالہ سے بیان فرمایا کہ وہ لکھتے ہیں کہ ملک ہند کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے کہ اُس زمانہ میں اگر اس ملک میں کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کسی مسلمان کو دیکھے تو اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی کیونکہ ملک ہند میں ایک بھی مسلمان باقی نہیں رہے گا۔

حضور انور نے اس کے متعلق بیان فرمایا:۔

وہ اس یقین سے پُر ہو گئے تھے اس لئے کہ خدا کی طاقتوں کو یہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔ نہ قرآنی بشارتوں پر وہ ایمان لاتے تھے۔ اسلام کے خلاف اتنی زبردست مہم جاری کی گئی تھی کہ ظاہری حالات میں یہ نتیجہ نکالنا کہ مُلکِ ہند میں کوئی مسلمان باقی نہیں رہے گا نامعقول نتیجہ نہیں تھا بلکہ بالکل (ظاہری حالات کے لحاظ سے) معقول نتیجہ تھا۔ ان کو اسلام کے مٹنے کا اتنا یقین ہوا کہ ہمارے پاس ان کی کتابیں ہیں جن میں یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جب برّ اعظم افریقہ خداوند یسوع مسیح کی جھولی میں ہوگا۔ اور جب خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ پر لہرائے گا۔ ان کو اس قدر اپنے غلبے اور اسلام کے مٹنے کا یقین ہو گیا تھا تب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُس باغ کو تباہ ہونے سے بچانے کی خاطر جسے راستبازوں کے خون نے سینچا تھا مہدی معہود کی بعثت کے ساتھ ایک جماعت پیدا کی اور مہدی معہود علیہ السلام کو اُن تمام ہتھیاروں سے لیس کیا اور ان علوم سے نوازا جن کی ایک طرف اسلام کے دفاع کے لئے اور دوسری طرف نوعِ انسانی اپنی بدلی ہوئی انقلابی تبدیلیوں کے نتیجہ میں جن مختلف الجھنوں میں گرفتار ہو گئے تھے اُن الجھنوں کو اسلام کی حسین تعلیمات کی روشنی میں سلجھانے کے لئے ضرورت تھی۔ دنیاوی طور پر دو قسم کے علوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُس معلمِ حقیقی نے جو قدرتوں اور حکمتوں اور علموں اور نوروں کا مالک اور ان کا خالق ہے اس نے قرآن کریم سے بطون اور

پوشیدہ پہلو اور یہ رموز و اسرارِ قرآنی یہ روحانیت کو سیر کرنے والی، اس کی نشوونما کرنے والی، اُسے بڑھانے والی اور اسے کامیاب کرنے والی اور اس کے مقابلے میں ہر چیز کو اپنے نور اور وسعت سے مغلوب کرنے والی تعلیم کے پہلو سکھائے، روحانی اسلحہ دیا دفاع کا بھی اور جارحانہ حملہ کے لئے جس اسلحہ کی ضرورت تھی وہ بھی عطا کیا۔‘‘

حضور انور نے اسلام کے غلبہ کے متعلق بیان فرمایا کہ اسلام نے ظاہری ہتھیاروں اور مادی سامانوں سے فتح حاصل نہیں کرنی بلکہ سچی ہمدردی، دلی محبت وخلوص اور گہرے پیار کے ساتھ لوگوں کے قلوب کو جیتنا ہے۔ یہی تمہارے وہ ہتھیار ہیں جن سے تم نے بیرونی محاذ پر کامیابی حاصل کرنا ہے اور دوسرا محاذ اندرونی ہے یعنی تربیت کا محاذ ہے۔ اس میں بھی ہماری خواتین اہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ مرد تو ایمان سے معمور ہو کر قربانیاں پیش کرتے رہیں لیکن ہماری عورتیں دنیا کے نشے میں مخمور رہیں۔ مردوں اور عورتوں دونوں نے مل کر قربانیاں پیش کرنی ہیں اور اپنی اولادوں کی ایسے رنگ میں تربیت کرنی ہے کہ وہ بھی جنت میں تمہارے ہمراہ رہنے کے قابل ہوسکیں۔ پس میں احمدی مردوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی عورتوں کی ایسے رنگ میں تربیت کریں کہ وہ بھی ان کے دوش بدوش قربانیاں پیش کرسکیں۔[331]

سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ مرکزیہ اور ذیلی تنظیموں میں بعض تبدیلیوں کا اعلان

مجلس انصار اللہ کا مرکزی اجتماع انابتِ الی اللہ کے روح پرور ماحول میں ۹۔۱۰۔۱۱؍نومبر ۱۹۷۳ء کو دفتر انصاراللہ مرکزیہ کے لان میں منعقد ہوا۔ جس میں ۵۳۵ مجالس انصاراللہ پاکستان کے ۱۴۴۱۰ نمائندگان، ارکان اور زائرین نے نہایت ذوق وشوق سے شرکت فرمائی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس موقع پر حسبِ دستور دو بار اجتماع سے خطاب فرمایا۔ علاوہ ازیں جماعت کی ذیلی تنظیموں میں بعض تبدیلیوں کا اعلان کیا۔ نیز دو ضروری امور کے لئے دعا کی تحریکِ خاص فرمائی۔ ایک یہ کہ کوئی زمانہ ایسا نہ آئے کہ جماعت احمدیہ کا کوئی حصہ یا گروہ قرآن مجید کو کبھی مہجور کی طرح چھوڑ دے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسوۂ نبوی کے مطابق اپنے اپنے دائرہ استعداد میں اپنی صلاحیتوں کو نشوونما کے کمال تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔[332]

افتتاحی خطاب

حضور انور نے اپنی بصیرت افروز افتتاحی خطاب میں فرمایا کہ اگر یہ حقیقت ہے کہ مہدی معہود کی بعثت ہو چکی ہے اور خیر وشر کے درمیان آخری لڑائی شروع ہو چکی ہے تو پھر سوچو اور غور کرو کہ مہدی معہود کی طرف منسوب ہونے والی جماعت پر اور اس کے ہر حصہ اور ہر طبقہ پر کتنی عظیم اور اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ گو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں باطل کا حملہ پسپا ہو چکا ہے لیکن روحانی اسلحہ کے ساتھ باطل پر جارحانہ یلغار ابھی جاری ہے اور یہ اسی وقت ختم ہوگی جب کہ نور محمدی تمام بنی نوع انسان کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لے گا کہ ظلمت کہیں سے بھی داخل نہ ہو سکے گی۔

حضور نے فرمایا کہ یہ عظیم مہم کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری جماعت کے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوان سبھی اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کریں۔ جماعت کے کسی حصہ میں بھی کمزوری کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ مردوں کا فرض ہے کہ وہ عورتوں کو سنبھالیں اور ان کی ذمہ داریوں کے سلسلے میں ان میں کوئی کمزوری نہ آنے دیں۔ باپ بیٹا مرد، عورت سب کو پہلو بہ پہلو اپنے فرائض ادا کرنے چاہئیں۔

اس کے بعد حضور نے جماعت کی اندرونی تنظیموں کو مضبوط کرنے اور ان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے بعض اہم انتظامی تبدیلیوں کا اعلان کرتے ہوئے بتایا کہ جماعت میں سائیکل چلانے اور سائیکلوں پر مشتمل وفود کے ذریعہ اضلاع کے تمام دیہات سے رابطہ قائم کرنے اور اس طرح لوگوں کی اقتصادی مشکلات کو دور کرنے کی جو تحریک کی گئی تھی اس کے سلسلے میں مجھے انصار اللہ کی مساعی میں کمزوری نظر آتی ہے جبکہ خدام الاحمدیہ نے بہت ہی خوشکن کام کیا ہے۔ لہٰذا میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ (۱) آئندہ انصار اللہ کے اراکین دو حصوں پر مشتمل ہوا کریں گے یعنی (الف) صف اوّل جس میں ۵۵ سال سے زائد عمر کے انصار شامل ہوں گے۔ (ب) صف دوم جو ۴۰ سال سے ۵۵ سال تک کی عمر کے انصار پر مشتمل ہوگی۔ (۲) صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے ساتھ مَیں ایک عہدہ نائب صدر کا مقرر کرتا ہوں جس کی عمر ۴۰ اور ۴۷ برس کے درمیان ہونا ضروری ہوگی۔ حضور نے فرمایا کہ نائب صدر کا انتخاب اسی اجتماع کے موقع پر کرلیا جائے۔ (۳) اطفال الاحمدیہ کا نظام بھی آئندہ دو صفوں پر مشتمل ہو گا۔ صف اوّل میں ۱۳ سے ۱۵ سال تک کی عمر کے بچے شامل ہوں گے اور صف دوم میں ۷ سے ۱۲ سال کی عمر کے بچے۔

حضور نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ آئندہ سات برس کے اندر بیس ہزار سائیکل سوار انصار اللہ میں سے، دس ہزار اطفال الاحمدیہ میں سے اور ۷۰ ہزار خدام الاحمدیہ میں سے تیار ہونے چاہئیں تاکہ یہ وسیع پیمانے پر رفاہی کاموں میں حصہ لے سکیں۔ دیہات سے رابطہ قائم کریں اور لوگوں کی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرسکیں۔ حضور نے فرمایا یہ مہم صحتوں کو برقرار رکھنے کے لئے بھی مفید ثابت ہوگی اور دیگر بہت سے فوائد بھی اس سے انشاء اللہ حاصل ہوں گے۔

حضور نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ سائیکلوں کے وفود کے ذریعہ دیہات سے رابطہ قائم کرنے کی تحریک کے سلسلے میں مَیں نے ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا جو اعلان کر رکھا ہے اس تعلق میں ہر سال ۱۵ ؍ستمبر تک کی موصولہ رپورٹوں کا جائزہ لے کر فیصلہ کیا جائے گا۔ حضور نے انصار اللہ کو یہ تحریک بھی فرمائی کہ تعلیم القرآن کی طرف خصوصیت سے توجہ دیں اور جو لوگ قرآن کریم ناظرہ یا باترجمہ پڑھنا چاہیں انہیں ضرور پڑھائیں۔ یہ بہت ضروری اور اہم تحریک ہے۔ [333]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی اپنے دورہ چین کے متعلق اہم تقریر

انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے مورخہ ۱۰ نومبر کی شب کو مقام اجتماع میں اپنے سفر چین کے نہایت مفید دلچسپ اور معلومات افزاء حالات بیان فرمائے۔ آپ کی یہ تقریر تین گھنٹے سے زائد وقت تک جاری رہی۔ آپ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ گو آج چین میں اشتراکی نظام قائم ہے لیکن ان کا طریقہ کار اور اطوار دیگر اشتراکی ممالک سے مختلف ہیں۔ اہل چین اسلام کی تمدنی تعلیم کے بہت سے اہم حصوں پر یہ نہ جاننے کے باوجود کہ یہ اسلامی احکام ہیں بڑی حد تک عمل کر کے ان کے ظاہری فوائد سے متمتع ہو رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اہل چین کی روحانی آنکھ کھول دے گا اور وہ اسلام سے مشرف ہو کر رسول کریم ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے تو چونکہ وہ اسلامی تعلیم کے بعض پہلوؤں پر پہلے سے ہی گامزن ہوں گے اس لئے وہ بڑی آسانی کے ساتھ روحانی منازل کو طے کر کے اللہ تعالیٰ کی دنیاوی اور دینی برکات سے متمتع ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے اسلام کی تمدنی تعلیم کے بہت سے اہم پہلوؤں مثلاً اطاعت نظام، خوش خلقی، بدکاری اور بے حیائی سے اجتناب، مہمان نوازی، تعاون باہمی، رضا کارانہ خدمت، نظم و ضبط اور صفائی وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد نہایت دلچسپ مثالوں کے ساتھ یہ بتایا کہ کس طرح ان امور پر بڑی حد تک اہل چین عمل کر رہے ہیں۔ [334]

اختتامی خطاب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے آخری روز مورخہ ۱۱نومبر ۱۹۷۳ء کو تحریفِ قرآن کے الزام کی تردید میں معرکہ آراء تقریر فرمائی۔ جس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ قرآن سے دوری بڑا ہی بھیانک نتیجہ پیدا کرتا ہے یہ اسی دوری اور بُعد کی بھیانک شکل ہے کہ آج ہماری جماعت پر نعوذ باللہ تحریف قرآن کا ناپاک الزام لگا کر ملک میں فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ کوشش تین صورتوں میں ظاہر ہوئی ہے۔ پہلے بلوچستان میں یہ فتنہ اٹھایا گیا کہ ہماری جماعت چونکہ قرآنی مقطعات کا ترجمہ کر رہی ہے لہٰذا یہ تحریف ہے۔ حالانکہ عقل کا تقاضا ہے کہ مقطعات کا ترجمہ کیا جائے اور اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ پہلی تفاسیر میں بھی کثرت کے ساتھ ان کے تراجم کئے گئے مگر یہ جہالت یا بزدلی کی انتہاء ہے کہ کوئی خدا کا بندہ یہ نہیں کہتا کہ جب پہلے بھی اس کے تراجم موجود ہیں تو پھر یہ تحریف کس طرح ہوگئی۔

پھر یہ کہا گیا کہ قرآن کریم میں لفظی تبدیلی کی گئی ہے۔ مگر اس کا کوئی ثبوت وہ پیش نہیں کر سکے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ اسی امت مسلمہ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی سینکڑوں آیات منسوخ ہو چکی ہیں وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن کی کئی سورتیں اس میں سے نکال دی گئی ہیں۔ ان پر تو تحریف کا الزام نہیں لگایا جاتا اور اس کے بالمقابل اس مہدی معہود کی جماعت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ جس نے آکر ثابت کیا کہ قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت ہرگز منسوخ نہیں بلکہ اس کا تو ایک نقطہ یا شعشہ تک تاقیامت منسوخ نہیں ہوسکتا اور اس کی ہر بات سراسر حکمت ومعارف سے پر ہے۔ جب یہ شرارت بھی کارگر نہ ہوئی تو اب یہ کہا جارہا ہے کہ احمدیوں نے قرآن میں معنوی تحریف کی ہے۔[335] جس کا دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ خود جو چاہو قرآن کا ترجمہ کرلو۔ جو چاہو اس کی تفسیر پیش کرو لیکن اگر مہدی معہود علیہ السلام کوئی ترجمہ یا تفسیر کرے تو وہ تحریف ہو جاتی ہے۔

حضور انور نے تفصیل کے ساتھ بتایا کہ سنیوں، شیعوں، دیوبندیوں اور بریلویوں نے قرآن کے کس طرح مختلف ترجمے کئے۔ ہر زمانے کی ضروریات یا اردو زبان کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس میں تدریجاً تبدیلیاں ہوتی چلی گئیں۔ ان بدلتے ہوئے تراجم کو ہرگز تحریف نہیں سمجھا جاسکتا۔ کیونکہ ان

سب کی بنیاد عربی لغت پر ہے اور کوئی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ جماعت احمدیہ جو ترجمہ کرتی ہے وہ عربی لغت کے مطابق نہیں ہے۔حضور انور نے فرمایا کہ جہاں تک ان پہلی تفاسیر کا تعلق ہے ان کے متعلق خود کئی بزرگان امت نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ان میں بڑی ضروری اور پر از صداقت باتوں کے ساتھ ساتھ کئی طرح کا رطب ویابس بھی موجود ہے۔تعجب ہے کہ ان لوگوں کو وہ تفاسیر تو قبول ہیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کے الزام لگائے گئے ہیں۔لیکن اگر وہ مہدی معہود جسے رسول کریم ﷺ نے اپنا مہدی اور زمانے کا حکم وعدل قرار دیا خدا تعالیٰ کے اذن سے ایسی تفسیر کرے جن سے انبیاء کی بریت ہوتی ہو تو یہ تحریف تحریف کا شور مچا دیتے ہیں۔

حضور انور نے جماعت کو قرآن کریم کی برکات سمیٹنے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

''قرآن کریم تو ہماری زندگی ہے اور ہماری روح ہے۔یہ تو ہماری زندگی کا نور ہے۔اس کے بغیر تو اس زندگی کا کوئی مزہ ہی نہیں۔اس لئے اگر دوست اس دنیا کی جنت چاہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اخروی جنت کی لذتیں اور سرور چاہتے ہیں تو پھر انہیں قرآن کریم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا ہوگا۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ چاہیے کہ قرآن کریم تمہارے اوپر یہ حکم لگائے کہ تم خدا کے مومن بندے ہو اور قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہو اگر قرآن عزیز نے تمہارے ایمان کی تصدیق نہ کی تو تم ہلاک ہوگئے۔آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے سینکڑوں احکام میں سے اگر کوئی ایک حکم کو بھی دیدہ دانستہ یا باغیانہ طور پر چھوڑتا ہے تو قرآن کریم کی گواہی اس کے خلاف ہوگی اور خدا تعالیٰ کا غضب اُس پر بھڑکے گا۔''

حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان کردہ تفسیر قرآن کے متعلق فرمایا کہ یہ بنیادی طور پر دو قسم کی ہے ایک تفصیلی اور دوسری اجمالی۔آپ علیہ السلام نے کسی آیت کے متعلق اجمالی طور پر ایک دو فقرات میں اس کی تفسیر بیان فرمادی ہے۔حضور انور نے فرمایا بعض دفعہ مَیں نے دیکھا ہے میرے سات خطبوں کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیان کردہ ایک ایسا تفسیری نکتہ ہوتا ہے جسے آپ نے صرف ایک فقرہ میں بیان فرمایا ہے۔جس طرح قرآن کریم فی نفسہٖ ایسی عظیم الشان کتاب ہے جس کے اندر مکنون یعنی چھپی ہوئی باتیں قیامت تک دعوتِ غور وفکر دیتی رہیں گی، حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی تفسیر گو اِس رنگ میں تو نہیں لیکن ایک رنگ میں ایسی ضرور ہے کہ اس میں سے نئے سے نئے علوم قرآنی ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں جو قرآن کریم کے مکنون حصے کی تفاسیر کو سمجھنے کیلئے گویا کنجی کا کام دیتے ہیں۔ [336]

انتظامات جلسہ سالانہ کے تعلق میں اہل ربوہ کو اہم ہدایات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۳ ؍نومبر ۱۹۷۳ء کے خطبہ جمعہ میں اہل ربوہ کو انتظامات جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں متعدد اہم اور بنیادی ہدایات دیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ آنیوالے مہمانوں کی رہائش کے لئے ایک تو اجتماعی انتظام کیا جاتا ہے جسکے تحت جماعتیں اکٹھی ٹھہرتی ہیں۔ دوسرے مقامی احباب اپنے اپنے دوستوں عزیزوں اور رشتہ داروں کو اپنے مکانات میں ٹھہراتے ہیں لیکن ان کے علاوہ بعض ایسے مہمان بھی ہوتے ہیں جو یہاں پر رشتہ داری وغیرہ کا تعلق تو نہیں رکھتے مگر اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے اپنے اپنے خاندان کے ساتھ اکٹھا رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایسے مہمانوں کی رہائش کیلئے ضروری ہے کہ مقامی احباب اپنے اپنے مکانات کا کچھ حصہ ان کے لیے بھی مخصوص کر دیں۔ حضور نے فرمایا کہ جس رفتار سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ میں مکانات بن رہے ہیں اس کے پیش نظر اگر احباب ہمت اور کوشش کریں تو چار پانچ سو کمرے ایسے مہمانوں کے لئے ضرور مہیا ہو جانے چاہئیں۔ حضور نے مقامی احباب کو یہ تحریک بھی فرمائی کہ وہ ہنستے اور مسکراتے ہوئے چہروں کے ساتھ اور بشاشت سے لبریز قلوب کے ساتھ حسب سابق آنیوالے مہمانوں کی خدمت کے لئے تیار ہو جائیں۔ گلیوں اور مکانات کی صفائی میں حصہ لیں۔ حضور نے مقامی انتظامیہ کو ہدایت فرمائی کہ ربوہ کی سڑکوں پر نہایت خوبصورت آٹھ دروازے مہمانوں کے استقبال کے لئے بنائے جائیں اور جھنڈیوں وغیرہ سے مرکز سلسلہ کو دلہن کی طرح آراستہ کیا جائے۔ آٹھ دروازوں کے متعلق حضور انور نے فرمایا کہ اس کی تفصیل میں جلسہ سالانہ پر بتاؤں گا۔ [337]

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام ایک الوداعی تقریب

یکم دسمبر ۱۹۷۳ء کو خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام ایک الوداعی تقریب خدام الاحمدیہ کے سابق صدر چوہدری حمید اللہ صاحب کے اعزاز میں منعقد ہوئی۔ آپ ۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۳ء تک اس عہدہ

پر فائز رہے۔ آپ کے بعد عطاء المجیب راشد صاحب بطور صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ منتخب ہوئے۔ اس تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی ازراہ شفقت شرکت فرمائی اور بیش قیمت نصائح سے نوازا۔ یہ الوداعی دعوت بعد نماز عصر ایوان محمود میں منعقد ہوئی۔ اس میں خدام الاحمدیہ مرکزیہ و مقامی کے عہدیداران سرگودھا، لائلپور اور جھنگ کے قائدین اضلاع کے علاوہ اس تنظیم کے متعدد سابق اعلیٰ عہدیداران ،اور بزرگان سلسلہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ تقریب کا آغاز ساڑھے چار بجے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی تشریف آوری سے ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد لئیق احمد طاہر صاحب نے سپاسنامہ پیش کیا۔ اس کے بعد چوہدری حمید اللہ صاحب نے مختصر تقریر کی۔

اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ارشاد فرمایا:۔

''آج کی تقریب کے دو پہلو ہیں۔ ایک کا تعلق جانے کے ساتھ ہے اور ایک کا تعلق آنے کے ساتھ ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے ایک صدر تو کامیاب صدارت کے بعد اس کام کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں مشغول ہو رہے ہیں اور ایک نوجوان ان کی جگہ صدارت کی ذمہ واریاں اٹھا رہے ہیں۔ جانے والے کے متعلق تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احسن جزاء دے اور آنے والے کے متعلق یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین اور مقبول خدمت کی توفیق عطا کرے۔

مجلس خدام الاحمدیہ مختلف ادوار میں سے گزر کر اس مقام تک پہنچی ہے جہاں دنیا اسے آج دیکھ رہی ہے۔ ابتداء اس کی ایک چھوٹے سے بیج کی مانند تھی اور اس وقت ایک صحت مند بھرپور جوانی والے خوبصورت درخت کی شکل یہ بیج اختیار کر گیا ہے۔ ہر صدارت نے اپنی صدارت کے زمانہ میں دو کام کیے۔ کسی نے بہت ہی اچھے طریقہ پر اور کسی نے درمیانہ طریقہ پر اور کسی نے اپنا وقت گزارا بعض پہلوؤں کے لحاظ سے۔ بہر حال دو کام کیے ہر صدارت نے۔ ایک جو روایات بن چکی تھیں ان کو قائم رکھنے کی سعی اور دوسرے جو ضروریات پیدا ہو چکی تھیں ان سے نپٹنے کے لیے کوشش۔ ایک زندہ وجود کو یہی دو کام کرنے پڑتے ہیں۔

درخت کی شاخیں تنے سے ابتداء سے ہی نکل آتی ہیں۔ مختلف درختوں کی عمروں کے لحاظ سے اپنی عمر کے مختلف اوقات میں درمیان کا تنا جو ہے وہ اپنی شاخیں

نکالتا ہے پھر شاخ خود تنے کی طرح اس تنے سے بھی موٹی، جو اس کی شکل ہوتی ہے پھیلتا ہے اور اس کی اپنی شاخیں نکلتی ہیں اور وہ خوبصورتی کا باعث بنتا ہے۔ تنا بلند ہوتا ہے، کچھ اور شاخیں نکالتا ہے۔ اسی طرح اپنی زندگی کے دور کو پورا کرتا ہے۔ اور مجلس خدام الاحمدیہ کی زندگی قیامت تک کے لیے ممتد ہے کیونکہ اس تنظیم کا تعلق نبی اکرم ﷺ کے اس مہدیؑ کی جماعت کے ساتھ ہے جس کے متعلق یہ بشارت دی گئی ہے کہ قیامت تک کی ذمہ واریاں اس کی جماعت پر ڈالی جائیں گی۔ قیامت تک کی وہ ذمہ واریاں جن کا تعلق اصولاً بھی اور تفصیلاً بھی امت محمدیہ سے اور اسلام سے ہوگا۔ چونکہ جماعت احمدیہ کی زندگی قیامت تک ممتد ہے اس لیے جماعت احمدیہ کی تمام ذیلی تنظیموں کی زندگی بھی قیامت تک ممتد ہے۔ اور ہر دور جس میں سے بنیادی تنظیم، اصلی تنظیم یعنی جماعتی تنظیم یا اس کی ذیلی تنظیمیں جس میں سے گزریں ہر دور میں پہلی خوبصورتی اور حسن اور جمال کو محفوظ رکھنا اور اس میں زیادتی کرتے چلے جانا یہ فرض بن جاتا ہے ان لوگوں کا جن کے ہاتھ میں اس کی قیادت دی جاتی ہے۔ ہم کہیں ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ ٹھہرنا موت کے مترادف ہے۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے زندگی کا۔ جب زندگی ٹھہر جاتی ہے تو بالکل موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہر نئے آنے والے صدر پر پہلے سے زیادہ ذمہ واریاں عائد ہوتی ہیں کیونکہ اس سے پہلے کے صدر نے دو سال پہلے سے قبل کی حالت کو قائم رکھ کے آگے بڑھنا تھا۔ اور اس صدر نے اس وقت کے لحاظ سے پہلے کی حالت جس میں مزید دو سال کی کیفیت شامل ہوگئی اسے قائم رکھتے ہوئے آگے بڑھنا ہے۔ کام میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ نئی ہدایات مرکز ہدایت یعنی خلافت سے جاری ہوتی ہیں۔ نئی ذمہ واریاں نئے حالات کے مطابق ڈالی جاتی ہیں۔ پرانی روایات کو قائم بھی رکھنا ہوتا ہے اور نئی ضرورتوں کے حصول کے لیے اور نئے مسائل کے سمجھانے کے لیے نئی کوشش نئے عزم کے ساتھ بھی کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ عزیز بھائی اور بچے حمید اللہ صاحب کو جو انہوں نے جماعت کے لیے کیا۔ جس رنگ میں ذمہ واریوں کو نبھایا اس پر انہیں احسن جزاء دے اور انہیں بھی توفیق

دے کہ مزید جو ذمہ واریاں اور دوسرے شعبوں کی جس رنگ میں بھی ان کے کندھوں پہ پڑیں آخر وقت تک انہیں وہ اسی طرح خوش اسلوبی سے (سنبھالتے) چلے جائیں اور ادا کرتے چلے جائیں۔اور جو ان کی جگہ لے رہے ہیں خدا انہیں بھی ہر وقت چوکس رہ کر ہمت اور عزم کے ساتھ تندہی کے ساتھ، فراست کے ساتھ، تقویٰ اور طہارت کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ کو آگے سے آگے لے جانے کی توفیق عطا کرے۔‘‘

آخر میں حضور نے اجتماعی دعا کرائی اور اس طرح یہ تقریب بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔[338]

جلسہ سالانہ سے متعلق حضرت امام ہمام کی تین اہم تحریکات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۷؍دسمبر ۱۹۷۳ء کو جلسہ سالانہ سے متعلق مخلصینِ جماعت کے سامنے تین اہم تحریکات رکھیں۔

۱۔احباب زیادہ سے زیادہ رضا کارانہ خدمات کے لئے اپنے نام پیش کریں۔

۲۔ضیاع سے بچنے کے لئے بڑی جدوجہد اور اعلیٰ پیمانہ پر نگرانی کی ضرورت ہے۔

۳۔چندہ جلسہ سالانہ کی مالی قربانی میں اضافہ کیا جائے۔

اس تعلق میں حضور انور کے بعض بیش قیمت ارشادات درج ذیل ہیں۔فرمایا:۔

’’ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مرکز کی طرف سے مہمان خانہ ان لوگوں کے مناسب حال بنوانے کا ارادہ رکھتے ہیں جس میں کھانے اور بیٹھنے کے کمروں کے علاوہ آٹھ رہائشی کمرے ہوں گے۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر مجالس انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کوشش کریں اور ہمت کریں تو یہ بھی تین یا چار سونے کے کمروں والے مہمان خانے اپنی تنظیم کے ماتحت ایسے بنا سکتے ہیں کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر یا بعض دیگر ضروریات کے مواقع پر انہیں بھی سلسلہ کے کاموں کے لئے استعمال کیا جا سکے۔اس کے علاوہ رضا کاروں کی ضرورت ہے جو سال بہ سال بڑھتی چلی جارہی ہے۔سال بہ سال آبادی میں بھی اضافہ ہورہا ہے لہٰذا یہ ضرورت پوری ہوجانی چاہیے......‘‘

حضور انور نے ضیاع سے بچنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مزید فرمایا:۔

’’حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضیاع سے بچنے پر اتنا زور دیا ہے کہ ایک جگہ آپؐ نے فرمایا کہ کھانا کھاتے وقت اپنی رکابی میں اتنا ہی کھانا نکالو جتنا کھا

سکو۔ایک لقمہ بھی ضائع نہیں ہونا چاہیے۔اس بنیادی حکم کا تعلق ہر شعبۂ زندگی سے ہے۔ ہمارے جلسہ سالانہ کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے۔جلسہ کا نظام وسیع ہے اس میں بڑی وسعت ہے اور اس میں ہر قسم کی نگرانی ہے۔جلسہ کے نظام کی نوعیت یہ ہے کہ ضیاع سے بچنے کے لئے بہت بڑی جدوجہد اور بڑے پیمانہ پر نگرانی کی اور چوکس اور بیدار رہ کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔''

چندہ جلسہ سالانہ کی آمدنی میں اضافے کے متعلق آپ نے بیان فرمایا:۔

''جلسہ سالانہ کا ایک بجٹ ہے۔جلسہ سالانہ کی ایک آمد ہے۔آمد ہمیشہ بجٹ سے کم رہتی ہے۔جماعت لازمی چندہ جات یعنی چندہ عام جو سولہواں حصہ آمد کا ہے اور حصہ آمد یعنی چندہ وصیت کی طرف زیادہ توجہ دیتی ہے اور اس لازمی چندہ کو جو ویسا ہی لازمی ہے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس کی اُتنی ضرورت نہیں اب تو مہنگائی نے زیادہ ضرورت پیدا کر دی ہے اس کا احساس بڑا شدید ہو گیا ہے۔پس جلسہ سالانہ کے مہمانوں کو تکلیف سے بچانے کے لئے اور یہ سارا خرچ پورا کرنے کے لئے پیسہ ہونا چاہیے۔......پس اگر مجبوراً جماعت کے اخراجات بڑھانے پڑے اور جماعت اس کا مطالبہ کرے کہ ایسے مخلصین کو بھرتی کرو جو آدھا پیٹ بھر کر بھی یہاں کام کر سکیں اور اب اگر ان کی پچھتر فیصد ضرورتیں پوری ہوتی ہیں تو پھر صرف پچاس فیصد پوری ہوں تب بھی وہ یہاں کام کریں تو ٹھیک ہے ایسے مخلصین پیدا کرو۔جماعت ان کو لے لے گی۔یا یہ ہے کہ جو کم از کم ہم گذارا دے رہے ہیں اُتنا تو بہر حال لے کر کام کرنا چاہیے۔''[339]

جلسہ سالانہ قادیان

قادیان کی مقدس بستی میں ۸۲واں جلسہ سالانہ ۱۸ تا ۲۰ دسمبر منعقد ہوا۔اندرون ملک کے علاوہ بیرونی ممالک، بنگلہ دیش، نائیجیریا، غانا، یوگنڈا، سیرالیون، فجی، ماریشس، گی آنا، لندن، کینیا اور کینیڈا سے خاصی تعداد میں لوگ شامل جلسہ ہوئے۔جلسہ کے پہلے روز مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا درج ذیل پیغام پڑھ کر سنایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ھوالناصر خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ سب کے لئے یہ جلسہ سالانہ بابرکت ثابت کرے اور اسے اپنے بے انتہاء فضلوں اور رحمتوں کا حامل بنائے۔ آمین۔ ہمیں یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ شیطان کے ساتھ آخری جنگ جو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جاری ہوئی، اس کی آخری لڑائی اس وقت جاری ہے۔ اسلام پر شیطانی ظلمات کی انتہائی خطرناک یلغار مہدی موعود علیہ السلام کے ذریعہ پسپا کی جا چکی ہے۔ اور اب طاغوتی طاقتیں متحد ہو کر اسلام کی یلغار کو روکنے کی انتہائی کوشش کر رہی ہیں۔ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ جماعت احمدیہ جو ان طاغوتی طاقتوں کے مقابل صف آراء ہے، اس کے کسی حصہ میں بھی ضعف اور کمزوری کے آثار نظر نہ آئیں۔ دشمن بعض اوقات مَیمنہ یا مَیسرہ میں جہاں کہیں اسے کمزوری نظر آئے، حملہ کر دیتا ہے۔ اور اس طرح بعض اوقات فتح شکست سے بدل جاتی ہے۔ ہم جماعت کے کسی حصہ کو بھی خواہ مردوں میں ہو یا عورتوں میں۔ ناصرات میں ہو یا خدام میں، کمزوری دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے۔ جماعت کا ہر فرد جو اپنے خدا پر توکل کرتے ہوئے آہنی عزم کے ساتھ اس وقت طاغوتی طاقتوں کے خلاف صف اول میں نبرد آزما ہے، اسے روحانی ہتھیاروں سے لیس ہو کر ایک لمبے عرصے تک دشمن کا مقابلہ کر کے اسے شکست دینا ہوگا اس لئے ہم جماعت کے کسی حصہ کو بھی روحانی لحاظ سے کمزور یا مفلوج دیکھ نہیں سکتے۔ پس قرآنی انوار و معارف سے مسلح ہو کر اور قرآن مجید کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر اپنے تئیں مکمل طور پر اسلام کے رنگ میں رنگین کر کے طاغوتی طاقتوں کے مقابل ہمیشہ کمر بستہ رہیئے۔ اور اس راہ میں مال، جان اور عزت غرض کہ ہر چیز کی قربانی پیش کرتے ہوئے شیطان کے ساتھ جنگ جاری رکھیئے۔ یہاں تک کہ دنیا بھر کے انسان اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر خدائے واحد کے حضور جھک جائیں۔ اور اسی کے بندے بن جائیں۔ وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی کمزوریوں، سستیوں اور غفلتوں کو دور کردیں۔ قرآن مجید سیکھیں،

سکھائیں، پڑھیں، پڑھائیں اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال کر ہر قسم کی قربانی پیش کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ جاری رکھیں۔ یہاں تک کہ شیطان اپنے لاؤلشکر سمیت میدان جنگ سے بھاگ جائے۔ اور حق وصداقت کی کامل اور آخری فتح کا نظارہ دنیا دیکھے اور اپنے رب پر راضی ہو جائے۔ وباللہ التوفیق!

(دستخط) ناصر احمد۔ خلیفۃ المسیح الثالث ۷۳-۱۲-۱

جلسہ کے موقعہ پر درج ذیل علماء سلسلہ کی پر از معلومات تقاریر ہوئیں۔

مولوی عبدالحق صاحب فضل (خلافت حقہ اسلامیہ)، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی)، مولانا شریف احمد امینی صاحب (دور جدید کا چیلنج اور اسلام کی علمی اور عملی حیثیت۔ دوسری تقریر:۔ حضرت گرونانک اور قرآنی تعلیم)، مولانا حکیم محمد دین صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم پیشگوئیاں)، مولانا محمد حفیظ صاحب ایڈیٹر بدر (جماعت احمدیہ اور خدمت خلق)، محمد عمر صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کامیاب کسر صلیب)، مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد (جماعت احمدیہ نمائش گاہ عالم میں)، سید فضل احمد صاحب (بین الاقوامی تعلقات اور امن عالم کے متعلق اسلام کی تعلیمات)، مولانا بشیر احمد صاحب فاضل (موعود اقوام عالم کی آمد کا وقت)۔

اس موقع پر تین شبینہ اجلاس بھی منعقد ہوئے جن میں درج ذیل علماء کی تقاریر ہوئیں۔

مولوی عبدالحق صاحب، ملک صلاح الدین صاحب، مولانا شریف احمد امینی صاحب، ڈاکٹر صالح محمد الہ دین صاحب، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب۔ نواب عبدالرحیم خالد صاحب کا مضمون بعنوان ذکر حبیب مولوی محمد کریم الدین شاہد صاحب نے پڑھ کر سنایا۔

جلسہ پر درج ذیل مبلغین اور طلباء جامعہ احمدیہ ربوہ نے بھی نہایت ایمان افروز تقاریر کیں۔

مولانا منور احمد صاحب سابق مبلغ مشرقی افریقہ و اسرائیل، مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب سابق مبلغ افریقہ و ماریشس و جنوبی امریکہ، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق مبلغ مشرقی افریقہ۔ احمد جبریل سعید صاحب (غانا)، محمد علی صاحب (یوگنڈا)، فضل جان خان صاحب (فجی)، ذکر اللہ ایوب صاحب (نائیجیریا)، محمد صالح صاحب (غانا)، محمد صادق صاحب و محمد اسحاق صاحب (ماریشس)۔

مستورات کا جلسہ بوجہ بارش تینوں دن مسجد مبارک میں ہوا۔۱۹ دسمبر کو مستورات کا اپنا علیحدہ اجلاس بھی منعقد ہوا جس میں ان کے اپنے پروگرام کے مطابق تقاریر ہوئیں۔جلسہ کے موقع پر ایک تبلیغی نمائش کا بھی انعقاد کیا گیا تھا جس کا افتتاح ۱۹ دسمبر کو مولانا شریف احمد امینی صاحب نے کیا۔ یہ نمائش کثیر تعداد میں غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کی توجہ کا مرکز بنی رہی۔ 340

حضرت خلیفۃ المسیح کی رہائش گاہ واقع ایبٹ آباد غنڈہ گردی کی لپیٹ میں

۱۹۷۲ء کے آخر میں ایبٹ آباد جماعت احمدیہ کے خلاف احتجاج اور جلسوں کا مرکز بن گیا جس کے نتیجہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کی زیر تعمیر رہائش گاہ غنڈہ گردی اور پُر تشدد مظاہروں کے لپیٹ میں آ گئی۔ تفصیل اس سانحہ کی یہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی برصغیر کی تقسیم سے قبل اپنے مفوضہ دینی فرائض کی بجا آوری اور بحالیٔ صحت کے لئے باقاعدہ ملک کے صحت افزاء مقامات میں تشریف لے جاتے تھے اور خصوصاً گرمیوں کا موسم وہیں گذارتے تھے چنانچہ اخبار الفضل اور الحکم کی رپورٹوں کے مطابق ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۷ء تک حضور کا مع اہل خانہ وخدام کے درج ذیل جگہوں میں تبدیلی آب و ہوا کے لئے جانا ثابت ہے۔

شملہ۔ ڈلہوزی۔ پٹھانکوٹ۔ دھرم سالہ۔ سرینگر۔ گڑھی حبیب اللہ۔ ڈیرہ دون۔ پالم پور۔ ان تیس سالوں میں آپ کا سب سے زیادہ قیام ڈلہوزی میں رہا۔ آخری بار حضور ڈلہوزی میں ۲۰ رجنوری سے ۲۶ رجنوری ۱۹۴۷ء تک فروکش رہے۔ حضور کی عدم موجودگی میں امیر مقامی کے فرائض حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے انجام دئے۔ 341

بٹوارہ کے بعد یہ سارے شہر ہندوستان میں چلے گئے اس لئے حضرت مصلح موعود پاکستانی دور کے ابتدائی نو سال کے دوران جن شہروں میں تشریف فرما ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔

پشاور۔ کوئٹہ۔ سکیسر۔ نوشہرہ۔ مری۔ ایبٹ آباد۔ آخری دو مقامات میں آپ ۱۲ سے ۲۲ رستمبر ۱۹۵۶ء تک مقیم رہے۔ اس دوران حضور نے بغرض علاج یورپ کا سفر اختیار فرمایا جو ۲۳ رمارچ سے ۲۵ رستمبر ۱۹۵۵ء تک جاری رہا۔ حضور کی بیماری اور نقاہت کے پیش نظر وادی سکیسر کے خوشگوار ماحول میں ایک مختصر سی بستی نخلہ کے مقام سے آباد کی گئی۔ اس بستی میں حضور نے بیماری کے باوجود تفسیر صغیر جیسی معرکہ آراء تفسیر مکمل کی۔ یہ بستی ربوہ سے قریب تھی اس لئے حضور کا زیادہ تر قیام یہیں رہا۔ تاہم زندگی کے آخری دور میں آپ نے مری، کراچی اور ایبٹ آباد کے بھی سفر کئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد نخلہ میں پہلی بار ۲۸؍اپریل تا ۵؍مئی ۱۹۶۶ء کو قیام فرمایا۔ ازاں بعد آپ کو ۱۹۶۷ء اور ۱۹۶۸ء کے ماہ فروری میں صرف دو بار جانے کا اتفاق ہو سکا۔ (۱۹۶۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ۳ تا ۱۴ فروری تک نخلہ میں قیام پذیر رہے۔) ازاں بعد حضور نے گرمیوں میں قیام کے لئے مری اور ایبٹ آباد کا انتخاب فرمایا اور ساتھ ہی تجویز فرمائی کہ ایبٹ آباد جیسے صحت افزاء مقام میں ایک مستقل رہائش گاہ تعمیر کرائی جائے اور حکومت کی باضابطہ اجازت سے اس کے ماحول میں بعض مخلص احمدیوں کو بھی آباد ہونے کا موقعہ دیا جائے۔

دورہ مغربی افریقہ (۴؍اپریل تا ۸؍جون ۱۹۷۰ء) کے بعد چند ایام کے سوا حضور ۲۷؍جون سے ۳۰ ستمبر ۱۹۷۰ء تک ایبٹ آباد میں قیام فرما رہے۔ ۱۹۷۱ء میں آپ نے اسلام آباد اور مری کو بحالیٔ صحت کا مستقر بنایا۔ اگلے سال (۱۹۷۲ء) میں آپ پہلے ۲۲ جون تا ۲۰ جولائی تک پھر ۲۴؍جولائی تا ۲۳؍اگست اور اس کے بعد ۳۰؍اگست تا ۱۱؍ستمبر ۱۹۷۲ء ایبٹ آباد میں مقیم رہے۔ اس دوران حضور کے رہائشی مکان اور بعض دیگر تعمیرات کا سلسلہ جاری تھا کہ ملاّؤں نے جابہ کی طرح ایبٹ آباد کی ان نئی عمارتوں کو ''گرمائی ربوہ'' کا نام دے کر مسمار کردینے کا منصوبہ بنالیا چنانچہ پہلے یکم ستمبر ۱۹۷۲ء کو جمعہ کے روز ایک اشتعال انگیز احتجاجی جلوس نکالا جس کے بعد پورے علاقہ میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور دیو بندی مولوی مفتی محمود صاحب نے جو اُن دنوں وزیر اعلیٰ سرحد تھے حکماً تعمیرات رکوادیں (اس دوران شرپسندوں نے ان کوٹھیوں کی کھڑکیوں اور دروازوں نیز شٹرنگ کے سامان کو پٹرول چھڑک کر جلا دیا۔) لیکن چونکہ یہ سراسر خلافِ آئین حرکت تھی اس لئے نئی صوبائی حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد فراخدلی کے ساتھ اس کی اجازت دے دی جس پر ملاّؤں نے ۱۹۷۳ء کے سال میں ایک بار پھر علاقہ ہزارہ میں مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا حتّٰی کہ دھمکی دی کہ ''اگر حکومت نے قادیانیت کی سرپرستی ترک نہ کی تو اس کے نتائج نہایت سنگین ہوں گے۔'' [342] جس کے بعد وہ عمارات جو قانون کے مطابق حکومت کی باقاعدہ اجازت اور بھاری اخراجات سے تعمیر ہوئی تھیں غنڈہ گردی اور پُرتشدد مظاہرہ کا شکار ہو گئیں اور ان کو دیکھتے ہی دیکھتے پیوند خاک کر دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطاب کارکنان جلسہ سالانہ سے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۲؍دسمبر ۱۹۷۳ء کو کارکنان جلسہ سالانہ کو ایک پُر معارف

خطاب سے نوازا اور انہیں نصیحت فرمائی کہ اس دفعہ ہمارا جلسہ سالانہ بعض اہم خصوصیات کا حامل ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی ہمیں خاص طور پر بڑی تندہی اور اخلاص کے ساتھ خدمت کرنی چاہیے۔

حضور انور نے فرمایا کہ یوں تو ہر سال ہی ہمارا جلسہ سالانہ بہت سی برکات اپنے ساتھ لاتا ہے جن سے ہم مالا مال ہوتے ہیں لیکن بعض جلسے اپنی خصوصیات کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتے ہیں یہ جلسہ اسلام کی ترقی اور اشاعت کے لئے ایک بہت بڑے منصوبے کی ابتداء کرنے والا ہے اس لئے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے پیش نظر کارکنوں پر زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس جلسہ کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ بیرونی ممالک کے احمدیوں کے وفود کی صورت میں جلسہ میں شمولیت کی ابتداء ہو رہی ہے اور اس کی انتہا تب ہوگی جب خدا کے فضل سے ساری دنیا سے احمدی احباب کے وفود کثرت کے ساتھ جلسہ میں آیا کریں گے۔ اس خصوصیت کی وجہ سے بھی کارکنان پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

حضور انور نے اپنی ایک خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ’’میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ وہ تمام رضا کار جو اس جلسہ کے نظام کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے ہوں اور تندہی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے والے ہوں، غفلت برتنے والے نہ ہوں ان کے نام اکٹھے کر کے ایک رسالہ کی شکل میں شائع کر دیئے جائیں تا کہ اس طرح پر ہماری اس رضا کار فوج میں جس میں بڑی بھاری اکثریت کم عمر بچوں اور نوجوانوں کی ہوتی ہے اور جو بڑے مجاہدانہ رنگ میں دن رات مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں ان کے نام کسی پر احسان رکھنے کی خاطر نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کی دعاؤں کے حصول کے لئے اکٹھے شائع ہو جائیں۔ خدا کرے آنے والی نسلیں آپ سب کو اور آپ کی نسلوں کو دعائیں دینے والی ہوں۔‘‘

اس اہم خطاب کے بعد حضور افسر جلسہ سالانہ چوہدری حمید اللہ صاحب کے کمرہ میں تشریف لے گئے جہاں جملہ نائبین اور ناظمین جلسہ اور ۶ / امریکن احمدیوں کو حضور کے ہمراہ چائے پینے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد ازاں حضور افسر صاحب جلسہ سالانہ کی معیت میں لنگر خانہ نمبر ا (دارالصدر) میں تشریف لے گئے اور سوئی گیس سے چلنے والی خود کار مشینوں کا معائنہ فرمایا جو ایک گھنٹہ میں کم و بیش

۲۷۰۰ روٹیاں تیار کرتی تھیں۔حضور نے اس موقع پر کارکنوں کو شرف مصافحہ بخشا اور ضروری ہدایات بھی دیں۔[343]

جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۷۳ء

تاریخ سلسلہ احمدیہ میں اس سال کا جلسہ سالانہ جو ۲۶۔۲۷۔۲۸/دسمبر ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں منعقد ہوا ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ جلسہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان بشارتوں کا مظہر اور متعدد ایمان افروز نشانات اور الٰہی انوار و برکات کے جلو میں تین روز تک جاری رہا اور اس میں شمع احمدیت کے سوا لاکھ سے زیادہ پروانے دنیا بھر سے جمع ہوئے۔یہ پہلا موقعہ تھا جب کہ مندرجہ ذیل چودہ ممالک کے اصل باشندوں پر مشتمل وفود جلسہ سالانہ کی برکات سے مستفید ہوئے۔ان ممالک کے نام یہ ہیں۔ امریکہ،مغربی جرمنی،سویڈن،ڈنمارک،سوئٹزرلینڈ،نائیجیریا،سیرالیون،کینیا،گھانا،ماریشس،ملائیشیا، انڈونیشیا،انگلستان،یوگوسلاویہ۔ان ممالک کے مندرجہ ذیل معزز نمائندگان نے جلسہ سالانہ کے سٹیج پر اپنی جماعتوں کا سلام پہنچاتے ہوئے نہایت درجہ مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا۔

رشید احمد صاحب (امریکہ)، ہدایت اللہ ہیوبش صاحب (مغربی جرمنی)،عزت اولیوچ صاحب (سویڈن)،عبدالسلام میڈسن(ڈنمارک)،زبیر فاف ہاؤزر صاحب (سوئٹزرلینڈ)،الحاج عبدالعزیز صاحب ابی اولا (نائیجریا)،عثمان گاکوریا صاحب (کینیا)،الحاج الحسن عطا صاحب (گھانا) ،حنیف جواہر صاحب (ماریشس)،یحییٰ پثو صاحب (انڈونیشیا)۔

ان تمام بیرونی وفود کی مرکز میں قیادت کے فرائض جماعت ہائے احمدیہ نائیجیریا کے وائس پریذیڈنٹ الحاج عبدالعزیز صاحب ابی اولا نے ادا کئے۔آپ بیرونی ممالک سے تشریف لانے والے مخلصین میں سے قدیم ترین احمدی تھے جنہیں ۱۹۴۳ء میں قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ کو جلسہ کے آغاز سے قبل بیرونی وفود کے قائد کی حیثیت سے وسیع و عریض جلسہ گاہ کے ایک پہلو میں لوائے احمدیت لہرانے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔دوران جلسہ ''لوائے احمدیت'' اور ''لوائے پاکستان'' دونوں ہی لہراتے رہے اور خدامِ احمدیت باری باری ان کا پہرہ دیتے رہے۔

اس مبارک اور مقدس اجتماع پر مندرجہ ذیل حضرات کو مختلف اجلاسوں کی صدارت کا شرف حاصل ہوا:۔

شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لائل پور۔ قاضی محمد اسلم صاحب سابق پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ۔ مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ سرگودھا۔ چوہدری اسداللہ خان صاحب ایڈووکیٹ ہائیکورٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور۔

جلسہ کے مقررین کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری (موضوع ''ہمارا زندہ خدا'')۔ مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)۔ مولانا عبدالمالک خان صاحب (احمدیت کے متعلق مخالفین کی غلط فہمیوں کا جواب)۔ سید میر محمود احمد صاحب ناصر پروفیسر جامعہ احمدیہ (تاریخ انبیاء علیہم السلام)۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (اسلام کی نشاۃ ثانیہ خلیفۃ الرسول سے وابستہ ہے)۔ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ (شان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)۔ مولانا غلام باری سیف صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ (اسلام اور شفقت علیٰ خلق اللہ)۔ مولانا محمد منور صاحب مبلّغ ٹانگانیکا (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعجازی نشانات)۔ مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ سرگودھا (حج کے احکام اور ان کا فلسفہ)

۲۶ ؍دسمبر کی شام کو مسجد مبارک میں مولانا عطاء المجیب راشد صاحب ایم اے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیر صدارت عالمگیر زبانوں کا جلسہ منعقد ہوا جس میں مختلف زبانوں میں تقاریر کی گئیں ۔ یہ اجلاس قریباً سوا دو گھنٹہ جاری رہا جس میں احباب باوجود شدت سردی کے انتہائی ذوق و شوق سے شامل ہوئے۔ جلسہ کے دوران سلسلہ کے ایک ضروری کام کے سلسلہ میں صدر مجلس کو جانا پڑا۔ اس کے بعد مکرم منور شمیم خالد صاحب مہتمم تحریک جدید مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے صدارت کے فرائض سرانجام دئے۔ آپ نے اختتامی دعا سے قبل سامعین کو تحریک جدید کی طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور سلسلہ کے لئے اولاد و اموال کو وقف کرنے کی مؤثر پیرایہ میں سامعین کو تحریک فرمائی۔[344]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے انقلاب انگیز خطابات

جلسہ سالانہ کی انقلاب انگیز تاثیرات کا مرکز خلیفۂ راشد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خدانما وجود تھا جن کی شبانہ روز دعاؤں، شفقت بھری ملاقاتوں اور شب و روز رہنمائی کے علاوہ جلسہ

سالانہ کے ولولہ انگیز اور روح پرور اور وجد آفریں خطابات نے سامعین کے قلوب واذہان میں گویا ایمان وعرفان کی نئی شمعیں جلادیں اور پژمردہ روحوں میں قوت عمل کی ایک زبردست بڑی لہر دوڑادی۔

حضور انور نے ۲۶ر دسمبر کو افتتاحی خطاب فرمایا جو نہایت پُرسوز اور جامع دعاؤں پر مشتمل تھا۔ خطاب کے آخر میں فرمایا کہ درحقیقت تو ہمیں یہ ایک ہی دعا کرنی چاہیے (باقی سب دعائیں ذیلی ہیں) وہ یہ کہ اے ہمارے رب! تو نے جو بشارتیں اسلام کے آخری غلبہ کی دیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہر دل میں پیدا ہو جانے کی اور توحید کا جھنڈا ہر گھر میں لہرانے کی جو بشارت دی ہے تو ایسے سامان پیدا کر کہ ہماری زندگیوں میں ہی یہ بشارتیں پوری ہو جائیں۔آمین اللّٰھم آمین۔

اس کے بعد حضور نے پُرسوز اجتماعی دعا کرائی۔اجتماعی دعا کے بعد حضور انور اسٹیج کے اس جانب تشریف لے گئے جو غیر ملکی وفود کے لئے مخصوص تھی۔حضور نے انہیں ملاقات اور مصافحہ کا شرف بخشا اور پھر اللہ اکبر۔اسلام زندہ باد۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد۔احمدیت زندہ باد اور مرزا غلام احمد کی جے کے پُرجوش نعروں کے درمیان واپس تشریف لے گئے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جب حضور افتتاحی تقریر کے لئے تشریف لائے تو شدید سردی تھی۔ہر طرف کُہر چھائی ہوئی تھی جس کا سلسلہ گذشتہ کئی روز سے جاری تھا مگر جونہی افتتاحی دعا کے بعد حضور واپس تشریف لے گئے تو فضا صاف ہونے لگی اور جلد ہی کئی دنوں کے بعد مطلع صاف ہو کر دھوپ نکل آئی جس کی وجہ سے جلسہ کی بقیہ کارروائی دن بھر بڑے اطمینان سے ہوتی رہی۔[345]

اسی روز حضور نے احمدی خواتین کے سٹیج سے نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی۔حضور انور نے خواتین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ تم خدا کی اس بشارت کی حامل ہو کہ آخری غلبہ جو اسلام کے لئے مقدر ہے وہ تمہارے ذریعہ سے خدا اس دنیا میں لائے گا۔اتنی عظیم بشارت اور عظیم بشارت کا انتہائی جلوہ اس زمانہ کے لئے مقدر تھا اور تمہاری نسلیں اس کوشش اور جہاد میں حصہ لینے والی ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کو اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ کی بشارت پہلے روز ہی مل گئی تھی لیکن اس کا حسین تر اور غالب تر جلوہ اگر انسان نے دیکھنا تھا تو اس زمانہ میں دیکھنا تھا۔مگر اس وعدہ کے ساتھ ایک شرط بھی ہے اور وہ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ کی شرط ہے۔اگر کوئی مرد یا عورت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اس رنگ میں نہیں کرتا جس رنگ میں کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عظیم بشارت اس کے حق میں پوری ہوگی۔اس پر ہماری چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے کہ

جنہوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت نہ کی اور اپنی صفات پر خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ نہیں چڑھایا تو خدا کے قہر کے وہ طمانچے پڑے کہ آج بھی جب ہم ان حالات کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

حضور انور نے تقویٰ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے لئے ڈھال بنالینا۔یعنی اپنی زندگی کو کچھ اسطرح سنوارنا کہ جب اس زندگی پر جسے خدا کی پیاری نگاہ میں کوئی مقام حاصل ہو کوئی وار ہو تو خدا کہے کہ یہ میرا بندہ ہے میں اس وار کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو ایمان کے بنیادی تقاضے یعنی اللہ کی اطاعت اور نبی اکرم ﷺ کی پیروی کو تم پورا کرنے والے بن جاؤ گے۔

حضور انور نے فرمایا:۔

’’میں آج آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ سے بڑھ کر خوش قسمت عورتوں کا اَور کوئی گروہ اس زمانہ میں پیدا نہیں ہوا کیونکہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کی جو بشارت تھی اس کا حسین تر جلوہ اسلام کی آخری جنگ میں فتح کی صورت میں نمودار ہوگا اور اسلام کو عالمگیر غلبہ نصیب ہوگا اور پھر اس کے بعد سوائے چوہڑوں اور چماروں کے کوئی بھی اسلام سے باہر نہیں رہے گا۔یہ اتنا بڑا غلبہ ہوگا کہ اس کے بعد ساری ملّتیں اور مذاہب مٹا دیئے جائیں گے۔یہ وہ غلبہ ہے جب یہودی یہ تسلیم کرے گا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء نے پرانے وقتوں میں نیکیاں تو سکھائیں، نیکی کی تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بنے اور تورات کے ماننے والوں نے بھی خدا تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے ظرف کے مطابق حصہ پایا لیکن ان کا زمانہ ختم ہوگیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض سے وہ اپنی بدقسمتی کے نتیجہ میں محروم رہے لیکن اب ہم اور ہماری نسلیں اس سے محروم نہیں رہیں گی۔اب وہ وقت آنے والا ہے جب عیسائی اپنے بدخیالات کو چھوڑ کر اور غلط عقائد سے توبہ کر کے اپنی نجات کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو تھامیں گے۔ جب دوسری ملّتیں اور مذاہب ختم ہو جائیں گے اس معنی میں کہ خدا تعالیٰ ان کی خوش قسمتی کے سامان پیدا کر کے اپنی عظیم رحمت کے دائرہ میں ان کو لے آئے گا یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں اور یہی وہ مقصد ہے

جس کے لئے ہم خدا کے حضور قربانیاں دیتے ہیں‘‘۔[346]

دوسرے روز کا خطاب

دوسرے روز (۲۷؍دسمبر) کے ایمان افروز خطاب میں حضور نے غلبۂ اسلام، اشاعت قرآن عظیم اور خدمتِ انسانیت کے لئے جماعت احمدیہ کی عالمگیر مساعی اور الٰہی تائید ونصرت پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ حضور انور نے فرمایا کہ یہ دھند، یہ برفانی ہوائیں، یہ طوفان باد وباراں جب دنیا والوں کو دنیا کے کاموں سے نہیں روک سکتے تو وہ لوگ جو خدا کے دین کے سپاہی ہیں جنہوں نے اپنی تمام صلاحیتوں کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے کیسے یہاں آنے سے اور نیکی کی باتیں سننے سے رک سکتے تھے۔ بلاشبہ ان دنوں سردی غیر معمولی طور پر بہت پڑی ہے مگر خدا کے دین کے خادموں نے اس طوفانی برف کی طرح سرد موسم کی مطلق پروا نہیں کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی گرمی کا شعلہ ان میں موجود ہے جسے خدا تعالیٰ نے افشاں کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام ناموافق حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا یہ جلسہ ہر رنگ میں کامیاب رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں شامل ہونیوالے سب احباب کو احسن جزا دے۔ آمین۔ اس کے بعد حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی کا ذکر فرمایا جس میں حضور نے فرمایا کہ:۔

> ’’میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے‘‘۔[347]

حضور نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے احمدی نوجوانوں کو نصیحت فرمائی کہ خدا تعالیٰ نے جن علمی خزانوں کے دروازے ان پر کھولے ہیں وہ ان سے کماحقہٗ فائدہ اٹھائیں اور ان سے دنیا کو بھی متمتع کریں۔ اس کے لئے جماعتی اخبار ورسائل اور کتب کو خریدنے اور ان کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہیے۔

حضور نے روزنامہ الفضل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارا مرکزی اور جماعت کا نمائندہ اخبار ہے اس کی اشاعت اتنی نہیں ہے جتنی کہ ہونی چاہیے۔ آج سے پچاس سال قبل کی مالی قربانیوں کے مقابلہ میں آج ہماری قربانیوں کی جو مقدار ہے اس کی نسبت سے الفضل کی اشاعت بھی بڑھنی چاہیے تھی۔ اس کے بعد حضور نے جماعتی رسائل، ماہنامہ انصاراللہ۔ الفرقان۔ خالد۔ تشحیذ الاذہان اور

مصباح کی خریداری کی طرف توجہ دلائی۔ ازاں بعد جماعتی کتب میں سے تبلیغ ہدایت۔ الحجۃ البالغہ۔ مودودی صاحب کے رسالہ ختم نبوت پر علمی تبصرہ۔تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کا کردار۔ بائبل کی الہامی حیثیت۔تفسیر صغیر کے معنوی اورادبی کمالات۔ بارامانت۔ یادرکھنے کی باتیں۔شمائل احمد۔ حضرت بابانانکؒ کا چولہ۔مسیح دجال کا ظہوراور چشمۂ توحید وغیرہ نئی مطبوعات کے خریدنے کی تحریک فرمائی۔اس کے بعد حضور نے فضل عمر فاؤنڈیشن کے اس سال کے کام کا جائزہ لیااور جماعت کے علم دوست اصحاب کوعلمی مقالہ جات لکھنے کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔

پھر حضور نے بتایا کہ جماعت کے اور غیر از جماعت قابل امداد دوستوں کی مقدور بھر مدد کرنے کے لئے اس سال جماعت کے مختلف اداروں نے کتنی رقوم خرچ کیں۔حضور نے بتایا کہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعہ چھیاسی ہزارنوسوستاون روپے کی مدد کی گئی۔غرباء کے لئے ساڑھے تین صدلحاف تیار کئے گئے۔صدرانجمن احمدیہ نے کارکنان کی امداد پر اکہتر ہزارسات سوچھہتر روپےاور تحریک جدید کی انجمن نے چھتیس ہزارایک سوتہتر روپے خرچ کئے۔۴۰۹ مستحق خاندانوں میں ۲۲۳۵ من گندم تقسیم کی گئی۔سیلاب کے ایام میں بلاامتیاز مذہب وملت متاثرہ لوگوں پر ۴۹۲۰ ۲۷ روپے خرچ کئے گئے۔

اس کے بعد حضور نے تحریک وقف عارضی، فضل عمر درس القرآن، نظارت اشاعت لٹریچر اور وقف جدید کی کارکردگی کا مختصر جائزہ پیش فرمایا۔ ادارہ طباعت و اشاعت قرآن عظیم کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے تفصیل سے بتایا کہ اس کے ذریعے امسال افریقہ کے ۵ ممالک کے ۳۱ ہوٹلوں میں ۲۸۶۷ قرآن مجید رکھوائے گئے۔ ہمارا عزم یہ ہے کہ دنیا کے ہر ہوٹل کے ہر کمرے میں قرآن مجید رکھوا دیں۔ پھر حضور انور نے تحریک جدید کے کام کا جائزہ لیا اور بتایا کہ اس کے ماتحت انگریزی، ڈچ، جرمن، ڈینش، انڈونیشین اور سواحیلی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم ہو چکے ہیں۔۱۹ نئی مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔۱۱ سیکنڈری سکول اور تین میڈیکل سنٹر کام کر رہے ہیں۔

حضور نے نصرت جہاں سکیم کے ماتحت ہونے والے کام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے جماعت سے ایک لاکھ پونڈ کا مطالبہ کیا تھا اور ۵ سال میں افریقہ کے مختلف ممالک میں ۱۶ طبی مراکز قائم کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر خداتعالیٰ کے فضل سے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ۱۶ سے زیادہ طبی مراکز قائم ہو چکے ہیں اور جماعت نے ایک لاکھ کی بجائے دولاکھ پونڈ (پچاس لاکھ روپیہ) اس مد میں پیش

کر دیا اور آمد اس کی ۷۰ لاکھ روپیہ تک پہنچ گئی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ہماری جماعت کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لنگر خانہ میں ایک کنواں لگوانے کے لئے ۲۵۰ روپے کی تحریک فرمائی اور حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو خط میں تحریر فرمایا کہ ہم نے آپ کے ذمہ ۲ آنے چندہ لگایا ہے لہٰذا آپ یہ دو آنے بھجوا دیں۔ یہ ابتداء تھی اور اس کے مقابلہ میں اب یہ حالت ہے کہ ۲۵ لاکھ روپیہ کی اپیل کی جاتی ہے اور جماعت پچاس لاکھ روپے سے بھی زیادہ شرح صدر سے پیش کر دیتی ہے۔ ہمارے قلوب اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہمیشہ لبریز رہنے چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا فضل واحسان ہے۔

آخر میں حضور انور نے فرمایا کہ میں اپنی آج کی تقریر خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانوں پر ہی ختم کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ اسی نہج پر اپنی رحمتیں ہم پر نازل فرماتا رہے۔ آمین

پانچ بجے شام حضور کی یہ تقریر ختم ہوئی جس کے بعد حضور انور پُر جوش اسلامی نعروں کے درمیان واپس تشریف لے گئے اور اس طرح جلسہ سالانہ کا دوسرا دن بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔[348]

عظیم الشان صد سالہ جوبلی منصوبہ کا تاریخی اعلان

تیسرے اور آخری روز (۲۸ ردسمبر) کے تاریخ ساز اختتامی خطاب میں حضرت اقدس نے جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشن جوبلی کے عالمگیر منصوبہ کی ضرورت واہمیت اور اس کے پانچ اہم پہلوؤں کی تفصیلات بیان کیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے قیام پر اب سو سال پورے ہونے والے ہیں۔ ایک صدی پوری ہونے میں صرف سولہ سال باقی ہیں۔ میں نے بڑی دعاؤں اور غور کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگلے چند سال جو صدی پورا ہونے میں رہ گئے ہیں بڑی ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ان غیر معمولی فضلوں اور رحمتوں پر جو اس ایک صدی میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر موسلا دھار بارش کی طرح نازل فرمائے ہیں۔ اظہار تشکر کے طور پر صد سالہ جشن منانا چاہیے۔ ہمارا یہ جشن حمد اور عزم کے دو لفظوں کے عملی مظاہرہ پر مشتمل ہوگا۔ حمد اور عزم کے اظہار کے طور پر حضور نے اشاعتِ اسلام، اصلاح وارشاد اور تربیتِ نفوس کے ایک انتہائی وسیع اور ہمہ گیر منصوبہ کا اعلان فرمایا۔

حضور نے فرمایا میرے ذہن میں اس وقت منصوبہ کا جو ڈھانچہ ہے وہ یہ ہے:۔

پہلا حصہ: ا۔ اشاعتِ اسلام، اصلاح وارشاد اور تربیت کے کام کو تیز سے تیز تر کرنے کے لئے

مغربی افریقہ میں تین مراکز کا انتخاب کیا جائے۔ یہ تین مراکز سارے مغربی افریقہ پر محیط ہوں گے۔

۲۔مشرقی افریقہ میں بھی ایسے ہی تین مراکز کھولے جائیں جن سے اس خطہ کے دوسرے ممالک میں بھی تبلیغ کی جائے۔مرکز کے لفظ سے میری مراد ایک جامع مسجد اور مشن ہاؤس کی عمارت نیز مبلغین کے کوارٹرز وغیرہ ہیں۔

۳۔ یورپ میں اٹلی اور فرانس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔اٹلی کیتھولک عیسائیوں کا مرکز ہے اور فرانس زبان کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔اس وقت ان دونوں ملکوں میں ہمارے مشن موجود نہیں۔اسپین بھی بڑا اہم ملک ہے۔ پھر تین اَور اہم ممالک ہیں یعنی ڈنمارک،سویڈن اور ناروے۔ ان میں سے صرف ڈنمارک میں ہمارا باقاعدہ مشن اور مسجد ہے۔ باقی ممالک میں مستقل مراکز قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جنوبی امریکہ میں مبلغ بھجوانے چاہئیں۔ان کاموں کے لئے بلاشبہ کروڑوں روپے کی ضرورت ہے لیکن اس کا مجھے فکر نہیں کیونکہ اگر ضرورت حقہ ہے تو انشاءاللہ فرشتے آسمان سے دولت لے کر اتریں گے۔

دوسرا حصہ: فرمایا۔قرآن پاک کا ترجمہ تمام نوعِ انسانی کے ہاتھوں میں دینا بھی نہایت ضروری ہے۔اس وقت تک یورپ اور افریقہ کی چھ مشہور زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہو چکا ہے۔فرانسیسی ترجمہ بھی مکمل ہو کر نظر ثانی کے مرحلہ میں سے گذر چکا ہے۔روسی زبان میں بھی قرآن کریم کا ترجمہ ہو چکا ہے۔لیکن ابھی تک ہمیں کوئی ایسا قابل اعتبار آدمی نہیں ملا جو اس پر نظر ثانی کر سکے۔ پھر چینی زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کی ضرورت ہے۔ پھر ہسپانوی زبان ہے۔اٹالین زبان ہے۔ ہاؤسا زبان ہے۔ان زبانوں میں بھی قرآن کریم کے تراجم کی ضرورت ہے۔اس کے علاوہ مغربی افریقہ کی زبانوں میں سے دو ایسی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہونا ضروری ہے جو ان علاقوں میں کثرت سے بولی جاتی ہیں یوگوسلاوی زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹوں کی اشاعت کی بھی ضرورت ہے۔ پھر اس وقت یہ بھی ضروری ہو گیا ہے کہ ہم عربی زبان میں بھی قرآن کریم کی تفسیر شائع کریں۔ اگر ہم عربی بولنے والوں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر پہنچا دیں تو وہ ان پر اثر کئے بغیر نہیں رہے گی۔ پھر فارسی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹوں کی اشاعت کی ضرورت ہے۔

غرض اگلے سولہ سالوں میں ہمیں روسی، فرانسیسی، اٹالین، یوگوسلاوین، سپینش اور چینی زبانوں

میں نیز مغربی افریقہ کی تین زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم تیار کروانے، ان پر نظر ثانی کروانا اور ان کی اشاعت اور طباعت کا انتظام کرنا ہے۔

تیسرا حصہ: ہمیں ایک سو زبانوں میں بنیادی اسلامی لٹریچر تیار کرنا اور اس پر نظر ثانی کروانا اور اسے شائع کرنا ہوگا۔ اور پھر اس کو تقسیم کرنے کا منصوبہ بنانا ہوگا۔

اس لٹریچر کے اشاعت کے سلسلہ میں دو ورقے اور اشتہارات شائع کرنے کے لئے ہمیں بیرونی ممالک میں ایسے چھوٹے پریسوں کی ضرورت ہوگی جن میں دو ورقے اور اشتہارات شائع ہو سکیں۔ دنیا کے موجودہ حالات کے پیش نظر ہمیں صرف ایک جگہ اچھے پریس پر انحصار نہیں کرنا ہوگا بلکہ پاکستان کے علاوہ کسی اَور دو اہم مقامات پر دو اچھے اور بڑے پریس لگانے ہوں گے۔

چوتھا حصہ: تمام بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانے کے ضمن میں حضور انور نے بین الاقوامی سطح پر جماعتوں اور احباب کے درمیان براہ راست رابطہ سے متعلق متعدد اہم تجاویز بیان فرمائیں۔

پانچواں حصہ: آخر میں حضور نے فرمایا دنیا کا ہر منصوبہ روپیہ چاہتا ہے اس منصوبہ کے لئے بھی رقم کی ضرورت ہے۔ اس وقت میں جماعت سے جس رقم کی اپیل کرنا چاہتا ہوں وہ صرف اڑھائی کروڑ روپیہ ہے لیکن مَیں اپنے رب کریم پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے آج یہ اعلان بھی کر دیتا ہوں کہ ان سولہ سالوں میں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے پانچ کروڑ روپے کا انتظام کر دے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

اس موقع پر حضور نے بتایا کہ انگلستان کی جماعت کو چونکہ یہ علم ہو گیا تھا کہ مَیں ایسا منصوبہ پیش کرنے والا ہوں اس لئے انہوں نے ایک کروڑ روپیہ کا وعدہ اس سلسلے میں پیش کر دیا ہے۔ الحمدللہ

دراصل مجھے یہ فکر نہیں ہے کہ یہ پانچ کروڑ کہاں سے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ یہ رقم بھی دے گا اور اس کام کے لئے جس قدر انسانوں کی ضرورت ہے وہ بھی پوری کرے گا۔ ہمیں اصل فکر یہ کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر قربانیوں کو قبول کرے اور اپنے انعامات سے ہماری جھولیاں بھر دے۔

حضور کی یہ روح پرور اور ولولہ انگیز تقریر جو ۲ بجکر ۵۰ منٹ پر شروع ہوئی تھی دو گھنٹہ سے زائد عرصہ جاری رہی جس میں حضور نے بعثت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق صلحاء امت کی کتب کے متعدد حوالے پیش کرنے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام اور آپ کے ذریعہ رونما ہونے والے غلبۂ اسلام پر بہت پُر معارف انداز میں روشنی ڈالی اور گزشتہ ایک صدی کے دوران نازل ہونے والے خدائی فضلوں اور انعاموں کا وجد آفریں انداز میں تذکرہ فرمایا اور احباب کو آئندہ

صدی میں عائد ہونے والی عظیم ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا۔

تقریر کے اختتام پر حضور انور نے احباب جماعت کو پُر سوز دعاؤں سے نوازا جس کے بعد حضور نے ایک رقت آمیز اجتماعی دعا کرائی۔ اس طرح جماعت احمدیہ کا ۸۱ واں جلسہ سالانہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ اور متضرعانہ دعاؤں پر نہایت درجہ کامیابی اور خیر وخوبی سے اختتام پذیر ہوا۔[349]

احمدی خواتین کا جلسہ سالانہ

احمدی خواتین کے جلسہ سالانہ کا آغاز ۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء کو ہوا۔ جلسہ کا پہلا اجلاس ساڑھے نو بجے شروع ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد حضور انور کا افتتاحی خطاب مردانہ جلسہ گاہ سے بذریعہ لاؤڈ سپیکر سنا گیا۔ اس کے بعد اجلاس کی کارروائی زیر صدارت احمدہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری بشیر احمد صاحب آف ماڈل ٹاؤن (لاہور) شروع ہوئی۔ نظم کے بعد حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا رقم فرمودہ مضمون ذکر حبیب کے موضوع پر پڑھ کر سنایا۔ سوا گیارہ بجے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ازراہ شفقت زنانہ جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور ایک بصیرت افروز خطاب سے نوازا۔ (اس خطاب کا ذکر پہلے آچکا ہے) اس روز کے دوسرے اجلاس میں جملہ کارروائی مردانہ جلسہ گاہ سے بذریعہ لاؤڈ سپیکر سنی گئی اور خواتین نے مولانا عبدالمالک خان صاحب، سید میر محمود احمد صاحب اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی تقاریر سنیں۔

۲۷ دسمبر کا پہلا اجلاس حضرت سیدہ مریم صدیقہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی صدارت میں ساڑھے نو بجے شروع ہوا۔ اس اجلاس میں حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ، شگفتہ سلام صاحبہ، رضیہ درد صاحبہ نے تقاریر کیں۔ اس کے بعد حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے مستورات سے خطاب فرمایا۔ اس روز کے دوسرے اجلاس میں خواتین نے بذریعہ لاؤڈ سپیکر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطاب سنا۔

۲۸ دسمبر کو جلسہ کی کارروائی زیر صدارت استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ شروع ہوئی۔ اس اجلاس میں نعیمہ سلہری صاحبہ اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث) نے تقاریر فرمائیں۔ ان تقاریر کے بعد صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی تقریر ذکر حبیب کے موضوع پر اور چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی تقریر بعنوان حضرت فضل عمر کے متعلق میری یادیں مردانہ جلسہ گاہ سے سنی گئیں۔ بعد ازاں حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے سالانہ صنعتی نمائش میں انعامات حاصل

کرنے والی خواتین کو انعامات تقسیم کئے۔ اور خواتین کو زریں نصائح سے نوازا۔

اس روز کے دوسرے اجلاس کی کارروائی مردانہ جلسہ گاہ سے سنی گئی۔ اس اجلاس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بصیرت افروز خطاب فرمایا اور آخر میں پرسوز اختتامی دعا کرائی۔ اس طرح یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔[350]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خطاب کا ذکر پریس میں

روزنامہ امروز نے ۳۰؍دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۷ پر حسب ذیل خبر شائع کی:۔

احمدیت نے عیسائیت کا منہ بند کر دیا

ربوہ۔ ۲۹؍دسمبر۔ مرزا ناصر احمد امام جماعت احمدیہ نے اکیاسی ویں سالانہ جلسہ کے دوسرے روز اسّی ہزار کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج احمدیہ جماعت نے ساری دنیا میں دلائل کے لحاظ سے عیسائیت کا منہ بند کر دیا ہے۔ انجمن کے خبر نامے کے مطابق اس اجلاس میں پاکستان کے علاوہ امریکہ، یوگوسلاویہ، ڈنمارک، سویڈن، جرمنی، انگلستان، مشرقی افریقہ، مغربی افریقہ، ملائیشیا اور انڈونیشیا سے آنے والے احمدی وفود نے شرکت کی۔ آج کے اجلاس میں ڈنمارک کے نومسلم عبدالسلام میڈسن، امریکہ کے رشید احمد، نائیجیریا کے الحاج عبدالعزیز اوبی اولا، ماریشس کے حمید جواہر (دراصل حنیف جواہر) نے بھی تقریریں کیں۔ جلسہ کی کارروائی سے قبل عبدالمالک خان ناظر اصلاح وارشاد نے پاکستان کا جھنڈا لہرایا۔ اس کے بعد نائیجیریا کے الحاج عبدالعزیز اوبی اولا نے غیر ملکی وفود کے نمائندے کی حیثیت سے جماعت احمدیہ کا جھنڈا لہرایا۔ ربوہ کو خوبصورت جھنڈیوں، قطعات اور روشنیوں سے آراستہ کیا گیا ہے''۔

جلسہ کے بعض دیگر اہم کوائف

اب آخر میں اخبار الفضل کے نامہ نگار خصوصی کے قلم سے اس انقلاب آفرین اجتماع کے بعض دیگر اہم کوائف پر مختصراً روشنی ڈالی جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

''اس دفعہ جن خوش قسمت احباب کو اس جلسہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک لاکھ پچیس ہزار سے بھی تجاوز کر گئی۔ گذشتہ سال کے جلسہ میں شامل ہونے والوں کی مجموعی تعداد کا اندازہ ایک لاکھ پچیس ہزار لگایا گیا تھا۔ اس دفعہ مردانہ جلسہ گاہ (جو

مسجد اقصیٰ سے ملحق وسیع میدان میں سٹیڈیم کی طرز پر گیلریوں کے ساتھ بنائی گئی تھی) اور زنانہ جلسہ گاہ (جو لجنہ اماء اللہ کے مرکزی دفاتر سے ملحق میدان میں تھی) دونوں کو پہلے کی نسبت کافی وسیع کیا گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے جگہ ناکافی ثابت ہورہی تھی۔ کھانے کی پرچیوں کے لحاظ سے بھی مہمانوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا گذشتہ سال یہ تعداد ۷۱۵۸۵ تھی جبکہ امسال ۲۸ دسمبر کی شام کو یہ تعداد ۸۰۹۹۸ تک جا پہنچی۔ گویا کھانے کی پرچیوں کے لحاظ سے بھی ۹۴۱۳ مہمانوں کا اضافہ ہوا اور ابھی ہزاروں ایسے مہمان ہوتے ہیں جو اپنے کھانے کا انتظام خود کرتے ہیں یا روزانہ جلسہ میں شمولیت کے بعد سرگودھا لائلپور یا دیگر قریبی مقامات میں چلے جاتے تھے پھر ہزاروں کی تعداد میں غیر از جماعت احباب بھی تھے جو قریبی مقامات سے آ کر روزانہ جلسہ میں شامل ہوتے تھے اور پھر اپنے اپنے ہاں واپس چلے جاتے تھے۔ ان سب کو اگر شامل کرلیا جائے اور جلسہ گاہوں کی وسعت کو پیش نظر رکھا جائے تو جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے سوا لاکھ سے تجاوز کر جاتی ہے۔ الحمدللہ علی ذالک۔

۲۵ دسمبر کو بعد نماز عصر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے شعبہ تحریک جدید کے زیر اہتمام بیرونی ممالک سے تشریف لانے والے وفود کے ارکان کے اعزاز میں دفاتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں ایک دعوت عصرانہ کا اہتمام کیا گیا جس میں اکل وشرب کے بعد مکرم منور شمیم صاحب خالد مہتمم تحریک جدید نے مختصر طور پر تقریر کرتے ہوئے جملہ ارکان کی خدمت میں خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے اھلاً وسھلاً و مرحباً عرض کیا۔ بیرونی وفود کے قائد کی حیثیت میں الحاج عبدالعزیز (نائیجیریا) نے تقریر کی۔ بعد ازاں صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے خطاب فرمایا۔ دعا پر یہ تقریب ختم ہوئی۔

جلسہ سالانہ کے ایام دعاؤں اور عبادتوں کے دن ہوتے ہیں اس لئے ان ایام میں زیادہ سے زیادہ اجتماعی دعاؤں اور عبادات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حسب معمول امسال بھی مسجد مبارک ربوہ میں جلسہ کے مبارک ایام میں احباب جماعت کثرت کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے رہے۔ ان کے علاوہ اس مسجد میں روزانہ نماز تہجد بھی باجماعت ادا کی جاتی رہی۔ شدید سردی اور گہری دھند اور کُہر کے باوجود دور ونزدیک سے ہزارہا احباب نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے مسجد مبارک میں تشریف لاتے رہے اور اس طرح بڑی رِقّت اور سوز وگداز کے ساتھ دعائیں

کرنے کی توفیق پاتے رہے۔

نماز فجر کے بعد روزانہ مسجد مبارک میں قرآن پاک یا احادیث نبوی کا درس بھی ہوتا رہا۔ یہ درس محترم مولانا عبدالمالک صاحب، محترم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری اور محترم مولانا ابوالعطاء صاحب دیتے رہے۔ احباب جماعت ان درسوں میں بھی بڑے ذوق وشوق کے ساتھ شامل ہوتے رہے۔

امسال جلسہ کے موقع پر شبینہ اجلاس ۲۷ فتح ۱۳۵۲ ہش مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۷۳ء کو رات کے سوا سات بجے مسجد مبارک میں زیر صدارت محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل انعقاد پذیر ہوا۔

اس اجلاس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ بیرونی ممالک سے آنے والے بعض نمائندگان نے بھی حاضرین سے خطاب فرمایا۔ اجلاس کی کارروائی مکرم مبشر احمد صاحب وسیم نے تلاوت قرآن کریم سے شروع کی۔ مکرم منیر احمد صاحب جاوید آف لاہور نے خوش الحانی سے نظم پڑھی۔ تلاوت ونظم کے بعد مکرم شیخ عبدالقادر صاحب نے ''قرآن کریم پر مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات'' پر سیر حاصل تقریر فرمائی جس کو نہایت انہماک سے سنا گیا۔ بعدۂ مکرم عبدالسلام صاحب طاہر مربی سلسلہ نے ''اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاندار قربانیاں'' کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

تیسرے اور آخری مقرر مکرم ظفر احمد صاحب سرور متعلم جامعہ احمدیہ (ابن مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال) تھے۔ آپ کی تقریر کا عنوان ''دعا کی برکات'' تھا۔

ان کے بعد بیرونی ممالک سے آنے والے نمائندگان میں سے پہلے مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب آف مغربی جرمنی نے تقریر فرمائی۔ پھر مکرم یحییٰ پٹنو صاحب آف انڈونیشیا نے احباب سے خطاب فرمایا۔ یہ اجلاس قریباً سوا دو گھنٹے جاری رہا۔ آخر میں صاحبِ صدر نے اختتامی دعا کرائی۔ شدید سردی کے باوجود احباب بکثرت اس اجلاس میں شامل ہوئے۔

اس دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے زیرِ ارشاد ربوہ کی تزئین وآرائش اور اس کی صفائی کے لئے خاص طور پر کوششیں کی گئیں۔ جس کی وجہ سے جلسہ کے ایام میں مرکز سلسلہ کو دلہن کی طرح آراستہ کر دیا گیا۔ ربوہ کی ان سڑکوں پر جہاں سے مہمانان کرام نے گذرنا تھا بڑے اہتمام کے ساتھ آٹھ خوبصورت دروازے بنائے گئے اور انہیں خوب سجایا گیا۔ ان پر مختلف خیر مقدمی فقرات لکھے گئے۔ ان کے علاوہ مکانات کی دیواروں پر اہلِ محلّہ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کے مختلف الہامات، اشعار اور موزوں فقرات خوشخط اور جلی حروف میں جا بجا لکھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ سرگودھا روڈ پر بھی جہاں سے عام ٹریفک گزرتی ہے سیمنٹ کے بڑے بڑے پختہ سائن بورڈ نصب کر دیئے گئے ہیں جن پر الہامات اور فقرات درج ہیں مثلاً لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ ’’پاک محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کا سردار‘‘۔ ’’جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے‘‘۔ ’’وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے‘‘۔

اہم گذرگاہوں پر جو دروازے بنائے گئے ان پر لکھے گئے چند فقرات یہ ہیں:۔

اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَبًا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ ’’غلبۂ اسلام کا سورج طلوع ہو چکا ہے‘‘۔ ’’ربوہ مسکراتے چہروں کے ساتھ آپ کا خیر مقدم کرتا ہے‘‘۔ فَادْخُلُوْھَا بِسَلَامٍ اٰمِنِیْنَ۔

دفاتر جلسہ سالانہ میں داخل ہونے والے دروازوں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ اشعار لکھے گئے تھے:۔

’’احباب سارے آئے تُو نے یہ دن دکھائے
تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلائے
مہماں جو کر کے اُلفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت‘‘

ربوہ کی مرکزی عمارات مثلاً دفاتر صدر انجمن احمدیہ، دفاتر تحریک جدید، ایوان محمود اور مسجد اقصیٰ، مسجد مہدی گول بازار، دفتر ٹاؤن کمیٹی اور دیگر عمارات پر بڑے اہتمام کے ساتھ چراغاں کیا گیا۔ دکانداروں نے بھی اپنی اپنی دکانوں کو رنگ برنگ کی روشنیوں اور قمقموں سے خوب سجا رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے رات کو ربوہ کی بستی بقعہ نور بن جاتی تھی۔ یہ سب اہتمام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی تشریف آوری پر خوشی اور مسرت کے اظہار کے لئے کیا گیا۔

جلسہ سالانہ کی ایک اہم غرض سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تحریر فرمائی تھی کہ:۔

’’جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی‘‘۔ [351]

حسب سابق امسال بھی یہ اہم غرض جلسہ سالانہ کے موقع پر پوری کی گئی۔ چنانچہ جلسہ کے پہلے روز یعنی ۲۶ر دسمبر کو محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل صدر مجلس کارپرداز مقبرہ بہشتی ربوہ نے ۱۶۳

اُن موصی بھائیوں اور بہنوں کے نام پڑھ کر سنائے جو گذشتہ جلسہ سالانہ کے بعد وفات پا کر محبوب حقیقی سے جا ملے۔

جملہ حاضرین نے اپنے ان فوت ہو جانے والے بزرگوں، بھائیوں اور بہنوں کے لئے بہ صمیم قلب مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا کی۔اور اس طرح جلسہ سالانہ کی یہ غرض بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پوری ہوئی''۔[352]

عالمی احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن کا اجلاس

جلسہ سالانہ کے موقع پر عالمی احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن کا ایک اہم اجلاس ۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء کو آٹھ بجے شام دفتر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ میں زیر صدارت کرنل ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب نے ایسوسی ایشن کے قیام کے بعد سے ۱۹۷۳ء تک کی کارکردگی کا مختصراً ذکر کیا اور اس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر سیکرٹری مجلس نصرت جہاں نے افریقہ میں احمدی ڈاکٹروں کی خدمات کا تذکرہ کیا۔ان کے بعد ڈاکٹر حمید احمد صاحب جو نائیجیریا سے تشریف لائے تھے اور مکرم ڈاکٹر بشیر احمد خان صاحب جو غانا میں میڈیکل مشنری کے طور پر کام کرتے رہے ہیں نے مغربی افریقہ کے حالات اور احمدی ڈاکٹروں کی مساعی کا ذکر کیا۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے ڈاکٹروں کی طبی اقدار پر ایک مبسوط مقالہ پڑھا۔میڈیکل کالجوں کے احمدی طلباء نے بھی کثیر تعداد میں اجلاس میں شرکت کی اور ان کے نمائندے منیر احمد سہیل صاحب متعلم کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور نے اپنی مشکلات اور مساعی کا تذکرہ کیا۔اس اجلاس میں نئے عہدیداروں کا انتخاب بھی ہوا۔[353]

اعزاز خلافت جوبلی علم انعامی

مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۳ء جلسہ سالانہ کے دوسرے دن مکرم عطاء المجیب راشد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کی درخواست پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مجالس خدام الاحمدیہ میں سے سال ۱۹۷۲-۷۳ء میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے اول آنے والی مجلس سوسائٹی کراچی کے قائد مکرم چوہدری محمد عبدالوہاب صاحب کو اپنے دست مبارک سے خلافت جوبلی علم انعامی عطا فرمایا۔اسی طرح حسن کارکردگی کے لحاظ سے دوم اور سوم آنے والی مجالس کے قائدین مکرم میاں مبارک احمد صاحب

قائد مجلس لائل پوراور مکرم ایم اسلم امتیاز صاحب قائد مجلس مارٹن روڈ کراچی کو سندات خوشنودی عطافرمائیں۔سال ۷۳-۱۹۷۲ء میں کارکردگی کے لحاظ سے پہلی دس پوزیشنیں حاصل کرنے والی مجالس کی فہرست درج ذیل ہے۔

سوسائٹی کراچی۔لائل پورشہر۔مارٹن روڈ کراچی۔ربوہ۔مغل پورہ لاہور۔ماڈل ٹاؤن لاہور۔ڈرگ روڈ کراچی۔انورآباد ضلع لاڑکانہ۔سیالکوٹ شہر۔محمودآباد فارم[354]

سالانہ جلسہ ۱۹۷۳ء کے موقعہ پر نہایت کامیاب پریس کانفرنس

''امسال جماعت احمدیہ کے ۸۱ویں سالانہ جلسہ کے اختتام پر مورخہ ۲۹ردسمبر ۱۹۷۳ء کو تحریک جدید گیسٹ ہاؤس ربوہ میں ایک تاریخی اور نہایت کامیاب پریس کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ڈنمارک، امریکہ، یوگوسلاویہ، سویڈن، گھانا، کینیا، نائیجیریا، سیرالیون، مغربی جرمنی، انگلستان، سوئٹزرلینڈ، ملائیشیا، انڈونیشیا اور ماریشس سے آمدہ احمدی وفود کے لیڈرز نے خطاب کیا۔ پریس کانفرنس میں اے پی پی، پی پی آئی خبر رساں ایجنسیوں کے اعلیٰ نمائندگان اور ملک بھر کے متعدد اخبارات کے سینئر صحافی احباب دو درجن کی تعداد میں شامل ہوئے۔ چودہ ممالک کے احمدی وفود کے نمائندگان نے اپنے اپنے ملک میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ تبلیغ واشاعتِ اسلام کے ایمان افروز حالات بیان کئے اور ہرایک مندوب نے صحافی احباب کے متعدد سوالات کے نہایت عمدہ اوراس قدر دلکش جوابات دیئے کہ ڈیڑھ بجے بعد دوپہر جب لنچ کے لئے بلایا گیا تو صحافی احباب نے دلچسپ پریس کانفرنس کی کارروائی کو جاری رکھنے کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ ظاہری اور مادی غذا تو وہ روزانہ کھاتے ہیں مگر اکنافِ عالم میں تبلیغ واشاعتِ اسلام کے ایمان افروز حالات پر مشتمل یہ روحانی غذا روزانہ نہیں ملتی۔ یہ کامیاب پریس کانفرنس محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے خاص انتظام سے منعقد ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب نے انگریزی میں افتتاحی خطاب کیا اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً پریس نمائندگان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ تین گھنٹے تک پوری دلجمعی اور شوق وذوق کے ساتھ پریس کانفرنس جاری رہی۔

غیرملکی وفود کے نمائندگان کی پریس کانفرنس کے اختتام پر صحافی احباب کی خواہش پر سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث تشریف لائے۔آپ نے صحافی احباب سے بے تکلف ہوکر باتیں کیں اور

صحافی احباب کے متعدد سوالات کے بصیرت افروز جوابات دیئے جن سے صحافی احباب بہت محظوظ ہوئے۔ ربوہ سے لاہور واپسی کے سفر میں ایک صحافی دوست نے حضور انور کے بارے میں فرمایا کہ آج Living World کی سب سے عظیم ہستی سے ملاقات و گفتگو کا موقعہ ملا ہے۔

ملکی اخبارات میں ربوہ پریس کانفرنس کے بارے میں خوب چرچا ہوا۔ انعقاد سے پہلے اور بعد میں تفصیلی خبریں شائع ہوئیں۔

روزنامہ مساوات کی خبر

روزنامہ مساوات نے مورخہ ۳۰؍دسمبر کو ربوہ پریس کانفرنس میں شریک چودہ ممالک کے مندوبین کی تصویر شائع کرتے ہوئے یہ خبر شائع کی:۔

’’احمدیہ جماعت کے خلیفہ مرزا ناصر احمد نے واضح کیا کہ جماعت احمدیہ قیامت تک سیاست سے بالاتر رہ کر مذہب کی خدمت کرے گی اور کبھی بطور جماعت سیاست میں حصہ نہیں لے گی۔ آج ربوہ میں صوبائی دارالحکومت کے اخبار نویسوں کی ایک جماعت سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر ان کی جماعت سیاست میں ملوث ہو جائے تو وہ مذہبی تربیت کا مقصد پورا نہیں کر سکے گی۔

انہوں نے کہا کہ احمدی انفرادی سطح پر سیاست میں دلچسپی لے سکتے ہیں اور اس کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں کیونکہ ملکی سیاست ملک کے عوام کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور وہ بھی عوام کا ایک حصہ ہیں مگر انہیں بہر صورت مذہبی راہنمائی کے لئے ربوہ کے مرکز سے ہی رجوع کرنا پڑے گا۔

انہوں نے کہا کہ احمدیہ جماعت کی کسی سے ذاتی دشمنی نہیں، دوسرے مسلمان فرقوں کے ساتھ جہاں چند مسائل پر اختلاف موجود ہیں وہاں بیشتر بنیادی مسائل پر اتفاق بھی پایا جاتا ہے۔ انہوں نے مسلمان فرقوں کے درمیان اتفاق کی بنیادوں کو مضبوط بنانے پر بھی زور دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ ان کی جماعت عدم تشدد پر یقین رکھتی ہے۔

تحریک جدید کے اکیاسی ویں سالانہ کنونشن (اصل جلسہ سالانہ) میں شریک ہونے والے چودہ ممالک کے مندوبین نے بتایا کہ ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ اور یورپ کے مختلف ممالک میں احمدیہ مشن سرگرمی سے مذہبی پرچار کر رہے ہیں اور اس کے رفاہی کاموں میں بھی بھرپور طریقہ سے حصہ لے رہے ہیں۔ یہ بات ملائیشیا، نائیجیریا، انڈونیشیا، سیرالیون، سویڈن، کینیا، سوئٹزرلینڈ، گھانا، ڈنمارک، ماریشس، مغربی جرمنی اور امریکہ کے مندوبین نے پریس کانفرنس میں کہی۔

امریکی وفد کے سربراہ مسٹر رشید احمد نے بتایا کہ امریکہ میں احمدی مشن نے بنگلہ دیش کے مسئلہ پر پاکستانی مؤقف کی ڈٹ کر حمایت کی اور اسی مشن کی بدولت امریکی عوام کو پاکستان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ انہوں نے کہا کہ امریکی مسلمانوں کے پاکستان کے ساتھ گہرے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کی بنیاد مشترکہ مذہب پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ میں عرب ممالک کے باشندے روپیہ کمانے کی غرض سے آتے ہیں اور وہاں اپنی زبانیں بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ احمدیہ مشن کی وجہ سے امریکہ میں اسلام کی روشنی پھیل رہی ہے۔

ڈنمارک وفد کے سربراہ مسٹر عبدالسلام میڈسن نے بتایا کہ ہندوستان اور پاکستان کی جنگ کے دوران ڈنمارک کے نوجوان احمدیوں نے حکومتِ پاکستان کو اپنی خدمات پیش کیں اور پارلیمنٹ کے سامنے پاکستان کے حق میں مظاہرہ کیا۔

یوگوسلاویہ کے وفد کے سربراہ نے بتایا کہ یوگوسلاویہ گو ایک سوشلسٹ ملک ہے مگر اس کے باوجود وہاں مذہبی پرچار کی پوری آزادی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہاں مسلمان مکمل طور پر آزاد ہیں اور پوری آزادی کے ساتھ مذہب کی ترویج کیلئے سرگرم ہیں۔ کینیا کے مندوب مسٹر اے۔ ایم گاکوریا نے بتایا کہ شروع شروع میں مشرقی افریقہ میں احمدی تحریک کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مگر اب مختلف مشنوں کے ذریعہ افریقہ میں اسلام کی روشنی پھیل رہی ہے۔

صباح (ملائیشیا) کے مندوب نے بتایا کہ ان کے ملک میں چونکہ زیادہ تر لوگ تعلیم یافتہ ہیں اس لئے اسلامی عقائد کی تبلیغ پورے جوش وخروش سے ہو رہی ہے۔

ماریشس کے مندوب مسٹر ایم۔ کے جواہر نے بتایا کہ ان کے ملک میں مسلمانوں کی کل تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے جن میں سے دو ہزار احمدی ہیں۔ احمدیوں نے چھ مساجد قائم کی ہیں اور وہاں کا مشن ایک اخبار بھی نکالتا ہے۔

سویڈن کے مندوب مسٹر عزت اولوچ نے بتایا کہ سویڈن میں احمدیہ تحریک کے پچاس سرگرم کارکن ہیں جو دن رات اسلام کا پرچار کر رہے ہیں۔

سیرالیون کے مسٹر ناصر الدین کینیوا گامانگا نے پاکستانیوں کے رویہ کی ازحد تعریف کی اور کہا کہ ان کا حسنِ سلوک منفرد اور بے مثال ہے۔ انہوں نے بتایا کہ احمدیہ مشن سیرالیون میں ۲۶ پرائمری سکول، ۶ سیکنڈری سکول اور چار ہسپتال ہیں جو فلاحی بنیادوں پر چل رہے ہیں۔

گھانا کے مندوب الحاج جے۔سی الحسن عطاء نے بتایا کہ ان کے ملک میں احمدی مشن نے لڑکوں کے چھ اور لڑکیوں کا ایک سکول قائم کر رکھا ہے۔ان سکولوں سے غیر احمدی اور عیسائی طلباء بھی مستفید ہو رہے ہیں۔سوئٹزرلینڈ کے مندوب مسٹر اسماعیل وعیس نے بتایا کہ سوئٹزرلینڈ میں احمدیوں کی تعداد ۲۹۵ ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے لوگ عمومی طور پر مذہب سے بیگانہ ہیں مگر اس کے باوجود احمدی مشن پُر امید ہے۔

انڈونیشیا کے مسٹر ایس۔یحیٰ پنٹو نے بتایا کہ ان کے ملک میں احمدی مشن کی ساٹھ انجمنیں ہیں اور کم از کم بیس ہزار خاندان احمدی خاندان ہیں۔انہوں نے بتایا کہ انڈونیشیا کی فوج میں بھی بہت سے احمدی ہیں۔

نائیجیریا کے مندوب الحاج عبدالعزیز ابی اولا نے بتایا کہ احمدی مشن نے بہت سی برانچیں قائم کر رکھی ہیں اور پرائمری سکولوں اور سیکنڈری سکولوں کے علاوہ کلینک بھی قائم کئے ہیں۔

مغربی جرمنی کے مندوب نے بھی پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔

نوائے وقت میں پریس کانفرنس کا ذکر

’’جماعت احمدیہ کوئی سیاسی جماعت نہیں‘‘

’’ہم دوسرے مسلمانوں سے اختلافات ختم کرنے کی کوششوں کا خیر مقدم کریں گے۔مرزا ناصر احمد‘‘

’’احمدی عقیدہ قرآن حکیم کو مکمل کتاب اور رسول اکرمؐ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔مرزا ناصر احمد‘‘

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے مذکورہ بالا عنوانات قائم کر کے درج ذیل خبر شائع کی:۔

’’لاہور ۲۹ دسمبر (سٹاف رپورٹر) احمدیہ جماعت کے سربراہ حافظ مرزا ناصر احمد نے ربوہ میں منعقدہ پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ ان کی جماعت ملکی سیاست میں نہ تو حصہ لینے کی خواہش رکھتی ہے اور نہ ہی کبھی عملی سیاست میں حصہ لیا ہے۔یہ ایک تبلیغی جماعت ہے۔

جماعت کے سربراہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مسلمانوں میں بالخصوص پاکستان میں موجودہ مختلف فرقے اگر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں تو ان کی جماعت متنازعہ فیہ مسائل پر تبادلہ خیال کرنے کو تیار ہے۔آپ نے کہا کہ متنازعہ فیہ مسائل تو بہت کم ہیں جبکہ بیشتر امور میں ان کی جماعت اور دیگر فرقوں کے خیالات ایک ہی ہیں۔لہٰذا پہلے ہمیں ان خیالات کو سامنے رکھ کر باہمی اختلافات کو

ختم کرنا چاہیے۔حافظ مرزا ناصر احمد نے کہا کہ ان کا تبلیغی مشن دنیا بھر کے ممالک میں دین اسلام کے فروغ کے لئے کوشاں ہے اور انہیں جو کامیابی حاصل ہو رہی ہے اس سے وہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ آئندہ سو برس میں دنیا بھر میں صرف ایک مذہب کو غلبہ حاصل ہوگا اور وہ اسلام ہوگا۔اس سے قبل غیر ممالک کے وفود کے لیڈر مسٹر عبدالسلام میڈسن اور وکیل التبشیر مرزا مبارک احمد نے ایک پریس کانفرنس میں مغربی جرمنی، نائیجیریا، انڈونیشیا، سوئٹزرلینڈ، گھانا، کینیا، ڈنمارک، امریکہ، سیرالیون، سویڈن، ماریشس، صباح (ملائیشیا) اور یوگوسلاویہ میں احمدی تحریک کی کوششوں سے دین اسلام کے فروغ کے سلسلہ میں کی جانے والی جدوجہد اور اپنی کامیابیوں کی تفصیل بیان کی۔انہوں نے کہا کہ مغربی ممالک میں مذہب سے فرار کے عام رواج نے تبلیغی کام کو آسان بنا دیا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ دوسرے مذاہب چھوڑ کر ہر سال دائرہ اسلام میں آ رہے ہیں۔انہوں نے اس امر کی وضاحت کی کہ ان کی جماعت عقیدۃً قرآن حکیم کو مکمل کتاب اور رسول اکرم ﷺ کو خاتم النبیین مانتی ہے اور کلمہ طیبہ اور توحید باری تعالیٰ میں بعینہٖ اسی طرح یقین رکھتی ہے جس طرح مسلمانوں کے باقی فرقے یقین رکھتے ہیں۔انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ملک میں موجود مسلمانوں کے فرقوں کے اتحاد کے لئے ان کی جماعت ہر ممکن تعاون کرنے کے لئے تیار ہے''۔[355]

جلسہ سالانہ میں شریک ہونے والے امریکی وفد کے تاثرات

مکرم مولوی محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری سابق مبلّغ امریکہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''یوں تو ہر سال ہی انفرادی رنگ میں بیرونی ممالک سے بعض احباب جلسہ سالانہ میں شریک ہوتے رہے ہیں لیکن اس سال حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ بیرونی ممالک سے احباب ایک خاص تنظیم کے ماتحت وفود کی شکل میں آئیں۔چنانچہ امام پاک کی ہدایت موصول ہوتے ہی سب مشنوں میں ایک حرکت پیدا ہوگئی اور اپنے اپنے وفود بھجوانے کی فکر میں لگ گئے۔چنانچہ ان خوش نصیبوں میں سے ایک وفد امریکہ کا بھی تھا جن کو جلسہ سالانہ میں شریک ہو کر خدائی رحمتوں اور برکتوں سے وافر حصہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی۔یہ وفد سات مخلصین پر مشتمل تھا جن کے نام یہ ہیں:۔

ا۔ برادر رشید احمد (امریکی) نیشنل امیر جماعت احمدیہ امریکہ

۲۔الحاج عبدالرحیم ظفر (ان کا نام اب حضور نے مظفر احمد رکھ دیا ہے) امیر جماعت ڈیٹن

۳۔ برادر حسن حکیم امیر جماعت واکی گن
۴۔الحاج عبدالرقیب والی۔امیر جماعت بوسٹن
۵۔ برادر فضل عمر۔واکی گن
۶۔ برادر عبدالکریم۔بوسٹن
۷۔الحاج عابد حنیف۔بوسٹن

ان کے علاوہ ہمارے ایک پاکستانی دوست سیّد شریف احمد صاحب بھی بمع فیملی شریکِ جلسہ ہوئے۔

جب حضور کا ارشاد اس بارے میں امریکہ مشن کو ملا اس سے قبل ہی الحاج عبدالرحیم ظفر جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے تیار بیٹھے تھے اور سیٹ وغیرہ بُک کرالی تھی۔مگر جب مکرم امام شریف احمد صاحب باجوہ مبلغ انچارج امریکہ نے حضور کے تازہ ارشاد سے جماعتوں کو آگاہ کیا تو یکدم بجلی کی ایک لہر کی طرح بہت سے احباب کے ذہن میں یہ تحریک پیدا ہوگئی کہ وہ بھی خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے شریکِ جلسہ ہوں چنانچہ ایسے احباب کی تعداد آہستہ آہستہ آٹھ تک پہنچ گئی جن میں سے ایک بہن مبارکہ صادق تھیں جو آخری وقت میں رخصت نہ ملنے کی وجہ سے شریکِ قافلہ نہ ہوسکیں۔

بہر حال سات افراد پر مشتمل یہ قافلہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ۱۹ اور ۲۱؍دسمبر ۱۹۷۳ء کو نیویارک سے بذریعہ TWA عازمِ پاکستان ہوا اور یہ سب مخلصین امریکہ مشن پر بغیر کسی قسم کا مالی بوجھ بنے اپنے ذاتی خرچ پر اس مقدس اور للّٰہی جلسہ میں شریک ہوئے۔

انہی دنوں جب کہ اس قافلہ کی روانگی کا وقت تھا عرب ممالک کی طرف سے پٹرول پر پابندی لگا دی گئی اور بین الاقوامی طور پر ایک توانائی بحران پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے نیویارک سے PIA کی فلائیٹس جن میں ان کی سیٹیں بُک تھیں منسوخ ہوگئیں لہٰذا ان کی روانگی میں کافی دقت کا سامنا ہوا۔ حضور انور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا گیا اور دوست خود بھی اس سفر کے میسر آجانے کے لئے دعا کر رہے تھے چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے سب روکیں دور ہوگئیں اور ان کی روانگی بروقت ممکن ہو گئی۔ جب ائرپورٹ پر مَیں ان کو رخصت کر رہا تھا تو دیکھتا تھا کہ ان کے چہروں پر خوشی اور مسرت کے جذبات عیاں ہیں اور بار بار کہتے کہ ہم اب اس وقت کے انتظار میں ہیں کہ کب ہمارا جہاز کراچی ائرپورٹ پر اُترتا ہے اور ہم ربوہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

بہر حال وہ گئے اور جلسہ سالانہ کے بابرکت ایام انہوں نے ربوہ میں گذارے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کیا اور حضور کی محبت ،شفقت اور پیار کی یادیں اپنے ذہنوں میں سموئے ہوئے واپس امریکہ آئے۔ جب وہ واپس آئے تو ان میں سے بعض کے تاثرات ہمیں سننے کا موقع ملا جن کا تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

الحاج عبدالرقیب والی جو ہماری بوسٹن (Boston) جماعت کے امیر ہیں ان کو دعوت دے کر نیویارک بلایا گیا تا کہ یہاں کی ہفتہ وار میٹنگ میں جو ہر اتوار کو ہوتی ہے احباب جماعت کے سامنے اپنے زیارتِ ربوہ کے تاثرات بیان کریں۔ چنانچہ وہ آئے اور قریباً ایک گھنٹہ تک انہوں نے تقریر کی۔ پہلے ربوہ کی ابتدائی حالت کا انہوں نے نقشہ کھینچا جب کہ وہاں سوائے ایک چٹیل میدان کے کچھ نظر نہیں آتا تھا اور پھر موجودہ حالت کو بیان کیا کہ کس طرح اب اسی چٹیل میدان میں جس میں آج سے پچیس سال قبل گھاس کا ایک پتہ بھی نظر نہیں آتا تھا اور پانی کا ایک قطرہ تک نہیں تھا ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے اور ایک شہر خدا تعالیٰ کے فضل سے آباد ہو چکا ہے۔

جلسہ سالانہ کے نظاروں کا ذکر کرتے ہوئے بار بار کہتے کہ جو کچھ مَیں نے وہاں دیکھا اور سنا اس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔جلسہ سالانہ کیا تھا عاشقانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جم غفیر اور فدایانِ احمدیت کا ایک بحرِ بیکراں اور اسلام کی ایک زندہ اور تابندہ تصویر۔ کہنے لگے کہ جلسہ سالانہ کے چند ایام میں جو انہوں نے ربوہ میں گذارے انہیں اتنی بار السلام علیکم کہنے اور سننے کا موقع ملا جتنا کہ ان کو ساری زندگی بھر میں میسر نہیں آیا۔اخوت ومحبت کے نظارے جو وہاں نظر آئے ان کی مثال کسی اَور جگہ نہیں مل سکتی۔ پھر حضور انور سے اپنی ملاقات کا ذکر کر کے خوشی اور مسرت سے بار بار اچھل پڑتے کہ وہ کیا ہی روحانی نظارہ تھا جب ہم حضور کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور باوجود اس کے کہ حضور کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی حضور نے نہ صرف انہیں شرفِ ملاقات بخشا بلکہ ہر ایک کو کمال شفقت اور محبت سے گلے لگایا اور ہر ایک کے ذاتی حالات دریافت فرمائے اور ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا۔ اپنے ایک ساتھی کا ذکر کرنے لگے کہ جب ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ عینک پہنے ہوئے تھے انہوں نے اپنی عینک اتار دی تا کہ حضور کے پُرنور چہرہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ پھر خدام الاحمدیہ کے نام سے بھی بہت متاثر تھے جس رنگ میں کراچی، لاہور اور پھر ربوہ میں خدام نے ان کا استقبال کیا۔جلسہ کے دنوں میں جو بے لوث خدمت کے نظارے دیکھے ان کا ذکر کیا اور کہا کہ

اب تک ہم احمدیت کی اصل روح سے بے خبر تھے۔ ربوہ جا کر معلوم ہوا کہ کس طرح احمدیت کا ہر فرد مرد، عورت، بوڑھا، جوان حتّٰی کہ طفل تک اسلام کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہے اور خلیفۂ وقت کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی ہر چیز کو قربان کرنے کے لئے فوراً تیار ہو جاتا ہے۔

تقریر کے بعد انہوں نے جلسہ سالانہ کے نظاروں کی جو فلم تیار کی تھی وہ بھی دکھائی جس میں احبابِ جماعت کو اپنے مقدس اور مطہّر امام کے چہرۂ مبارک کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی جس سے ان کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور یہ سب کارروائی ان کے ایمان میں زیادتی کا موجب ہوئی۔

انچارج مبلّغ امام شریف احمد صاحب باجوہ نے مورخہ ۲۔۳ فروری بروز ہفتہ، اتوار ڈیٹن اوہائیو (Dayton Ohio) میں نیشنل ایڈوائزری کونسل کا ایک اجلاس بلایا جس میں جماعت کے ڈائریکٹرز، امراء جماعت، مبلّغین، نیشنل قائد خدام الاحمدیہ، زعیم انصار اللہ وغیرہ نے شرکت کی...... اس میٹنگ کے اہم پروگرام میں جلسہ سالانہ میں شریک ہونے والے برادران سے ان کے تاثرات سننا بھی شامل تھا۔ چنانچہ تین احباب نے اپنے اپنے تاثرات اس موقع پر بیان کئے۔

برادر مظفر احمد صاحب نے (جن کا پہلا نام عبدالرحیم ظفر تھا) اس رنگ میں اظہارِ خیال شروع کیا کہ وہ اپنے آپ کو نہایت ہی خوش قسمت انسان سمجھتے ہیں کہ انہیں جلسہ سالانہ میں شریک ہونے کا موقع ملا اور اس بات کا افسوس ہے کہ اس سے قبل وہ اتنے عرصہ تک کیوں اس سعادت سے محروم رہے۔ انہوں نے بتایا کہ اسلام کی اصل روح اور اس کا عملی نمونہ جو انہیں ربوہ میں نظر آیا اس کی مثال دنیا کے کسی اجتماع میں نہیں ملتی۔ کہنے لگے کہ میں نے زندگی میں کہیں نمازوں میں اتنے لوگ روتے نہیں دیکھے جتنے ربوہ کی مساجد میں نظر آئے اور پھر اجتماعی دعاؤں میں تو لوگوں کی چیخیں سنائی دیتی تھیں جو غلبۂ اسلام کے لئے ہو رہی تھیں نہ کہ کسی ذاتی غرض کے لئے۔

پھر جب وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے اپنی ملاقات اور حضور کی اقتداء میں اپنی نمازوں کا ذکر کرنے لگے تو اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے اور زار و قطار رونے لگ گئے اتنا روئے کہ ان کی ہچکی بندھ گئی کافی دیر تک ان کی حالت ایسی ہی رہی جس کی وجہ سے باقی نمائندگان میں سے بھی اکثر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ سنبھلے تو صرف اتنا کہہ کر بیٹھ گئے کہ بھائیو جو کچھ میں نے ربوہ میں جلسہ سالانہ کے موقع پر دیکھا وہ اسلامی اخوت و محبت کا ایک ایسا مرقع تھا کہ اس کو زبان بیان نہیں کر سکتی۔ اور خلیفۃ المسیح کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے سے جو میرے اندر ایک روحانی انقلاب

پیدا ہوا ہے اس نے میری حالت ہی بدل دی ہے اور انشاء اللہ اس سال پھر بمع اہلیہ شریکِ جلسہ ہونے کی کوشش کروں گا۔

نیشنل امیر رشید احمد (امریکہ) نے اپنے جذبات کا اس رنگ میں اظہار کیا کہ گووہ پہلے بھی دوبار ربوہ کی زیارت کر چکے ہیں۔ ایک تو اُس وقت جب حضرت مصلح موعود زندہ تھے اور ربوہ ابھی ابتدائی منازل میں سے گذر رہا تھا اس وقت انہیں قریباً آٹھ سال کا عرصہ ربوہ میں گزارنے کی توفیق ملی۔ دوسرے دو سال قبل انہیں زیارتِ ربوہ کا شرف حاصل ہوا مگر اب کی بار جو نظارہ ربوہ کا تھا وہ اپنے اندر ایک خاص روحانی اثر لئے ہوئے تھا۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں سارا ربوہ ایک بُقعہ نور بنا ہوا تھا جس کا ان کی طبیعت پر خاص اثر ہے۔

کہنے لگے کہ ہر سفر میں انسان کو بعض مشکلات کے سامنے کی توقع ہوتی ہے لیکن یہاں تو نظارہ ہی کچھ اَور تھا۔ جونہی انہوں نے کراچی ائر پورٹ پر قدم رکھا خدام اور کارکنان جنہوں نے اپنے سینوں پر جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے آنے والوں کی خدمت میں خوش آمدید کے بیج لگا رکھے تھے ان کو ہر قسم کی تکالیف سے بے نیاز کر دیا اور ان کے سب کام خود سنبھال لئے۔ انہیں علم بھی نہیں ہوا کہ ان کے سامان کی کس طرح چیکنگ ہوئی پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ کی کارروائی کس طرح انجام پائی۔ بہرحال ان کے لئے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ ہوا اور وہ بروقت کراچی سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ لاہور ائر پورٹ پر پھر وہی نظارہ تھا مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت لاہور بمع خدام ائر پورٹ پر موجود تھے۔ وہاں سے وہ ربوہ روانہ ہوئے جہاں پہنچتے ہی ان کی تمام ذہنی اور جسمانی کوفت دور ہوگئی۔

حضور انور کی کمال شفقت اور محبت کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے کہ حضور نے ان کی ہر ضرورت کا ذاتی طور پر خیال رکھا۔ سردی سے بچاؤ کے لئے خاص طور پر انہیں کوٹیاں (روئی کی صدریاں) سلوا کر بھجوائیں۔ زائد کمبل بھی مہیا فرمائے تا کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ آپ نے حضور سے اپنی ایک گفتگو کا ذکر بھی کیا جس میں انہوں نے حضور سے بعض مخصوص قسم کے سوالات کئے جن کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ اس بارہ میں جو بھی حکومتِ ملک کا قانون ہو اس پر ہر احمدی کو پابندی کرنا لازمی ہے اس میں شادی بیاہ بھی شامل ہے۔ اسلام فساد سے منع فرماتا ہے اور حکومتِ وقت کے کسی قانون کی خلاف ورزی کرنا فساد پیدا کرتا ہے لہٰذا جس ملک میں کوئی احمدی ہے اس ملک کے قانون کی اسے

پابندی کرنی چاہیے۔

آخر میں برادر حسن حکیم صاحب نے اظہارِ خیال کیا آپ یہاں کے ایک اخبار سن نیوز (Sun News) کے ایڈیٹر ہیں لہٰذا ایک جرنلسٹ کی حیثیت سے ان کا سفر باقی دوستوں سے کچھ مختلف نوعیت کا تھا۔ جانے سے قبل انہوں نے مجھے بتایا کہ جلسہ سالانہ میں ان کی شرکت دینی برکات کے حصول کے علاوہ یہ بھی ہے کہ واپس آ کر وہ ایک مضمون اپنے اخبار کے لئے لکھ سکیں۔ انہوں نے بتایا کہ دورانِ سفر وہ یہی سوچ رہے تھے کہ ان کو اپنی Story تیار کرنے کے لئے وہاں سے کیا مواد ملے گا لیکن جب وہ ربوہ وارد ہوئے تو Story was already there کہ مضمون لکھنے کے لئے وہاں مواد پہلے ہی موجود تھا۔

آپ نے بتایا کہ دورانِ جلسہ وہ ہر ایک قسم کے شخص سے ملنے کی کوشش کرتے اور ان سے حالات دریافت کرتے۔ مؤرّخِ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہد سے بھی ملے اور تاریخِ احمدیت کے بارہ میں ان سے تبادلہ خیالات کیا۔ لائبریری دیکھی جس نے انہیں بہت ہی متاثر کیا کیونکہ خلافت لائبریری خداتعالیٰ کے فضل سے کیا بلحاظ عمارت اور کیا بلحاظ مجموعہ کتب امریکہ کی کسی لائبریری سے کم نہیں۔ واپس آ کر انہوں نے اپنے اخبار میں پورے صفحہ کا ایک مضمون لکھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض وغایت، جلسہ سالانہ کی ابتدائی تاریخ سے لے کر موجودہ جلسہ سالانہ کی تعداد اور خصوصیات وغیرہ کو بیان کیا۔ نیز اس مضمون کو حضور انور کی دو تصاویر اور جلسہ سالانہ کے بعض مناظر سے بھی مزین کیا۔ اس طرح خداتعالیٰ نے انہیں ایک خاصی تعداد تک پیغامِ حق پہنچانے کی توفیق بخشی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے روحانی اور مطہر وجود سے وہ بے حد متاثر ہیں۔ وہ حضور کی تقاریر اور حضور کی پریس کانفرنس اور احباب سے گفتگو کو ریکارڈ کر کے لائے ہیں چنانچہ ۳رفروری کو بعد اختتام میٹنگ کھانے کے بعد انہوں نے حضور انور کی افتتاحی تقریر احباب کو سنانی شروع کی۔ ہمارے امریکن احمدی جن کو اردو کا ایک لفظ نہیں آتا محض حضور کی آواز سننے کے لئے اکٹھے ہو گئے اور نہایت توجہ اور انہماک کے ساتھ سنتے رہے اور حسن حکیم صاحب کا اپنا حال تو یہ تھا کہ جونہی حضور نے تلاوتِ سورۃ فاتحہ شروع فرمائی انہوں نے رونا شروع کر دیا اور دورانِ تقریر روتے ہی رہے۔

پس جن احباب کو امریکہ سے جلسہ سالانہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ان کے اندر ایک روحانی انقلاب برپا ہوا۔"[356]

جلسہ سالانہ کے رضا کاران کی فہرست کی اشاعت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۲ دسمبر ۱۹۷۳ء کو کارکنان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں خواہش رکھتا ہوں کہ وہ تمام رضا کار جو اس جلسہ کے نظام کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے ہوں اور تندہی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے والے ہوں، غفلت برتنے والے نہ ہوں ان کے نام اکٹھے کر کے ایک رسالہ میں شائع کر دئے جائیں......ان کے نام کسی پر احسان رکھنے کی خاطر نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کی دعاؤں کے حصول کے لئے اکٹھے شائع ہو جائیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے اس ارشاد مبارک کی تعمیل میں چوہدری حمید اللہ صاحب افسر جلسہ سالانہ نے ''حسن عمل'' کے نام سے اس جلسہ کے خوش نصیب رضا کار مجاہدوں کی مکمل فہرست شائع کر دی۔ پوری فہرست جس میں معاونین کے نام بھی درج تھے ۳۲ صفحات پر مشتمل تھی۔ ذیل میں جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کے مختلف صیغہ جات کے افسران اور نائب افسران کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

صیغہ رابطہ: (افسر) صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب۔ (نائب افسر) چوہدری عزیز احمد صاحب ناظر صنعت و تجارت۔ جلسہ سالانہ (افسر) چوہدری حمید اللہ صاحب (نائبین) صوفی بشارت الرحمٰن صاحب۔ سید محمود احمد صاحب ناصر۔ نظامت سپلائی (ناظم) حمید احمد خالد صاحب۔ نظامت پختہ سامان وظروف گلی (ناظم) شیخ مبارک احمد صاحب (نائب) ماسٹر محمود اختر صاحب۔ نظامت طبی امداد (ناظم) ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب (نائبین) ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب۔ ڈاکٹر محمد احمد صاحب۔ لیڈی ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ۔ نظامت تنقیح حسابات (ناظم) قریشی محمد عبداللہ صاحب۔ (نائب) مولوی نور احمد صاحب۔ نظامت محنت (ناظم) مرزا غلام احمد صاحب۔ محمد شفیق قیصر صاحب (ایڈیشنل) نائبین۔ ملک فاروق احمد کھوکھر صاحب۔ محمود احمد قمر صاحب منیر احمد صاحب چٹھہ۔ نظامت سوئی گیس (ناظم) مرزا محمد لقمان صاحب (نائبین) منور احمد صاحب لنگر نمبر ۱ آٹومیٹک یونٹ۔ خواجہ نعیم احمد صاحب (سکول)۔ ماسٹر محمد بشیر صاحب۔ قاضی سلیمان یوسف صاحب۔ میاں حبیب الرحمٰن صاحب لنگر نمبر ۲۔ مبشر احمد صاحب لنگر نمبر ۳۔ معائنہ (افسر) پروفیسر

حبیب اللہ خان صاحب ۔ مرزا رفیع احمد صاحب (نائبین) میاں عبدالرحیم احمد صاحب ۔ ملک غلام احمد عطا صاحب ۔ چوہدری غلام مرتضٰی صاحب ۔ چوہدری علی اکبر صاحب ۔ مولوی غلام باری سیف صاحب ۔ اشاعت (ناظم) محمد شفیق قیصر صاحب ۔ (نائب) حیدر علی ظفر صاحب ۔ نظامت مکانات (ناظم) ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد صاحب (نائبین) ڈاکٹر مرزا محمود بیگ صاحب ۔ محمد اسلم شاد منگلا صاحب ۔ مبشر احمد خان صاحب ۔ آصف علی پرویز صاحب ۔ نظامت معلومات، فوری امداد، گمشدہ اشیاء (ناظم) لئیق احمد صاحب طاہر (نائبین) محمد شریف خان صاحب ۔ چوہدری محمد اشرف صاحب (کالج) ۔ محمد اعظم اکسیر صاحب (مربی) ۔ ماسٹر ملک عبدالرشید صاحب ۔ نظامت استقبال و الوداع (ناظم) چوہدری بشیر احمد خان صاحب (نائبین) ضیاء اللہ صاحب (اشاعت قرآن) ۔ عبدالحمید صاحب جنجوعہ ۔ شیخ خادم حسین صاحب (جامعہ) ۔ ماسٹر محمد انور صاحب ۔ مرزا امیر احمد صاحب ۔ مرزا رفیق احمد صاحب بمقام بس سٹینڈ ۔ نظامت نگرانی و حاضری معاونین (ناظم) منور شمیم خالد صاحب ۔ (نائبین) مبارک احمد عابد ۔ ماسٹر محمد ابراہیم سارچوری صاحب ۔ رشید احمد زیروی صاحب ۔ نظامت مہمان نوازی مستورات (ناظم) عطاء المجیب راشد صاحب ۔ (نائبین) محمد اسلم صابر صاحب ۔ رشید احمد صاحب چغتائی ۔ رشید احمد صاحب ارشد (مربی) ۔ نظامت پرالی (ناظم) چوہدری سمیع اللہ صاحب سیال ۔ (نائب) سید مبشر احمد صاحب (وکالت تبشیر) ۔ نظامت صفائی (ناظم) ماسٹر امیر الدین صاحب (نائبین) ماسٹر محمد سعید باجوہ ۔ عبدالستار خان صاحب (مربی) ۔ نظامت تعمیر (ناظم) عبدالسمیع انور صاحب ۔ (نائب) مستری محمد صدیق صاحب ۔ نظامت آب رسانی (ناظم) مبارک احمد خان صاحب (نائبین) ماسٹر محمد حسین صاحب ۔ مفتی احمد صادق صاحب (حدیقہ) ۔ ماسٹر عبدالجبار صاحب ۔ نظامت گوشت (ناظم) چوہدری صادق علی صاحب ۔ (نائبین) رانا منور احمد صاحب (مربی) مبارک احمد صاحب طاہر (فیکٹری ایریا) مبارک احمد صاحب (دفتر بہشتی مقبرہ) ۔ نظامت لنگر پرہیزی (ناظم) محمد اسماعیل منیر صاحب (نائب) محمد عثمان چینی صاحب ۔ نظامت روشنی (ناظم) چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب (نائبین) ماسٹر ظہور احمد صاحب ۔ ملک طارق بشیر صاحب (فیکٹری ایریا) ۔ نظامت بازار (ناظم) قریشی محمد یوسف صاحب بریلوی (نائبین) محمد اسحاق قریشی صاحب ۔ محمد ارشد گوندل صاحب ۔ نظامت اجرائے پرچی خوراک (ناظم) قریشی نور الحق تنویر صاحب (نائبین) انعام الحق کوثر صاحب (مربی)

مولوی عبدالحکیم جوزا صاحب (مربی)۔نظامت تصدیق پرچی خوراک (ناظم) چوہدری محمد صدیق صاحب (نائبین) محمد اسماعیل اسلم صاحب (وکالت تعلیم)۔لطیف احمد صاحب (مربی۔لاہور)

نظامت لنگر خانہ دارالصدر

نظامت دارالصدر۔(ناظم) صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (نائبین) چوہدری عبدالمالک شاہد صاحب۔مبارک احمد صاحب طاہر (وکالت مال)

نظامت لنگر خانہ دارالرحمت

نظامت دارالرحمت (ناظم) سید میر مسعود احمد صاحب (نائبین) عبدالرشید غنی صاحب۔مرزا ادریس احمد صاحب۔

نظامت لنگر خانہ دارالعلوم

نظامت دارالعلوم (ناظم) (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (نائبین) چوہدری ناصر دین صاحب۔مرزا محمد الدین صاحب ناز۔

نظامت مہمان نوازی

نظامت مہمان نوازی دارالصدر۔(افسر) ملک سیف الرحمٰن صاحب (نائبین) محمد اکرم غوری صاحب۔مبارک انصاری صاحب۔مرزا حنیف احمد صاحب۔مرزا انوار احمد صاحب۔

نظامت مہمان نوازی دارالعلوم (افسر) ملک حبیب الرحمٰن صاحب (نائبین) سید سید احمد ناصر صاحب۔ چوہدری عطاء اللہ۔ چوہدری سلطان اکبر صاحب۔سعود احمد خان صاحب۔ ماسٹر عبدالحمید صاحب۔**نظامت تربیت دارالصدر** (افسر) مولانا شیخ مبارک احمد صاحب۔(مربیان) مولوی محمد احمد ثاقب صاحب۔مولوی محمد عمر سندھی صاحب۔مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا۔مولوی محمد اسد اللہ صاحب کاشمیری۔**نظامت تربیت دارالعلوم** (افسر) سید احمد علی صاحب (مربی) حکیم مہر دین صاحب۔سید عبدالرزاق شاہ صاحب۔

فرودگان مہمانان کرام

جامعہ احمدیہ (افسر مہمان نوازی) مولوی نور الحق انور صاحب۔ہوسٹل جامعہ احمدیہ (افسر)

مولوی محمد احمد صاحب جلیل۔تعلیم الاسلام کالج (پرانی عمارت) (افسر) مسعود احمد صاحب عاطف۔تعلیم الاسلام کالج (نئی عمارت) (افسر) ڈاکٹر ناصر احمد صاحب پروازی۔فضل عمر ہوسٹل (افسر) چوہدری سلطان احمد صاحب۔طبیہ کالج (افسر) ماسٹر عبدالقدیر صاحب۔بشیر ہال تعلیم الاسلام ہائی سکول (افسر) ماسٹر بشارت احمد صاحب۔بورڈنگ ہاؤس تعلیم الاسلام ہائی سکول (افسر) ماسٹر بشیر احمد صاحب۔تعلیم الاسلام ہائی سکول (افسر) عبدالسمیع خان (ہیڈ ماسٹر) ایوان محمود (افسر) مولوی بشارت احمد نسیم صاحب۔دارالضیافت (افسر) میر غلام احمد صاحب نسیم۔ سعیداللہ خان صاحب۔دفاتر انصاراللہ (افسر) محمد عثمان صدیقی صاحب (ایم اے)۔خیمہ جات۔ مولوی بشیر احمد صاحب قمر (مربی)۔مولوی سلطان احمد شاہد صاحب (مربی)۔ریز رو نمبر۱ (افسر) عبدالرزاق صاحب۔ریز رو نمبر۲ (افسر) ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب

نظامت خدمت خلق (ناظم) عطاءالمجیب راشد صاحب (نائب ناظم) اللہ بخش شاہد صاحب۔ سمیع اللہ سیال صاحب۔جمیل الرحمٰن رفیق صاحب۔قریشی محمد اسلم صاحب۔لئیق احمد صاحب طاہر۔ کمیٹی تزئین ربوہ جلسہ سالانہ (ممبران) چوہدری بشیر احمد صاحب۔لئیق احمد صاحب طاہر۔نذیر احمد ساجد صاحب۔محمد سلیم صاحب۔محمود احمد صاحب بنگالی۔ناصر احمد صاحب شمس۔حافظ عبدالحفیظ صاحب۔منور احمد صاحب فاروقی۔کرامت اللہ صاحب خادم۔محمد اکرم عزیز صاحب۔عبدالمالک صاحب۔غلام حسین ہنجرا صاحب۔علی احمد شاد صاحب۔وسیم احمد صاحب طاہر۔محمد اکرم صاحب۔ انیس احمد صاحب۔محمد افضل صاحب۔لئیق احمد صاحب۔ہادی علی صاحب۔محمد احمد اشرف صاحب۔ عبدالمنان طاہر صاحب۔ حامد کریم محمود صاحب۔ عبدالقدیر فیاض صاحب۔ مرزا عبدالرشید صاحب۔منیر احمد چوہدری صاحب۔عبدالباسط طارق صاحب۔محمد اسلم صاحب۔ سید بشیر احمد صاحب۔مبارک احمد صاحب طاہر۔خدا بخش صاحب ناصر۔مظفر احمد صاحب منصور۔محمد طفیل گھمن صاحب۔میر عبدالباسط صاحب۔مظفر احمد صاحب۔مغفور احمد صاحب۔

فہرست مستعد کارکنات جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء

(شعبہ افسر رابطہ) (افسر) حضرت سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ۔افسر اعلیٰ (افسر) حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ۔ناظمہ (افسر) حمیدہ صابرہ صاحبہ۔(نائبات) سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ۔صاحبزادی امۃ المصور صاحبہ۔انچارج دفتر (افسر) خالدہ مبارکہ صاحبہ ایم اے۔(نائبات) لبنیٰ سعید صاحبہ۔تسنیم کوثر

صاحبہ (لیکچرار جامعہ نصرت)۔رپورٹر۔نصیرہ صادقہ صاحبہ۔نگران دکانات (افسر) امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ۔(نائبہ) امۃ البصیر اختر صاحبہ۔طبی امداد (افسر) بشریٰ ملک صاحبہ۔(نائبات) امۃ الرشید صاحبہ (نرس) فہمیدہ اختر صاحبہ (نرس) (باغبانپورہ لاہور)۔انسپکٹرس (افسر) زاہدہ ملک صاحبہ۔

قیام گاہ جامعہ نصرت

منتظمہ جامعہ نصرت۔(افسر شعبہ) امۃ الواسع رعنا صاحبہ۔اجرائے پرچی (افسر) امۃ الولی صاحبہ (نائبہ) امۃ الکافی صاحبہ۔تقسیم سالن (افسر) استانی خورشید انجم صاحبہ۔(نائبہ) مسعودہ صادق صاحبہ (انڈسٹریل سکول)۔تقسیم روٹی (افسر) استانی امۃ النصیر صاحبہ۔(نائبہ) استانی صابرہ صاحبہ۔مبارکہ سعیدہ صاحبہ۔صفائی (افسر) امۃ الرافع صاحبہ (نائبہ) وسیمہ صاحبہ۔آب رسانی (افسر) امۃ الشکور صاحبہ (نائبہ) امۃ الرؤف صاحبہ۔اسٹور و روشنی (افسر) صبیحہ حسن صاحبہ ایم اے (نائبہ) نزہت عزیز۔استقبال (افسر) ناصرہ افغانی صاحبہ (نائبہ) طاہرہ ملک صاحبہ۔

نصرت گرلز ہائی سکول

(منتظمہ) (افسر) رشیدہ ثروت صاحبہ (نائبہ) امۃ الکریم صاحبہ

انچارج دفتر۔مبشرہ غنی صاحبہ۔اجرائے پرچی (منتظمہ) رشیقہ سعدیہ صاحبہ۔تقسیم سالن (منتظمہ) امۃ المنان ریحانہ صاحبہ (نائبہ) مبشرہ سلطانہ صاحبہ۔تقسیم روٹی (منتظمہ) بشریٰ نسرین صاحبہ (نائبہ) تنویر اعجاز صاحبہ۔سٹور و روشنی (نائبہ) ثمینہ امۃ المتین صاحبہ۔صفائی (منتظمہ) امۃ الشکور صاحبہ (نائبہ) امۃ الرفیق صدیق صاحبہ۔آب رسانی (منتظمہ) نگہت زمان صاحبہ (نائبہ) باصرہ یعقوب صاحبہ۔استقبال (منتظمہ) سکینہ عباسی صاحبہ (لاہور) (نائبہ) انجمن آراء صاحبہ (مغل پورہ)

پرائمری سیکشن

(انچارج) رفعت شہناز صاحبہ (نائبہ) مبارکہ فردوس صاحبہ۔تقسیم سالن (منتظمہ) امۃ الجمیل صاحبہ (نائبہ) رضیہ سلطانہ صاحبہ۔

جلسہ گاہ۔(منتظمہ) مسز فرخندہ اختر شاہ صاحبہ۔مس رضیہ سلطانہ (نائبات) سلیمہ قمر صاحبہ۔آنیسہ صاحبہ۔سٹیج سیکرٹری و رپورٹر (منتظمہ) بشریٰ بشیر صاحبہ (نائبہ) امۃ الحفیظ عابدہ زیروی صاحبہ ایم ایس سی۔تقسیم سٹیج ٹکٹ (منتظمہ) صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ (نائبات) سعیدہ احسن صاحبہ

(نائبہ) ممتاز بیگم صاحبہ۔ تقسیم ٹکٹ حلقہ خاص (منتظمہ) حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ۔ (نائبات) امۃ الحفیظ صاحبہ۔ امۃ الوہاب صاحبہ۔ حلقہ خاص نمبر ا (منتظمہ) امّ مامون صاحبہ (نائبات) ثمامۃ البشریٰ صاحبہ۔ امّ الکریم صاحبہ۔ حلقہ خاص نمبر ۲ (منتظمہ) مس اریبہ خانم صاحبہ۔ شاہدہ نسرین صاحبہ VI (نائبہ) زاہدہ ورک صاحبہ IV۔ اندرون جلسہ گاہ نمبر ا (منتظمہ) نجم النساء بیگم صاحبہ۔ سعیدہ خانم صاحبہ III (نائبات) حمیدہ راشدہ۔ عائشہ صاحبہ۔ اندرون جلسہ گاہ نمبر ۲ (منتظمہ) بشریٰ اقبال صاحبہ IV۔ مبارکہ خان صاحبہ۔ (نائبات) فوزیہ روحی صاحبہ IV۔ امۃ الرشید صاحبہ IV۔ بیرون جلسہ گاہ (منتظمہ) ثریا بیگم صاحبہ۔ مسز قدیر ارشاد صاحبہ (نائبات) شاہدہ شفیق صاحبہ III۔ امۃ القیوم صاحبہ III۔ حمیدہ خاتون صاحبہ III۔ تعداد شماری گیٹ نمبر ا (منتظمہ) امۃ الوحید صاحبہ (نائبہ) امۃ المومن صاحبہ IV۔ تعداد شماری گیٹ نمبر ۲ (منتظمہ) امۃ العزیز عابدہ صاحبہ زیروی IV۔ (نائبہ) امۃ الباسط صاحبہ IV۔ تعداد شماری گیٹ نمبر ۳ (منتظمہ) رحیمہ خاتون صاحبہ III۔ صفائی جلسہ گاہ (منتظمہ) حامدہ سلطانہ صاحبہ۔ بشریٰ ربانی صاحبہ III۔ آب رسانی (منتظمہ) آمینہ بیگم صاحبہ۔ سلیمہ بیگم صاحبہ۔ سعیدہ بیگم صاحبہ۔ (نائبہ) آصفہ صاحبہ III۔ گمشدہ بچگان (منتظمہ) عارفہ ربانی IV۔ (نائبہ) امۃ الباسط صاحبہ IV۔ بیرون گیٹ کیپر شمالی (منتظمہ) رشیدہ بشیر صاحبہ (نائبہ) حاکم بی بی صاحبہ۔ گیٹ کیپر جنوبی (منتظمہ) صدیقہ خانم گنگا پوری (نائبہ) عائشہ صدیقہ صاحبہ۔

دفتر لجنہ مرکزیہ ربوہ (منتظمہ) مسز امۃ العزیز ادریس صاحبہ (نائبات) سراج بی بی صاحبہ۔ قدسیہ تبسم صاحبہ۔ مبارکہ ملیحہ صاحبہ۔ رپورٹر۔ نعیمہ سلہری۔ امۃ الرفیق۔ بک سٹال ونمائش لجنہ ربوہ (منتظمہ) فریدہ صاحبہ۔ (نائبہ) امۃ الحی صاحبہ۔ نمائش (منتظمہ) سیّدہ تنویر الاسلام (نائبات) امۃ المنان قمر صاحبہ۔ عطیہ بیگم صاحبہ۔ نعیمہ صدیق صاحبہ۔ حبیبہ مجید صاحبہ۔ مسرت مجید صاحبہ۔ راشدہ شاہدہ صاحبہ۔ پرچم کشائی (منتظمہ) حضرت سیّدہ ام متین صاحبہ (نائبہ) قدسیہ تبسم صاحبہ۔ طبّی امداد (منتظمہ) لیڈی ڈاکٹر سلیمہ صاحبہ (نائبہ) فتیحہ مسلم۔ مصباح (منتظمہ) امۃ القدوس صاحبہ (نائبہ) امۃ الحکیم صاحبہ۔ [357]

حوالہ جات

(صفحہ 1 تا 335)

1 الفضل ۴؍فروری ۱۹۷۳ءصفحہ۳
2 تاریخ احمدیت جلد۴صفحہ۵۲۵ایڈیشن دوم
3 صلحاء العرب وابدال الشام جلد اصفحہ ۶۲ تا ۶۷
4 الفضل ۱۶جنوری ۱۹۷۳ءصفحہ۶
5 الفضل ۱۹جنوری ۱۹۷۳ءصفحہ۱
6 البدر ۸؍مارچ ۱۹۰۴ءصفحہ۲ کالم۱
7 تریاق القلوب روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۵۰۵
8 الحکم ۱۰؍مارچ ۱۹۰۶ءصفحہ۱
9 رجسٹر ’’روایات صحابہ‘‘ غیر مطبوعہ جلد۷صفحہ۷۷-۷۹
10 الفضل ۷ مارچ ۱۹۳۰ءصفحہ۱۱
11 بدر۳۔۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ءصفحہ۱۳ کالم۳
12 بدر۵؍جنوری ۱۹۱۱ءصفحہ۱
13 الفضل ۲۲؍اپریل ۱۹۷۳ءصفحہ۴
14 رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۳۴ءلغایت ۳۰؍اپریل ۱۹۳۵ءمرتبہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے ناظر اعلیٰ قادیان ۔تاریخ احمدیت جلد۴صفحہ۱۳۷
15 مفصل رپورٹ جناب ملک حبیب الرحمٰن صاحب اے ڈی آئی سکولز پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کبیر والا کے قلم سے الفضل ۱۶؍اپریل ۱۹۴۵ءصفحہ۳ پر شائع شدہ ہے
16 الفضل ۵؍جولائی ۱۹۴۵ءصفحہ۱
17 تاریخ احمدیت جلد۱۱ ایڈیشن اول صفحہ۲۱
18 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۵۰-۱۹۴۹ءصفحہ۳۷
19 ’’ربوہ‘‘ صفحہ۱۱۲ طبع اوّل مؤلفہ کیپٹن ملک خادم حسین صاحب۔ اشاعت ۱۹۶۱ء
20 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۵۱-۱۹۵۰ءصفحہ۹۳ مطبوعہ انارکلی آرٹ پریس لاہور
21 بمطابق ریکارڈ شعبہ ترتیب صدر انجمن احمدیہ
22 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۵۷-۱۹۵۶ءصفحہ۱۶ اور پورٹ سالانہ ۶۲-۱۹۶۱ءصفحہ۱۵

23 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۶۳-۱۹۶۲ء صفحہ ۱۵
24 تاریخ انصار اللہ صفحہ ۸۸ تا ۹۰ مؤلفہ پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب ناشر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ ۔ ۱۲؍ اگست ۱۹۷۸ء
25 الفضل ۷ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱
26 الفضل ۱۶؍ مئی ۱۹۷۱ء صفحہ ۱ ۔ ۶
27 الفضل ۲۷ ۔ ۲۸ ۔ ۳۰؍ جنوری ۱۹۷۳ء
28 الفضل ۲۵ فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
29 الفضل ۳؍ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ ۔ ۳ ۔ خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۲۲، ۲۳
30 غیر معمولی ریزولیوشن نمبر ۹ مورخہ ۷۳/۱/۲۸ الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
31 الفضل ۳۱ جنوری ۔ ۱ ۔ ۲ ۔ ۶ فروری ۱۹۷۳ء
32 تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین صفحہ ۴
33 اقبالیات از غلام رسول مہر صفحہ ۱۲ ۔ مرتبہ امجد سلیم علوی
34 الفضل ۲۰؍ جنوری ۱۹۷۹ء صفحہ ۵
35 الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
36 الفضل ربوہ ۳؍ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶ ۔ ۷ ۔ خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۳۰ تا ۳۱
37 تحدیث نعمت صفحہ ۷۴۳ ۔ ۷۴۵ حاشیہ طبع دوم از حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اشاعت ستمبر ۱۹۸۱ء
38 تحدیث نعمت صفحہ ۷۴۷ تا ۷۵۱
39 غیر مطبوعہ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت
40 الفضل ۱۵؍ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ تا ۴
41 الفضل ۲۰؍ فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۱ و ۶
42 الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
43 الفضل ۵؍ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
44 الفضل ۲۲؍ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۳ ۔ خطبات ناصر جلد ۵ صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷
45 الفضل ۱۷؍ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴ ۔ الفضل ۲۲؍ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۱ ۔ الفضل ۱۴؍ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶ ۔ خطبات ناصر جلد ۵ صفحہ ۱۸۳
46 ماہنامہ خالد ربوہ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۷ تا ۳۰
47 دی پاکستان ٹائمز ۱۸؍ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۲ بحوالہ الفضل ۲۲؍ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
48 الفضل ۳۱؍ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۵، ۶
49 الفضل ۱۲؍ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

50 الفضل ۳۱؍ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

51 الفضل ۱۲؍اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

52 تشحیذ الاذہان ربوہ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۳ تا ۱۵

53 الفضل ۱۵؍اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۴ تا ۶

54 رپورٹ مجلس مشاورت جماعت احمدیہ ۱۹۷۳ء صفحہ ۷۵

55 رپورٹ مجلس مشاورت جماعت احمدیہ ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۰

56 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۲۲

57 الفضل ۳؍اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

58 الفضل ۳؍اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

59 الفضل یکم اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

60 الفضل ۵، ۷، ۸؍اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

61 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۰، ۱۱

62 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۸ تا ۳۱

63 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۲

64 الفضل ۳۔۴؍اپریل ۱۹۷۳ء

65 رجسٹر روایاتِ صحابہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۹ تا ۳۳۳۔ ''لاہور تاریخ احمدیت'' صفحہ ۲۹۴ تا ۲۹۸ مؤلفہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ

66 الفضل ۲۴؍مارچ ۱۹۲۱ء صفحہ ۱ و ۴؍اپریل ۱۹۲۱ء صفحہ ۳۔ ۱۱۔ ۱۴؍اپریل ۱۹۲۱ء صفحہ ۲

67 ''تحدیثِ نعمت'' صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۵ طبع دوم مؤلفہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ناشر اعجاز احمد۔ بشیر احمد۔ پاکستان پرنٹنگ ورکس ریٹی گن روڈ لاہور دسمبر ۱۹۸۲ء

68 الفضل ۲۵ جون ۱۹۲۳ء صفحہ ۲

69 احمدیہ گزٹ قادیان ۲۶ فروری ۱۹۲۷ء صفحہ ۱ و ۱۱؍اپریل ۱۹۲۸ء صفحہ ۱

70 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء صفحہ ۴ ۷۲ نمبر ۱۴۸۔ و ۱۹۳۱ء فہرست نمائندگان نمبر ۷۹ مطبوعہ قادیان

71 تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''لاہور تاریخ احمدیت'' صفحہ ۵۰۶۔ مؤلفہ شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ

72 الفضل ۲۹؍نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۳

73 ''تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین'' صفحہ ۹۵

74 خطبات محمود جلد ۱۶ صفحہ ۴۶۹

75 رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ مئی ۱۹۴۱ء تا اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۴۷ مرتبہ چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے ناظر اعلیٰ قادیان
76 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۴۳ء صفحہ ۱۱ مطبوعہ قادیان
77 تاریخ احمدیت جلد ہشتم طبع اوّل صفحہ ۱۱۲
78 "The Partition of The Punjab" 1947 Vol.2 P.248-252
79 الفضل ۱۸ جون ۱۹۶۱ء صفحہ ۳ کالم ۴
80 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان از یکم مئی ۱۹۶۴ء تا اپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۷۰۔ ناشر ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
81 رپورٹ مشاورت ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۲-۲۳
82 الفضل ۱۹ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
83 الفضل ۲۴ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۵
84 روزنامہ مشرق لاہور ۴ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶ کالم ۶
85 روزنامہ مشرق لاہور ۴ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶ کالم ۶-۷ بحوالہ الفضل ۱۱ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
86 روزنامہ مشرق لاہور ۸ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ کالم ۷-۸ بحوالہ الفضل ۱۱ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
87 بحوالہ الفضل ۸ رمئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
88 الفضل ۲ رجولائی ۲۰۰۲ء صفحہ ۶-۷
89 الفضل ۲۶ رجون ۱۹۷۳ء صفحہ ۳-۴۔ خطبات ناصر جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲
90 تاریخ پاکستان صفحہ ۳۴۲-۳۷۵ مؤلفہ پروفیسر محمد عبداللہ ملک شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج لاہور۔ ناشر قریشی برادرز چوک اردو بازار لاہور اشاعت ۹۲-۱۹۹۱ء
91 نوائے وقت ۱۱ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۔ نوائے وقت لاہور ۱۵ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۔ ایضاً ۱۶ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
92 نوائے وقت لاہور ۱۱ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
93 تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نوائے وقت لاہور ۱۲ راپریل ۱۹۷۳ء صفحہ آخر
94 الفضل ۱۲ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۲، ۳
95 ہفت روزہ وحدت کراچی ۲۴ راپریل ۱۹۷۳ء۔ جلد ۹ شمارہ ۳۳ صفحہ ۲
96 ترجمہ از مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی۔ برحاشیہ قرآن مجید مترجم از مولوی محمود الحسن صاحب و مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی پاک قرآن پبلشرز ریلوے روڈ لاہور حاشیہ صفحہ ۱۲۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ
97 سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی علامہ سید سلیمان ندوی جلد ۴ حصہ ششم صفحہ ۴۴۸۔ ادارہ اسلامیات پبلشرز ۱۴، دینا ناتھ مینشن مال روڈ لاہور اشاعت اول ستمبر ۲۰۰۲ء

98 موضح الفرقان یعنی تفسیر عثمانی زیرآیت قالت الاعراب امنا صفحہ ۶۷۱۔شائع کردہ مکتبۂ مطلوب ۳۵،العباس مارکیٹ بلاک اے نارتھ ناظم آباد کراچی

99 بخاری کتاب الجہاد باب کتابۃ الامام النّاس۔مترجم اردو محمد عبداللہ فاضل جلد دوم صفحہ ۱۷۵ ادارہ اسلامیات پاکستان

100 مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ۔مترجم مولانا عابدالرحمان صدیقی کاندھلوی ادارہ اسلامیات پاکستان اشاعت اول اپریل ۲۰۰۷ء

101 اردو ترجمہ فقہ حضرت ابوبکر صفحہ ۵۴ ناشر ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور طبع اوّل ستمبر ۱۹۹۴ء

102 نیا تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۲۳ مرتبہ ومؤلفہ رئیس احمد صاحب جعفری۔ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور طبع اوّل ۱۹۵۵ء

103 الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ ملفوظات حکیم الامت جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۲۷ ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

104 مجموعۃ الفتاوی جلد دوم صفحہ ۲۰۴-۲۰۵ ناشر سعید کمپنی۔ادب منزل پاکستان چوک کراچی۔مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی ۱۴۰۴ھ

105 علم الکلام اور الکلام حصہ دوم صفحہ ۲۷۲۔تالیف علامہ شبلی نعمانی۔ناشر نفیس اکیڈمی کراچی طبع سوم نومبر ۱۹۷۹ء

106 دعوت اسلام ترجمہ دی پریچنگ آف اسلام صفحہ ۳۵۰ مصنفہ ڈاکٹر سر تھامس آرنلڈ مترجم محمد عنایت اللہ صاحب دہلوی طبع دوم۔مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی ۱۹۶۴ء

107 خطبہ صدارت صفحہ ۱۵-۱۶

108 ’’تاریخ ساز محمد علی جناح‘‘ مرتبہ جناب بشارت احمد نسیم صاحب صفحہ ۷۰۔ناشر ادارہ مطبوعات پاکستان۔شام گنج مردان طبع اوّل دسمبر ۱۹۷۶ء

109 پریس کانفرنس ۲۳ مئی ۱۹۴۴ء بمقام سری نگر بحوالہ اخبار ’’اصلاح‘‘ سرینگر کشمیر ۱۳ رجون ۱۹۴۴ء صفحہ ۲
تحریک حریت کشمیر جلد دوم (۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۵ء) صفحہ ۲۹۰۔از رشید تاثیر۔محافظ پبلی کیشنز مخدوم منڈو سرینگر کشمیر

110 Speeches and writings of Mr Jinnah collected and edited by Jamil Ud Din Ahmed Vol.1 Shaikh Muhammed Ashraf kashmiri bazar Lahore

111 ’’ارشادات وخطبات جناح‘‘ صفحہ ۱۵۰-۱۵۱ مرتبہ شاہد مختار ناشر شاہد پبلشرز چوبرجی سنٹر ملتان روڈ لاہور

112 مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ’’قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ‘‘ صفحہ ۱۸۵-۱۸۶ ناشر معتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور۔اشاعت ۱۲ رشوال ۱۳۹۶ھ۔اخبار لولاک ’’لائلپور‘‘ ۱۴ ردسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

113 اخبار لولاک ’’فیصل آباد‘‘ ۲۵ راگست ۱۹۶۷ء صفحہ ۳-۴

114 حیات امیر شریعت صفحہ ۳۴۲۔از جانباز مرزا۔مکتبہ احرار لاہور۔سن اشاعت مئی ۲۰۰۶ء۔
سیدی وابی صفحہ ۲۹ مصنفہ سیدہ ام کفیل بخاری۔اشاعت سوم جنوری ۲۰۱۳۔ناشر بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

115 لولاک ۱۴ ردسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

116 ’’عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو‘‘ صفحہ ۴۴۔از مولوی محمد تقی صاحب۔ناشر مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴ طبع اوّل ۱۳۹۷ھ

117 ہفت روزہ اختر ڈیرہ غازیخان ۲۴ رجنوری ۱۹۷۳ء بحوالہ الفرقان ربوہ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۶

118 لولاک لائل پور۲۴ ر اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۷
119 آخری بیان۔صفحہ۳۱۔مترجم ستار طاہر۔ناشر کلاسیک۔دی مال لاہور نمبر۳
120 رسالہ ایشیا لاہور۲۲ر نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ۳ بحوالہ اخبار ''لاہور'' ۱۴ر مارچ ۱۹۸۷ء صفحہ۴
121 فتاویٰ ثنائیہ جلد اوّل صفحہ ۲۷۰ مرتبہ مولانا محمد داؤد صاحب راز ناشر ادارہ ترجمان السنّہ ۷۔ایبک روڈ لاہور
122 اخبار اہل حدیث امرتسر صفحہ۳۔۱۶ر اپریل 1915ء۔بحوالہ ''نجد سے قادیان براستہ دیوبند'' صفحہ ۱۵۸-۱۵۹ مصنفہ محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی۔ناشر قادری کتب خانہ سیالکوٹ
123 اخبار ''نوائے وقت'' ۱۲ر مارچ ۱۹۶۹ء صفحہ ۶ بحوالہ الفرقان مارچ ۱۹۶۹ء صفحہ ۲،۳
124 اخبار ''چٹان'' ۹ر مارچ ۱۹۷۰ء صفحہ ۵
125 نوائے وقت لاہور یکم اپریل ۱۹۷۰ء صفحہ ا
126 روزنامہ پاکستان لاہور ۱۹ر جون ۱۹۹۵ء صفحہ ۲
127 مکتوب از پروفیسر عطاء اللہ صاحب ۱۸ر اپریل ۱۹۷۳ء غیر مطبوعہ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت
128 تذکرہ روسائے پنجاب جلد دوم صفحہ ۶۲۱۔۶۲۳۔مؤلفہ سر لیپل ایل گریفن۔کرنل میسی۔مترجم سید نوازش علی۔ناشر سنگ میل پبلیکیشنز لاہور اشاعت ۱۹۹۳ء۔''یادگار تا جپوشی'' حصہ دوم صفحہ ۵۰۵۔مرتب منشی دین محمد صاحب ایڈیٹر میونسپل گزٹ لاہور
129 اخبار فاروق قادیان ۲۸/۲۱ر دسمبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۶-۱۷ مضمون بیگم صاحبہ سردار امام بخش صاحب تمندار۔تذکرہ رؤسائے پنجاب جلد ۲ صفحہ ۶۲۳
130 رسالہ مصباح قادیان ۱۵ر جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۴ مضمون بیگم صاحبہ سردار امام بخش صاحب
131 فاروق ۲۸/۲۱ر دسمبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۷
132 فاروق قادیان ۲۸/۲۱ر دسمبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۷
133 اخبار فاروق ۲۸/۲۱ دسمبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۸
134 ''مصباح'' قادیان یکم ستمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۶-۷
135 اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۹۷
136 الفضل ۱۹ر مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
137 الفضل ۱۸ر ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴ کالم ۳-۴
138 الفضل ۵ر اگست ۱۹۲۴ء صفحہ ا کالم ا
139 الفضل یکم مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
140 الفضل ۲۱ر اگست ۱۹۲۴ء صفحہ ا
141 مکتوب ملک عبداللطیف صاحب ستکوہی سیکرٹری اصلاح وارشاد جماعت احمدیہ لاہور مورخہ ۶ر اگست ۱۹۷۳ء۔ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت۔ملک صاحب کو ۱۹۳۵ء میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے زیر سایہ ان کے مکان واقع دارالعلوم قادیان میں رہائش کا موقعہ ملا۔حضرت میر داؤد احمد صاحب تقریباً ان کے ہم عمر تھے جو بچپن میں اکٹھے کھیلتے رہے۔

142 الفضل۱۹رمئی ۱۹۳۹ء صفحہ۲

143 الفضل ۳۱مارچ ۱۹۴۵ء صفحہ ا

144 الفضل ۲۶راکتوبر ۱۹۴۸ء صفحہ ۳

145 رسالہ انصاراللہ ربوہ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۵و۲۶

146 الفضل ۳۰رنومبر ۱۹۵۶ء صفحہ ا-۸

147 الفضل ۲۴راکتوبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۳

148 لائحۃ الجامعۃ الاحمدیہ ربوہ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء صفحہ ا تا ۱۳

149 لائحۃ الجامعۃ الاحمدیہ صفحہ ۴-۵۔ مطبوعہ فہرست بھی موجود ہے

150 مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سالانہ بجٹ تحریک جدید ۵۳-۱۳۵۲ھ/۷۴-۱۹۷۳ء صفحہ ۷-۸

151 ''سیرت داؤد'' صفحہ ۶۵۔۹۶۔۱۱۱۔۱۲۲۔۱۹۰

152 کتاب ربوہ طبع اوّل صفحہ ۱۱۳ مرتبہ کیپٹن ملک خادم حسین صاحب۔ اشاعت ۱۹۶۲ء

153 ''سیرت داؤد'' صفحہ ۱۲۸

154 الفضل ۲۲رجون ۱۹۷۳ء صفحہ ۳-۴

155 الفضل ۲۶۔۲۷راپریل ۱۹۷۳ء

156 الفضل یکم مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

157 عکسی ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ

158 رسالہ تحریک جدید جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۶-۱۲

159 اس قرارداد کا محرک میجر محمد ایوب دوبارہ کبھی اسمبلی کا ممبر نہ بن سکا اور زاویہ گمنامی میں جا پڑا۔ ۲۰۰۵ء کے قیامت خیز زلزلہ میں یہ شخص اپنے مکان کی چھت کے نیچے دب کر ہلاک ہوگیا۔ از ''مجموعہ مضامین اور نامے جو میرے نام آئے'' صفحہ ۴۲۔ ازعبدالغفار ڈار۔ مطبع ضیاءالاسلام پریس ربوہ

160 روزنامہ ''پرتاپ'' نئی دہلی۔ یکم مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳۔ ''ملاپ'' نئی دہلی یکم مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ا کالم ۶-۷

161 ''تحریک ختم نبوت'' جلد اوّل صفحہ ۸۷۱-۸۷۳۔ مؤلفہ مولوی اللہ وسایا

162 الفضل ۱۳رمئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ تا ۹

163 روزنامہ جنگ کراچی ۲۷رمئی ۱۹۷۳ء

164 روزنامہ ''الجمعیت'' سرحد پشاور۔ یکم جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

165 پمفلٹ ''آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد'' صفحہ ۴-۱۴۔ مطبوعہ مکتبہ جدید پریس لاہور

166 انصاف ۳رمئی ۱۹۷۳ء صفحہ ا بحوالہ الفرقان ربوہ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۴

167 ہفت روزہ ''سرفروش'' راولاکوٹ راولپنڈی ۱۸رمئی ۱۹۷۳ء صفحہ ا

168 ہفت روزہ رسالہ لاہور ۲۸مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۵، ۱۰ و ۱۱ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۷

169 ’’کہانی‘‘ لاہور ۲۱رمئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶ و ۲۳ جلد ۴ شمارہ ۱۸
170 ہفت روزہ وحدت کراچی مئی ۱۹۷۳ء جلد ۹ شمارہ نمبر ۳۴-۳۵
171 کشمیر بنے گا پاکستان صفحہ ۳۷۰، ۳۷۱۔ مرتبہ سردار محمد عبدالقیوم خان ناشر الفاروق بک فاؤنڈیشن لاہور اشاعت ۱۹۸۹ء
172 الفضل ۲۱ر مارچ ۱۹۷۴ء صفحہ ۲-۳۔ خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۴
173 الفضل ۲۴ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
174 الفضل ۳ و ۶ جون ۱۹۷۳ء
175 رسالہ ’’خالد‘‘ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳۴-۳۵
176 الفضل ۳ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
177 خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث برموقع ہنگامی مجلس مشاورت منعقدہ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۱۱۔ الفضل ۲۵ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
178 الفضل ۳۰ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱-۸
179 خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۲۵۹
180 خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث برموقع ہنگامی مجلس مشاورت منعقدہ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۱۱ تا ۱۲۵
181 ہفت روزہ ’’لولاک‘‘، فیصل آباد ۷رجون ۱۹۷۳ء بحوالہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء۔ مرتبہ مولوی اللہ وسایا۔ جلد اوّل صفحہ ۶۳۷
ناشر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان۔ طبع اوّل جولائی ۱۹۹۳ء
182 ’’رپورٹ ہنگامی مجلس مشاورت‘‘ صفحہ ۸-۱۱
183 رسالہ ’’تحریک جدید‘‘ ربوہ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۸۔ الفضل ۳۰ جولائی ۲۰۱۶ء صفحہ ۳
184 الفرقان ربوہ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳۸
185 الفرقان ربوہ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳۸
186 رسالہ تحریک جدید ربوہ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۸-۱۰
187 الفضل ۲۶ر جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
188 الفضل ۴ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۲-۳
189 الفضل ۲۴ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
190 تاریخ احمدیت جلد ۲۱ صفحہ ۴۴۴ تا ۴۴۶
191 الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۲-۴۔ خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۱
192 الفضل ۱۷ر جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴ تا ۷۔ خطبات ناصر جلد ۵ صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۸
193 الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
194 الفضل ۱۵ر جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱-۶۔ رپورٹ جناب ملک یوسف سلیم صاحب ایم اے انچارج شعبہ زودنویسی ربوہ
195 الفضل ۲۵ر جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳، ۶

196 الفضل ۲۰؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
197 الفضل ۲۰؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
198 الفضل ۲۱ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
199 الفضل ۳؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱، ۶
200 الفضل ۲۶؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱-۶
201 الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
202 الفضل ۳۱؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
203 تحریک جدید انگریزی ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۔ الفضل ۴؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
204 الفضل ۵؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱-۶
205 الفضل ۷؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
206 الفضل ۵؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
207 الفضل ۷؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
208 الفضل ۸؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱-۲
209 الفضل ۲۲؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
210 الفضل ۹؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱، ۲
211 ٹیلیگراف اینڈ آرگس ۲۸ جولائی ۱۹۷۳ء بحوالہ الفضل ۱۹؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
212 الفضل ۹۔۱۰؍اگست ۱۹۷۳ء
213 الفضل ۱۴؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
214 الفضل ۱۹؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
215 الفضل ۲۴؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
216 الفضل ۱۹؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
217 الفضل ۲۸؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
218 الفضل ۲۹؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
219 الفضل ۲۰؍جون ۱۹۷۰ء صفحہ ۳
220 الفضل ۳۱؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
221 الفضل ۴ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
222 الفضل ۹؍ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
223 الفضل ۲۳؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

224 الفضل ۲۵ / اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
225 الفضل ۲۸ / اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
226 الفضل ۵ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱، ۲-۶
227 الفضل ۲۵ / اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
228 الفضل ۲۶ / اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
229 الفضل ۲۸ / اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
230 الفضل ۹ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
231 الفضل ۲۸ / اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
232 الفضل ۲۹ / اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
233 الفضل ۲۸ / اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۔۸
234 الفضل ۳۰ / اگست و یکم ستمبر ۱۹۷۳ء
235 الفضل ۴ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
236 الفضل ۲۴۔۲۹۔۳۱ / اگست۔ ۶۔۸ ستمبر ۱۹۷۳ء
237 الفضل ۹ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲-۶۔ الفضل ۳۱ / اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
238 الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
239 Het Vaderland دی ہیگ بحوالہ الفضل ۹ / اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
240 الفضل ۱۱ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
241 الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱، ۶۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۳
242 الفضل ۲۱ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۳-۴
243 الفضل ۱۶ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱، ۶
244 الفضل ۲۱ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
245 Frankfurter Neue Presse 25, August 1973۔ الفضل ۱۰ / اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
246 الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
247 الفضل ۲۱ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
248 الفضل ۱۶ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
249 الفضل ۱۵ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
250 الفضل ۱۶۔۱۹ / ستمبر ۱۹۷۳ء
251 الفضل ۱۶ / ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

252 الفضل ۱۹؍ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۔۱۲

253 الفضل ۱۶ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

254 "Tages-Anzeiger" Zurich Dated 27th August 1973۔ بحوالہ الفضل ۱۱؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

255 الفضل ۱۲؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

256 کویت ٹائمز ۲۷؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ اوّل۔ بحوالہ الفضل ۶؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

257 الفضل ۲۰۔۲۱؍ستمبر ۱۹۷۳ء

258 الفضل ۲۱۔۲۲؍ستمبر ۱۹۷۳ء۔ تحریک جدید انگریزی نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۸

259 الفضل ۵۔۶؍اکتوبر ۱۹۷۳ء

260 الفضل ۲۰ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

261 الفضل ۱۴۔۲۷؍ستمبر ۱۹۷۳ء

262 خط آمدہ از مولانا عطاء المجیب راشد صاحب محررہ ۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۵۔ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

263 الفضل ۲۲ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

264 الفضل ۲۵ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

265 الفضل ۲۶ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

266 کراچی تاریخ احمدیت جلد اول باب چہارم صفحہ ۴۷۵

267 الفضل ۲۸ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱،۶

268 الفرقان ربوہ اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۷-۲۰

269 خط آمدہ از مولانا عطاء المجیب راشد صاحب مورخہ ۲ نومبر ۲۰۱۵ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

270 الفضل ۳۱؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

271 مسلم ہیرلڈ اکتوبر،نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۱ تا ۲۵

272 الفضل ۲۲؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

273 الفضل ۳۱؍جنوری ۱۹۳۳ء فہرست نومبائعین میں نمبر ۱۷۷ ’’خواجہ غلام نبی ریاست پونچھ‘‘ کے نام سے آپ کا اندراج ملتا ہے۔ ایضاً تاریخ احمدیت جموں وکشمیر صفحہ ۲۲۸ مرتبہ مولانا قریشی محمد اسد اللہ صاحب مربی سلسلہ احمدیہ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۱۹۷۳ء۔ الفضل ۲۳ جولائی ۲۰۱۶ صفحہ ۳

274 الفضل ۱۴؍جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۲

275 تاریخ اقوام کشمیر مکمل صفحہ ۸۲۱ تا ۸۲۴ مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

276 الفضل ۳۱؍اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۸

277 رپورٹ مشاورت ۱۹۴۵ء صفحہ ۱۰۲۔ مرتبہ مظفر الدین صاحب چودھری بنگالی سیکرٹری مجلس مشاورت

278 رپورٹ مجلس مشاورت قادیان ۱۹۴۵ء صفحہ ۱۰۳

279 تاریخ احمدیت جلد۵ صفحہ ۶۸۳۔الفضل ربوہ ۲۳ جولائی ۲۰۱۶ء۔معمار آزادی کشمیر صفحہ ۱۶-۱۷ از مؤرخ کشمیر محمد اسد اللہ صاحب کاشمیری پبلشر غلام احمد ناظم دارالاشاعت کشمیر۔کشمیری بازار ستمبر ۱۹۶۱ء۔

280 سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ۸/ اکتوبر ۱۹۴۷ء بحوالہ معمار آزادی کشمیر صفحہ ۱۷۔۱۸

281 اخبار لائٹ لاہور ۸/ اکتوبر ۱۹۴۷ء بحوالہ معمار آزادی کشمیر صفحہ ۱۹، ۲۰

282 روزنامہ تعمیر راولپنڈی ۱۳/ اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۳ بحوالہ ''معمار آزادی کشمیر'' صفحہ ۱۹-۲۰

283 تاریخ جدوجہد آزادی کشمیر صفحہ ۶۲۰ بار اوّل ۱۹۵۴ء مطبوعہ نیا ہندوستان پریس چاندنی چوک دہلی

284 کومنٹس نمبر ۳۶ ۔۳/ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۳ بحوالہ معمار آزادی کشمیر صفحہ ۲۰-۲۱

285 تاریخ احمدیت جلد۵ صفحہ ۶۸۵ تا ۶۸۷

286 معمار آزادی کشمیر صفحہ ۱۲-۱۳

287 معمار آزادی کشمیر صفحہ ۳۷

288 معمار آزادی کشمیر صفحہ ۴۳

289 ہفت روزہ انصاف راولپنڈی ۲۶/ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳

290 ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ

291 الفضل یکم اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

292 الفضل ۳۰/ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۵

293 روزنامہ نوائے وقت ۳۰/ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

294 ''دورِ جدید کے عالمگیر فتنے'' صفحہ ۱۷۔مؤلفہ منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب ناشر جاوید اکیڈیمی چہلیک ملتان طبع اوّل ۱۹۸۰ء

295 ٹریکٹ ''جماعت احمدیہ کے خلاف ایک نہایت شر انگیز اور دل آزار افترا پردازی'' صفحہ ۲-۸۔مطبوعہ نقوش پریس لاہور

296 روزنامہ مشرق کوئٹہ ۲۹/ جولائی ۱۹۷۳ء بحوالہ الفرقان اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

297 ہفت روزہ ''لاہور'' ۲۴/ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

298 الفضل ۱۷/ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

299 الفضل ۱۴/ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

300 الفضل ۱۷/ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

301 الفضل ۱۸/ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

302 الفضل ۱۹/ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

303 الفضل ۱۹/ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

304 الفضل ۲۳۔۲۴/ اگست ۱۹۷۳ء

305 مزید معلومات کیلئے ملاحظہ ہو الفضل اگست، ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۳ء
306 الفضل ۱۴ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
307 رسالہ خالد ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۱ تا ۲۲
308 ''ماہنامہ خالد'' ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۳
309 ہفت روزہ المصلح کراچی ۳۰؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۵
310 ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۔ روزنامہ مشرق لاہور ۱۳ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
311 امروز لاہور ۲۳؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
312 ہفت روزہ ''اہل حدیث'' لاہور ۲۴؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۳
313 ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۷۔۲۴؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۳، ۷
314 روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۳
315 ایشیا لاہور ۲۴؍اگست ۱۹۷۳ء سرورق
316 الفضل ۲؍ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
317 الفضل ۲۸؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
318 رسالہ الفرقان جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۴۳ تا ۴۶
319 الفضل ۴؍نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۔۷۔ خطبات ناصر جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ تا ۲۴۵
320 الفضل ۵؍دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۔۳
321 الفضل ۵ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۔۵
322 الفضل ۵ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۵۔۶
323 الفضل ۲۶؍فروری ۱۹۷۴ء صفحہ ۴ کالم ۱
324 الفضل ۶ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
325 الفضل ۴؍نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
326 الفضل ۲۲؍دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۔۷
327 الفضل ۶؍نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
328 ماہنامہ تشحیذ الاذہان دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۳۷
329 الفضل ۱۰؍نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
330 مصباح دسمبر ۱۹۷۳ء جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۹
331 الفضل ۷ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۔ المصابیح صفحہ ۲۷۰ تا ۲۷۵
332 الفضل ۱۱۔۱۲۔۱۳؍نومبر ۱۹۷۳ء

333 الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱-۶
334 الفضل ۱۴ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
335 چٹان ۵ نومبر ۱۹۷۳ء
336 الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۔۶۔ الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء
337 الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
338 الفضل ۸ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴، ۵۔ ماہنامہ خالد دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶ تا ۸
339 الفضل ۱۶ر دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ تا ۶۔ خطبات ناصر جلد ۵ صفحہ ۳۵۳ تا ۳۶۴
340 ہفت روزہ بدر قادیان ۲۷ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱ تا ۱۲
341 الفضل ۲۱۔۲۷ر جنوری ۱۹۴۷ء
342 ترجمان اسلام لاہور ۱۴ر دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۳۔
343 الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۔ الفضل ۱۳ر جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۲
344 الفضل ۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء یکم جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۶
345 الفضل ۲۸ر دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
346 ''المصابیح'' صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۹
347 تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹
348 الفضل ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱-۲
349 الفضل ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲
350 الفضل ۲۹ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲، ۲ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۸
351 اشتہار نمبر ۷۷۔ ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۲۴۹
352 الفضل ۲۔۳ر جنوری ۱۹۷۴ء
353 الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۶
354 الفضل ۸ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۶
355 بحوالہ الفرقان فروری ۱۹۷۴ء صفحہ ۳۲ تا ۴۲
356 رسالہ ''تحریک جدید'' اپریل ۱۹۷۴ء صفحہ ۶-۱۲
357 حسن عمل صفحہ ۵ تا ۳۲۔ ناشر افسر جلسہ سالانہ ربوہ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابہ کرام کا انتقال

اس سال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو جلیل القدر صحابہ کرام انتقال فرما گئے ان کا ذکر خیر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کا تذکرہ قبل ازیں کیا جا چکا ہے۔

حضرت ماسٹر محمد نور الٰہی صاحب جنجوعہ ابن حضرت مستری احمد دین صاحب بھیرہ

ولادت: ۱۳/مارچ ۱۸۹۳ء[1] بیعت: اکتوبر ۱۹۰۶ء[2] وفات: ۳۱/جنوری ۱۹۷۳ء

آپ اپنی خودنوشت روایات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''میری پیدائش کے بعد میرے والد بزرگوار مرحوم نے بیعت کی ہے۔ میرے والد بزرگوار صاحب کے تعلقات چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے شروع سے ہی مخلصانہ تھے اور حکیم فضل الدین صاحب بھیروی مرحوم کے ساتھ نشست و برخواست رہتی تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل سے چونکہ ایک ہی محلّہ وگلی کے ساکن تھے، اُن کے تعلقاتِ محبت بہت ہی گہرے تھے۔ پہلے تو میرے والد صاحب مرحوم وہابی بنے۔ بعد میں اس صحبت واثر کے ماتحت مخالفت چھوڑ کر احمدیت میں شامل ہو گئے اور تا زندگی بھیرہ کی جماعت کے نہایت مخلص ممبر اور سیکرٹری رہے اور امام الصلوٰۃ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ قرآن کریم وکتبِ مسیح موعود علیہ السلام کا درس دیتے تھے۔

آپ نے پہلے تو میری تعلیم مسجد کے پرانی طرز کے مکتبوں میں شروع کرائی لیکن بعد میں مجھے سکول میں داخل کیا گیا۔ ۱۹۰۶ء میں آپ نے مجھے میری والدہ صاحبہ کے ساتھ قادیان بھیج دیا۔ ہم میاں نجم الدین صاحب مرحوم کے پاس حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ خاکسار تو یہاں ہائی سکول کی چھٹی جماعت میں داخل ہو گیا اور میری والدہ صاحبہ بیعت کر کے واپس بھیرہ چلی گئیں۔ میں نے بیعت ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر مسجد مبارک میں کی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور عرض کی تھی کہ یہ بچہ ایک بزرگ کا پوتا ہے اس پر حضور نے میری بیعت لی تھی......

نمازوں کے لئے حضور جب باہر تشریف لاتے تھے تو مسجد مبارک میں کھلنے والی کھڑکی جس پر

آجکل کپڑا پڑا ہے اس میں سے تشریف لایا کرتے تھے۔ نمازیں عموماً میں مسجد مبارک میں ہی پڑھا کرتا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کہ نماز کے بعد حضور زُمرۂ احباب میں تشریف رکھتے دبانے (مٹھیاں بھرنے) کی خدمت کا مجھے موقعہ مل جایا کرتا تھا۔ حضور عموماً بلا تکلف بیٹھے رہتے اور احباب سے گفتگو فرماتے رہتے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ حضور کبھی میرے دبانے سے اکتائے ہوں یا حضور نے منع فرمایا ہو بلکہ بچپن میں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں ایک شفیق باپ کے پاس بیٹھا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اپنی کم علمی کے سبب میں اس گفتگو کو جو حضور زُمرۂ احباب میں فرمایا کرتے تھے یا تو سمجھ نہیں سکتا تھا یا میرے حافظہ میں وہ محفوظ نہیں رہی۔ صرف اتنا یاد ہے کہ عموماً صبح کی نماز کے بعد بعض اوقات ظہر کی نماز (کے بعد) حضور فرمایا کرتے تھے کہ آج یہ الہام ہوا۔ یا رؤیا کا ذکر فرماتے تھے اور بعض احباب ان کو لکھتے جایا کرتے تھے۔ ان دنوں میں جلسہ سالانہ مسجد اقصیٰ میں ہوا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ حضور علیہ السلام نے ...... کھڑے ہو کر تقریر فرمائی تھی۔ عموماً سیر کے لئے جب حضور تشریف لے جایا کرتے تھے تو دس بجے صبح کے قریب کا وقت ہوتا تھا۔ چھڑی ہمیشہ حضور ہاتھ میں رکھتے تھے۔ جب موقعہ ملتا (کیونکہ سکول میں جانا ہوتا تھا اور بچپن کا بے سمجھی کا زمانہ تھا۔ اس لئے سیر کے موقع پر حضور کی معیت کا موقعہ مجھے کم ملا ہے) میں حضور کی معیت میں شامل ہوا کرتا تھا۔ کبھی تو حضور ہائی سکول کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے اور کبھی اس راستہ پر جو اَب محلّہ دارالانوار کی سڑک ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مکان دارالحمد کے سامنے سے گذرتی ہے اور کبھی نویں پنڈ (قادرآباد) کی طرف۔ حضور ہمیشہ تیز قدم چلا کرتے تھے۔ ہم دوڑ کر ساتھ ہوتے تھے۔ حضور کی باتیں تو مجھے یاد نہیں ہیں۔ گو حضور کا حلیہ آنکھوں میں پھرتا ہے......۔

میں صرف چند ماہ ہی قادیان میں رہ کر لاہور چلا گیا تھا۔ حضور کی زندگی بھر مجھے قادیان آنے کا موقع پھر نہیں ملا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۹۰۸ء میں لاہور تشریف لے گئے تھے میں اُن دنوں لاہور کے میو سکول آف آرٹ میں تعلیم پاتا تھا اور بورڈنگ میں رہا کرتا تھا۔ جہاں میں اکیلا احمدی تھا۔ کیونکہ بورڈنگ دور تھا اس لئے سکول کے بعد تو حضور کے پاس رہنے کا وقت بہت کم مل سکتا تھا۔ اس لئے عموماً میں سکول سے غیر حاضر رہ کر حضور کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور سارا سارا دن احمدیہ بلڈنگس میں حضور کے پاس یا جب آپ اندر تشریف لے جاتے تو احباب میں بیٹھ کر گذار دیتا۔ چنانچہ ایک دن غالباً شام کی نماز کا وقت تھا کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح صاحب اوّل (یعنی حضرت مولانا نورالدین

صاحب) مسجد میں آئے۔تو خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم وکیل لاہور نے (جن کے مکان پر حضور تشریف فرما تھے) مجھے ہاتھ سے پکڑ کر ان کے سامنے پیش کر دیا اور شکایت کی کہ یہ لڑکا سکول سے بھاگ کر یہاں آجاتا ہے اور سارا سارا دن یہیں گذار دیتا ہے۔یہی دن تھے جبکہ لاہور کے امراء حضور علیہ السلام کے پاس آیا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام نے پیغام صلح تحریر فرمایا اور خواجہ کمال الدین نے اس کو یونیورسٹی ہال میں پڑھ کر سنایا تھا۔غیر احمدی ان دنوں میں حضور کے مکان کے سامنے بڑے شور شرابے کیا کرتے تھے۔اور جلسے کیا کرتے تھے۔ پیر جماعت علی شاہ اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی اور مولوی غلام قادر بھیروی مخالفین کے سرغنہ تھے۔

میں اپنے بورڈنگ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک مجھے عبداللہ سکنہ بھینی ضلع رہتک حال قادیان جو اُن دنوں احمدی جماعت لاہور کے نقیب تھے نے آکر نہایت ہی رنج دہ اور افسوسناک خبر دی کہ حضرت صاحب فوت ہوگئے ہیں۔ یہ الفاظ سن کر غیر احمدی بورڈر تو شور مچانے لگ گئے مگر میں بالکل ششدر رہ گیا اور بار بار اس سے سوال کرتا تھا کیا تم سچ کہتے ہو۔کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔دل پر چونکہ نہایت سخت صدمہ تھا اس لئے گو وہ ہر چند مجھے یقین دلاتا مگر مجھے یقین نہ آتا۔بالآخر اس نے کہا کہ کیا میں نے حضرت صاحب کے متعلق ہی جھوٹ بولنا ہے جس پر میں فوراً روتا ہوا احمدیہ بلڈنگس میں پہنچا۔وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ غیر احمدی بڑا شور کر رہے ہیں۔کہیں حضور علیہ السلام کے تابوت بنا کر نکال رہے ہیں اور بکواس بک رہے ہیں۔کہیں مکان کے گرد ہو کر فحش وگندے الفاظ بک رہے ہیں۔ میں سیدھا ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے مکان کے اس کمرہ میں گیا جہاں حضور علیہ السلام کی نعش مبارک تھی۔ مجھے حضور کے پاس کھڑا دیکھ کر مکرمی حکیم محمد حسین صاحب قریشی مفرح عنبری والے مرحوم مغفور...... گلے لگا کر زاروزار رونے لگے اور کہنے لگے کہ نور الٰہی آج وہ ہمارا پیارا محبوب ہم سے جدا ہو گیا ہے جس کے لئے تو آیا کرتا تھا اور آتا رہا ہے اور جس کے لئے تو نے جھاڑ کھائی تھی۔ میں بھی ان کے ساتھ روتا رہا تھا۔دنیا آنکھوں کے آگے اندھیر ہو رہی تھی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

باہر غیر احمدی خوش ہر طرح کی شرارتیں کرتے اور نعرے لگاتے پھرتے تھے۔ جب حضور کے تابوت کو اسٹیشن پر لایا جا رہا تھا۔تو ان بدبختوں نے نعش پر دور دور سے پاخانہ اور گند(پھینکنے کی کوشش کی)۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ میرے کپڑوں پر بھی وہ آکر پڑا تھا اور کپڑے ناپاک ہو گئے تھے۔بس مجھے اسٹیشن تک ہی حضور کی معیت میں رہنے کا فخر حاصل ہوا۔اسٹیشن لاہور سے میں واپس آ گیا تھا۔

مجھے اس امر کا سخت افسوس ہے کہ جنازہ کے ساتھ قادیان آنے اور تدفین تک ساتھ رہنے کا فخر مجھے نصیب نہیں ہوا۔[3]

ازاں بعد آپ نے ملک صلاح الدین صاحب مؤلف ''اصحاب احمد'' کے سوالات کے جوابات کی صورت میں حسب ذیل حالات سپرد قلم فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترمی ملک صلاح الدین صاحب ایم اے سلمہ ربہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے ارشاد نامہ کی تعمیل میں ''سوالنامہ برائے سوانح صحابہ کرام'' کے سوالات کا نمبر وار جواب عرض کرتا ہوں۔واللہ الموفق

بات یہ ہے کہ اس سعادت کے حصول میں میرا ایک ذرّہ بھر دخل نہیں ہے۔سچ یہ ہے ؎

''ایں سعادت بزورِ بازو نیست
گر نہ بخشد خدائے بخشندہ''

سوال نمبرا۔نام: والدین نے میرا نام نور الٰہی رکھا تھا مگر بعد میں ایک خواب کی بناء پر میں نے اپنے اور اپنے تینوں لڑکوں کے نام میں لفظ محمد کا اضافہ کردیا۔اب محمد نور الٰہی لکھتا اور کہلاتا ہوں۔

ولدیت: میاں احمد دین صاحب مرحوم (صحابی مسیح موعود علیہ السلام) ولد حافظ محمد اسماعیل ولد حافظ اللہ دتہ۔

قومیت: جنجوعہ راجپوت۔

تاریخ ولادت: بروئے اندراجات رجسٹرات داخل خارج تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان (میں اس سکول میں ۱۹۰۶ء میں داخل ہوا تھا) تیرہ مارچ سن اٹھارہ سو ترانوے۔۱۸۹۳-۳-۱۳

موجودہ عمر: ۷۲سال ایک ماہ۔

سکونت: پیدائشی بھیرہ ضلع سرگودھا، ذاتی۔ بعد از ۱۹۱۲ء قادیان ضلع گورداسپور محلّہ دارالفضل قادیان میں ۱۹۴۷ء تک رہا ہوں بعد تقسیم ملکی ۴۷ء چنیوٹ ضلع جھنگ۔

تعلیم: بی اے کا امتحان دیا تھا لیکن دو مضامین میں پاس ہوا اور دو میں فیل ہو گیا۔

پیشہ: ابتداءً چند ایام حضرت میاں مرزا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کے ماتحت قاضی اکمل

صاحب کے تعارف سے احمدیہ سکول یا بورڈنگ کی کلرکی کا قائمقام کام مارچ ۱۹۱۳ء میں کیا تھا۔ بعد میں اپریل ۱۹۱۳ء سے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ڈرائنگ ماسٹر مقرر ہوا۔ باستثناء قلیل درمیانی عرصہ یہ خدمت بجالاتا رہا ہوں۔ تقسیم ملکی کے بعد بھی اسی خدمت پر مامور رہا ہوں ۳۱ مارچ ۱۹۵۴ء میں ۶۱ سال کی عمر پر ملازمت سے ریٹائر ہوا تو نصرت گرلز سکول ربوہ میں بطور کلرک لگایا گیا۔ اور ۱۹۵۶ء تک کام کرتا رہا ہوں۔

سوال نمبر۲۔ میری پیدائش کے وقت میرے والدین احمدی نہ تھے لیکن تھوڑا عرصہ بعد غالباً ۱۸۹۴ء میں ہی انہیں بذریعہ خط بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر قادیان آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بھی بیعت کرنے کا شرف نصیب ہوا۔ ۱۸۹۷ء میں لیکھرام کے قتل کے نشان کے پورے ہونے کی شہادت دینے والوں کے جو اسماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب میں درج فرمائے ہیں۔ ان میں ان کا نام بھی حضور نے درج فرمایا ہے۔ گو حضور کی کتب آریہ دھرم و انجام آتھم جو ۱۸۹۵ء کی ہیں (آریہ دھرم ۱۸۹۵ء۔ انجام آتھم ۱۸۹۷ء) ان میں مندرج بھیرہ کے احباب میں ان (والد صاحب کا) کا ذکر نہیں آیا لیکن میرے سننے میں یہی آیا ہے کہ میرے والد صاحب کی بیعت یا تو ان احباب سے بھی قبل کی ہے یا ان کے ساتھ قادیان آنے پر اکٹھی بیعت کی تھی۔ واللہ اعلم۔ میرے والد صاحب مستری احمد الدین کا ذریعہ معاش آخری ایام میں محض زراعت تھا۔ پٹہ پر زمین لے کر مزارعین سے کاشت کرواتے تھے۔ وہ ابتداءً کٹر اہلحدیث تھے مگر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اور مولوی حکیم فضل دین صاحب کی ہم صحبتی نے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی سعادت نصیب کی۔ میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر نور دین صاحب امیر حلقہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ کی پیدائش ۱۹۰۰-۶-۷ کی ہے۔ ان کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی نور دین رکھا تھا۔ (افسوس یہ خط ۱۹۴۷ء کے موقعہ پر قادیان ہی رہ جانے کے سبب تلف ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پہلے ایڈیشن بھی بمعہ دیگر کتب جو میرے پاس تھے قادیان رہ گئے) والد صاحب مرحوم زندگی بھر جماعت احمدیہ بھیرہ کے سیکرٹری رہے (اُن ایام میں فقط یہی جماعتی عہدہ ہوا کرتا تھا) وہی امام الصلوٰۃ تھے۔ تبلیغ کا ازحد شوق تھا۔ بھیرہ کی گھاس منڈی میں جہاں عیسائی مشنری لیکچر دیا کرتے تھے ان سے مباحثے کرتے اور لیکچر بھی دیا کرتے تھے۔ خلافت ثانیہ کے عہد میں اخبار بدر و الفضل و الحکم میں غیر مبایعین کے خلاف ان کے مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔

حضرت والد بزرگوار بھیرہ میں فوت ہوئے اور وہاں ہی مدفون ہوئے تھے۔ آپ تہجد کی نماز پابندی سے ادا فرماتے تھے۔ غربا پروری کا اتنا خیال تھا کہ نماز مغرب سے فارغ ہو کر محلّہ میں گھر گھر گھوم کر روٹیاں اکٹھی کرتے اور صاحب ضرورت و حاجتمندوں کے گھروں پر خود جا کر پہنچا آتے۔ مسجد میں آنے والے مسافروں کی بھی خدمت کرتے تھے۔ مسجد کی صفائی اور کوئیں (کنویں) کے چمڑے کے ڈول کی مرمت خود اپنے ہاتھوں کرتے تھے۔ دکان پر سلسلہ کی جملہ کتب اور اخباریں رکھی ہوئی تھیں۔ نماز ظہر کے بعد کا تمام دن تبلیغ ہی میں گذارتے تھے۔ مسجد میں احباب جماعت کو قرآن کریم بھی پڑھاتے تھے۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ آف لاہور غیر مبائع جب بھیرہ میں تھے ان کو بھی قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ مورکھ سیدھ پنجابی نظم دربارہ صداقت سلسلہ احمدیہ اور ایک پوسٹر خلافت ثانیہ کی تائید میں لکھے تھے۔ اخبار بدر و الفضل میں ان کے چند مضامین شائع ہوئے تھے۔ آپ کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک کے لکھے ہوئے متعدد خطوط بھی تھے جو حضور نے آپ کے نام لکھے تھے مگر افسوس ان کی وفات کے بعد ہماری غفلت سے وہ تلف ہو گئے۔

میری والدہ محترمہ کرم بی بی صاحبہ بنت نظام الدین صحابیہ تھیں۔ وہ خود مجھے قادیان تعلیم الاسلام ہائی سکول میں تعلیم دلوانے ۱۹۰۶ء میں بھیرہ سے ساتھ آئی تھیں۔ آپ نہایت پاکیزہ طبیعت رکھتی تھیں۔ تمام زندگی میں مَیں نے ان کو ناراضگی میں بھی ہم بچوں کو یا کسی اور کو سخت سُست الفاظ کہتے نہیں سنا تھا۔ جب ہم پر سخت غصہ آتا تو ہنس کر فرماتیں ’’شالا نیک ہووو‘‘ یعنی میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیک بناوے۔ اللہ کرے تم نیک بن جاؤ۔ عابدہ و زاہدہ باوضو پاکیزہ حالت میں رہنے والی کثرت سے درود شریف اور استغفار پڑھتی تھیں۔ مقبرہ بہشتی قادیان میں مدفون ہیں۔ ان کی وفات محلّہ دارالرحمت قادیان میں ہوئی تھی۔

مولوی کرم دین جہلمی کے مقدمہ کے ایام میں بمقام گورداسپور والد صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بوساطت حکیم فضل دین صاحب بھیروی ایک ململ کی نئی پگڑی حضور کے پیش کر کے حضور سے بطور تبرک حضور عالی کی پگڑی حاصل کی تھی۔ والد صاحب مرحوم نے میری ہمشیرہ سے اس پر سفید دھاگا سے مندرجہ ذیل عبارت لکھوائی تھی ’’دستار عطیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۶ جون ۱۹۰۶ء بمطابق ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۱ ہجری‘‘۔ یہ تبرک جناب والد صاحب نے مجھے تفویض فرمائی اور وصیت فرمائی کہ یہ میری نسل میں بڑے بیٹے کے بعد بڑے پوتے وغیرہ کے پاس

نسلاً بعد نسلٍ محفوظ رکھی رہے اور یہ جملہ افراد نسل کی مشترکہ چیز ہوگی۔کسی فرد واحد کی ملکیت قرار نہ دی جائے۔

اولاد:

ا۔محمد فضل الٰہی صاحب جنجوعہ الیکٹریکل انجینئر کراچی۔محمد فضل الٰہی صاحب کے فرزند اکبر ڈاکٹر اکرام الٰہی صاحب بریڈفورڈ میں ہیں اور طبّی خدمات بجا لا رہے ہیں ۲۔ چوہدری محمد احسان الٰہی صاحب جنجوعہ ایڈووکیٹ چنیوٹ، سابق مجاہد افریقہ وصدر جماعت احمدیہ چنیوٹ ۳۔ڈاکٹر محمد برکات الٰہی جنجوعہ صاحب صدر جماعت احمدیہ مانٹریال (کینیڈا۔ڈاکٹریٹ ان کیمسٹری) سینئر سائنسدان ہیں اور ۱۹۵۹ء سے کینیڈا میں مقیم ہیں ۴۔منیرہ منورہ صاحبہ اہلیہ ٹھیکیدار عبدالمالک صاحب مرحوم صدر جماعت احمدیہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ۵۔مریم صدیقہ جنجوعہ صاحبہ (ایم اے انگلش۔ایم اے اسلامیات۔ایم ایڈ) اہلیہ محمد اقبال صاحب۔آپ پنجاب کے مختلف سرکاری سکولوں میں متعین رہیں اور ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر چونیاں ضلع قصور کے عہدہ سے ریٹائر ہوئیں۔

حضرت بابو شمس الدین بٹ صاحب

ولادت:۳فروری۱۸۹۰ء　بیعت:۰۳۔۱۹۰۲ء　وفات:۲۷مارچ۱۹۷۳ء

حضرت بابو شمس الدین بٹ صاحب کا بیان ہے کہ:

میرے والد صاحب بزرگوار میاں کریم بخش سوداگر اسپان اور پنجاب کے مشہور ومعروف پنجابی شاعر بابا ہدایت اللہ آپس میں حقیقی ماموں اور پھوپھا زاد برادر تھے۔لہٰذا میرے والد صاحب نے حضور سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت اس زمانہ میں کی جب میرے تایا بابا جی شاعر نے کی جو غالباً ۱۹۰۰ء یا اس سے پیشتر کی ہے۔میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں قادیان دارالامان جلسہ میں شمولیت کے لئے گیا تھا۔بٹالہ اسٹیشن پر اتر کر ہم سب دس، گیارہ میل پیدل چل کر جایا کرتے تھے۔سردی میں بستر وغیرہ اٹھاتے اور حضور اقدس کی نظمیں پڑھتے جاتے تھے۔جب ۱۹۰۴ء میں حضور اقدس کی تقریر لاہور میں ہوئی تو تقریر حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب نے پڑھی۔گوروں کا پہرہ تھا۔بے شمار خلقت تھی۔لیکن جب حضرت مولانا صاحب نے اپنی دلکش آواز میں تقریر کرنا شروع کی تو تمام احباب ہمہ تن گوش ہوکر تقریر سنتے رہے۔میری عمر اس وقت چودہ برس کی تھی۔میں نے تمام تقریر سنی۔

۱۹۰۸ء میں حضور سیدنا مسیح موعود علیہ السلام بھی رحلت فرما گئے۔ میں نے حضور اقدس کا جنازہ بخوبی دیکھا۔ لاہور کے لوگوں نے بے پناہ شورش کی گالیاں نکالتے تھے اور بکواس کرتے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفہ مقرر ہوئے۔ میں نے بھی بیعت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی ۱۹۱۴ء میں رحلت فرما گئے۔ پھر جب حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفہ مقرر ہوئے تو میں نے بھی ایک ہفتہ کے بعد (خدا بھلا کرے میاں سعدی مرحوم (ان سے مراد حضرت میاں سعید احمد سعدی صاحب ابن حضرت میاں چراغ الدین صاحب رئیس اعظم لاہور ہیں) کا جن کے ذریعہ مجھے بیعت کرنے کی توفیق ملی) بیعت کر لی۔ پھر خدا کے فضل و کرم کے ماتحت جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو مصلح موعود ہونے کا الہام ہوا تو حضور نے اس کا اعلان فرمانے کے لئے پنجاب کے مختلف شہروں میں تقریریں کیں۔ میں ہر ایک جلسہ میں موجود تھا۔ دہلی والے جلسہ میں از حد شورش ہوئی۔ شورہ پشت لوگ بار بار عورتوں پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ میرے ہمراہ میاں معراج الدین صاحب پہلوان پہرہ پر تھے۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ ہنگامہ ختم ہو گیا اور جلسہ بھی خوش اسلوبی سے ختم ہو گیا۔

ملکانہ تحریک میں مجھے موضع کہڑ وائی ضلع آگرہ میں بھیجا گیا۔ جناب ملک ڈاکٹر عبیداللہ خان صاحب بھی میرے بعد وہاں پہنچ گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں وہاں خوب کام کرنے کا موقع ملا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ سے بہت سے لوگوں کو غیر مسلم بننے سے محفوظ رکھا۔ خداوند کریم کا خاص الخاص فضل جو مجھ غریب پر ہوا وہ یہ ہے کہ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب پسر خواجہ کمال الدین صاحب وکیل نے مجھے لوہے کی ایک بڑی وزنی الماری دی۔ یہ الماری حضور نے خواجہ صاحب کے گھر میں رکھی ہوئی تھی۔ جب حضور سیدنا مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے تو اپنے کاغذات اور کتابیں اس میں بند کیا کرتے تھے۔ یہ الماری مجھے مل گئی۔ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی نے تصدیق کی کہ یہ وہی الماری ہے جو حضور نے خواجہ صاحب کے گھر میں رکھی ہوئی تھی اور اس میں حضور اپنی کتابیں اور کاغذات رکھا کرتے تھے۔

اولاد:

کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد بٹ صاحب۔ ولایت بیگم صاحبہ اہلیہ ملک معراج دین صاحب۔ رانی مسعودہ صاحبہ اہلیہ ملک معراج دین صاحب۔ ڈاکٹر خالدہ مجید صاحبہ اہلیہ کرنل مجید اللہ صاحب۔[4]

حضرت مریم بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت پیر مظہر الحق صاحب

ولادت: اندازاً ۱۸۹۴ء بیعت: ۱۹۰۱ء وفات: ۴ مئی ۱۹۷۳ء

آپ کی شادی حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی کے بیٹے حضرت پیر مظہر الحق صاحب کے ساتھ ہوئی۔ حضرت اماں جان نے اپنی نگرانی اور انتظام میں آپ کی شادی کی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحابیہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ نہایت نیک اور خدمت خلق کے جذبہ سے پُر خاتون تھیں۔ خاندان حضرت اقدس علیہ السلام بالخصوص حضرت مصلح موعود سے خاص عقیدت اور اخلاص رکھتی تھیں اور ایک لمبے عرصہ تک حضور کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کی پگڑی گھر لاتیں، اسے کلف لگاتیں اور چونٹ ڈالتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا اندرون خانہ میں تیس پینتیس سال تک پہرہ دینے کی بھی توفیق ملی۔ [5]

آپ کی نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے باوجود ناسازیٔ طبع ازراہ شفقت مسجد مبارک میں پڑھائی۔ جس کے بعد بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ [6]

اولاد:

عائشہ بیگم صاحبہ۔ پیر عبدالرحیم صاحب۔ صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی بذل الرحمٰن صاحب۔ پیر سلطان احمد صاحب۔ پیر ہارون الرشید صاحب۔ امۃ الحکیم امین صاحبہ اہلیہ شیخ نور احمد منیر صاحب مبلغ سلسلہ۔ پیر مبارک احمد صاحب۔

حضرت راج بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری کرم دین صاحب

ولادت: اندازاً ۱۸۸۶ء بیعت: ۱۹۰۶ء [7] وفات: ۱۶ مئی ۱۹۷۳ء

آپ صحابیہ اور موصیہ تھیں۔ آپ نے تقریباً ۸۷ برس عمر پائی۔ آپ بٹالہ کے قریب ایک گاؤں بہادر حسین میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی شادی چوہدری کرم دین صاحب سے ہوئی۔ شادی کے بعد قادیان کے قریبی گاؤں بھینی بھانگر میں رہائش اختیار کی۔ تقسیم ہند کے بعد سرگودھا چک نمبر ۴۷ شمالی اور بعدازاں چک نمبر ۷۰ ٹی ڈی اے ضلع مظفر گڑھ میں رہائش اختیار کی۔ مرحومہ ان پڑھ تھیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر اکثر آپ کی زبان پر رہتا تھا۔

چاہئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقش دوئی
سر جھکا بس مالک ارض وسماء کے سامنے [8]

آپ نے اپنے دو بیٹوں محمد ابراہیم صاحب اور محمد اسحٰق صاحب کو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے تعلیم دلوائی۔آپ کے بیٹے محمد اسحٰق صاحب کو آپ کے ہمراہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھروں میں جانے کا موقع ملتا تھا۔محمد اسحٰق صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ ۴۶۔۱۹۴۵ء میں مَیں یا میری والدہ مرحومہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث یا آپ کے اہل خانہ کے گھریلو استعمال کے لئے اپنے گاؤں بھینی بھانگر سے دودھ لایا کرتے تھے۔ ہمارا گاؤں حضور انور کی کوٹھی سے دواڑھائی فرلانگ جانب شمال تھا۔بعض اوقات حضور انور یا آپ کی اہلیہ صاحبہ حضرت منصورہ بیگم صاحبہ تیر وغیرہ چلا کر کھیلا کرتے تھے اور میں اکثر ان تیروں کو لاکر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا۔

اولاد:

خدا تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا۔

محمد ابراہیم صاحب۔محمد اسماعیل صاحب(آپ کے ایک بیٹے مکرم مبارک احمد چوہدری صاحب اس وقت دفتر پرائیویٹ سیکرٹری لندن میں خدمات بجالارہے ہیں۔)۔محمد اسحاق صاحب(آپ کو امیر ضلع میانوالی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔آپ کے بیٹے مکرم مسعود احمد صاحب کو ۲۰۰۱ء تا ۲۰۱۳ء بطور امیر ضلع لیہ خدمات بجالانے کی توفیق ملی)۔حاکم بی بی صاحبہ۔فاطمہ بی بی صاحبہ۔محمد بی بی صاحبہ۔طالعاں بی بی صاحبہ۔[9]

حضرت چوہدری ولی محمد صاحب امرتسری ابن سلطان محمد امرتسری صاحب

ولادت: اندازاً ۱۸۹۳ء   بیعت: ۱۹۰۴ء   وفات: ۶ جولائی ۱۹۷۳ء[10]

آپ نے ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔آپ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ایک عرصہ تک جماعت احمدیہ خانیوال کے صدر کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔باقاعدہ مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے رہے۔بہت ہی منکسر المزاج اور نیک دل بزرگ تھے۔خدا تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے عطا فرمائے تھے۔آپ کا جنازہ ۷ جولائی کو ربوہ پہنچا دیا گیا۔ جہاں نماز جنازہ کے بعد بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں تدفین عمل میں آئی۔آپ نے ۸۰ سال عمر پائی۔[11]

اولاد:

شریف احمد صاحب۔محمود احمد صاحب

حضرت حکیم جان محمد صاحب ابن حسن محمد صاحب

ولادت: اندازاً ۱۸۷۹ء بیعت: ۱۸۹۳ء بعمر ۱۴ سال وفات: ۹/ اگست ۱۹۷۳ء [12]

آپ موضع بھوڑی ملیاں (متصل گھٹیالیاں) ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے اور بہت سادہ مزاج انسان تھے۔ آپ لاہور میں حکمت کی دکان کیا کرتے تھے۔ آپ کی شادی میاں دین محمد صاحب عرف میاں بگا کی بیٹی غلام فاطمہ صاحبہ سے ہوئی۔ آپ اپنے قادیان جانے اور بیعت کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ قادیان ہمارے گاؤں سے چالیس کوس ہے۔ پہلی مرتبہ جب میں قادیان گیا تو راستہ میں ایک رات نارووال میں گزاری دوسری دھرم کوٹ میں اور پھر تیسرے دن قادیان پہنچا۔ اس زمانہ میں مہمانوں کو کھانا مسجد مبارک میں کھلایا جاتا تھا اور حضرت اقدس شام سے کچھ پہلے سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ میں بھی ساتھ جایا کرتا تھا۔ بیعت کے متعلق آپ بیان فرماتے ہیں کہ پہلے روز ہی مغرب کے بعد بعض اور دوستوں کے ساتھ مل کر بیعت کر لی تھی۔ ان دنوں حضرت سید ناصر شاہ صاحب کشمیر سے رخصت پر قادیان آئے ہوئے تھے۔ ان کو ایک ملازم کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے مجھے ان کے ساتھ بھیج دیا۔ میری بیعت کے تھوڑا عرصہ بعد ہی سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگا تھا۔

اولاد:

نذیر احمد صاحب۔ مظفر احمد صاحب۔ امۃ الحفیظ صاحبہ۔ امۃ النصیر صاحبہ۔ امۃ اللطیف صاحبہ [13]

حضرت مریم بیگم صاحبہ اہلیہ ثانی حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب

وفات: ۲۹/ اگست ۱۹۷۳ء

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم اور جلیل القدر صحابی حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کو صحابیات حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شامل ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ لجنہ کی ابتدائی ۳۰ ممبرات میں شامل تھیں۔ نماز جنازہ مولانا عبدالمالک خان صاحب نے پڑھائی۔ جس کے بعد آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ صحابہ میں عمل میں آئی۔

اولاد:

ہاجرہ درد صاحبہ۔ صالحہ درد صاحبہ۔ قانتہ درد صاحبہ۔ محمد عیسیٰ درد صاحب۔ [14]

حضرت خیراں بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت میاں محمد الدین صاحب امرتسری

ولادت: اندازاً ۱۸۸۰ء بیعت: ۱۸۹۸ء وفات: ۲۹/اگست ۱۹۷۳ء

آپ پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔ جماعت سے دلی انس ومحبت رکھنے والی اعلیٰ اوصاف کی مالک خاتون تھیں۔آپ کی اعلیٰ تربیت کے نتیجہ میں آپ کی اولاد بھی نہایت مخلص اور دین کے کاموں میں دلچسپی لینے والی بنی۔آپ نے ۹۳ سال عمر پائی۔آپ کی نماز جنازہ محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے پڑھائی۔جس کے بعد تدفین قطعہ صحابہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

اولاد:

چوہدری منور احمد صاحب۔ چوہدری احمد الدین صاحب۔ چوہدری فضل الدین صاحب۔محمد امین صاحب۔خدیجہ بیگم صاحبہ۔ایمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ فیروز دین صاحب۔مریم بیگم صاحبہ اہلیہ عمر حیات صاحب۔[15]

حضرت مولوی عطاء اللہ صاحب جمال پور ضلع نواب شاہ سندھ

ولادت: اندازاً ۱۸۷۳ء بیعت: اگست ۱۹۰۳ء[16] وفات: ۴/ستمبر ۱۹۷۳ء

اگست ۱۹۰۳ء میں ضلع ہوشیار پور کے گاؤں پھمبیاں کے ۲۷ خوش نصیب افراد امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے جن میں آپ بھی تھے۔آپ کا اصل نام محمد بخش تھا جو حضرت مصلح موعود نے عطاء اللہ میں تبدیل کر دیا۔آپ ۱۹۳۵ء میں اپنا آبائی وطن چھوڑ کر سندھ میں آباد ہو گئے اور یہیں انتقال ہوا۔

آپ اپنی خودنوشت روایات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں دو تین دفعہ قادیان گیا تھا اور ہر دفعہ دو دو تین تین دن وہاں رہا۔

(۱) ایک دفعہ جب حضرت اقدس نے زلزلہ کے متعلق پیشگوئی کی ہوئی تھی اور آپ کا خیال تھا کہ جلد زلزلہ آنیوالا ہے تو آپ بمع اہل وعیال باغ میں خیموں میں رہنے لگ گئے تھے۔وہاں نماز مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب پڑھایا کرتے تھے اور سب نمازی نہایت خشوع وخضوع سے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

(۲) مسجد مبارک ان ایام میں چھوٹی سی تھی ایک سطر (صف) میں پانچ چھ نمازی آتے تھے۔ حضرت اقدس نماز کے لئے کھڑکی سے تشریف لاتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب نماز پڑھایا کرتے تھے۔ نماز کے بعد اکثر حضرت اقدس مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضور بیٹھے تھے میں نے حضور کو دبانا شروع کر دیا۔ حضور باتیں کرتے جاتے تھے اور کسی وقت رک رک کر بات کرتے تھے جس طرح لکنت والے کرتے ہیں اور دوران گفتگو میں کبھی کبھی اپنا دایاں ہاتھ ران پر سامنے کے رخ مارا کرتے تھے۔ حضور اس وقت اس طرح بیٹھے تھے جس طرح التحیات میں بیٹھتے ہیں۔ حضور جب نماز کے لئے تشریف لاتے تو ہم حضور سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔

(۳) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب نماز کے لئے مسجد مبارک میں تشریف لانیوالے ہوتے تھے تو ہم لوگ مصافحہ کے لئے دریچہ کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت اقدس تشریف لاتے تو ہم آپ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔

(۴) ایک دوست جو صحابی تھے ان کا نام میں بھول گیا ہوں انہوں نے بیان کیا کہ حضرت اقدس نے ایک موقع پر بیان فرمایا کہ انسان محتاج ہے۔ ہم تو اپنے آپ کو ایک چوہڑے کا بھی محتاج رکھتے ہیں۔ وہ اگر ہمارے گھر سے پاخانہ نہ اٹھائے تو کس قدر تکلیف کا سامنا ہو۔

(۵) اوائل میں جب مہمانخانہ اس مکان میں تھا جو بکڈ پو تالیف واشاعت کے پچھواڑے والے کنویں کے شمالی جانب واقع ہے یہ مکان اس وقت چھوٹا سا تھا باہر ایک اونچا سا بٹھل گاڑا ہوا تھا جس میں دو آدمی کھڑے ہو کر آٹا گوندھا کرتے تھے۔ اور سالن کے لئے مٹی کی چھوٹی چھوٹی پیالیاں ہوتی تھیں۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام حافظ حامد علی صاحب کو ساتھ لیکر وہاں تشریف لائے اور لنگر خانہ کے کارکنوں کو ہدایت دی کہ مہمانوں کو کھانے وغیرہ کے متعلق کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔

(۶) حضرت اقدس عموماً گرمیوں میں بھی گرم پاجامہ اور گرم واسکٹ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ خاکسار راقم نے بھی دیکھا ہے کہ حضور نے اپریل کا مہینہ تھا یا مئی کا سیاہ رنگ کا گرم پاجامہ پہنا ہوا تھا۔

(۷) حضرت اقدس کے بال مبارک سیدھے تھے اور اس طرح چمکا کرتے تھے جس طرح عطر یا تیل میں تر کئے ہوئے ہوں۔

(۸) حضرت اقدس نے فرمایا کہ جو شخص آج دین کی اعانت کے لئے ایک پیسہ دیتا ہے اس کے ثواب کو بعد میں آنے والے سونے کا پہاڑ دیکر بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ [17]

مولانا نذیر احمد صاحب رہان مربی سلسلہ احمدیہ نے آپ کی وفات پر ایک نوٹ میں لکھا:۔

’’مرحوم پھمبیاں ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔آپ ۱۹۰۳ء میں اپنے گاؤں والوں کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اکثر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دبانے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا۔اکثر حضور کا حلیہ مبارک بڑے محبانہ پیرایہ میں بیان فرمایا کرتے تھے۔آپ نماز باجماعت کا ہمیشہ التزام فرمایا کرتے۔تہجد گذار اور دعاؤں سے خاص شغف رکھتے تھے۔ جماعتی جلسوں اور دوسری تقریبات میں بڑے شوق سے شامل ہوتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار بڑی رقّت سے پڑھتے رہتے۔آپ کا تبلیغ کا انداز بڑا نرالا تھا۔پنجابی زبان کے شاعر تھے۔

آپ ۱۹۳۵ء میں اپنے آبائی گاؤں پھمبیاں ضلع ہوشیار پور سے ترک سکونت کر کے سندھ میں آباد ہوگئے تھے۔جہاں آپ کی زمین ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو فرمایا تھا کہ ’’میں تیرے دلی محبوں کا گروہ بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس اور اموال میں برکت دوں گا‘‘ حضرت مولوی عطاء اللہ صاحب کی ذات میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسے پورا فرمایا۔باوجود تھوڑی سی زمین کے آپ کی آمدنی میں بڑی برکت تھی۔آپ جماعت کی مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

آپ کا اصل نام محمد بخش تھا حضرت مصلح موعود نے آپ کا نام تبدیل کر کے عطاء اللہ رکھا۔ خلافت سے آپ کو خاص عشق تھا اور اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کے لئے ہمیشہ دوستوں کو نصیحت کرتے رہتے تھے۔نظام جماعت کی سختی سے پابندی فرماتے تھے۔چونکہ مرحوم موصی تھے اس لئے آپ کو امانتاً بہاولپور کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔اس کے بعد ۲۹ مارچ ۱۹۷۴ء کو آپ کے تابوت کو بہشتی مقبرہ ربوہ منتقل کر دیا گیا۔‘‘ [18]

آپ کے نواسے حمید احمد ظفر صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں کہ نانا جان اکثر اپنی گھوڑی پر سوار جمال پور آیا کرتے تھے۔ایک بار گندم کے موسم میں آئے اور ہمارے مہمانخانہ میں کھڑے تھے کہ مغرب سے سیاہ رنگ کی آندھی اٹھی جو خطرناک ہوسکتی تھی کیونکہ گندم کھیتوں میں کٹی پڑی تھی نانا جی نے بھی اس کا ذکر کیا کہ ’’آندھی خطرناک ہے‘‘۔یہ کہہ کر مہمان خانہ یعنی اوطاق سے جانبِ مغرب منہ کر کے دعا کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے آندھی کو شمال کی طرف چلے جانے

کا اشارہ کرتے رہے چنانچہ میں نے دیکھا کہ آندھی شمال کی طرف چلی گئی اور جمال پور اور گوٹھ مولوی عطاء اللہ صاحب آندھی سے بالکل محفوظ رہے۔

آپ کے پوتے مشتاق احمد صاحب حضرت مولوی عطاء اللہ صاحب کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ مولوی صاحب کے بیعت کرنے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت مولوی عطاء اللہ صاحب پھمبیاں ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ اس گاؤں میں ایک درویش صفت انسان رہتے تھے۔جن کا نام محمد ہاشم تھا۔گاؤں کے لوگ ان کے پاس اکثر دعائیں کروانے اور ان کی مجلس میں ان کی باتیں سننے جاتے تھے۔ کیونکہ ان کے بارہ میں مشہور تھا کہ وہ صاحب کشف ہیں۔حضرت مولوی عطاء اللہ صاحب فرماتے تھے کہ جب ہم ان کے پاس جاتے تو محمد ہاشم صاحب اکثر فرماتے تھے کہ امام مہدی آگئے ہیں اور وہ دعویٰ کرنے والے ہیں۔ جب وہ دعویٰ کریں تو آپ لوگ ان کو مان لینا۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ محمد ہاشم صاحب جب ہم سے ان باتوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے تو ہماری عمر اس وقت تقریباً ۱۵ برس کی تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد محمد ہاشم صاحب فوت ہوگئے۔

مولوی عطاء اللہ صاحب فرماتے تھے کہ ایک دن میں بیلوں کے ذریعہ زمین میں ہل چلا رہا تھا تو کسی نے آ کر کہا کہ امام مہدی آگئے ہیں اور انہوں نے دعویٰ کر لیا ہے۔میں بیلوں کو لے کر سیدھا گھر آ گیا اور ہاتھ بھی نہیں دھوئے تھے کہ سیدھا اس گاؤں کے ایک معزز شخص جن کا نام منشی مولا بخش صاحب تھا، کے پاس گیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے مولا بخش صاحب سے پوچھا کہ اس طرح کی بات سنی ہے کیا یہ سچ ہے تو منشی مولا بخش صاحب نے کہا کہ ہاں یہ سچ ہے اور میں بیعت بھی کر چکا ہوں اور امام مہدی اس وقت قادیان میں ہیں آپ بھی بیعت کرلیں۔ چنانچہ میں نے اسی وقت سادہ کاغذ لیا اور خط کے ذریعہ بیعت کر لی۔اور اس وقت عمر تقریباً ۱۷ سال تھی۔

کچھ عرصہ بعد آس پاس طاعون بہت زور سے پھیلا۔اس قدر زور سے کہ گھروں کے گھر اجڑتے دیکھے۔مولوی صاحب فرماتے تھے کہ ایسے بھی لوگ دیکھے کہ جو جنازہ کسی طاعون زدہ میت کا لیکر جا رہے ہوتے وہ قبرستان میں ہی فوت ہو جاتے۔ پھمبیاں کے لوگ جن کی تعداد تقریباً ۳۵۰ کے قریب ہوگی انہوں نے طاعون کو دیکھ کر جب خوف محسوس کیا تو یہ شرط لکھوائی کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں تو ہم طاعون سے نہ مریں گے اس لئے اس شرط پر بیعت کریں گے۔مولوی صاحب فرماتے تھے کہ وہ ابھی اس کشمکش میں ہی تھے کہ ان میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا اور وہ

سب طاعون سے مر گئے۔لیکن مولوی صاحب کے ایک بھائی تھے جن کا نام رحمت اللہ تھا۔ان کی عمر تقریباً چھ سال تھی۔ان کی ران کے ایک جوڑ میں پھوڑا نکل آیا۔جس سے سب نے سمجھا کہ طاعون کا پھوڑا ہے۔چنانچہ حضرت مولوی عطاءاللہ صاحب نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت میں خط لکھااورعرض کیا کہ حضور میرے بھائی رحمت اللہ کوران پر ایک گلٹی نکل آئی ہے۔آپ دعا فرمائیں۔تو جواب میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا کہ اگر وہ میری بیعت میں شامل ہوگیا ہے تو طاعون سےنہیں مرے گا۔چنانچہ مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے اس بھائی نے ۷۰سال عمر پائی۔

حضرت مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ میں جب بھی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے ملتا تھاتو ایسا لگتا تھا کہ آپ ابھی ابھی غسل کر کے نکلے ہیں۔یعنی ایسامحسوس ہوتا تھا کہ بالوں سے پانی ٹپک رہاہےاور بالوں سےاورجسم سے ایسی خوشبوآتی تھی کہ وہ اس کے بعد کبھی بھی نہیں آئی۔

حضرت مولوی صاحب نے پارٹیشن سے قبل ہی ہجرت کر لی تھی اورسنہری فارم ضلع نوشہرو فیروز میں رہائش اختیار کی اورحضرت نواب محمد علی خاں کی ٹھیکہ کی زمین پر دوتین سال منشی رہے۔اس کے بعد دریاخان مری اور بعدازاں جمال پور میں رہائش اختیار کی۔جمال دین صاحب جن کے نام پر گوٹھ جمال پور ہے نے آپ کو جمال پور کے نزدیک جنوب کی طرف ایک کلومیٹر دورزمین لے کر دی جس کا نام مولوی صاحب کے نام پر گوٹھ مولوی عطاء اللہ رکھا گیا۔حضرت مولوی صاحب بہت دعا گو، عبادت گزاراور ہروقت خداتعالیٰ کی حمدوثناء میں مشغول رہتے تھے۔اورآس پاس کےلوگ بھی آپ کی بزرگی کے قائل تھےاورآپ سے دعائیں کروانے آتے تھے۔[19]

تاریخ احمدیت سڑ وعہ باب چہارم صفحہ۳۷۲ پرحضرت مولوی صاحب کا نام صحابہ کرام کی فہرست میں نمبر۶ پردرج ہے۔

اولاد:

نوراحمد صاحب(ان کے پوتے محمد کاشف ظہیر صاحب مربی سلسلہ گوٹھ غلام محمد ضلع خیر پور ہیں)۔عبداللہ صاحب۔محمود احمد صاحب۔رحیم بی بی صاحبہ اہلیہ نورمحمد صاحب۔ہاجرہ بی بی صاحبہ۔برکت بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری شاہ محمد صاحب۔(آپ کے ایک بیٹے حمید احمد ظفر صاحب ریٹائرڈ مربی سلسلہ ہیں)

حضرت جنت خاتون صاحبہ اہلیہ محمد اسماعیل صاحب

ولادت: اندازاً ۱۸۹۱ء بیعت: پیدائشی احمدی وفات: ۱۶ستمبر ۱۹۷۳ء

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابی حضرت منشی امام الدین صاحب کی سب سے بڑی بیٹی اور چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان کی بہن تھیں۔آپ نے ۱۶ستمبر کو وہاڑی میں وفات پائی۔ ۱۷ستمبر کو مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری نے آپ کا جنازہ پڑھایا جس میں بزرگان سلسلہ ناظر و وکلاء صاحبان، کارکنان صدر انجمن احمدیہ وتحریک جدید نے شرکت کی۔جس کے بعد تدفین مقبرہ بہشتی کے قطعہ صحابہ میں ہوئی۔[20]

حضرت امینہ بیگم صاحبہ اہلیہ میاں محمد حسین صاحب آف ایم موسیٰ اینڈ سنز

ولادت: ۱۸۹۸ء بیعت: پیدائشی احمدی وفات: ۱۷ستمبر ۱۹۷۳ء

آپ ۱۸۹۸ء میں مولوی کرم دین صاحب آف پڈھیار ضلع امرتسر کے ہاں پیدا ہوئیں۔آپ پیدائشی احمدی اور صحابیہ تھیں۔لجنہ اماء اللہ کی تنظیم میں جب تک ہمت رہی خوب کام کرتی رہیں۔آپ نے اپنی یادگار تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں۔

اولاد: محمد عبداللہ صاحب۔محمد عبدالقادر صاحب۔محمد ادریس صاحب۔امۃ الرحیم صاحبہ۔ ناصرہ بتول صاحبہ۔[21]

حضرت میاں عبدالمجید صاحب انبالوی

ولادت: قریباً ۱۸۸۷ء بیعت: اپریل ۱۹۰۳ء[22] وفات: ۲/اکتوبر ۱۹۷۳ء

آپ حضرت بابو عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت انبالہ شہر کے صاحبزادے تھے اور صحابی ابن صحابی تھے۔حضرت بابو عبدالرحمٰن صاحب انبالہ شہر کے بڑے زمیندار تھے۔(آپ کے سکنی وزرعی اراضی، مکانات، بھٹہ خشت اور باغ ملکیت تھے۔آپ نے جب میٹرک پاس کیا تو دور ونزدیک کے مسلمان دیکھنے آئے کہ کس مسلمان نے میٹرک پاس کیا ہے۔آپ ڈپٹی کمشنر کے آفس میں انچارج خزانہ تھے۔آپ نے جب احمدیت قبول کی تو تمام مزارعے اور زیر اثر لوگ جو قریباً ۳۰ کی تعداد میں تھے احمدیت میں داخل ہو گئے اس لئے کہ بابو جی پڑھے لکھے اور سمجھدار ہیں۔اس طرح انبالہ میں جماعت قائم ہوگئی۔آپ کے مفصل حالات زندگی اخبار الحکم جلد ۴۳ شمارہ ۴، ۵ مورخہ ۱۴/۷ فروری

۱۹۴۰ء میں ’’میں کیونکر احمدی ہوا‘‘ کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔آپ نے ۱۹۴۷ء میں وفات پائی۔مخدوش حالات کی بناء پر آپ کا جسد خاکی قادیان نہ لے جایا جا سکا۔)

حضرت میاں عبدالمجید انبالوی صاحب نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور ڈاکخانہ میں سب پوسٹ ماسٹر کے طور پر ملازمت کی۔اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد آپ بطور امیر جماعت منتخب ہوئے اور پارٹیشن تک بطور امیر جماعت کے فرائض ادا فرماتے رہے۔تقسیم ملک کے بعد آپ لائلپور میں مقیم ہو گئے۔آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔آخری سالوں میں بینائی کمزور ہو گئی تو اہلیہ سے اخبار الفضل کے مضامین سنا کرتے۔آپ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں بھی شامل تھے۔

آپ کے بھائی حضرت میاں عبدالحمید صاحب بیان کرتے ہیں کہ’’ جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت شہر انبالہ میرے والد بزرگوار ہیں۔سال ۱۹۰۳ء میں میرے والد صاحب نے بیعت کی۔بندہ نے اور میرے بڑے بھائی بابو عبدالمجید صاحب نے اور بہت سے ہمارے رشتہ داروں اور دیگر محلّہ کے لوگوں نے والد صاحب کے ساتھ ہی بیعت کی۔ بیعت کے بعد میرے والد بزرگوار نے بندہ کو اور میرے بڑے بھائی بابو عبدالمجید صاحب دونوں کو ۱۹۰۶ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں پانچویں اور نویں جماعتوں میں علی الترتیب تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ہمارے چچا بابو عبدالحکیم صاحب کے ساتھ قادیان بھیجا۔اس وقت مدرسہ مذکورہ اندرون قصبہ میں تھا۔ہم بورڈنگ ہاؤس میں ٹھہرے اور جمعہ کے روز مسجد مبارک میں اپنے چچا صاحب مرحوم کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔حضور جمعہ کی نماز کے وقت اندر سے ایک چھوٹی کھڑکی سے جو مسجد میں کھلتی تھی تشریف لائے۔ہم ہر سہ نے نہایت ادب سے کھڑے ہو کر حضور سے مصافحہ کیا،اور حضور نے دریافت فرمایا کہ یہ لڑکے کہاں سے آئے ہیں۔ ہمارے چچا صاحب مرحوم نے جواب میں عرض کیا کہ حضور انبالہ شہر سے آئے ہیں اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل کرانے کے لئے میرے بھائی بابو عبدالرحمٰن صاحب نے مجھے ساتھ بھیجا ہے۔اس کے بعد حضرت اقدس نماز پڑھنے کی غرض سے آگے تشریف لے گئے۔اور نماز جمعہ حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کی اقتداء میں ادا فرمائی۔یاد پڑتا ہے ان ایام میں حضور کے سر پر نسواری رنگ کا دوپٹہ (مراد پگڑی) اور بدن پر سبز گاہی رنگ کا چغہ زیب تن دیکھا تھا۔اور ریش مبارک اور

سر پر بالوں میں مہندی کی ہوئی تھی۔الحمدللہ کہ ہم جیسے عاجز بندوں کو بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوگیا۔اس وقت بندہ کی عمر ۱۲سال اور میرے بڑے بھائی صاحب کی عمر ۱۷سال کی تھی۔‘‘[23]

اولاد:

آپ نے دوشادیاں کیں۔پہلی بیوی سے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

بشیر احمد صاحب (بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی)۔نذیر احمد صاحب۔مبارک احمد صاحب۔نذیرن بیگم صاحبہ

پہلی بیوی کی وفات کے بعد آپ کی دوسری شادی بشارت خاتون صاحبہ بنت حضرت شیخ مولا بخش صاحب (یکے از ۳۱۳ رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے ساتھ ہوئی۔آپ سلسلہ کے اخبارات و رسائل اور تہذیب نسواں رسالہ میں عورتوں کے معاملات اور ان کی رہنمائی کے مضامین ب۔خ۔ن کے قلمی نام سے لکھا کرتی تھیں۔آپ سے درج ذیل اولاد ہوئی۔

ہاجرہ متین صاحبہ۔شوکت تنویر صاحبہ۔رفعت سلطانہ صاحبہ۔مبشر احمد صاحب[24]

حضرت میاں نذیر محمد صاحب

ولادت: اندازاً ۱۸۸۹ء بیعت: ۱۹۰۸ء وفات: ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۳ء

آپ حضرت میاں غلام محمد صاحب کے صاحبزادہ، حضرت میاں وزیر محمد صاحب کے برادر اصغر اور حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کے داماد تھے۔آپ تین بھائی تھے اور تینوں کو اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے ہونے کا شرف حاصل تھا۔[25]

آپ کے بیٹے منور احمد صاحب آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ خاندان میں سب سے پہلے والد صاحب کے بھائی حضرت میاں وزیر محمد صاحب نے بیعت کی تھی۔والد صاحب ابھی قریباً گیارہ برس کے تھے اور بھاٹی گیٹ کے باغ میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ میاں وزیر محمد صاحب آئے اور آپ کا بازو پکڑ لیا اور کہا میرے ساتھ چلو اور اصرار کیا کہ فوری چلو۔والد صاحب نے اجازت چاہی کہ جوتا تو پہن لوں۔کہنے لگے وقت بہت کم ہے حضور علیہ السلام تشریف لائے ہوئے ہیں فوراً چلو۔چنانچہ جوتے پہننے کے بغیر ساتھ چل پڑا۔والد صاحب فرماتے تھے کہ ہم احمدیہ بلڈنگ

کی طرف جا رہے تھے۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھ رہے تھے لوگوں کا ہجوم بھی بڑھتا جارہا تھا۔ بلڈنگ کے قریب تو بہت خلقت تھی۔ لوگ حضور کو گالیاں دے رہے تھے۔ میرے بھائی میاں وزیر محمد صاحب پہچان لئے گئے ۔ایک شخص جو درخت پر چڑھا ہوا تھا اس نے آپ کی پگڑی اتار لی۔ بھائی جان نے پرواہ نہ کی اور آگے بڑھتے گئے۔ اس ہجوم سے گذرتے ہوئے بہت سے مکے کھائے۔ لیکن میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ آخر کار ہم احمدیہ بلڈنگس پہنچ گئے۔ حضور علیہ السلام ایک کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ کمرے میں پہنچتے ہی بڑے بھائی صاحب نے آگے بڑھ کر حضور علیہ السلام سے مصافحہ کیا اور پھر مجھے پیش کیا کہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ حضور نے مجھے شرف مصافحہ بخشا اور پھر کچھ دیر حضور کی مجلس میں بیٹھے رہے۔ یہ بھی بیان کرنا مناسب ہوگا کہ بھائی وزیر محمد صاحب کے بیٹے میاں عبدالحیٔ صاحب مرحوم مبلغ انڈونیشیا تھے۔

حضور علیہ السلام کی صحبت کا یہ اثر تھا کہ بھاٹی دروازہ میں سخت مخالفت کے باوجود ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جو زلزلہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آیا اس دن مخالفین گھر کے نیچے آکر کھڑے ہوئے اور گالیاں دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ اور پیروں فقیروں کو نہ مانو۔ والد صاحب نیچے اترے تو چار مخالفین آپ پر ٹوٹ پڑے۔ میری والدہ صاحبہ اوپر سے دیکھ رہی تھیں کہتی تھیں کہ ابا جان نے ان کا اس دلیری سے مقابلہ کیا کہ وہ سب بھاگ گئے۔ اسی محلّہ میں ایک سرخ اور سفید رنگ کا مخالف تھا جو لوگوں کو یہ کہتا پھرتا تھا کہ اگر مرزا (حضور علیہ السلام) سچا ہے تو مرتے وقت میرا منہ کالا ہو جائے اس کو یہ گمان تھا کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک رات وہ اپنے مکان کی تیسری منزل پر سویا ہوا تھا جس کے گرد منڈیر نہ تھی۔ رات کو اٹھا اور چل پڑا۔ تیسری منزل سے گرا اور صبح ہونے تک کسی کو خبر نہ ہوئی۔ صبح جب لوگوں نے دیکھا تو شور پڑا۔ والد صاحب بھی وہاں پہنچ گئے اور دیکھا سارے جسم کا رنگ اسی طرح ہے لیکن چہرہ پورا کالا سیاہ تھا۔ اس وقت والد صاحب نے لوگوں کو یاد دلایا کہ یہ وہی ہے جو یہ کہا کرتا تھا وہ پورا ہو گیا اور حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی صداقت کا نشان بن گیا۔

حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جب طاعون پڑی تو ہمارے دادا جان کے محلّہ میں بہت سی اموات ہوئیں۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد کسی نہ کسی کے طاعون سے مرنے کی خبر ملتی۔ فرماتے تھے میں خود اس جگہ پہنچتا تھا اور تجہیز و تکفین میں شریک ہوتا تھا۔ خوف سے

بہت کم لوگ اس کو ہاتھ لگاتے اور کئی دفعہ ایسا ہی ہوا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔

حضور علیہ السلام کے خاندان سے والہانہ عشق تھا۔حضرت مصلح موعود سے اکثر ملتے رہتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی رہائش گاہ کا فرنیچر ابا جان نے تیار کیا۔فرنیچر کی تیاری کے دوران حضور کو شکایت ملی کہ فرنیچر درست نہیں بن رہا۔جس کا ابا جان کو بالکل علم نہ ہوا۔حضور نے پیغام بھیجا کہ جتنا فرنیچر تیار ہوا ہے اور جس حالت میں ہے فوراً قصر خلافت میں لے آؤ۔حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔پیغام پہنچنے پر حضور دالان میں تشریف لائے۔حضور نے بڑے غور سے مکمل اور نامکمل فرنیچر دیکھا اور بعض ہدایات خوشنودی کے رنگ میں دیں۔اور پھر فرمایا کہ واپس لے جاؤ اور کام مکمل کرو۔لہذا سارا سامان واپس لے آئے اور کام مکمل کیا۔بعد میں پتہ چلا کہ جس نے شکایت کی تھی حضور ان سے سخت ناراض ہوئے کہ اس قسم کی شکایت کیوں کی گئی۔

میرے والد صاحب کو شکار کا بہت شوق تھا۔ایک دفعہ مچھلی کے شکار کے لئے قادیان سے باہر دریائے بیاس پر گئے اور رات دریا پر گزاری۔آپ کے ساتھ بڑے بیٹے میاں مبشر احمد صاحب بھی تھے۔تہجد اور صبح کی نماز کے بعد مچھلی کا شکار شروع کیا۔ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ایک بہت بڑی مچھلی لگ گئی۔والد صاحب نے ڈوری کے تناؤ سے محسوس کیا کہ مچھلی بہت بڑی ہے اور یہ ڈوری ٹوٹ جائے گی بڑی احتیاط سے کچھ کھینچتے اور کبھی ڈھیلا چھوڑتے۔اسی دوران مچھلی نے ہوا میں چھلانگ لگائی تو دیکھا کہ بہت بڑی مچھلی ہے اور اس کو باہر لانا محال ہے۔دعا شروع کر دی کہ اگر یہ مچھلی باہر آ گئی تو حضور (غالباً حضرت مصلح موعود) کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔کافی دیر اسے پانی میں کھیلنے دیا آہستہ آہستہ اسے کنارے کے قریب لاتے رہے جب کنارے کے قریب آ گئی اور صاف نظر آنے لگی تو بیٹے سے کہا کہ پانی میں داخل ہو جاؤ اور اپنے دونوں ہاتھ مچھلی کے نیچے ڈال کر اسے باہر پھینک دو۔ایسا ہی کیا گیا اور مچھلی باہر آ گئی فوراً ہی ریت اس پر ڈال دی۔اس مچھلی کی لمبائی قریباً ۴ فٹ اور چوڑائی ۱۰/۱۲ انچ تھی۔واپس آنے کے دوسرے دن صبح کی نماز سے پہلے مسجد مبارک کے ساتھ کسی مناسب جگہ پر مچھلی رکھ دی۔نماز کے بعد حضور سے ملاقات کی اور عرض کی کہ حضور کے لئے دریا سے مچھلی پکڑ کر لایا ہوں۔حضور نے مچھلی دیکھ کر کہا کس کانٹے سے پکڑی ہے۔والد صاحب نے سارا واقعہ بھی بیان کیا اور وہ کانٹا بھی دکھایا جو اتنا چھوٹا تھا کہ زیادہ سے زیادہ دو بالشت کی مچھلی پکڑی جا سکتی تھی۔دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بڑی خوشی سے مچھلی کو قبول کیا۔

مسجد احمدیہ دہلی دروازہ کے قریب احرار کا دفتر تھا۔میرے والد صاحب صبح کے وقت کام پر جاتے ہوئے احرار کے دفتر کے نیچے سے گذرتے تھے۔۱۹۵۳ء کے فسادات کے دوران جب ایک دن اس دفتر کے قریب سے گزرے تو ایک احراری ملاں سامنے آتا دکھائی دیا۔آپ نے بلند آواز سے لاحول پڑھی۔اس نے آپ کو گریبان سے پکڑ لیا اور کہا کہ لاحول کیوں پڑھی۔جواب دیا کہ مجھے شیطان نظر آیا اس لئے پڑھی۔اس دوران کچھ لوگ گرد کھڑے ہو گئے۔معاملہ پوچھنے پر ابا جان نے وہی بات بیان کی۔اس پر مولوی نے کہا کہ مجھے دیکھ کر لاحول پڑھی ہے۔لوگوں نے اس سے سوال کیا کہ کیا تم شیطان ہو۔کچھ لوگ ہنسنے لگے۔وہ سخت شرمندہ ہوا۔جواب نہ دے سکا اور چلا گیا۔

آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور ہمیشہ نماز تہجد پڑھتے تھے۔تہجد سے فارغ ہو کر نہایت ہی پیار بھری آواز میں یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی حمد میں پڑھا کرتے تھے۔

مالک الملک لاشریک لہ وحدہ لا الہ الا ھو

میاں منور احمد صاحب اپنے دادا حضرت میاں غلام محمد صاحب کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ دادا جان تعمیرات کے ماہر تھے۔ بھاٹی دروازہ میں بہت سی جائیداد تھی۔اس کے علاوہ لاہور میں دوسرے مقامات پر مکانات تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کی وجہ سے مخلوق خدا سے بہت ہمدردی رکھتے تھے۔مکانات کا کرایہ لینے کے لئے جاتے تو اگر کسی کو عیال دار پاتے اور اس کے پاس رقم نہ ہوتی اور اسے تنگ دست دیکھتے تو کرایہ وصول کرنے کی بجائے اس کے گھر کے لئے خورونوش کا سامان مہیا کر دیتے اور اس وقت تک کرایہ نہ لیتے جب تک اس کی حالت بہتر نہ ہو جاتی۔حضرت مصلح موعود کے حکم کی تعمیل میں دارالصناعۃ قائم کیا جس میں لکڑی، لوہے اور چمڑے کی مصنوعات میں مہارت حاصل کرنے کا انتظام موجود تھا اور قادیان کے بہت سے لڑکوں کو کام سکھایا گیا۔ایک تصویر میں ۲۰۰ کے قریب شاگردان کے ساتھ بیٹھے نظر آتے ہیں۔مکرم مبارک احمد صاحب انصاری صدر دارالقضاء کینیڈا نے بھی اپنی ایک تحریر میں دارالصناعۃ کے بارہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ اس ادارہ کی مصنوعات کی نمائش کی گئی جس میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب بھی جو کہ اس وقت ابھی ابتدائی عمر میں تھے، شامل ہوئے اور کسی تیز دھار اوزار کو ہاتھ لگانے سے آپ کا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔

حضرت میاں نذیر محمد صاحب کی اہلیہ حضرت سعیدہ بیگم صاحبہ کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔آپ کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت

میاں چراغ دین صاحب کے گھر مبارک منزل دہلی دروازہ لاہور میں ٹھہرا کرتے تھے۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک کمرے میں میرے داداجان حضرت میاں چراغ دین صاحب اور میرے والد حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسی اور کچھ دوسرے احباب بیٹھے ہیں۔ اس وقت میری عمر چار یا پانچ سال کی ہوگی میں نے ان کے درمیان ادھر ادھر پھرنا شروع کر دیا۔ میں تو صرف داداجان یا والد صاحب کو ہی پہچانتی تھی جب میں حضور علیہ السلام کے پاس سے گزری تو حضور نے مجھے پکڑ لیا اور گود میں بٹھا لیا۔ مجھے پوچھنے لگے کہ آپ کے ابا کا کیا نام ہے۔ میں نے بتا دیا پھر پوچھا کہ آپ کے دادا کا کیا نام ہے۔ کچھ دیر حضور کی گود مبارک میں بیٹھی رہی اور پھر حضور نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس وقت تو مجھے کچھ بھی احساس نہ تھا کہ خدا کے ایک نبی نے مجھے اپنی گود میں بٹھائے رکھا۔ قادیان میں جب حضرت مصلح موعود نے لوائے احمدیت بنانے کے لئے صحابیات کو جمع کیا تو میری والدہ بھی وہاں پہنچ گئیں۔ اس وقت حضرت اماں جان عورتوں سے پوچھ رہی تھیں کہ وہ کس طرح صحابیہ ہیں۔ ہر ایک ان کو اپنا اپنا واقعہ بتا رہی تھی میری والدہ صاحبہ نے اپنا مندرجہ بالا واقعہ بیان کر دیا اس وقت حضرت مصلح موعود قریب ہی چارپائی پر لیٹے ہوئے سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کا ایک واقعہ مجھے بھی یاد ہے۔ اس طرح آپ کی صحابیہ ہونے کی گواہی بھی مل گئی۔

حضرت میاں نذیر محمد صاحب کی نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔[26]

اولاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گیارہ بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی ان میں سے چھ بیٹے اور ایک بیٹی حیات رہی جن کے نام درج ذیل ہیں۔

میاں منور احمد صاحب ایم ایس سی ریسرچ آفیسر۔ میاں ناصر احمد صاحب۔ مبشر احمد صاحب۔ مظفر احمد صاحب۔ مبارک احمد صاحب۔ منیر احمد صاحب۔ صادقہ بیگم صاحبہ۔

حضرت ڈاکٹر محمد محمود خاں صاحب سنوری

ولادت: ۱۹/اپریل ۱۸۹۲ء بیعت: پیدائشی احمدی وفات: ۱۴/اکتوبر ۱۹۷۳ء

آپ سنور ریاست پٹیالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت رجب علی خاں صاحب سیّدنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔۱۴،۱۵ سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کرنے اور دستی بیعت کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

تعلیم سے فراغت پر محترم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب معالج خصوصی حضرت مصلح موعود کی تحریک پر کمپونڈری کا امتحان پاس کیا اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے ذریعہ محکمہ صحت ریاست پٹیالہ میں ملازم ہوئے۔ تقسیم پنجاب پر راولپنڈی آکر مقیم ہوگئے۔اور محکمہ ہیلتھ ضلع راولپنڈی کے تحت ضلع کے مختلف مقامات پر بطور انچارج ڈسپنسری بڑی نیک نامی سے زمانہ سروس پورا کیا۔جس جس جگہ پر رہے وہاں کے لوگ آپ کے حسن اخلاق، دیانتداری اور محبت وشفقت کی تعریف کرتے تھے۔

جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔اپنے حلقہ اکال گڑھ جماعت راولپنڈی کے ایک لمبے عرصہ سے پریذیڈنٹ تھے۔مرکزی احکام اور امیر صاحب مقامی کی طرف سے ملنے والی ہدایات پر خود پہلے عمل کرتے اور احباب حلقہ سے عمل کرنے کی تحریک مؤثر رنگ میں فرماتے۔چندوں کی ادائیگی بڑی فکر سے فرماتے۔وفات سے دس پندرہ منٹ پہلے اپنے نسبتی بھائی شیخ محمد عثمان صاحب کو فرمایا کہ میرے بیٹے محمد اشرف خاں نے نصرت جہاں ریزروفنڈ کے لئے ۵۰۰ روپے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کی رقم تنخواہ و پراویڈنٹ فنڈ وغیرہ جب ملے پہلے ۵۰۰ روپے ادا کریں۔چنانچہ شیخ محمد عثمان صاحب نے حسب وصیت وہ پانصد روپیہ ادا کر دیا۔

بزرگان سلسلہ اور کارکنان سلسلہ سے خاص پیار تھا۔جلسہ سالانہ، مجلس مشاورت، اجتماع انصار اللہ کے مواقع پر مرکز جانے پر ان کو ملتے اور دعا کی تحریک کرتے۔[27]

اولاد:

محمد اشرف خاں صاحب۔محمد اسلم خاں صاحب۔ناصرہ خانم صاحبہ اہلیہ محمد محسن قریشی صاحب۔ اشرف خاں (وفات بعمر ۲ سال)

حضرت چوہدری دین محمد صاحب نمبردار

ولادت: اندازاً ۱۸۸۴ء بیعت ۱۹۰۴ء وفات: ۲۱/اکتوبر ۱۹۷۳ء

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔سالہا سال تک موضع شکار ماچھیاں ضلع گورداسپور اور پھر پاکستان میں چوہڑ منڈہ کی جماعت کے صدر رہے۔آپ موصی بھی تھے۔آپ دینی خدمات میں ہر رنگ میں پیش پیش تھے۔آپ ان پڑھ تھے مگر حافظہ بلا کا تھا۔احمدیت کے چیدہ

چیدہ مسائل آپ کو از بر تھے۔سلسلہ کے پنجابی شعراء کا کلام جس کا تعلق تبلیغ سے تھا،آپ کو زبانی یاد تھے۔آپ تبلیغ کے میدان میں نڈر اور بہت دلیر تھے۔اردگرد کی دور دور کی جماعتیں آپ سے واقف تھیں۔کیونکہ آپ نمبردار بھی تھے اس لئے آپ کا حلقہ واقفیت بہت وسیع تھا۔آپ نے لگ بھگ ایک صدی کا زمانہ دیکھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے عہد خلافت تک کے واقعات سناتے تو سننے والوں کا ایمان تازہ ہو جاتا۔[28]

اولاد:

محمد طفیل صاحب۔محمد فاضل صاحب۔عالم بی بی صاحبہ اہلیہ محمد رمضان صاحب آف وہاڑی۔

حضرت صوفی بابو محمد رفیع صاحب

ولادت: ۲۹رمئی ۱۸۹۳ء بیعت: پیدائشی احمدی وفات: ۲۸راکتوبر ۱۹۷۳ء[29]

حضرت صوفی محمد علی صاحب کلرک ایگزیمنز آفس لاہور (متوطن جلال پور جٹاں ضلع گجرات) سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قدیم اور صاحب کشف والہام بزرگ تھے۔جنہیں سالانہ جلسہ قادیان ۱۸۹۲ء میں بھی شرکت کی سعادت ملی[30] اور جن کا نام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۳۱۳ر اصحاب کبار کی فہرست میں نمبر ۲۱۲ پر رقم فرمایا۔[31] حضرت صوفی محمد رفیع صاحب آپ ہی کے لخت جگر تھے جو جلسہ سالانہ ۱۸۹۹ء کے مبارک موقع پر پہلی بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔آپ جنوری ۱۹۱۳ء میں بطور سب انسپکٹر پولیس بھرتی ہوئے اور مئی ۱۹۴۸ء میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سکھر کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔دورانِ ملازمت آپ نے سندھ کے ہر حلقہ میں خدمتِ انسانیت اور خدمتِ احمدیت کو اپنا نصب العین بنائے رکھا اور آپ نے ۳۶ سال سندھ پولیس کی سروس کی۔ اس دوران آپ کا ریکارڈ قابل رشک رہا۔ملازمت میں چھ ماہ باقی تھے کہ آپ نے سیدنا حضرت مصلح موعود کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا ارادہ تو زندگی کے بقیہ ایام قادیان دارالامان کی مقدس بستی میں گذارنے کا ہے تاہم حضور جس طرح ارشاد فرمائیں۔حضور نے حکم دیا کہ ''سندھ کے علاقہ میں آپ کا کافی اثر ورسوخ ہے لہٰذا کراچی یا سکھر میں رہ کر کام کریں۔اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا'' (حضور کی اصل تحریر آپ کے فرزند راجہ فخر الدین صاحب مقیم کراچی کے پاس محفوظ ہے) خدا کے موعود خلیفہ کے اس ارشاد مبارک کی تعمیل میں آپ نے بقیہ عمر خدمت دین کے لئے وقف کر دی۔اس سلسلہ میں سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ سکھر بیراج کالونی میں کوارٹر نمبر A-4-5 خرید کر اس کا نام ''احمدیہ منزل'' رکھا اور

احمدیت کی تبلیغ واستحکام کے لئے اپنے آبائی وطن جلال پور جٹاں کو فراموش کر دیا۔ریٹائرڈ ہونے کے بعد آپ پہلے پورے سندھ کے قاضی پھر امیر مقرر ہوئے۔بعد ازاں ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۰ء تک امیر جماعت احمدیہ خیر پور ڈویژن کے فرائض نہایت درجہ خلوص واستقلال سے بجالانے کا موقعہ ملا[32] جس پر صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی ۱۹۵۹ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک کی مطبوعہ سالانہ رپورٹیں شاہد ناطق ہیں۔حضرت صوفی صاحب تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں سے تھے۔

قریشی عبدالرحمٰن صاحب (شہید) امیر جماعتہائے احمدیہ اضلاع سکھر وجیکب آباد سندھ کا بیان ہے کہ:۔

''خاکسار ۱۹۳۶ء میں سکھر آیا تھا اور اس وقت مکرم صوفی صاحب ریلوے پولیس میں سب انسپکٹر تھے۔۱۹۳۶ء سے تادم وفات آپ کی زندگی خاکسار کے سامنے گزری ہے۔میں نے آپ کو ملازمت کے دوران بھی اور ریٹائر ہونے کے بعد بھی مومنانہ رنگ میں رنگین پایا۔نمازیں بڑے سوز وگداز سے ادا فرماتے۔تہجد کا ہمیشہ اہتمام فرماتے۔جب سے آپ ملازمت سے ریٹائر ہوئے تھے آپ خدمت سلسلہ میں منہمک رہے۔خاکسار کو آپ کے صوبہ بھر کی امارت کے ایام میں شریک کار رہنے کا موقعہ ملا ہے اور ایک عرصہ نائب امیر بھی رہنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی پھر مجھے مکرم صوفی صاحب کے ساتھ مسلسل چار سال تک وقف عارضی میں دو دو ہفتے گزارنے کا بھی موقع ملا۔آپ کو میں نے نیکیوں میں مسابقت کی روح سے معمور پایا۔مجھے یاد ہے کہ وقف عارضی کے ایام میں ہم ایک دوسرے کو جگاتے نہیں تھے بلکہ جو پہلے جاگ اُٹھے وہ خاموشی سے نوافل میں مشغول ہو جاتا تھا۔مکرم صوفی صاحب اکثر سبقت لے جاتے تھے۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ہم انصاراللہ کے اجتماعوں میں اکثر آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات بیان کرنے کی درخواست کرتے تھے۔آپ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے واقعات بیان فرماتے تو اکثر آواز بھرّا جاتی۔آپ کو انصاراللہ مرکزیہ کے اجتماع پر بھی ''ذکر حبیب'' پر تقریر کی سعادت حاصل ہوئی۔آپ ہر جلسہ سالانہ پر اور ہر اجتماع انصاراللہ پر تشریف لے جاتے۔سلسلہ عالیہ کی کتب بڑے شوق اور انہاک سے پڑھتے۔حافظہ بڑا اچھا تھا۔حلقہ احباب بہت ہی وسیع تھا جس سے ملتے اُس پر گہرے نقوش چھوڑ جاتے۔خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے بہت

محبت رکھتے تھے۔ بیماری کے ایام میں جب میں ربوہ جاتا تو فرماتے میرا سلام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں عرض کرنا۔ جب مَیں آپ کا سلام حضور انور کی خدمت میں عرض کرتا تو حضور بھی فرماتے میرا سلام بھی مکرم صوفی صاحب تک پہنچادیں۔ جب مَیں حضور کا سلام پہنچاتا تو بڑی خوشی محسوس کرتے۔ گو آپ ایک پولیس آفیسر رہے تھے اور تقریباً ساری زندگی صوبہ سندھ میں گزاری مگر آپ سے ملنے والے احباب جانتے ہیں کہ آپ کی خاکساری اور تواضع کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ پولیس آفیسر رہے ہوں گے۔ بڑے ہی منکسر المزاج بزرگ تھے۔ آپ کا دروازہ ہر مہمان کے لئے کھلا تھا۔ ہر شخص کی مدد کے لئے تیار رہتے تھے۔ دن بھر کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ فرماتے رہتے۔ سلسلہ عالیہ کے اخبارات ورسائل کے ہمیشہ سے خریدار تھے اور باقاعدگی سے مطالعہ فرماتے۔ خاکسار کے ساتھ اپنی اولاد کی طرح محبت فرماتے بلکہ میرے بچوں سے بھی بڑی ہی محبت سے پیش آتے۔ ایک ایک کا حال دریافت فرماتے اور فرماتے مَیں آپ کے لئے اکثر دعا کرتا رہتا ہوں۔ عید کے روز خاکسار نے عید پڑھائی۔ نماز کے بعد عید مبارک عرض کی۔ جواباً عید مبارک فرمایا۔ اسی روز سورج غروب ہورہا تھا کہ یہ روشن ستارہ بھی غروب ہوگیا۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن:۲۷، ۲۸)۔ آپ نے بیماری کے ایام جس مومنانہ صبر سے گزارے وہ بھی ایک نمونہ ہے۔

یہ عاجز اور مکرم صوفی صاحب کے بڑے صاحبزادے راجہ فخر الدین صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار آپ کا جنازہ لے کر ۲۹-۱۰-۷۳ کو ربوہ گئے اور دوسرے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ازراہِ شفقت نماز جنازہ پڑھائی اور قبر کے تیار ہونے پر تدفین کے بعد محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے دعا فرمائی۔'' [33]

اولاد: راجہ فخر الدین صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار سکھر۔ راجہ بشیر الدین صاحب۔محمودہ بیگم صاحبہ۔راجہ محمود احمد صاحب

حضرت کریم بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑی والے)

ولادت:۱۸۹۱ء بیعت:۱۹۰۷ء وفات:۲۹، ۳۰/اکتوبر ۱۹۷۳ء

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔آپ کی شادی حضرت

مولوی محمد حسین صاحب سبز پگڑی والے کے ساتھ ہوئی۔جس روز آپ کی شادی تھی اس روز حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات ہوگئی۔چنانچہ صدمہ کی وجہ سے مولوی صاحب کے والد (حضرت محمد بخش صاحب) نے ارادہ کیا کہ شادی کسی اور روز رکھ لیتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو فرمایا کہ افسوس اپنی جگہ اور خوشی اپنی جگہ۔جاؤ جا کر اپنے بیٹے کی شادی کرو اور ان دونوں کو میرے پاس لے کر آنا۔چنانچہ حضرت مولوی صاحب کے والد نے چند احباب کے ساتھ جا کر شادی کی تقریب کی اور پھر دونوں کو حضرت اقدس کی خدمت میں لے کر آئے تو حضور علیہ السلام نے موصوفہ کو پیار دیا اور شادی کی مبارکباد دی۔شادی کے بعد آپ اپنے خاوند کے ساتھ قادیان کے محلّہ دارالرحمت میں رہیں اور تقسیم ملک کے بعد پہلے لاہور اور پھر جہلم اور جب ربوہ بنا تو محلّہ دارالنصر غربی میں تاحیات رہیں۔

آپ بہت سادہ طبیعت کی مالک اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔حضرت اماں جان اور حضرت اماں جی (حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاول) کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا۔آپ نے اپنے پیچھے تین لڑکے اور دو لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔[34]

اولاد: صوبیدار محمد حنیف صاحب۔محمد رشید صاحب۔محمد سعید صاحب۔صالحہ فاطمہ بی بی صاحبہ۔محمودہ بی بی صاحبہ اہلیہ برکت اللہ صاحب۔

حضرت احمد بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی محمد جی ہزاروی صاحب

ولادت: اندازاً ۱۸۹۵ء بیعت: ۱۹۰۴ء وفات: ۲۹/اکتوبر ۱۹۷۳ء بعمر ۷۸ سال

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔آپ کو ایک عرصہ تک حضور علیہ السلام کے دار میں اپنے پھوپھا حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب کے پاس رہنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔آپ کے والد حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی اور آپ کی والدہ بھی اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کا جنازہ پڑھا جس کے بعد بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ میں تدفین عمل میں آئی۔

اولاد:

محمد مسعود احمد صاحب۔میجر محمد عاصم صاحب۔خالدہ خانم صاحبہ اہلیہ احمد حسن صاحب۔اریبہ خانم صاحبہ لیکچرار جامعہ نصرت ربوہ[35]

حضرت مرزا نذیر علی صاحب قادیانی

ولادت:۱۸۹۹ء بیعت: پیدائشی احمدی زیارت:۱۹۰۷ء

وفات:۵/نومبر۱۹۷۳ء[36]

آپ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مرزا محمد علی صاحب کے صاحبزادے تھے اور قادیان کے قدیم باشندوں میں سے تھے۔اس لئے اپنے نام کے ساتھ قادیانی لکھتے اور اسی نام سے کہلانا پسند کرتے تھے۔پوری عمر صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں مختلف خدمات بجالاتے رہے۔آپ موصی بھی تھے اور تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں بھی شامل تھے۔۵۶۔۱۹۵۵ء کے فتنہ منافقین کے دوران حضرت مرزا نذیر علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں ایک خط لکھ کر حضور کے ساتھ اپنی وفاداری کی تجدید کی تھی اور یہ خط الفضل ۲۹/اگست ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا تھا۔

آپ اپنی خودنوشت روایات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت قریباً ہر روز ہوا کرتی تھی کیونکہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم میرے ہم عمر اور جماعتی تھے۔اس لئے ان کے ہمراہ اکثر گھر جایا کرتا تھا۔میری والدہ صاحبہ مجھے میری تعلیم کے حصول کی کوشش کے واسطے حضور کی خدمت میں لے جایا کرتی تھیں۔جس پر حضور نے اُن دونوں بھائیوں کا وظیفہ بلکہ تمام اخراجات تعلیم اور پارچات خوراک کے لگا دیئے تھے۔

سیر کرنے کی حالت میں بھی حضور کی زیارت کی۔طاعون پڑنے پر حضور باغ میں تشریف فرما تھے۔اس وقت بھی پھر ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں حضور تقریر فرما رہے تھے اور مَیں اپنے دادا مرزا میراں بخش صاحب کے ہمراہ گیا تھا۔ایک دفعہ ہمارے محلّہ کی عورتیں بیعت کرنے گئی ہوئی تھیں ان کے ہمراہ تھا۔اس وقت بھی حضور کی زیارت کی۔کیونکہ بچپن کا زمانہ تھا اس لئے حضور کا کوئی کلام یاد نہیں پڑتا۔میرے والدین (نے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت دستِ مبارک پر کی ہوئی تھی اس لئے بندہ پیدائشی احمدی ہے۔

جس وقت حضور کا وصال ہوا اس وقت کمترین موضع لنگر وال میں تھا۔مرزا نظام الدین صاحب اوران کے تمام اہل وعیال بھی لنگر وال میں تھے۔قادیان سے راتوں رات ہی امام الدین یکہ والے نے جا کر بتایا۔افسوس کہ حضور کے وصال کے موقع پر حضور کی زیارت نہیں ہوئی۔''[37]

اولاد:

مرزا حمید احمد صاحب۔مرزا نسیم احمد صاحب۔مرزا سعید احمد صاحب۔مرزا کلیم احمد صاحب۔ مرزا رشید احمد صاحب۔امۃ الرحیم صاحبہ اہلیہ عبدالمالک خاں صاحب۔امۃ الرحمٰن صاحبہ اہلیہ مرزا جان عالم بیگ صاحب۔حمیدہ صابرہ صاحبہ اہلیہ مرزا نصیر احمد صاحب ایڈووکیٹ۔صادقہ صاحبہ

حضرت چوہدری قائم علی صاحب

ولادت: اندازاً ۱۸۸۳ء بیعت: اندازاً ۱۸۹۷ء وفات: ۱۲دسمبر ۱۹۷۳ء

آپ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے قبل ہی آپ کی نیکی کی شہرت تھی اور تلونڈی جھنگلاں کے لوگ آپ سے ملاقات رکھتے تھے۔میرے بھائی چوہدری دین محمد صاحب نے بیعت کی اور میں نے ان کے ساتھ قادیان جا کر بعمر بارہ چودہ سال بیعت کی تھی۔غلام احمد صاحب باگڑی ولد علی محمد صاحب، میر احمد صاحب اور میں اور بعض اور اشخاص ڈاکٹر مارٹن کلارک والے مقدمہ کی پیشی کے وقت گئے تھے۔فیصلہ مقدمہ کرم دین کے وقت میں وہاں موجود تھا۔مجسٹریٹ نے جرمانہ کی رقم پہلے تو لینے سے انکار کر دیا پھر قبول کر لی اور میرے سامنے کی بات ہے اور مرافعہ میں جرمانہ کی رقم واپس مل گئی تھی۔(چوہدری صاحب کی عمر بوقت آغاز بیعت (۱۸۸۹ء) تقریباً ٦ سال ہوگی اس لئے دعویٰ سے قبل کے متعلق روایت شنید پر مبنی ہے۔مقدمہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کا فیصلہ ۲۳ر اگست ۱۸۹۷ء کو ہوا تھا۔ آپ کے بیان کی رو سے آپ کی بیعت ۱۸۹۵ء تا ۱۸۹۷ء کے عرصہ کی ثابت ہوتی ہے۔)

آپ بیان کرتے ہیں کہ:۔

(۱) موضع بھینی متصل قادیان میں میری ہمشیرہ رہتی تھیں۔والدہ صاحبہ وہاں جاتے آتے حضور کے ہاں بھی جاتیں۔میں اکثر ہمراہ ہوتا۔مجھے ڈراؤنی خوابیں آتی تھیں۔ہم دونوں نے اس بیماری کا ذکر کیا تو حضور نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ نماز باقاعدگی سے ادا کیا کرو۔انشاء اللہ تعالیٰ بیماری دور ہو جائے گی۔چنانچہ اس پر عمل کرنے سے بیماری ہمیشہ کے لئے رفع ہوگئی۔

(۲) ایک پیشی مقدمہ کے موقع پر میں موجود تھا جب کہ مجسٹریٹ نے عمداً اگلے روز کی تاریخ ڈال دی تا کہ حضور کو تکلیف ہو، اس دن موضع سوہل سے عبدالستار صاحب کشمیری آئے اور رونے لگے کہ

مجھے مخالفت کی وجہ سے لوگ تنگ کرتے ہیں۔وہ روئی دھننے کا کام کرتے تھے۔حضور نے فرمایا کہ وہیں رہو۔کہیں نہ جاؤ۔اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ہم نے گاؤں جا کر گندم اکٹھی کر کے چار گدھوں پر لاد کر موصوف کے پاس بھجوائی۔

(۳) میاں غلام محمد صاحب شاہ دین دارامی۔غلام احمد باگڑی ولد علی محمد اور میں ۱۹۰۷ء یا ۱۹۰۸ء میں قادیان جمعہ پڑھنے گئے۔مسجد اقصیٰ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے ہمیں جگہ نہ ملی اور ہم نے جنوب کے ملحقہ مکانوں پر نماز پڑھی۔ہندوؤں نے بہت بدزبانی کی۔حضور نے فرمایا کہ آپ سب دیکھیں گے کہ یہ سارے مکانات احمدیوں کے پاس ہوں گے ایک سال کے بعد وہ سب ہندو طاعون سے فوت ہو گئے۔یہ مکان خرید کر مسجد کا حصہ بنا لئے گئے۔

(۴) میرے بھائی چوہدری دین محمد صاحب حضور کے مقدمات کے مواقع پر مجھے گورداسپور بھیجا کرتے تھے حضور کے سفر سیالکوٹ کے موقع پر ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ گئے اور وہاں مولوی جمال الدین صاحب سیکھوانی، میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی، میاں عبدالرحیم صاحب عرف پولا کشمیری۔ محمد دین صاحب اور چوہدری نور محمد صاحب ولد بڈھا پر غنڈوں نے حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بچایا اور یہ لوگ جب واپس گاؤں آئے تو میں نے انہیں دیکھا کہ زخمی تھے۔

محترمہ برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی رحیم بخش صاحب اور کریم بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری قائم علی صاحب اور بعض اور خواتین تلونڈی نے مئی ۱۹۰۳ء میں قادیان میں بیعت کی تھی اور حضور نے لاہور کے آخری سفر سے قبل محترمہ برکت بی بی صاحبہ کو تبرک دیا تھا جو انہوں نے اور محترمہ کریم بی بی صاحبہ موصوفہ نے کھایا اور کچھ گاؤں لے جا کر اپنے گھروں میں تقسیم کیا تھا۔[38]

اولاد:

بشیراں بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد شفیع صاحب نمبردار۔نذیر احمد صاحب۔بشیر احمد صاحب۔ مجید احمد صاحب۔شریف احمد صاحب۔شریفاں بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری سردار احمد صاحب۔نذیراں بی بی صاحبہ اہلیہ فضل احمد صاحب۔

(یہ معلومات نصیر احمد صاحب سے ملی ہیں۔آپ فیصل آباد میں انکم ٹیکس آفیسر ہیں اور حضرت چوہدری قائم علی صاحب کے پوتے ہیں۔)

۱۹۷۳ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت

۱۹۷۳ء میں کئی مخلصینِ جماعت بھی داغِ مفارقت دے گئے جن میں سے سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ، شیخ بشیر احمد صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور وجج ہائیکورٹ لاہور، خواجہ غلام نبی صاحب گلکار بانی آزاد کشمیر حکومت اور الحاج ڈاکٹر محمد عبدالہادی کیوسی صاحب کا ذکر آچکا ہے۔ دیگر بزرگان کے حالات ذیل میں سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

حکیم عبدالرحیم صاحب صدر جماعت احمدیہ کوہاٹ

(وفات ۸؍جنوری ۱۹۷۳ء)

والد کا نام معاذ اللہ خان صاحب تھا۔ ورگر علاقہ وزیرستان میں پیدا ہوئے اور جانی خیل قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۳۲ء میں احمدی ہوئے اور اپنی زندگی سلسلہ کے لئے وقف کی اور بطور معلم کام کرتے رہے۔ ملکی تقسیم کے بعد قادیان سے کوہاٹ چلے آئے اور سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں تادمِ واپسیں سرگرمِ عمل رہے۔[39]

سید شاہ زمان علی صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ملٹری اکاؤنٹس لاہور

(وفات ۱۳؍جنوری ۱۹۷۳ء بعمر ۸۷ سال)

اگست ۱۹۱۶ء میں قبول احمدیت کی سعادت پائی۔ بہت نیک، زیرک، حاضر دماغ، علم دوست، مخلص احمدی اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ قبول احمدیت کے بعد رشتہ داروں نے ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ جائیداد بھی چھوڑنی پڑی۔ پاکستان بننے پر زبردست مالی نقصان اٹھایا۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات میں دوبارہ گھر لٹ گیا مگر کسی دنیاوی نقصان اور صدمہ سے احمدیت پر ایمان واخلاص میں کوئی فرق نہ آیا۔ طبیعت میں فقر اور انکسار بہت تھا۔ نہایت ملنسار، بذلہ سنج اور ظریف الطبع تھے اور رونق محفل بھی تھے۔ آپ سید منیر احمد باہری صاحب سابق مبلغ برما و ناظم مال وقف جدید ربوہ کے خسر تھے۔[40]

چوہدری عبدالرزاق صاحب آف ملتان

(وفات ۱۵؍جنوری ۱۹۷۳ء)

سید شاہ محمد صاحب سابق رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے چوہدری عبدالرزاق صاحب کی وفات پر ایک نوٹ میں تحریر فرمایا کہ:۔

’’مکرم چوہدری عبدالرزاق صاحب سے خاکسار کی پہلی ملاقات ۱۹۳۶ء میں سنگاپور میں ہوئی۔ مکرم جناب مولانا غلام حسین صاحب ایاز مرحوم مبلغ انچارج تھے اور یہ عاجز بھی کچھ عرصہ ہی قبل بسلسلہ تبلیغ وہاں پہنچا تھا۔ انتہائی مشکلات اور مصائب کے دن تھے۔ غیروں کی پریشان کن مخالفت ایک طرف اور مالی تنگی کا لاینحل مسئلہ دوسری طرف۔ ایسے پُرآشوب زمانے میں ایک لمبے عرصے تک چوہدری عبدالرحمٰن صاحب، چوہدری عبدالرزاق صاحب اور چوہدری محمد صدیق صاحب مرحوم ہرسہ برادران مشن ہاؤس کے کرایہ کا معتدبہ حصہ نہایت خوشدلی اور اخلاص کے ساتھ ادا فرماتے رہے اور اپنے کاروباری دورہ کے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتے رہے۔

۱۹۳۸ء میں خاکسار پوروو کرتو (وسطی جاوا۔ انڈونیشیا) میں مشن قائم کرنے کے لئے متعین ہوا۔ میری دوسری ملاقات چوہدری عبدالرزاق صاحب اور چوہدری عبدالرحمٰن صاحب سے وہیں ہوئی۔ وہاں ان کے دو عزیز مکرم عطاء اللہ خان صاحب اور مکرم طفیل محمد صاحب طب کی دکان کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی ان سے ملاقات کے لئے مع ایک اور عزیز عبدالواحد صاحب حال اوکاڑہ وہاں تشریف لائے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ وہاں ہم نے باجماعت نماز جمعہ اور تراویح ادا کرنے کا اہتمام کیا۔ وہاں بھی جماعتی کاموں میں نہایت بشاشت قلبی اور خلوص کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ اس کے بعد مَیں قریباً عرصہ تیس سال تک انڈونیشیا میں تبلیغی خدمت کی انجام دہی کے لئے مامور رہا اور ان سب بھائیوں کو تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں ہر ممکن مالی قربانی کے لئے ہر وقت تیار پایا۔ چندوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

دوسری جنگ عظیم سے قبل ۱۹۴۱ء میں چوہدری عبدالرزاق صاحب اور چوہدری عبدالرحمٰن صاحب نے انڈونیشیا کے مشہور صحت افزاء ’’باندونگ‘‘ (مغربی جاوا کے دارالخلافہ) میں مستقل کاروبار شروع کیا۔ وہاں بھی نیا مشن ۱۹۴۰ء سے کھولا گیا تھا۔ جس کے انچارج مکرم مولوی عبدالواحد صاحب فاضل سماٹری تھے۔ وہاں بھی انہوں نے مبلغ سلسلہ کے ساتھ ہر رنگ میں تعاون فرمایا۔ اسی شہر "Bandung" کا ہی واقعہ ہے کہ ۱۹۴۴ء میں مخالفین احمدیت کا سراسر جھوٹی شکایات کی بناء پر جماعت احمدیہ کے تین مبلغین اور آٹھ عہدیدارانِ جماعت کو ظالم جاپانی فوج کی ملٹری پولیس نے

گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔جن میں یہ عاجز بھی شامل تھا۔تین ماہ پُرمصائب اور پُر اذیت زمانہ گزارنے کے بعد جب ہم قید سے رہا ہوئے تو ان دونوں بھائیوں نے چار بکرے بطور شکرانہ ذبح کر کے غرباء میں تقسیم کئے اور اس خوشی میں اپنے دو ملازموں کو کثیر رقم دے کر چار دن کی چھٹی پر ان کو گھر بھجوا دیا۔

قید کے دوران ہمارے کپڑے بوسیدہ ہو چکے تھے۔جونہی ہم قید سے باہر آئے مکرم چوہدری عبدالرزاق صاحب نے اپنے کپڑے مجھے پہنائے اور چوہدری عبدالرحمٰن صاحب نے اپنے کپڑے مکرم ملک عزیز احمد صاحب مرحوم کو مہیا کئے۔اسی طرح مکرم مولوی عبدالواحد صاحب اور دیگر رہا شدہ احباب کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آئے اور ہم میں سے جو دور دراز 'بانڈونگ' شہر سے باہر جانے والے تھے ان کا کرایہ اور سفر خرچ برداشت کیا۔جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدارین خیراً۔

پورووکرتو میں قیام جماعت کے بعد خاکسار ایک اور شہر ''کبومین'' وسطی جاوا میں نئی جماعت کے قیام کے لئے کوشاں تھا۔ایک نو احمدی دوست مکرم راڈین محمد موسیٰ صاحب نے ارادہ ظاہر کیا کہ وہ تعمیر مسجد کے لئے ایک قطعہ اراضی خرید کر جماعت کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے پاس نقد رقم موجود نہ تھی۔ میں نے چوہدری عبدالرزاق صاحب اور چوہدری عبدالرحمٰن صاحب کو بذریعہ چٹھی تحریک کی کہ وہ مکرم راڈین محمد موسیٰ صاحب کو بطور قرضہ حسنہ اس نیک کام کے لئے رقم مہیا فرما دیں اور ان دونوں بھائیوں نے بلا تامل اور بلا تاخیر رقم ارسال فرما دی جو راڈین محمد موسیٰ صاحب نے بعد میں بالاقساط ادا فرما دی۔

ایک غیر از جماعت دوست جو شیخ صاحب کے نام سے مشہور تھے اور ''بانڈونگ'' شہر میں کاروبار کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب اور چوہدری عبدالرزاق صاحب نے عین شباب میں ان آزاد ممالک میں جس قسم کے اعلیٰ اخلاق و اطوار اور پاکیزگی دامن کا پاک نمونہ دکھایا ہے شاذ ہی کوئی اس طرح اپنے دامن کو داغدار ہونے سے بچا سکتا ہے۔

جنگ کے اختتام پر یہ دونوں بھائی اپنے وطن لنگیری ضلع جالندھر واپس آ گئے اور قیام پاکستان پر ملتان میں رہائش پذیر ہو کر کاروبار کرتے رہے اور مجھے دوستوں نے بتایا کہ وہاں بھی جماعتی کاموں میں اخلاص اور محبت سے صف اوّل میں ہو کر حصہ لیتے رہے''۔ [41]

حضرت مولوی احمد دین صاحب آف گورساہی

ولادت: اندازاً ۱۹۰۲ء بیعت: پیدائشی احمدی وفات: یکم فروری ۱۹۷۳ء

آپ حضرت مولوی محبوب عالم صاحب (صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) گوئی علاقہ پونچھ (بیعت فروری ۱۹۰۵ء[42] وفات ۴؍جنوری ۱۹۲۴ء[43]) کے بڑے صاحبزادے اور مولوی عبدالوہاب صاحب شاہد سابق مبلغ تنزانیہ کے تایا تھے۔مولوی عبدالوہاب صاحب کا بیان ہے:۔

''محترم تایا صاحب مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور تہجد کے رنگ میں دعائے نیم شب کی عادت بھی پائی تھی۔اپنے والد ماجد کی خواہش کے مطابق تا دمِ آخر قریہ قریہ بستی بستی گھوم پھر کر تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔آپ کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں بکثرت لوگ داخل احمدیت ہوئے۔

مرحوم اپنوں بیگانوں میں ہر دلعزیز تھے۔غیر از جماعت احباب بکثرت آپ کی اقتداء میں نماز جمعہ وعیدین ادا کرلیا کرتے تھے۔متعلقہ علاقہ کے لوگ اپنے تنازعات کا تصفیہ بھی ان ہی سے کرواتے تھے۔عرصہ تک علاقہ کے چیئر مین رہے۔پارٹیشن کے وقت جماعتیں منتشر ہونے کے باعث مرکز سے منسلک نہ رہی تھیں۔آپ نے ازسرنو جماعتوں کو منظّم کرنے اور ان کا مرکز سے رابطہ قائم کروانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۵ء آپ متعلقہ مقبوضہ علاقہ میں بطور صدر و جنرل سیکرٹری برائے جملہ صیغہ جات مرکز قادیان کی ہدایات کو عملی جامہ پہناتے رہے۔

محترم تایا صاحب کی زندگی کا ایک اہم واقعہ مسجد احمدیہ پونچھ کو ہندوؤں کے تسلط سے جسے انہوں نے پارٹیشن کے بعد سکول میں تبدیل کرلیا تھا آزاد کرانا ہے۔یہ مسجد ان کی سولہ سالہ مساعی کے بعد ۱۹۶۲ء میں آزاد ہوئی اور اللہ اکبر کی ندا سے گونجنے لگی۔۱۹۶۵ء کی لڑائی میں آپ کو اپنے وطن سے ہجرت کر کے آزاد کشمیر میں فروکش ہونا پڑا۔ جہاں مرکز کی ہدایات کے مطابق چند سال بطور معلم اصلاح وارشاد خدمات سرانجام دیں۔مرحوم کو مطالعہ کا ازحد شوق تھا۔درثمین اور کلامِ محمود کے اشعار ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے۔عشق ومحبت کی وجہ سے آنکھوں سے فرطِ محبت میں آنسو پھوٹ پھوٹ کر بہہ نکلتے تھے اور بھرّائی ہوئی آواز ہم جیسوں پر رقّت طاری کردیتی تھی۔خلیفۂ وقت سے دلی وابستگی رکھتے تھے اور اپنی اولاد کو بھی بدل وجان امام وقت کا ہو رہنے کی تاکید فرماتے تھے''۔[44]

حافظ عبدالعزیز صاحب ننگلی درویش

(وفات:۲۰ فروری ۱۹۷۳ء)

آپ خادم مسجد اقصیٰ قادیان اور مؤذن تھے۔متواتر ۲۴ سال مسجد اقصیٰ میں پانچ وقت اذان دیتے رہے۔مسجد کی صفائی کا پورا پورا خیال رکھتے تھے اور یہ خدمت ذاتی شوق اور محنت سے بجالاتے تھے اور باوجود نابینا ہونے کے کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہ دیتے تھے۔روزانہ بلاناغہ مسجد میں جھاڑو دیتے اور ساتھ ساتھ ہاتھ سے ٹٹولتے جاتے کہ کہیں کوئی تنکا تو پڑا نہیں رہ گیا۔خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو دو لڑکے اور دو لڑکیاں عطا فرمائیں۔موصی ہونے کے سبب بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین ہوئی۔[45]

ملک غلام محمد صاحب رئیس قصور

(وفات: غالباً مارچ ۱۹۷۳ء)

سلسلہ احمدیہ کے مخیّر بزرگوں میں سے تھے۔۲۵ رجنوری ۱۹۳۴ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قصور میں ''قرآن کریم سے اصول احمدیت'' کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ یہ پبلک جلسہ تھا جس میں قصور، لاہور، فیروز پور، موگہ، فرید کوٹ اور کھر پیڑ سے احمدی اور دیگر معززین کثرت سے شامل جلسہ ہوئے۔مہمانوں کی مہمان نوازی کے فرائض آپ نے اور آپ کے فرزند ملک عبدالرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ قصور نے انجام دیے۔[46] آپ کو تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

ماسٹر عطا محمد صاحب آف قصور نے آپ کی نسبت لکھا:۔

''محترم ملک غلام محمد صاحب خاندانی طور پر رئیس تھے۔لیکن باوجود امارت کے نہایت سادہ اور منکسر المزاج تھے۔سلسلہ احمدیہ سے محبت اور خلیفۂ وقت کا احترام ہر وقت ان کے مدنظر رہتا۔اکثر یہ فارسی شعر پڑھتے اور میرے سامنے اسکی تشریح بھی فرمایا کرتے۔

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزل ہا

جس سے ان کا خلیفۂ وقت سے عشق ظاہر ہوتا تھا۔جب تک ہوش وحواس قائم رہے نماز بڑی پابندی سے وقت پر ادا کرتے۔مالی تحریکات میں مستقل طور پر حصہ لیتے رہے۔جب تک صحت ٹھیک

رہی جلسہ سالانہ اور مجلس مشاورت کے مواقع پر مرکز سلسلہ میں تشریف لے جاتے۔خود بھی بہت دعائیں کرنے والے تھے اور حضرت صاحب کی خدمت میں بھی دعا کے لئے لکھتے رہتے۔علماء سلسلہ جب بھی قصور تشریف لاتے ان کی خدمت اور صحبت میں خوش رہتے''۔[47]

حضرت زینب بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت سید وزیر علی شاہ صاحب

(وفات: ۲۳/اپریل ۱۹۷۳ء)

آپ کے خاوند حضرت سید وزیر علی شاہ صاحب نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی تھی اور آپ کی تبلیغ اور عملی نمونہ سے متاثر ہو کر زینب بی بی صاحبہ نے ۱۹۰۴ء میں بذریعہ خط بیعت کی۔باوجود اس کے کہ آپ کے والدین اور بھائیوں نے بہت مخالفت کی مگر آپ اپنے عقیدہ پر قائم رہیں۔جب بھی اپنے والدین کے گھر جاتیں تو بحث وتمحیص کا سلسلہ چلتا لیکن آپ نڈر ہو کر دلائل پیش کرتیں۔قرآن مجید کی تلاوت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ باقاعدگی سے کرتیں۔قرآن مجید باترجمہ پڑھنے کا بہت شوق تھا۔جن دنوں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے پہلے پارہ کا ترجمہ الگ شائع فرمایا تو انہوں نے منگوا کر اس کی مدد سے ترجمہ سیکھنا اور یاد کرنا شروع کیا۔اور پھر حضرت میر محمد اسحق صاحب اور حضرت حافظ روشن علی صاحب کی مترجم حمائل سے مزید سہولت ہوگئی۔قرآن مجید کی اس برکت کا یہ نمایاں اثر تھا کہ آپ کا حافظہ آخر دم تک بالکل درست رہا۔[48]

حاجی عبداللطیف صاحب آف فجی

(وفات: ۲۸/اپریل ۱۹۷۳ء)

جماعت احمدیہ فجی کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے اور مرکزی عہدیداران میں نائب صدر کے عہدہ پر فائز تھے۔وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ نے اپنی بیگم سمیت حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔اپنے صاحبزادہ کو مرکز احمدیت میں دینی تعلیم کے لئے بھجوایا۔دوبار حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی زیارت کے لئے ربوہ تشریف لائے۔جماعت کی ہر تحریک میں حصہ لیتے تھے۔بہت مخلص اور متقی بزرگ تھے۔[49]

احمد جبریل سعید صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ غانا

(وفات ۲۹/اپریل ۱۹۷۳ء)

ان کے بارے میں مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق امیر و مبلغ انچارج غانا تحریر فرماتے ہیں:۔

''مرحوم موضع لکوچی ریاست اکمفی(Ekumfi) غانا کے رہنے والے تھے ان کے دادا اور والدین ابتدائی احمدیوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت مولوی عبدالرحیم نیّر صاحب کے وقت احمدیت قبول کی۔مرحوم کو دینی تعلیم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔۱۹۳۷ء میں جب وہ سالٹ پانڈ سینئر سکول کے سٹینڈرڈ نمبر ۶ میں پڑھا کرتے تھے تو سکول کی تعلیم چھوڑ کر مبلّغین کلاس میں داخل ہو گئے۔ اس وقت انہیں دورانِ سر کا عارضہ لاحق ہو گیا اس لئے پڑھائی چھوڑ کر اپنے گاؤں چلے گئے۔میں نے لکھنؤ سے ایک دوائی منگوا کر انہیں دی تو تکلیف سے صحت یاب ہو گئے اور دوبارہ دینی تعلیم شروع کر دی۔انہوں نے عربی صرف ونحو کی کتب کے علاوہ قرآن مجید، حدیث مسلم،مؤطا امام مالکؒ، خطبہ الہامیہ، استفتاء وغیرہ کتب مجھ سے پڑھیں۔مرحوم کامیاب مبلغ تھے اور نہایت ہی موزوں ترجمان بھی۔میری تقاریر کا فینٹی زبان میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔انہیں فینٹی زبان میں کافی مہارت حاصل تھی بلکہ وہ اپنی زبان میں فصیح اللسان تھے۔کافی عرصہ تک احمدیہ سینئر سکول سالٹ پانڈ میں عربی اور دینیات کے مدرس رہے۔عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں اپنا مافی الضمیر ادا کر سکتے تھے۔آپ بیک وقت مبلّغ اور مدرس کی خدمات ادا کرتے رہے۔جب ملک گیمبیا میں احمدی مبلّغ بھجوانے کی ضرورت پیش آئی تو اس وقت اس ملک میں پاکستانی مبلّغ کا داخلہ ناممکن تھا۔اس لئے وہاں پہلے نائیجیریا سے ایک افریقن احمدی مسٹر حمزہ اوسنیالو کو بطور مبلّغ بھیجا گیا۔ان کی واپسی کے بعد مسٹر جبرائیل سعید کو غانا سے مبلّغ کے فرائض کی بجا آوری کے لئے روانہ کیا گیا۔آپ کی تبلیغ، نیکی اور دعا سے متاثر ہو کر گیمبیا کے کچھ لوگ حلقہ بگوشِ احمدیت ہوئے اور جب اس ملک میں احمدیوں کی کچھ تعداد بڑھی تو انہوں نے ایک محضر نامہ حکومت گیمبیا کو احمدیوں اور بعض غیر احمدی احباب سے دستخط کروا کر بھیجا جس میں یہ ذکر کیا کہ جب عیسائیوں کے غیر ملکی مبلغ اس ملک میں آ کر تبلیغ کر سکتے ہیں تو ایک پاکستانی احمدی مبلغ یہاں آ کر تبلیغ کرنے کا کیوں حق نہیں رکھتا۔ان کی اس کوشش کے نتیجہ میں حکومتِ گیمبیا نے پاکستانی مبلغ کے داخلہ کی اجازت دے دی اور محترم چوہدری محمد شریف صاحب فاضل کو مرکز کی طرف سے گیمبیا بھجوایا گیا۔اس طرح وہاں پر باقاعدہ مشن کا اجراء ہوا۔

مرحوم اپنی جوانی ہی سے تہجد گزار تھے اور بسا اوقات انہیں سچی خوابیں آتی تھیں۔مرحوم کے دینی شوق کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنے بچے سعید کو دنیوی تعلیم سے ہٹا کر یہاں مرکز ربوہ میں قرآن مجید حفظ کرنے اور دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھجوایا''۔[50]

ڈاکٹر لعل الدین احمد صاحب آف کمپالہ (یوگنڈا مشرقی افریقہ)

(وفات: ۸ مئی ۱۹۷۳ء)

آپ کے والد ماجد حضرت میاں محمد دین صاحب کو صحابیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شرف حاصل تھا۔ آپ مجاہدینِ علاقہ ارتداد کے اس وفد میں شامل تھے جو ۲۰؍جون ۱۹۲۳ء کو قادیان دارالامان سے روانہ ہوا اور جس نے شدھی تحریک کے قلع قمع میں نمایاں حصہ لیا۔[51] ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کر کے آپ ۱۹۲۶ء میں ہندوستان سے کمپالہ تشریف لے گئے جہاں عمر بھر نہایت خلوص سے اہل افریقہ کی طبی خدمات بجالاتے رہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ’’میری پریکٹس کی کامیابی کا راز صرف اور صرف سیدنا حضرت مصلح موعود کی دعائیں ہیں‘‘۔[52] آپ کو موصی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ آپ کا نام مع دیگر افراد خانہ کے ’’تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین‘‘ کی فہرست میں صفحہ ۲۸۱ پر درج ہے۔

نہایت مخلص اور نڈر احمدی تھے اور دینی کاموں میں دلی جذبہ اور پورے ذوق وشوق سے حصہ لیتے تھے۔ خصوصاً تبلیغ احمدیت کا شوق کمال درجہ تک پہنچا ہوا تھا اور اس کے لئے اپنی ذاتی مصروفیات اور کاموں کی قطعاً کوئی پروانہیں کرتے تھے۔ اس دینی جہاد میں آپ کے بڑے بھائی چوہدری حاکم دین صاحب بی اے ایل ایل بی (آپ ۱۹۴۶ء میں کمپالہ تشریف لے گئے اور ۱۹۶۰ء میں وفات پائی) اور چھوٹے بھائی محمد امین صاحب (آپ کو بھی تحریک شدھی کے خلاف تبلیغی جہاد میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ علاقہ ملکانہ کے لئے دوسری سہ ماہی کے دوسرے وفد میں شامل تھے جو قادیان سے ۴؍اپریل ۱۹۲۳ء کو گیا تھا) بھی ہاتھ بٹاتے تھے۔[53]

ڈاکٹر لعل الدین احمد صاحب نے کمپالہ اور اس کے ماحول میں نور احمدیت پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ چنانچہ رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کی مطبوعہ سالانہ رپورٹوں میں آپ کا جابجا ذکر ملتا ہے۔ ان رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں یوگنڈا میں انفرادی رنگ میں تبلیغ کا فریضہ بجالانے والے متعدد احمدی مخلصین شامل تھے مثلاً ڈاکٹر فضل دین صاحب، ڈاکٹر احمد دین صاحب، بھائی عبدالحی صاحب، بھائی چراغ دین صاحب، ملک نصر اللہ خان صاحب اور بھائی محمد حسین صاحب بمبو۔ مخلصین میں ڈاکٹر صاحب کو ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ آپ اپنے اخراجات پر زبانی تبلیغ کے ساتھ ساتھ سلسلہ کا لٹریچر بھی تقسیم فرماتے تھے۔[54]

کمپالہ میں احمدیہ مسجد کی تعمیر آپ کی خصوصی نگرانی اور روزمرہ کی جدوجہد سے تکمیل کو پہنچی۔[55] آپ کا مکان جلسہ سیرت النبیؐ اور دیگر تقاریر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ ۳۶-۱۹۳۵ء میں آپ نے اپنی ڈسپنسری کا ایک کمرہ جماعتی لائبریری کے لئے عنایت کیا اور اپنے خرچ پر اسے عمدہ شکل میں تبدیل کر دیا۔ اس لائبریری کا نام احمدیہ فضل عمر لائبریری رکھا گیا۔[56]

آپ نے ۳۷-۱۹۳۶ء میں یوم التبلیغ اور دوسرے مواقع پر بعض دعوتوں کا انتظام بھی کیا۔ چنانچہ شیخ مبارک احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''کمپالہ میں بیس کی تعداد میں غیر مسلموں کو ان کے پنڈت سمیت دعوتِ چائے دی اور ڈاکٹر لعل الدین احمد صاحب کے مکان پر برادر محمد امین صاحب نے سارا انتظام کیا۔ اس میں گفتگو کے رنگ میں مذہب کی ضرورت اور رشیوں کے کام وغیرہ کے متعلق تبادلہ خیالات ہوا۔ خاکسار بھی اس دعوت میں شریک تھا''۔[57]

حکیم محمد ابراہیم صاحب مبلغ یوگنڈا کا بیان ہے کہ:۔

''(میں) جب یوگنڈا میں بسلسلہ تبلیغ مقیم تھا آپ نے میرے فرائض کی بجا آوری میں میری ہر ممکن مدد فرمائی۔ لمبے لمبے تبلیغی سفروں میں اپنے کاروبار کا نقصان کر کے میرا ساتھ دیا۔ چنانچہ بیلجیئن کانگو، روانڈا اور برونڈی کے تبلیغی سفروں میں آپ میرے ساتھ رہے۔ ان سفروں کو طے کرنے کے لئے ایسے گھنے جنگلات سے گزرنا پڑتا تھا جو وحشی جانوروں سے اٹے پڑے ہیں ایک روز ہم کانگو کے علاقے بوکانو سے واپس آرہے تھے کہ رستہ میں جنگل میں ہاتھیوں کا ایک غول نظر آیا مرحوم کے لڑکے طاہر احمد صاحب نے جو اس سفر میں ہمارے ساتھ تھے غول کا فوٹو لینے کی غرض سے موٹر رکوائی۔ اسی دوران ہاتھیوں کی نظر ہم پر پڑی تو ان میں سے ایک بدمست ہاتھی جو غالباً اسی غول کا سردار تھا حملہ کی غرض سے ہماری طرف بڑھا قریب تھا کہ وہ ہمیں کچل دیتا کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے ہمیں کار میں دھکیلا اور کچی سڑک پر چالیس پچاس میل کی رفتار پر کار چلا کر ہمیں خطرہ سے نجات دلانے میں کامیاب ہو گئے۔ رات کے دس بجے ہم ایک قصبہ میں پہنچے جہاں باوجود پوری کوشش کے کسی ہوٹل میں جگہ نہ ملی مجبوراً ایک دوست کے سٹور روم میں رات بسر کرنی پڑی۔

آپ یوگنڈا (مشرقی افریقہ) کے قریباً ۴۶ سالہ قیام کے دوران دو بار مرکز احمدیت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مئی ۱۹۶۶ء میں آپ دارالہجرت ربوہ میں تشریف لائے۔ چند دن یہاں قیام

فرمایا۔قیام ربوہ کے دوران سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کو اپنی غیر معمولی شفقت سے نوازا۔ ۸رمئی ۶۶ ءکو بعد نماز مغرب مسجد مبارک ربوہ میں آپ نے حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اور حضور کی موجودگی میں یوگنڈا میں تبلیغ اسلام کے حالات بیان فرمائے۔آپ نے مساجد کی تعمیر اور مدارس کے قیام کے سلسلہ میں نہایت دلچسپ اور ایمان افروز تفصیلات پیش کیں۔آپ کی تقریر کے بعد حضور نے جہاں سامعین کو اپنے ارشادات عالیہ سے نوازا وہاں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا کی اور احباب کو بھی دعا کی تحریک فرمائی۔

''اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے ان کی کوششوں میں برکت ڈالے۔......مکرم ڈاکٹر صاحب کل واپس جا رہے ہیں دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو وہ خیریت سے اپنے گھر پہنچیں اور خیریت سے وہاں رہیں''۔[58]

آپ بہت عبادت گزار تھے پنجگانہ نماز پوری توجہ سے وقت پر ادا کرتے نیز نماز تہجد کے پابند تھے۔قرآن کریم کی باقاعدہ روزانہ تلاوت کیا کرتے تھے۔۱۹۷۲ء میں دوسری بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔مرحوم خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت رکھتے تھے۔ابتدائے خلافت ثانیہ سے ہی حضرت المصلح الموعود کے مبارک وجود سے آپ کو خاص عشق تھا جب کبھی کوئی مبلغ یوگنڈا سے واپس آتا تو اسے بار بار تاکید کرتے کہ حضور کی خدمت میں میرے لئے دعا کے لئے ضرور لکھنا۔حضرت المصلح الموعود کے درس القرآن میں شرکت کرتے رہے اور ان دروس کے نوٹس لیتے رہے۔جنہیں آپ نے افریقہ میں ساری زندگی اپنے پاس محفوظ رکھا اور ان سے روحانی فائدہ اٹھایا۔[59]

شیخ عبدالعزیز صاحب

(وفات ۱۱رمئی ۱۹۷۳ء)

آپ مکرم سجاد احمد شاہد صاحب مبلغ فجی کے والد تھے۔آپ کے بھتیجے شیخ مشتاق احمد صاحب خالد کا بیان ہے کہ:۔

''آپ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم شیخ رحیم بخش صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا فخر حاصل تھا۔آپ کے دادا شیخ الٰہی بخش صاحب کا نام دمدار ستارہ نکلنے کے سلسلہ میں بطور شاہد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۳۰ پر درج فرمایا ہے۔چار پانچ

سال کے ہوئے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔آباء واجداد کا پیشہ تجارت تھا اس لئے معمولی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ تجارت میں مشغول ہو گئے۔

خاکسار کے والد محترم شیخ عبدالکریم صاحب ۱۹۴۴ء میں وفات پا گئے اور اپنے پیچھے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑ گئے جو سب کے سب کم عمر تھے۔اس وقت چچا جان کی عمر ۳۲ سال تھی محترمہ دادی صاحبہ مرحومہ کی تحریک پر آپ نے ہماری والدہ سے شادی کر لی اور پانچ بچوں کی کفالت کا بوجھ اٹھا لیا۔ شادی کے بعد آپ نے عہد کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکا عطا فرمایا تو میں اس کو دین کی راہ میں وقف کر دوں گا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک لڑکا (عزیز شیخ سجاد احمد خالد) عطا فرمایا آپ نے اسے بی اے تک تعلیم دلا کر مرکز کے سپرد کر دیا اب وہ شاہد کا امتحان پاس کر کے خوشاب میں بطور مربی سلسلہ تعینات ہے۔عزیزم سجاد احمد کے ربوہ آ جانے کے بعد محترم چچا جان نے بوجہ شوگر کاربنکل اور ایک بازو پر فالج نما کیفیت پیدا ہو جانے کی وجہ سے بہت تکالیف اٹھائیں۔انہیں بجا طور پر کاروبار میں مدد کے لئے ایک ہمدرد اور خیر خواہ دست و بازو کی ضرورت تھی مگر آپ عزیز موصوف کو یہی نصیحت فرماتے رہے کہ تم میری فکر نہ کرو اپنی تعلیم کی طرف پوری توجہ رکھو اور میری خواہش کے مطابق ایک کامیاب مبلغ بنو۔یہیں پر بس نہیں۔عزیزم سجاد احمد کی شادی ۱۵/مارچ ۷۳ء کو ہوئی۔اپنی وفات سے چند روز قبل محترم چچا جان نے اس سے یہ عہد لیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں لڑکا عطا کرے تو اس کو دین کی راہ میں وقف کر دینا۔خدا کرے کہ وہ اپنے والد مرحوم کی اس خواہش کو پورا کرنے والے ہوں۔(چنانچہ شیخ سجاد احمد صاحب کے بیٹے حافظ جواد احمد صاحب بھی اس وقت بطور مربی سلسلہ خدمات بجا لا رہے ہیں۔)

۱۹۳۵ء میں آپ نے وصیت کی۔۱۹۳۶ء میں آپ نے حصہ جائیداد کی وصیت ۱/۱۰ کی بجائے ۱/۳ کر دی۔جماعت کی دیگر مالی تحریکات میں بھی آپ اپنی استعداد کے مطابق حصہ لیتے تھے۔

آپ نے بیالیس سال تک تجارت کی مگر دیانتداری کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جو ایک سچے مسلمان اور احمدی کا طرۂ امتیاز ہے۔گجرات میں جس چوک میں آپ کی دکان تھی وہ مخالفین کا گڑھ تھا۔ان کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح ان کو یہاں سے نکلوا دیا جائے یا کاروبار کو تباہ کر دیا جاوے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اپنی کوشش میں ناکام ہوئے۔آپ نے دکان پر ایک بڑا تختہ سیاہ رکھا ہوا تھا جس پر آپ ایک خوشنویس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب مبارکہ کے اقتباسات لکھواتے،تعلیم یافتہ طبقہ تک تبلیغی لٹریچر پہنچاتے اور انفرادی تبلیغ کا بھی کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔زیر اثر

احباب کو جلسہ سالانہ پر اپنے خرچ پر لے جاتے۔ الفضل آپ خود خریدتے اور اس کے فائل محفوظ رکھتے۔[60]

امۃ الالٰہی صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ ڈیٹن، امریکہ

(وفات:۲۰مئی ۱۹۷۳ء)

آپ لجنہ اماء اللہ امریکہ کی پرانی اور مخلص رکن تھیں۔ آپ لجنہ اماء اللہ امریکہ کی شاخ لجنہ ڈیٹن کی صدر تھیں۔ آپ نے امریکہ کی لجنہ اماء اللہ کے مختلف عہدوں پر کام کیا۔ مختلف اوقات میں مرکزی لجنہ اماء اللہ کی ریکارڈنگ سیکرٹری، سیکرٹری اصلاح وارشاد، سیکرٹری تعلیم لجنہ ڈیٹن اور سیکرٹری ناصرات لجنہ ڈیٹن رہیں۔ امریکہ کے پہلے جلسہ سالانہ پر آپ نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۷۲ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے جشن پچاس سالہ کے موقع پر لجنہ اماء اللہ امریکہ کی طرف سے بطور نمائندہ شرکت کی اور تقریباً تین ہفتے ربوہ میں قیام کیا۔[61]

نواب بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر محمد علی خان افریقوی

(وفات: ۲۳مئی ۱۹۷۳ء)

آپ کا تعلق گجرات کے گاؤں کالرہ دیوان سنگھ سے تھا۔ شادی کے بعد لمبا عرصہ نیروبی میں گزارا۔ خاوند کی وفات کے بعد قادیان میں مقیم ہوگئیں۔ اور حضرت مصلح موعود کے مشورہ سے اپنی لڑکیوں کی شادیاں کیں۔ ایک عرصہ تک لجنہ محلّہ دارالرحمت کی صدر رہیں۔ جماعت کے نئے مرکز ربوہ کے قیام سے پہلے انہیں نئے مرکز کے بارہ میں خواب آئی۔ چنانچہ جب جماعت کو نیا مرکز مل گیا تو جلسہ سالانہ کے موقع پر آئیں اور خاندان کی دیگر خواتین کے ساتھ ان پہاڑیوں وغیرہ پر جاکر بخوبی پہچان لیا کہ یہی منظر خواب میں دکھایا گیا تھا۔

آپ نے قریباً ۹۵ سال عمر پائی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔[62]

صغریٰ بیگم صاحبہ قدسیہ زوجہ حضرت شیخ غلام حسین صاحب لدھیانوی

(وفات ۳۰/۲۹مئی ۱۹۷۳ء)

تین سوتیرہ اصحاب میں سے لدھیانہ کے حضرت منشی ابراہیم صاحب اور ان کے فرزند حضرت ماسٹر قمرالدین صاحب ممتاز بزرگ تھے۔[63] محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ حضرت ماسٹر صاحب کی بہو تھیں جن کی ساری عمر سلسلہ کی خدمات بجالانے اور اپنی اولاد کی بہترین تربیت میں گزری۔ محترمہ کی صاحبزادی محترمہ سابحہ ریحانہ اہلیہ مقصود احمد خان صاحب کنری سندھ کا بیان ہے کہ:۔

''تبلیغ کا شوق بے حد تھا۔ خصوصاً ان ہم مدرسہ لڑکیوں پر حقیقت واضح کر کے خوب خوش ہوتیں کہ واقعی میں مرزائن ہوں۔ تمہیں کیا معلوم سچے مسلمان ہی یہ مرزائی ہیں۔ والد صاحب کی ملازمت دہلی میں تھی اس لئے شروع سے ہی لجنہ اماء اللہ دہلی سے وابستگی ہوگئی لجنہ کے جلسوں میں باقاعدگی سے شامل ہوتیں۔ تقاریر اور دیگر انتظامات میں ضرور حصہ لیتیں۔ ۱۹۳۳ء میں لجنہ اماء اللہ نئی دہلی کے حلقے کی بنیاد رکھی گئی جس میں آپ پریذیڈنٹ اور محترمہ کلثوم بیگم صاحبہ زوجہ مولوی عبدالحمید صاحب دہلوی سیکریٹری منتخب ہوئیں۔ اس کے بعد آپ کو مسلسل ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک دہلی میں اور بعد از قیام پاکستان ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۰ء تک کراچی میں سیکریٹری مال کا اہم کام سرانجام دینے کا موقع ملا۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک دہلی میں جنرل سیکریٹری اور سیکریٹری مال دونوں کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چندہ جات کی وصولی کے لئے کئی کئی میل پیدل چلتیں اور اس میں عین راحت اور خوشی محسوس کرتیں۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام سے بے حد عقیدت اور محبت تھی۔ جب کبھی حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کا دہلی و کراچی میں ورودِ مسعود ہوتا ایسا معلوم ہوتا کہ ہمارے گھر میں عید کا سماں ہے۔ ہر چہرہ شگفتہ اور پُر مسرت نظر آتا۔ گھر کے در و دیوار بھی اس خوشی میں شامل محسوس ہوتے۔ نہ کھانے کا ہوش نہ آرام کا احساس۔ ایک ہی لگن ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ وقت حضور اقدس اور خاندان کی مبارک خواتین کے درمیان گذرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا۔ پہلے بھی ذکر کر چکی ہوں کہ تبلیغ کا بے حد شوق اور ولولہ تھا۔ اپنی ایک غیر احمدی سہیلی کے نام رسالہ مصباح کافی عرصہ تک جاری کئے رکھا۔ رشتہ داروں اور ہمسایہ لوگوں میں تبلیغی جدوجہد جاری رہتی۔ ۱۹۴۴ء میں جبکہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے مصلح موعود ہونے کا حلفیہ اعلان فرمایا تو آپ نے ایک بار پھر اتمام حجت کے طور پر اپنے اکلوتے بھائی کو جو کہ لدھیانہ میں رہتے تھے نہایت طویل تبلیغی خطوط لکھے اور ان پر واضح کر دیا کہ

؎ یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

مگر افسوس کہ انہوں نے حق کو شناخت نہ کیا اور یہ حسرت ان کی ان کے دل میں ہی رہ گئی۔ دہلی میں یوم تبلیغ نہایت وسیع پیمانے پر مناتیں۔ چھوٹے بچوں کو کافی تعداد میں ٹریکٹ دیتیں کہ سڑک پر گزرتے ہوئے لوگوں میں تقسیم کر دو۔ باقی ہم بہنوں کو ٹریکٹ دے کر کہتیں کہ گھر گھر جا کر دے آؤ۔ ہم دو دو بہنیں مل کر ہندوؤں اور سکھوں اور عیسائیوں کے گھروں میں جاتیں۔ ٹریکٹ تقسیم کرتیں۔ اپنی بساط اور فہم کے مطابق تبلیغی گفتگو بھی کرتیں پھر واپس آ کر اپنی والدہ صاحبہ کو رپورٹ دیتیں۔ وہ بہت خوش ہوتیں۔[64]

ملک محمد شفیع صاحب آف دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور

(وفات: مئی ۱۹۷۳ء بمقام کراچی)

ملک محمد شفیع صاحب جناب مولوی غلام احمد صاحب فرخ مبلغ انچارج مشن فجی کے خسر تھے جناب مولوی صاحب نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا:۔

''مرحوم دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ یہ قصبہ احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش تھا مگر وہاں احمدیت جن لوگوں کو نصیب ہوئی اگرچہ وہ تعداد کے لحاظ سے تھوڑے تھے مگر اخلاص اور پختہ ایمان کا ایک نمونہ تھے۔ آپ نے بیعت تو ۱۹۲۴ء میں کی مگر آپ کو احمدیت سے دلی انس اور عقیدت اُسی وقت سے تھی جب سے آپ نے ہوش سنبھالا۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت مَیں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ گورداسپور میں کی تھی۔ اسی طرح بٹالہ میں جب ڈاکٹر مارٹن کلارک والا مقدمہ تھا اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف گواہی دینے آئے تھے اس موقعہ پر بھی میں نے حضور اقدس علیہ السلام کی زیارت کی تھی۔

آپ گورنمنٹ ملازم تھے اور پٹواری کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ضلع گورداسپور میں مختلف مقامات پر آپ متعین رہے۔ تلونڈی جھنگلاں جو قادیان سے چند میلوں کے فاصلہ پر تھا وہاں آپ کافی عرصہ رہے۔ وہاں کی اکثریت احمدیوں کی تھی اس جگہ کے لوگوں کو آپ کی امانت و دیانت کی وجہ سے آپ سے محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان خرابیوں سے بچایا ہوا تھا جو گورنمنٹ ملازموں میں اکثر دیکھنے میں آتی ہیں۔

آپ نے ملازمت کے دوران ہی ہجرت کر کے قادیان میں رہائش اختیار کر لی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو محلّہ دارالبرکات میں اپنا مکان تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پارٹیشن کے وقت قادیان سے ہی ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔آپ نے ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ میں نائب مختار عام کا کام بھی کیا مگر عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے جلدی فارغ ہو گئے۔مرحوم خاموش طبع اور منکسر المزاج تھے۔طبیعت نہایت سادہ اور بے تکلف تھی۔بات نرمی اور انکساری سے کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ پر توکل تھا۔تہجد گذار تھے۔خلیفۂ وقت کی صحت وسلامتی،حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے جملہ افراد کی صحت وعافیت،سلسلہ کی ترقی واستحکام،مبلغین سلسلہ کی صحت اور کامیابی کے لئے دعائیں کرنے کے علاوہ اپنے عزیزوں کے لئے دعائیں فرماتے۔آخری چند سال انہوں نے اپنے چھوٹے صاحبزادے صوبیدار رشید احمد ملک صاحب کے پاس گذارے جو فوجی ملازمت سے ریٹائر ہو کر ڈرگ روڈ کراچی میں رہائش پذیر ہیں''۔[65]

ڈاکٹر الحاج عبدالعزیز اخوند صاحب ریٹائرڈ میڈیکل آفیسر

متوطن ٹمیاری ضلع حیدرآباد سندھ

(وفات:۸رجون۱۹۷۳ء)[66]

آپ سندھ کے ایک ایسے ممتاز زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے جو حکومت اور عوام کی نظر میں بہت معزز سمجھا جاتا ہے۔آپ کے والد اخوند محمد صالح صاحب اور دادا اخوند مہر علی صاحب دونوں حکیم اور زمیندار تھے۔آپ کے پڑدادا حاجی حافظ عزیز اللہ صاحب اور ان کے بھائی خان بہادر اخوند حبیب اللہ صاحب دونوں سندھ کے حاکم میروں کے وزراء تھے اور اخوند حبیب اللہ تو سات سال لندن میں بطور سفیر سندھ رہے۔انگریزوں نے سندھ فتح کر لیا تو آپ واپس تشریف لے آئے اور حکومت انگریزی میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز رہے۔[67]

ڈاکٹر اخوند عبدالعزیز صاحب اس خاندان کے پہلے فرد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستگی کی سعادت بخشی۔آپ اپنی خودنوشت میں تحریر کرتے ہیں:۔

''۱۹۲۱ء میں میں نے بمبئی میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔لیکن ۱۹۲۲ء میں حکومت نے ہمیں پھر بمبئی بھیجا کہ بچہ کی ولادت کی عملی تربیت حاصل کریں۔کیوں کہ سندھ میں یہ ممکن نہ تھا۔

ہماری کلاس کا ایک ڈاکٹر مرحوم عبدالعزیز عباسی صاحب ان دنوں ایم ۔بی ۔بی ۔ایس کی ڈگری لینے کے لئے بمبئی میں رہتا تھا۔اور ایک ہوسٹل میں رہائش پذیر تھا۔انہوں نے ایک دن ہمیں شام کو چائے پر مدعو کیا۔وہاں ایک مومن صورت باریش ڈاکٹر حاجی خان صاحب سے پہلی بار ملاقات ہوئی۔جو ہماری کلاس کا سندھی ڈاکٹر تھا۔جس کی تبدیلی سندھ سے عدن ہوئی تھی۔اور جہاز کے انتظار میں بمبئی میں مقیم تھا۔جب چائے کا دور ختم ہوا تو سب نے فیصلہ کیا کہ آج ہندوؤں کی دیوالی کی رات ہے۔کہیں سیر کو چلیں۔لیکن کہاں؟ بازار حسن دیکھیں۔لیکن ڈاکٹر حاجی خاں صاحب اڑ گئے اور وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ہم لوگ بھی جو پانچ ڈاکٹر تھے۔ضد میں آ گئے کہ چلنا تو وہیں ہے۔ڈاکٹر حاجی خاں صاحب کو بہت کہا۔لیکن وہ ماننے والے نہ تھے۔آخر سب نے ان کو پکڑ لیا۔اور گھسیٹ کر ان کو بے حال کر دیا۔آخر مجبور ہو کر ناچار بے چارے چل پڑے بمبئی کے بازار حسن میں اس رات بڑی رونق اور نظارہ تھا۔لیکن اچانک میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر حاجی خان صاحب بالکل نہیں دیکھ رہے۔ان کا سر نیچے تھا اور آنکھیں زمین میں گڑی ہوئی۔چل رہے ہیں۔میری توجہ تعجب کے ساتھ ان کی طرف ہو گئی اور میں نے دیکھا کہ آخر تک ان کا یہی حال رہا اور یہی طرز رہی۔میں بہت متأثر ہوا غض بصر کی یہ نایاب نیکی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔مجھے علم نہ تھا کہ وہ احمدی ہیں۔لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ ولی صفت انسان ہیں۔

خیر! وہ وقت گذر گیا۔تین سال کے بعد ۱۹۲۵ء میں پھر دوبارہ بمبئی میں وہ مجھے مل گئے۔وہ عدن سے ۱۹۲۴ء میں واپس آ کر ۱۹۲۵ء میں پھر کیمیرون تبدیل ہو کر جا رہے تھے اور میں عدن جانے کے لئے بمبئی پہنچا تھا۔دونوں اپنے اپنے جہاز کے انتظار میں جی۔ٹی ہاسپٹل بمبئی میں متعین تھے۔ایک دن میں بیٹھا تنخواہ کا بل بنا رہا تھا۔جو انہوں نے دیکھا تو پوچھا کیا تنخواہ کا بل بنا رہے ہیں؟ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب کیا کروں۔روپیہ نہیں ہے۔خیال آیا ہے کہ یہیں اپنی تنخواہ لے لوں۔کہنے لگے۔سفر کے دوران تنخواہ نہیں مل سکتی۔عدن پہنچ کر ہی آپ کو ملے گی۔مجھ سے آپ سو روپیہ لے لیں۔پھر بھیج دینا۔یہ کہہ کر سو روپیہ کا ایک نوٹ جیب سے نکال کر میرے آگے رکھ دیا۔میں حیرت میں ڈوب گیا۔عجیب انسان ہے۔بغیر میرے مانگنے کے اپنی طرف سے مجھے دے رہا ہے اور اتنی جلدی میں۔ان کی ایک نیکی میں پہلے مشاہدہ کی تھی۔پھر یہ دوسری نیکی۔میں بہت متأثر ہوا۔بہت متأثر ہوا۔

پھر ایک دن میں ان کی رہائش گاہ پر گیا تو دیکھا کہ میز پر ایک کتاب پڑی ہے۔میں نے اٹھالی۔

دیکھی تو میں چونک پڑا۔ یہ کتاب انگریزی میں بنام ’’احمد‘‘ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی شائع کردہ تھی اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں کا انگریزی ترجمہ تھی۔

ڈاکٹر صاحب شائد احمدی ہیں۔ اب میں نے ان سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب! کیا آپ احمدی ہیں؟ تو جواب میں فرمایا اور کیا ہی عجیب روح پرور الفاظ تھے کہ ’’خدا کے فضل سے میں احمدی ہوں‘‘۔

میں حیران کا حیران۔ کہتے ہیں خدا کے فضل سے میں احمدی ہوں! خدا کے فضل سے!! کیا احمدی ہونا خدا کا فضل ہے۔ بس ایک تیر تھا۔ جو میرے دل پر لگا۔ اور دل کے طبق کھول گیا۔ کیونکہ جو نیکیاں میں نے ان کی دیکھی ہیں۔ وہ تو واقعی خدا کا فضل ہیں۔ لیکن ان کا احمدی ہونا بھی خدا کا فضل ہے۔!!! اب میں نے ان سے سوال کیا کہ اچھا یہ بتائیں کہ مرزا صاحب نبی کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو بجائے لمبے چوڑے دلائل اور آیات قرآنی سنانے کے انہوں نے ایک اور ہی طرز میں مجھے سمجھایا اور کیا ہی اچھا سمجھایا۔ اور بہت مؤثر انداز میں۔

فرمایا۔ دیکھو ڈاکٹر صاحب! اللہ تعالیٰ نے ان کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ ’’سمجھا‘‘۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ یہ جواب سن کر میں اتنا تو مان گیا کہ ڈاکٹر حاجی خان صاحب یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔ وہ ہدایت کے راستہ پر ہیں۔ اس میں کیا شک ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ مرزا صاحب واقعی ہدایت لے کر آئے تھے۔ ان کے یہ الفاظ ایک زلزلہ میرے دل میں ڈال گئے۔ جن سے ایک نور اور ایمان کی چنگاری میرے دل میں بھڑکی۔ بس یہی الفاظ ابتداء تھے میری احمدیت کی۔ ان کا نیک نمونہ چند سادہ الفاظ کے ساتھ مل کر کام کر گیا۔ تب میں نے ان کو کہا کہ اچھا یہ کتاب مجھے پڑھنے کے لئے دیں گے؟ فرمایا بڑی خوشی سے۔

یہ کتاب عدن جاتے ہوئے میں جہاز پر ہی پڑھنے لگا۔ کیا ہی دل کو لبھانے والی تاثیر سے پر تحریر تھی۔ ۱۲ یا ۱۴ صفحات کے بعد جب میں ان الفاظ پر آیا کہ ’’میں ہی وہ مسیح ہوں اور میں ہی وہ مہدی ہوں جس کا وعدہ رسول کریم ﷺ نے امت سے کیا تھا‘‘۔ تو بس ذبح تو میں پہلے ہی ہو چکا تھا۔ روح بھی پرواز کر کے مسیح موعود کے قدموں پر جا گری۔ اب دل سے میں احمدی تھا۔ بیعت ایک ماہ بعد کی جب میں عدن میں تھا۔ ۱۹۶۲ء میں ڈاکٹر حاجی خان صاحب فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ہوں ان پر کہ وہ میری احمدیت کا باعث بنے۔‘‘[68]

قیامِ عدن کے بعد آپ واپس وطن آئے تو اپنے قصبہ ٹمیاری میں آپ کو شدید مخالفت کا سامنا

کرنا پڑا مگر آپ نے پوری جرأت واستقلال سے اس کا دعاؤں اور دلائل سے مقابلہ کیا۔آپ سندھ میڈیکل سروس کے دوران حیدرآباد، ڈہرکی،گھوٹکی،کندھ کوٹ،ٹھل، جیکب آباداور دادو وغیرہ مقامات میں متعین رہےاور ہر جگہ پورے جوش وخروش سے پیغام حق پھیلانے میں مصروف رہے۔۲۹-۱۹۲۸ء میں آپ حیدرآباد سندھ کے امیر جماعت مقرر کئے گئے۔[69]

قیام حیدرآباد کے دوران سیدنا حضرت مصلح موعود نے مئی ۱۹۳۵ء میں پہلا سفر سندھ اختیار کیا اور ۱۷رمئی ۱۹۳۵ء کوحیدرآباد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے کے علاوہ بیسنٹ ہال میں پبلک لیکچر دیا۔ جس سے صدیوں قبل کے بعض نوشتے پورے ہوئے۔جس کا انکشاف ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند صاحب کے حسب ذیل ایمان افروز نوٹ سے ہوتا ہے جو اُن کے قلم سے الفضل ۷رجون ۱۹۳۵ء صفحہ ۲ میں چھپا۔فرماتے ہیں:۔

’’سندھ کے اولیاء اللہ نے حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کے متعلق جو پیشگوئیاں کی ہیں کچھ عرصہ سے مَیں ان کو جمع کر رہا ہوں۔ان کا ایک حصہ روایات کی صورت میں ہےاور دوسرا پرانی سندھی میں لکھی ہوئی قلمی کتابیں جو مجھے اپنے خاندان کے کتب خانہ سے ملی ہیں پیشگوئی کرنے والے بزرگ مرحوم گروڑی فقیر صاحب مرحوم سید محمد حسن جون والا،مرحوم مخدوم محمد ہاشم اور مرحوم مخدوم نورنگی ہیں۔ یہ سب پیشگوئیاں گیارہویں صدی ہجری سے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔

ان پیشگوئیوں کے دو حصے ہیں ایک حصہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت اور بعثت پر چسپاں ہوتا ہے مگر دوسرا حصہ اب تک غیر مکمل چلا آتا تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حیدر آباد سندھ میں تشریف لانے سے عجیب طرح تکمیل کو پہنچ گیا۔معلوم ہوتا ہے سندھ کے اولیاء اللہ نے سندھ کے لوگوں کے لئے مہدی علیہ السلام کے خلیفہ کی سندھ میں آمد کو مہدی علیہ السلام کی آمد قرار دیا ہے۔بعثتِ مہدی کے زمانہ کی جو علامتیں ان اولیاء اللہ نے لکھی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ اس زمانہ میں ایک شخص بنام نادر قتل ہوگا۔حجاز کے بادشاہ کا نام عبدالعزیز ہوگا۔حج کے موقع پر کعبہ میں قتل ہوگا۔یہ نشان گذشتہ ۱۳۵۳ھ کے حج کے موقعہ پر ظہور میں آیا جبکہ سلطان حجاز پر حملہ کرنے والے قتل ہوئے۔گروڑی فقیر صاحب کی پیشگوئی ہے کہ مہدی علیہ السلام ۱۳۵۴ھ میں پیدا ہوں گےاور حضرت خلیفۂ ثانی بھی اسی سال یہاں تشریف فرما ہوئے۔مرحوم سید محمد حسن جون والا فرماتے ہیں کہ وہ جمعہ کا ایک خطبہ پڑھیں گے۔اب مہدی علیہ السلام کا جمعہ کا ایک خطبہ پڑھنا اس طرح پورا ہوا کہ ان

کے خلیفۂ ثانی اور فرزند ارجمند نے یہاں حیدرآباد سندھ میں جمعہ کا ایک ہی خطبہ پڑھنے کا موقعہ پایا۔
پھر سید صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی زبان میں لکنت ہوگی۔ لکنت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک میں تھی مگر عجیب واقعہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو لیکچر یہاں بیسنٹ ہال میں دیا اس کے دوران میں ایک دو سیکنڈ کے لئے حضور کی زبان مبارک میں لکنت ایک ایسی عجیب طرح ظاہر ہوئی جس کو سب سندھی احمدیوں نے محسوس کیا۔''

۱۹۴۲ء میں آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان کی باقاعدگی کے ساتھ ماہانہ عطایا سے اعانت فرمائی۔[70] ۱۹۵۷ء میں آپ نے سرکاری ملازمت سے ریٹائرڈ ہو کر ٹمیاری میں بود و باش اختیار کر لی۔ بعد ازاں ۱۹۶۲ء سے تادم واپسیں فضل عمر ہسپتال ربوہ میں پورے اخلاص، فرض شناسی اور خوش اسلوبی سے طبی خدمات بجالانے میں مصروف رہے۔[71]

مولانا غلام احمد صاحب فرخ سابق مبلغ سندھ وانچارج احمدیہ مشن فجی کا بیان ہے کہ:۔

''ڈاکٹر صاحب علمی مذاق کے مالک تھے سندھی ان کی مادری زبان تھی۔ تالیف وتصنیف کا ملکہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ آپ نے باوجود سخت مصروفیت کے ملازمت کے ایام جاتی ضلع ٹھٹھہ کے ایک دوست کے سوالات کے جواب میں ایک کتاب ''دجال اور ابن مریم کی حقیقت'' سندھی زبان میں لکھی جو شائع ہو کر کافی مقبول ہوئی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی مشہور تصنیف ''تبلیغ ہدایت'' کا سندھی ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ بھی مقبول ہوا۔ حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر آپ کی تصنیف ''اسلام اور ملکیت زمین'' کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا اور پھر خود محنت کر کے شکار پور سندھ کے ایک مطبع سے اسے شائع کیا۔ ایک معترض کی کتاب کے جواب میں ''جواب الجواب'' نامی کتاب سندھی زبان میں لکھی۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم میں احمدیت قبول کرنے کے بعد تبلیغ کا بہت شوق اور شغف تھا۔ ان کی لائبریری میں سلسلہ کا تقریباً پورا لٹریچر تھا۔ مدمقابل کو حکمت اور نرمی سے سمجھاتے تھے۔ مشتعل نہیں ہوتے تھے۔ علماء رؤسا اور سجادہ نشینوں کو بھی پوری جرأت و بہادری اور شجاعت سے تبلیغ کرتے تھے۔ احمدیت کے شیدائی تھے۔

ایک دفعہ خاکسار ان کے پاس ڈہرکی گیا۔ عصر کا وقت تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمانے لگے پیر صاحب بھرچونڈی شریف سندھ کے مشہور سجادہ نشین ہیں ان کا گاؤں یہاں سے چند

میل کے فاصلہ پر ہے پیر صاحب کا بڑا لڑکا عبدالرحیم شاہ میرے دوستوں میں سے ہے۔ان کے ہاں سالانہ جلسہ ہے اور لوگ دور ونزدیک سے آئے ہوئے ہیں علماء کو بھی دعوت دے کر بلایا ہوا ہے۔ مجھے عبدالرحیم شاہ نے دعوت دی ہے کہ آپ بھی وہاں آئیں۔ اچھا ہوا کہ آپ عین وقت پر پہنچے اب دونوں کل وہاں چلیں گے اور تبلیغ کا موقع ملے گا۔

چنانچہ ہم دونوں دوسرے روز ۷ بجے صبح روانہ ہوئے اور ۹ بجے بھرچونڈی شریف پہنچ گئے۔ عبدالرحیم شاہ بہت عزت سے پیش آئے۔ ہمارے قیام وغیرہ کا انتظام کر کے ایک مولانا صاحب کو گفتگو کے لئے بلالائے۔اس دوران لوگ بھی بڑی کثرت سے جمع ہو گئے۔مولانا صاحب کے آنے پر وفات حیات مسیح علیہ السلام پر گفتگو شروع ہوئی۔ڈاکٹر صاحب نے مجھے فرمایا کہ آپ گفتگو شروع کریں چنانچہ وہاں دو گھنٹے تک تبادلہ خیالات ہوا۔اس علاقہ میں پہلی بار اتنی جمیعت کو ہمارے دلائل سننے کا موقع ملا۔ہم نے وہاں لٹریچر بھی تقسیم کیا۔

مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے مخلص اور یک رنگ دوست تھے۔طبیعت میں سادگی تھی۔ صوفی منش تھے۔ درویشانہ روش تھی۔ رفق، نرم خوئی اور حلم ان کا شیوہ تھا۔غریب پرور تھے۔ بزرگان اور خدام دین کی بہت قدر کرتے تھے۔ اپنی اہلیہ اور بچوں کے ساتھ بھی رفق اور نرمی اور احسان کا سلوک تھا۔تلخی اور غیض وغضب ان میں بالکل نہیں تھا۔ بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے تھے اور ہر ایک کا حق اسے دیتے تھے۔

ملازمت میں آپ بہت دیانتداری سے کام کرتے تھے۔کسی کی غلط سفارش کو قبول نہیں کرتے تھے۔ نہ رشوت لیتے تھے، نہ غلط سرٹیفکیٹ دیتے تھے اور کسی بڑے سے بڑے آدمی کی بھی اس سلسلہ میں پرواہ نہ کرتے تھے۔اگر کوئی بہت تنگ کرتا اور پیچھے پڑ جاتا تو بھی آخر کار آپ کا یہی جواب ہوتا تھا کہ بھائی میں مجبور ہوں یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔آپ جہاں بھی گئے سب لوگ آپ کی نیکی و دیانت اور سچائی کے معترف ہیں“۔[72]

خان میر خان صاحب افغان پہریدار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

(وفات ۱۱جون ۱۹۷۳ء)[73]

پٹھانوں کے بہادر قبیلہ صافی سے تعلق رکھتے تھے۔امیر امان اللہ خان والی افغانستان کے زمانہ میں جب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل کے خاندان کو دوبارہ قید و بند کے مصائب و

آلام میں مبتلا کیا گیا تو آپ اور آپ کے بھائی خائستہ میر خان بھی جیل خانہ میں ڈال دیئے گئے۔

آپ کو طویل عرصہ تک سیدنا حضرت مصلح موعود کی خدمت اور حفاظت کے قیمتی مواقع میسر آئے۔۱۹۳۴ء کی احرار ایجی ٹیشن کے وقت سب سے پہلے آپ ہی محافظ خاص مقرر کئے گئے۔آپ نے اپنے فرائض ایک وفا شعار اور عاشق جانباز کی حیثیت سے کمال درجہ اخلاص اور فدائیت سے انجام دیئے۔جس پر حضرت مصلح موعود نے اظہار خوشنودی کیا۔چنانچہ مجلس مشاورت ۱۹۴۵ء کے موقع پر آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

''اگر ایک شخص زیادہ اخلاص کا اظہار کرتا تھا اور وہ چوبیس گھنٹے پہرے کے لئے تیار رہتا تھا تو بجائے اس کے کہ اس کو ڈانٹا جاتا اور اس کو کام سے علیحدہ کیا جاتا اس کی قدر کرنی چاہیے تھی۔مگر اخلاص کی قدر کرنے کی بجائے آدمیوں کی تعداد پر کام کا انحصار رکھ لیا گیا ہے......میں نے بتایا ہے کہ ایک پہرے دار میرے ارد گرد زیادہ رہتا تھا۔دو رکھے گئے تو اس میں کمی آ گئی۔چار رکھے گئے تو وہ اکثر غائب رہنے لگ گئے''۔[74]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کی مخلصانہ خدمات پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے جو کلمات بیان فرمائے انہیں فریم میں لکھوا کر اپنے کمرے میں آویزاں کر رکھا تھا۔

کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت مصلح موعود پر قاتلانہ حملہ (۱۰/مارچ ۱۹۵۴ء) کے بعد کراچی کے کوئی صاحب حضور سے ملاقات کر کے مہمان خانہ ربوہ میں تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ آج حضور نے خان میر خان صاحب کی بہت تعریف کی اور فرمایا:۔

''پہرہ تو خان میر نے دیا ہے''

ڈاکٹر محمد احمد خان صاحب ٹل ضلع کوہاٹ (شہید وزیرستان)، مولوی رحمت اللہ خان صاحب مربی سلسلہ اور شیر احمد خان صاحب درویش قادیان آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔[75]

آپ کابل میں آسودۂ خاک ہیں اور آپ کا یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ ۷ حصہ ۲۰ میں نصب ہے۔[76]

حرمت بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت شیخ محمد عبدالرشید صاحب بٹالوی

(وفات: ۱۱ جون ۱۹۷۳ء)

آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۹۱۱ء کے قریب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے دور میں سلسلہ میں شمولیت کی سعادت پائی۔ اس سے پہلے حضرت شیخ محمد عبدالرشید صاحب بٹالوی ۱۹۰۰ء کے قریب عین نوجوانی کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام میں شامل ہو گئے تھے۔ حرمت بی بی صاحبہ کو بیعت کرنے کی توفیق اس طرح ملی کہ ہمارے بڑے بھائی شدید بیمار ہو گئے۔ ان کو قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے پاس علاج کے لئے لے جایا گیا۔ آپ بھی ساتھ تھیں۔ کئی ماہ تک قادیان میں قیام رہا۔ حضرت صاحب نے ازراہ شفقت اپنے مکان کے ایک حصہ میں جگہ دی۔ وہاں قریب رہ کر آپ نے ایک عجیب روحانی اور درویشانہ سلسلہ دیکھا۔ حضرت صاحب کی غریب پروری اور شفقت کے نظارے روزانہ دیکھے۔ پھر آپ کا قرآن کریم کے ساتھ عشق اور شغف دیکھا اور آپ کے دروس میں شامل ہوئیں اس ماحول نے ان کو بے حد متاثر کیا اور خود علیٰ وجہ البصیرت بیعت کی۔ بیعت کے بعد تن من سے سلسلہ کی خدمت کی۔ بٹالہ میں اکثر بزرگوں اور مبلغین کا آنا جانا رہتا تھا ان کی خدمت انہوں نے اپنا فرض قرار دیا۔ حضرت اماں جان سے خصوصیت سے آپ کے نہایت مخلصانہ اور محبت والے تعلقات تھے۔ وہ کئی دفعہ بٹالہ میں آکر آپ کے پاس رہیں۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی بیگم صاحبہ کے ساتھ بھی بہت محبت کے تعلقات تھے۔ آپ کو حج کرنے کی شدید خواہش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۳ء میں آپ کو موقع عطا فرمایا چنانچہ آپ نے خود حج کیا اور اپنے مرحوم خاوند کی طرف سے حج بدل کروایا۔

حضرت شیخ عبدالرشید بٹالوی صاحب جماعت بٹالہ کے صدر تھے اس لئے مخالف ٹولہ اکثر جلوس نکال کر آپ کے گھر کے سامنے ٹھہر کر نعرہ بازی کرتے اور گالی گلوچ کرتے۔ ایک دفعہ آپ کے گھر کے مرد باہر تھے اور جلوس آ گیا۔ مستورات کو شریروں کی بدزبانی سے بہت تکلیف پہنچی۔ مگر جلوس وہاں سے ہلتا ہی نہ تھا۔ اس لئے گھر کی عورتوں نے باوجود صابر اور بردبار ہونے کے اپنی غیرت کا اس طرح ثبوت دیا کہ چولہے کی راکھ اکٹھی کر کے گیلری سے ان کے سروں پر پھینکی۔ راکھ کا پڑنا تھا کہ مخالف لوگ بھاگ اٹھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مخالفین پر رعب طاری کر کے اپنی سنت مستمرہ کے مطابق تائید و نصرت کا نشان ظاہر فرمایا۔[77]

قاضی عبدالرحمٰن صاحب سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ

(وفات: ۱۶؍ جون ۱۹۷۳ء)

یکم مارچ ۱۹۲۳ء کو نظارت دعوت وتبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے کلرک کی حیثیت سے سلسلہ احمدیہ کی خدمات کا آغاز کیا۔ یکم نومبر ۱۹۴۰ء کو پرسنل اسٹاف ناظر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۲۸ر ستمبر ۱۹۵۵ء کو محاسب بنے۔ ۱۹۶۱ء میں ریٹائرڈ ہوئے تو حضرت مصلح موعود نے آپ کو مجلس کارپرداز مقبرہ بہشتی کا سیکرٹری مقرر فرمایا۔ آپ کم وبیش دس برس تک بڑے اخلاص وانہماک کے ساتھ اپنے فرائض بجالاتے رہے۔ آپ کے عہد میں بہشتی مقبرہ ربوہ میں اس کی ظاہری آرائش کے لئے ٹیوب ویل کے ذریعہ درخت اور پھول لگانے کا کام شروع ہوا۔[78] تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں شرکت کی سعادت بھی آپ کو حاصل تھی۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے ۱۴ر اپریل ۱۹۲۴ء کو آپ کی نسبت یہ ریمارکس تحریر فرمائے:۔

''قاضی عبدالرحمٰن صاحب کلرک دفتر نظارت دعوت وتبلیغ نے میرے عہدۂ نظارت میں ساڑھے گیارہ ماہ کام کیا ہے اور اس اثناء میں انہوں نے اپنے آپ کو فہیم، محنتی، ذہین، شریف الطبع، مطیع اور ہر پہلو سے دیانت دار اور کام کو اپنے شوق اور حمیت وغیرت اور خوش اسلوبی سے کرنے والا ثابت کیا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس بھی پورے طور پر ہے اور یہ مذیت عام طور پر کلرکوں میں شاذونادر پائی جاتی ہے۔ میں اپنے اندران کے لئے بہتر سے بہتر احساسات پاتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو سلسلہ احمدیہ کی خدمت کے لئے مخلصانہ، دیندارانہ روح کے ساتھ مستعد کریں گے۔''[79]

مولانا ابوالعطاء صاحب نے آپ کی وفات پر درج ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات سپرد قلم فرمائے۔

''جناب قاضی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم سلسلہ احمدیہ کے پرانے مخلص خدام میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوش خطی اور ذہانت کی نعمت سے نوازا تھا وہ خدمت سلسلہ میں بطور کلرک داخل ہوئے اور مختلف دفاتر میں کام کرتے رہے۔ ایک لمبے عرصے تک قادیان میں دفتر دعوۃ وتبلیغ میں بھی انہوں نے کام کیا۔ جن دنوں ہم نے دعوۃ وتبلیغ میں بطور مبلّغین کام شروع کیا۔ ان دنوں محترم قاضی صاحب مرحوم وہاں تھے۔ ان کا سلوک اپنے ساتھیوں سے بہت اچھا تھا جس طرح ان کا خط اچھا تھا اسی طرح ان کی طبیعت میں بھی نفاست پسندی تھی۔ لباس صاف ستھرا پہنتے تھے۔ اپنا کام ذمہ داری سے بجا لاتے تھے۔ اُس وقت کے ناظر صاحبان ان سے بہت خوش تھے۔ قادیان کے زمانہ میں ہی وہ نظارت

علیا کے ہیڈ کلرک مقرر ہو گئے تھے۔اپنے کام کے سلسلہ میں فرض منصبی ادا کرتے ہوئے انسانی ہمدردی کا جذبہ ان کی طبیعت کا جز و تھا۔کارکنوں کو بہتر مشورہ دینا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔

آخر کار وہ نظارت بہشتی مقبرہ میں سیکرٹری کے ذمہ داری کے عہدہ پر مقرر ہوئے۔اور سالہا سال تک انہوں نے یہ خدمت سرانجام دی۔مجھ سے پہلے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس صدر مجلس کار پرداز تھے وہ بھی محترم قاضی صاحب مرحوم کے کام سے بہت خوش تھے۔آخری چند سالوں میں انہوں نے میرے ساتھ بھی کام کیا ہے بہت محنتی اور مخلص کارکن تھے۔قواعد وقوانین کے خاصے ماہر تھے۔مجلس کار پرداز کے اجلاسوں میں معاملہ زیر بحث کے بارے میں پوری معلومات پیش کرتے تھے۔اپنے ماتحت کارکنوں سے بھی اچھا سلوک کرتے تھے۔سب ان سے خوش تھے۔انہوں نے اپنے وقت میں قبرستان میں درختوں، روشوں اور پھولوں وغیرہ کا عمدہ انتظام کیا جسے بعد میں آنے والے سیکرٹری صاحب نے مزید ترقی دی ہے''۔[80]

میر خلیل الرحمٰن صاحب متوطن سیوہارہ ضلع بجنور

(وفات: ۲۲رجون ۱۹۷۳ء)

غالباً ۱۸۹۱ء میں ایک متدیّن گھرانے میں پیدا ہوئے۔اپنے علاقہ میں پیر جی کے نام سے مشہور تھے۔آپ ایک دفعہ تفسیر حقانی کا مطالعہ کررہے تھے کہ آپ کے دل میں حق وصداقت کی پیاس اور اطمینان قلب حاصل کرنے کے سلسلہ میں دعا کی طرف توجہ ہوئی۔آپ نے دعا کی تو دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور نماز فجر کی تیاری ہو رہی ہے۔چنانچہ آپ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی۔دوسری رات رؤیاء میں دوبارہ ایک اور بزرگ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی اور تیسری رات ایک اور بزرگ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی۔آپ اس رویاء کے بعد اور بھی بے چین رہنے لگ گئے اور خدا سے دعا کرتے رہے کہ روز ہی مختلف بزرگوں کی اقتداء میں نماز ادا کرتا ہوں۔مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آتی، خود ہی رہنمائی فرما اور وہ راستہ سمجھا دے جو تجھ تک پہنچنے کے لئے آسان ترین ہے۔چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز فجر کی نماز کے بعد وظائف اور ورد سے فارغ ہو کر دعا کر رہا تھا کہ کشفی حالت میں دیکھا کہ نچلی منزل کے بیرونی دروازہ پر دستک ہوئی ہے۔میں نے اسی حالت میں اوپر آجانے کے لئے آواز دی۔کیا دیکھتا ہوں کہ ہرکارہ تار لے کر سامنے کھڑا ہے کشفی

حالت میں ہی میں نے کہا کہ میاں مجھے انگریزی نہیں آتی پڑھ کر بتاؤ کہ کیا لکھا ہے؟ تو ہرکارہ نے بتایا لکھا ہے’’at once امرتسر پہنچو‘‘۔

ازاں بعد آپ قادیان تشریف لے گئے اور رشتہ کی اپنی دو بہنوں (جو حضرت منشی رحیم الدین صاحب یکے از اصحاب ۳۱۳ کی صاحبزادیاں تھیں اور قادیان میں بیاہی ہوئی تھیں) کے یہاں مقیم ہوئے۔ بیٹھک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود کی تصویروں پر نگاہ پڑی تو آپ نے پہچان لیا کہ رؤیا میں پہلے روز حضرت نبی اکرم ﷺ دوسرے روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تیسرے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اقتداء میں نماز فجر پڑھی تھی۔اس لئے آپ کو شرح صدر حاصل ہوگیا۔جس پر دوسرے دن بیعت کر لی۔ یہ ۱۹۴۱ء کا واقعہ ہے۔ بیعت کے بعد آپ پر مشکلات کا گویا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ والد نے جائیداد سے عاق کر دیا۔ بیوی میکے چلی گئی اور جاتے ہوئے تمام مال و اسباب اور کثیر تعداد میں زیورات اور نقدی بھی لے گئی مگر آپ نے اُف تک نہ کیا۔ چند سال بعد مسعودہ بانو صاحبہ بنت حکیم حشمت اللہ صاحب سے آپ کا نکاح ہوگیا۔

ہجرت ۱۹۴۷ء کے بعد آپ پہلے بھیرہ اور پھر میانی میں مقیم ہوئے۔ بھیرہ میں ۱۹۵۳ء تک پٹواری رہے اور عرصہ ملازمت میں رشوت سے بکلی پرہیز کیا۔ بایں ہمہ احمدیت کی پاداش میں آپ کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا۔لیکن آپ کی اہلیہ محترمہ نے میانی میں گرلز سکول کی بنیاد رکھی جو ترقی کر کے ہائی سکول بن گیا۔اس طرح جناب الٰہی کی طرف سے اپنے بندے کے لئے باعزت بسر اوقات کا انتظام فرمایا۔ ملازمت سے برطرفی کے بعد آپ بکلی سلسلہ کے لئے وقف ہو گئے۔ بہت دعا گو اور متوکل بزرگ تھے۔ خود بھی اور آپ کی اہلیہ بھی تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔[81]

سید محمد اصغر صاحب مونگھیری

(وفات: ۲۴؍جون ۱۹۷۳ء بعمر ۹۳ سال)

خاندانی روایات کے مطابق ابتدائی تعلیم مونگھیر کے مقامی مدرسہ اور اساتذہ سے حاصل کی۔ مذہب اور دینیات سے فطری لگاؤ تھا۔ مونگھیر میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۱۹۰۹ء منعقد ہوا۔ جلسہ کے دوران حضرت مفتی محمد صادق صاحب تقریر فرما رہے تھے کہ آپ پر بذریعہ القاء ربانی صداقتِ احمدیت کا انکشاف ہوا اور آپ نے اگلے روز بیعت کر لی۔ آپ کو اپنے خاندان میں سب

سے پہلے قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔اہل خاندان کی طرف سے زبردست مزاحمت ہوئی جسے آپ نے صبر واستقامت سے برداشت کیا۔بعدازاں خدا کے فضل سے آپ کے والد اور بھائی بھی داخل سلسلہ ہو گئے۔۱۹۲۴ء میں ایک بیٹے کو اور ۱۹۲۹ء میں دوسرے بیٹے کو مرکز احمدیت قادیان میں دینی تعلیم کے لئے بھیجا۔پھر ہجرت کر کے دیارِ محبوب میں آ گئے۔مئی ۱۹۶۳ء میں حکومت پاکستان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' ضبط کر لی تو آپ نے اس وقت کے گورنر جناب ملک امیر محمد خان اور صدر پاکستان محمد ایوب خان کی خدمت میں لکھا کہ اس غیر منصفانہ کارروائی سے سب احمدیوں کی سخت دلآزاری ہوئی ہے۔اسے منسوخ فرمایا جائے۔بہت شریف النفس، سعید الفطرت اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک اور صاحب رؤیا تھے۔[82]

شیخ فیض الرحمٰن صاحب کپورتھلوی

(وفات: ۲۸؍جون ۱۹۷۳ء)

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور (ریاست کپورتھلہ) (یکے از اصحاب کبار ۳۱۳) کے صاحبزادے تھے۔[83] قیامِ پاکستان سے قبل محکمہ ٹیلیفون سے وابستہ تھے۔ہجرت کے بعد صدر انجمن احمدیہ پاکستان میں بحیثیت انسپکٹر بیت المال ملازمت اختیار کر لی اور یہیں سے ریٹائر ہوئے۔اپنے مفوّضہ فرائض کو پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کرنے کے باعث افسرانِ بالا آپ پر ہمیشہ خوش رہے۔ریٹائر ہونے کے بعد نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ میں قیام پذیر ہو گئے اور ایک لمبے عرصہ تک سیکرٹری مال کے فرائض بجالاتے رہے۔نہایت سادہ، ملنسار، مقبول الدعا، سلسلہ کے سچے خادم اور خلافت کے عشاق میں سے تھے۔[84]

مولوی حسن محمد صاحب کھوکھر سابق معلم اصلاح وارشاد

(وفات: یکم جولائی ۱۹۷۳ء)

آپ ملک غلام نبی صاحب شاہد سابق مبلغ سیرالیون وغانا واستاذ جامعہ احمدیہ ربوہ کے والد ماجد تھے۔مولوی صاحب قریباً ربع صدی تک پہلے بطور دیہاتی مبلغ اور پھر معلم اصلاح وارشاد کی حیثیت سے دعوت الی اللہ میں سرگرم عمل رہے۔بہت جلد لوگوں کو گرویدہ بنا لیتے تھے اور پنجابی کے شاعر بھی تھے۔بیسیوں افراد کو آپ کے ذریعہ نورِ احمدیت حاصل ہوا۔[85]

عبدالرحمٰن جنید ہاشمی صاحب نائب ناظر بیت المال ربوہ

(وفات:۲۲رجولائی۱۹۷۳ء)

سلسلہ کے مشہور صحافی اور بزرگ شاعر حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب کے فرزند اکبر تھے۔آپ ۷جولائی ۱۹۱۰ءکو قادیان میں پیدا ہوئے۔آپ کی پیدائش سے قبل آپ کی والدہ محترمہ کو ایک رویاء دکھائی گئی جس کی تعبیر حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے یہ بیان فرمائی کہ’’ خدا تعالیٰ آپ کو دو بیٹے عطا کرے گا زندہ رہنے والے‘‘۔حضور نے آپ کا نام عبدالرحمٰن تجویز فرمایا اور ازراہ شفقت ان کے علاج معالجہ کے لئے تقریباً روزانہ گھر پر تشریف لاتے رہے۔آپ نے میٹرک کا امتحان ۱۹۲۷ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے پاس کیا۔۱۹۳۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کیا۔ گریجوایشن کے بعد کچھ عرصہ تک آپ جماعت کی اور حضرت مصلح موعود کی اراضی سندھ میں کام کرتے رہے۔

۱۹۴۴ء میں تعلیم الاسلام کالج قادیان کے پہلے آفس سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔جولائی ۱۹۶۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے حکم سے آپ کی خدمات شعبہ بیت المال صدر انجمن احمدیہ کو منتقل کر دی گئیں۔آپ جولائی ۱۹۷۱ء تک نہایت تندہی اور اخلاص سے نائب ناظر بیت المال کے فرائض انجام دیتے رہے۔ادبی ذوق آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔سکول کے زمانہ میں ان کی کہانیاں بچوں کے اخبارات و رسائل (پھول۔گلدستہ وغیرہ) میں شائع ہوتی تھیں۔تعلیم الاسلام کالج کے میگزین ’’المنار‘‘ (ربوہ) کی ہمیشہ علمی معاونت فرماتے رہے۔المنار کے پرنٹر اور پبلشر بھی آپ ہی تھے۔ آپ نے رسالہ الجامعہ، خالد، مصباح اور دیگر مرکزی رسائل کے لئے نہایت مفید اور تحقیقی مضامین لکھے اور انگریزی مضامین کے تراجم کئے۔[86] علاوہ ازیں حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکمل کا مکمل دیوان (جو ۱۹۰۷ء سے ۱۹۶۵ءتک کے کلام پر مشتمل ہے) نہایت درجہ محنت و کاوش سے مرتب کر کے ستمبر ۱۹۶۷ء میں ’’نغمہ اکمل‘‘ کے نام سے شائع کیا جو آپ کا شاندار علمی کارنامہ ہے۔

آپ کے فرزند جاوید ہاشمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

’’ابا جان محترم کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاص طور پر حضور اقدس حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث سے محبت و عقیدت تھی۔۱۹۲۷ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے

تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کے طلباء میں جذبہ اخوت پیدا کرنے کے لئے تحریک کی تو اس اخوت کے سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) کے لئے میرے ابا جان کو پسند فرمایا۔ اس رشتہ کو جانبین نے ہمیشہ نبھایا چنانچہ اسی تعلق کی بناء پر میری ہمشیرہ قانتہ فردوس کی شادی کے انتظامات حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے خود فرمائے اور آئندہ کے لئے بھی اسی اعانت وشفقت کا وعدہ فرمایا۔ آپ حضور انور کے ساتھ سیر وشکار کے پروگراموں میں شریک ہوئے۔ حضور انور کے صاحبزادگان کو پڑھانے کا شرف بھی حاصل ہوا۔‘‘[87]

شیخ رفیع الدین احمد صاحب سیکرٹری وصایا جماعت احمدیہ کراچی

(وفات: ۱۵/اگست ۱۹۷۳ء)

آپ کا اصل وطن ضلع گورداسپور تھا۔ آپ ڈی ایس پی کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ جماعت احمدیہ کراچی کے قدیم انتھک اور مخلص کارکنوں میں سے تھے۔ پہلی بار نومبر ۱۹۲۷ء میں اور پھر اگست ۱۹۲۸ء میں جماعت کراچی کے محاسب مقرر ہوئے۔ اُن دنوں حضرت شیخ نیاز محمد صاحب انسپکٹر پولیس کراچی، صدر جماعت کراچی تھے۔[88] عرصہ تک نہایت محنت واخلاص کے ساتھ سیکرٹری وصایا کی خدمت بجالاتے رہے۔[89]

حق تعالیٰ نے آپ کو شعر وسخن کا بلند پایہ ذوق بخشا تھا۔ پاکستان کے ان نامی گرامی شعراء میں سے تھے جن کا کلام پاکستان کے مشہور ومقبول رسائل مثلاً ماہنامہ عارف (لاہور)، ماہنامہ ملک گزٹ (لائل پور)، ہفت روزہ پیغام سرحد (ہری پور ہزارہ)، ہفت روزہ پاک کشمیر (راولپنڈی) ہفت روزہ انصاف (راولپنڈی)، ہفت روزہ رہبر دیہات (ملتان) ہفت روزہ شعاعِ مہر (میانوالی)، سہ روزہ تحفہ (گوجرانوالہ) اور سہ روزہ مراد (خیر پور میرس سندھ) کے اوراق کی زینت بنتا رہا۔ ’’دیوان رفیع‘‘ اور ’’رموز شعر وسخن‘‘ آپ کی علمی یادگار ہیں۔ (یہ دونوں کتابیں ۲۳/نومبر ۱۹۶۵ء کو کراچی سے شائع ہوئیں۔ ’’دیوان رفیع‘‘ کا پیش لفظ جناب عابد سبحانی صاحب ناظم دارالتصنیف وقصر الاصلاح دریا خان ضلع میانوالی کے قلم سے لکھا ہے)

شیخ صاحب کو تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں شرکت کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ پاکستان

کے پائلٹ آفیسر شیخ سلیم الدین احمد جو ۱۱رمئی ۱۹۵۳ء کو طیارہ کے حادثہ میں شہید ہوئے آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔[90]

چوہدری احمد جان آف کراچی

(وفات: ۲۲؍اگست ۱۹۷۳ء)

آپ بہت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ اوائل میں دس سال تک مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے قائد رہے۔ اس عرصہ میں مجلس کراچی نے تین سال مسلسل علم انعامی حاصل کیا۔ بعدازاں آپ نے حلقہ سعید منزل اور حلقہ پیر الٰہی بخش کالونی میں بطور صدر جماعت خدمات سرانجام دیں۔ نیز آپ جماعت احمدیہ کراچی کے سیکرٹری جائیداد کی حیثیت سے بھی خدمات بجالاتے رہے۔[91]

بابا نور احمد صاحب درویش

وفات: ۳۱؍اگست ۱۹۷۳ء

آپ ایک طویل عرصہ تک خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف گھرانوں میں نجی باورچی کے طور پر کام کرتے رہے۔ آپ نیکی اور تقویٰ کے مجسم نمونہ تھے۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی وردزبان رہتا تھا۔ بڑھاپے میں بھی آپ درثمین کی نظمیں اور قرآنی آیات یاد کرتے اور دہراتے رہتے۔ اپنی زندگی کے آخری سالوں میں باوجود کمزوری کے جلسہ سالانہ پر بھرپور ڈیوٹیاں دیتے۔ آپ اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ نہ صرف خود درویش تھے بلکہ آپ کے ایک فرزند نذیر احمد صاحب ٹیلر اور ایک داماد فضل الرحمٰن صاحب بھی ابتدائی درویش تھے۔ اسی طرح آپ کے دو اور فرزندوں کو بھی کچھ عرصہ درویشی کے ایام گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ لیکن بہ تقاضائے حالات وہ بعد میں پاکستان آ گئے تھے۔[92]

ڈاکٹر محمد رمضان صاحب ٹل ضلع کوہاٹ

(وفات: یکم ستمبر ۱۹۷۳ء)

تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں سے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ سرحد کے ذریعہ داخل احمدیت ہوئے۔ آپ فطرتاً بہت سعید، مخلص اور مخیرّ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھ دی تھی۔ اس لئے ٹل میں ان کی بہت شہرت ہو گئی

تھی ۔ قبائلی علاقہ میں لوگ انہیں بہت دور دور تک لے جاتے ۔ بعض مخالفین کو ان کی ہر دلعزیزی پسند نہ آئی اس لئے انہوں نے ان کے قتل کا منصوبہ باندھا اور ایک رات بہ ارادہ قتل چند آدمی ان کے مکان پر مسلّح ہو کر آئے ۔ مسلّح اشخاص کو دیکھ کر نوکر نے دروازہ نہ کھولا لیکن ڈاکٹر صاحب نے فرمایا دروازہ کھول دو اور ان لوگوں کو بیٹھک میں بٹھاؤ ۔ چنانچہ نوکر نے ایسا ہی کیا ۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب مرحوم بیٹھک میں تشریف لے گئے اور فرمایا تم مجھے قتل کرنے کے لئے آئے ہو ۔ مجھے دو رکعت نفل پڑھ لینے دو ۔ اس کے بعد تم جو چاہے کر لینا ۔ چنانچہ ان کی اجازت سے آپ نے نفل پڑھنے شروع کئے ۔ ابھی آپ سجدہ میں ہی تھے کہ وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کے ماتحت یہ ان کی دعا کا کرشمہ تھا ۔

آپ نے اپنے نادار اقرباء کو باروزگار بنانے میں بہت کوشش کی ۔ سلسلہ کی ہر قسم کی تحریکات میں پیش پیش رہے ۔ ایبٹ آباد میں احمدیہ مسجد تعمیر ہونے لگی تو آپ نے نہ صرف اس کے لئے دس مرلہ زمین دی بلکہ ایک ہزار روپیہ نقد چندہ دیا اور ایک ہزار روپیہ کی لکڑی ٹل سے منگوا دی ۔ لیکن ٹھیکیدار سے تنازعہ ہو جانے کی وجہ سے تعمیر رک گئی ۔ جب دوبارہ تعمیر شروع ہوئی تو حضرت قاضی محمد یوسف صاحب مرحوم نے تعمیر کی ذمہ داری ڈاکٹر صاحب کے سپرد کی ۔ آپ نے تعمیر کا کام اپنے ایک غیر احمدی رشتہ دار کے سپرد کیا اور تحفظ حقوق مسجد کے لئے اپنے شینگن بانڈی والے بنگلہ کے ملکیتی حقوق عارضی طور پر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے سپرد کر دیئے ۔ تعمیر مکمل ہوگئی تو انہوں نے اپنا بنگلہ فک کرایا ۔ [93]

بابو فضل الدین صاحب سیالکوٹی ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ لاہور

(وفات: ۱۲ ستمبر ۱۹۷۳ء [94])

حضرت بابو قاسم الدین صاحب سابق امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع سیالکوٹ تحریر فرماتے ہیں :۔

”مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں فیروز الدین صاحب کے صاحبزادے تھے ۔ آپ کے دادا اور پڑدادا کو بھی صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شامل ہونے کا شرف حاصل تھا ۔ آپ نے اپنا زمانہ ملازمت نہایت دیانتداری اور باوقار طریقہ سے گذارا ۔ ہائیکورٹ کے کئی چیف جسٹس صاحبان کے ریڈر رہے ۔ ہائیکورٹ کے سب جج صاحبان آپ کی قابلیت اور دیانتداری کی وجہ سے آپ کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ مخلصانہ خدمت کی وجہ سے آپ نے بڑا ہی اعتماد حاصل کر لیا ہوا تھا ۔

ہر قسم کے جماعتی چندے بڑی باقاعدگی سے ادا فرماتے اور اس بات کے سختی سے قائل تھے کہ چندہ ادا کرنا چندہ دہندہ کا اپنا فرض ہے۔ستمبر۱۹۷۳ء کے پہلے ہفتہ میں ہی اپنی وفات سے پہلے اپنے سب چندے ادا کر دیئے تھے۔تحریک جدید دفتر اوّل کے مجاہدین میں شامل تھے۔مرحوم والدین کا چندہ تحریک جدید بھی سارا عرصہ خود ادا کرتے رہے۔جلسہ سالانہ پر جاتے تو ہر نئی کتاب جو شائع ہوتی وہ ضرور خریدتے اور ملنے جلنے والوں کو جماعتی لٹریچر پیش کرتے رہے۔سالہا سال جماعت احمدیہ لاہور کے سیکرٹری مال رہے۔میرے زمانۂ امارت میں سیالکوٹ میں ہر جلسہ اور تقریب پر سیکرٹری ضیافت کے فرائض سرانجام دیتے۔آپ کو اس سلسلہ میں کافی مہارت اور تجربہ تھا۔

پیشگوئی المصلح الموعود کے سلسلہ میں جو جلسے لدھیانہ، ہوشیارپور، دہلی اور لاہور میں منعقد ہوئے ان سب میں آپ نے شرکت فرمائی۔اکثر احباب کو بھی ساتھ لے گئے۔لین دین اور معاملات میں بڑے کھرے تھے۔وعدہ کے پکے تھے۔سادگی، بے نفسی، مہمان نوازی، دیانتداری، خودداری آپ کے اوصافِ کریمہ تھے۔خاموش طبع اور متین تھے۔آپ کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔بچوں کی اعلیٰ تربیت واصلاح کی۔اعلیٰ تعلیم دلوائی۔آپ کا رشتہ داروں سے سلوک بہت اچھا تھا۔کبھی کوئی ضرورتمند ان سے مایوس نہیں لوٹا تھا۔

سلسلہ کے ساتھ آپ کو بڑی محبت اور اخلاص تھا۔خلافت کے عاشق تھے۔بزرگانِ دین کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے۔جلسہ سالانہ پر ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۷۱ء تک باقاعدگی سے جاتے رہے اور اپنے خاندان کے جملہ افراد کو بھی ساتھ لے جاتے۔جب ریل گاڑی قادیان جانی شروع نہیں ہوئی تھی ہم بخوشی بٹالہ سے پیدل چل کر قادیان جاتے۔یہ سفر خوب مزے سے گذرتا۔ہم دونوں اکٹھے جلسہ گاہ کی اسٹیج پر اوقاتِ جلسہ سے کافی وقت پہلے چلے جاتے اور اس جگہ پر بیٹھتے جہاں پر حضرت خلیفۃ المسیح کا چہرہ ہر وقت سامنے رہے۔درمیانی وقفہ میں جلسہ سے اٹھ کر باہر جانے کی ان کو عادت نہ تھی''۔[95]

جناب میاں مبارک علی صاحب (ٹمبر مرچنٹ لاہور) محترم بابو صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

''بابو فضل الدین صاحب سیالکوٹ میں ۲رفروری ۱۸۹۷ء کو میاں فیروز الدین صاحب کے ہاں محلّہ دھرم سالہ نزد کبوتراں والی مسجد میں پیدا ہوئے۔۱۹۱۴ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۱۷ء

میں چیف کورٹ حال ہائی کورٹ لاہور میں ملازمت اختیار کی اور رہائش کوچہ چابک سواراں متصل چینیاں والی مسجد حمد نزد ڈبی بازار لاہور اختیار کی۔

آپ کے پڑدادا میاں نظام الدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملازمت سیالکوٹ کے دوران آپ کے دینی مشاغل کی کسی حد تک واقفیت ہوگئی ہوئی تھی کیونکہ حضور کی رہائش بھی بالکل قریب ترین تھی۔ جب حضور نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تو آپ نے سب افراد خانہ کی طرف سے بیعت کا خط لکھا اور بعد میں قادیان جا کر سب نے دستی بیعت کی۔۱۹۰۴ء میں جب حضور سیالکوٹ تشریف لائے تو بعض احباب پیشوائی کے لئے گوجرانوالہ چلے گئے۔ ان میں بابو صاحب کے والد میاں فیروز الدین صاحب اور ان کے چچا بابو عزیز الدین صاحب بھی شامل تھے۔

بابو فضل الدین صاحب کی چار پشتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نصیب ہوئی۔ بابو صاحب کے چار بھائی تھے اور ایک بہن (میری والدہ صاحبہ)۔ بابو صاحب سے چھوٹے بابو عبدالکریم صاحب ریڈر سول کورٹ دوسرے بھائی میاں عبدالمجید صاحب، بابو قاسم الدین صاحب مرحوم سابقہ امیر جماعت ضلع سیالکوٹ آپ کے حقیقی ماموں تھے۔

بابو فضل الدین صاحب مکرمی قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے کی امارت کے دوران ان کی مجلس عاملہ میں سیکرٹری مال رہے۔ پھر مکرمی شیخ بشیر احمد صاحب کی امارت میں ان کی مجلس عاملہ میں سیکرٹری مال کے طور پر شامل ہوئے۔ بعد میں بطور نگران کام کرتے رہے۔۱۹۴۴ء میں جلسہ مصلح موعود کے موقع پر باہر سے آنے والوں کی رہائش اور طعام کا بندوبست امیر صاحب نے بابو فضل الدین صاحب اور ملک خدا بخش صاحب سیکرٹری جنرل کے سپرد کیا۔۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد حضور لاہور تشریف لائے تو امیر صاحب نے اپنے معاونین خاص میں بابو صاحب کو شامل رکھا۔۱۹۴۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دہلی گیٹ کی مسجد حمد میں خطبہ کے دوران ایک نئی اور وسیع مسجد حمد بنانے کی تحریک فرمائی۔ امیر صاحب نے بابو فضل الدین صاحب اور مکرم میاں غلام محمد اختر صاحب کو مسجد حمد کی زمین خریدنے کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ زمین کے لئے تقریباً دس ہزار روپے درکار تھے۔ مغرب کی نماز سے قبل ہر دو اصحاب نے پانچ ہزار نقد اور پانچ ہزار کے وعدے پیش کر دیئے مکرمی محترمی چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کی امارت میں بابو فضل الدین صاحب مجلس عاملہ میں شامل تھے۔ تحقیقاتی عدالت کا جب اعلان ہوا تو حضور نے احمدی وکلاء صاحبان کی میٹنگ بلائی۔ اس میں بابو صاحب

کو بھی شامل کیا گیا۔آپ ہائی کورٹ میں ہردلعزیز ملازم تھے۔آپ ایک انگریز ہائی کورٹ کے جج کے ریڈر تھے وہ ریٹائر ہوکر لندن چلے گئے تو وہ آپ کو وہاں سے خط لکھتے اور جب آپ کی وفات ہوئی تو ان کی بیگم نے وفات کی اطلاع دی اور لکھا کہ وہ آپ کو بہت یاد کرتے تھے۔

آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔آپ اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو جنہوں نے لاہور تعلیم حاصل کرنی ہوتی تھی ان کو اپنے ہاں قیام،طعام اور دیگر ہر قسم کی سہولت دیتے۔مَیں اور میرے بڑے بھائی اصغر علی صاحب مرحوم نے یہاں رہ کر دو سال تعلیم حاصل کی۔آپ کے سب بھائیوں کے بیٹوں نے جن کا اوپر مَیں ذکر کر چکا ہوں یہاں قیام کیا اور ہر قسم کی سہولت حاصل کی اور تعلیم مکمل کی۔

بابو فضل الدین صاحب کے بے تکلف دوستوں میں حافظ عبدالجلیل صاحب شاہجہانپوری تھے جن کی ڈسپنسری موچی گیٹ کے اندر تھی۔بابو صاحب ہائی کورٹ سے واپسی پر ان کو اکثر مل کر جایا کرتے تھے۔۱۹۵۳ء میں ان کی دکان لوٹی گئی تو بابو صاحب نے جلد از جلد اپنے گھر کا فرنیچر حافظ صاحب کو بھیج دیا۔ان کے اور دوستوں میں خواجہ عبدالرحمٰن صاحب بھٹہ والے آف سیالکوٹ (والد محترم خواجہ سرفراز صاحب ایڈووکیٹ مرحوم) اور چوہدری نذیر احمد باجوہ صاحب ایڈووکیٹ سیالکوٹ تھے۔ہر دو اصحاب لاہور تشریف لاتے تو اکثر بابو صاحب کے ہاں قیام فرماتے۔اڑوس پڑوس، محلّہ دار آپ کا بہت احترام کرتے اور اپنی مشکل کے لئے ان کے پاس آتے تو آپ پوری کوشش سے ان کی مشکلات میں ہر ممکن امداد فرماتے۔جب ریٹائر ہوکر سیالکوٹ چلے گئے تو کچھ عرصہ کے بعد ان کو دوبارہ نوکری Join کرنے کی آفر کی گئی مگر آپ نے لکھا کہ میں اب بیمار رہتا ہوں اس لئے مجبوری ہے''۔[96]

چوہدری محمد شریف صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ زیمبیا مشرقی افریقہ

(وفات:۱۳ر ستمبر ۱۹۷۳ء)

حضرت چوہدری کریم بخش صاحب آف بھاگو بھٹی ضلع سیالکوٹ کے صاحبزادے اور چوہدری شیخ احمد صاحب آف مراڑہ ضلع سیالکوٹ کے داماد تھے۔۱۹۳۵ء میں پہلی بار نیروبی میں بسلسلہ ملازمت تشریف لے گئے اور اپنے ۳۸ سالہ قیام افریقہ کے دوران فرائض ملازمت کی بجا آوری کے ساتھ عظیم الشان خدمات دینیہ کی توفیق پائی۔قیام نیروبی کے دوران آپ نے جماعت کے مرکزی سیکرٹری تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔[97] ۱۹۶۱ء میں آپ زیمبیا منتقل ہوگئے۔آپ ہی زیمبیا مشن کے محرک تھے۔شیخ نصیر الدین احمد صاحب مبلغ انچارج زیمبیا کا بیان ہے کہ:۔

’’زیمبیا میں جہاں جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا وہاں کے مسلمان، سکھ اور ہندو سب ہی آپ کے بڑے مداح تھے۔ جس کالج میں پڑھاتے تھے وہاں کے طالب علم آپ سے حد درجہ مانوس تھے۔ آپ کلاس میں اپنے مضمون کے پڑھانے کے علاوہ اکثر ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے دعائیں سننے اور قبول کرنے کے بارہ میں نصائح فرماتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے واقعات اور خود اپنی دعاؤں کے اثرات کا ذکر فرما کر ان کا خدا تعالیٰ پر یقین بڑھانے کی کوشش فرماتے۔

آپ مہمانوں سے نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے اور تقریباً ہر محفل میں مزاح اور خوش طبعی کا ماحول پیدا کرتے ہوئے کسی نہ کسی رنگ میں اسلام اور احمدیت کی سچائی سے متعلق واقعات بیان فرما کر اصلاح و ارشاد کا فریضہ سرانجام دے جاتے تھے۔ آپ یہاں پاکستان زیمبیا ایسوسی ایشن کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔

آپ کے سینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زندگی کے واقعات کا بڑا ذخیرہ تھا۔ جب آپ یہ واقعات بیان فرماتے تو ان واقعات اور آپ کے اسلوب بیان کی وجہ سے طبیعت کبھی سیر نہ ہوتی اور آپ کی مجلس سے اٹھنے کو جی نہ کرتا۔

آپ نیروبی اور دارالسلام میں ۳۰ سال کے عرصہ سے زائد وہاں کی سٹی کونسل میں بطور چیف اکاونٹنٹ کام کر کے ۱۹۶۱ء میں زیمبیا تشریف لائے جہاں بمقام Kabwe آپ نے ریلوے میں ایک اعلیٰ عہدہ پر سروس اختیار کی۔ جب آپ یہاں سے تین سال کے بعد ریٹائر ہوئے تو آپ کو لوساکا میں Evelyn Hone College میں سینئر لیکچرر کی پوسٹ پیش کی گئی۔ جہاں آپ آخر دم تک رہے۔

چوہدری صاحب نہایت خوش طبع اور خوش خلق اور حد درجہ بزرگانہ حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کو خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کے دعائیں سننے پر گہرا یقین اور ایمان تھا اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کا ہر انسان سے بلاواسطہ تعلق بھی ہے۔ آپ فنِ خطابت کے ماہر تھے اور آپ اسلام اور احمدیت کی حقانیت پر دلائل سننے والے کو قائل کرتے تھے۔

آپ خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں سے محبت کرتے تھے۔ آپ اپنے حلقہ احباب میں بہت مقبول تھے اور آپ کے شریک کار اور طالب علم اور احباب سب محبت اور عزت کا سلوک کرتے تھے۔

اس لئے کہ وہ خود ہر ایک کی عزت اور اس کے احساسات کا خیال رکھتے تھے۔آپ زیمبیا میں احمدیہ مشن کے قیام کے محرک تھے۔

جن دنوں میں Kabwe میں کام کرتے تھے ان کے ایک انگریز شریک کار نے چوہدری صاحب سے اسلام کے بارہ میں تذکرہ سن کر کہا کہ میں نے تو آج تک نہیں سنا تھا کہ اسلام بھی کوئی مذہب ہے۔اس پر چوہدری صاحب نے اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کا انگریزی ترجمہ دیا۔اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس نے کہا کہ اگر اسلام یہی ہے جس کا اس کتاب میں ذکر ہے تو میں بھی مسلمان ہونے کے لئے تیار ہوں۔

اس واقعہ کے بعد چوہدری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں لکھا کہ حضور اس خطۂ زمین کی طرف بھی کوئی مبلّغ بھجیں جو یہاں کے لوگوں کو اسلامی تعلیم سے آشنا کرائے۔بعد ازاں جنوری ۱۹۷۲ء میں یہاں احمدیہ مشن کے اجراء اور اگست ۱۹۷۲ء میں اس کے قیام میں آپ نے پوری کوشش اور مدد فرمائی‘‘۔[98]

حضرت میاں نظام الدین صاحب آف چک TDA279 (ضلع لیہ)

(وفات:۱۴ستمبر ۱۹۷۳ء)

آپ مولوی صدرالدین صاحب فاضل مبلغ ایران اور مولوی عبدالمنان شاہد صاحب کے خسر تھے۔آپ نے حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب کی تحریک اور ایک مبشر خواب کی بنا پر بغیر کسی تأمل کے ۱۸۹۸ء میں بیعت کا خط لکھ دیا مگر حضور اقدس کی زیارت قادیان جا کر نہ کر سکے۔[99]

الحاج حکیم عبداللطیف صاحب شاہد منشی فاضل، ادیب فاضل

(وفات:۱۵رستمبر ۱۹۷۳ء)[100]

ننھیال کی طرف سے کشمیری الاصل تھے۔اصل وطن موضع خانووال ضلع گجرات تھا۔علم پرور، بےنفس، عاشقِ قرآن اور درویش صفت بزرگ تھے۔۱۹۱۵ء میں آپ کو اپنے استاذ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فتحپوری ضلع گجرات کے ذریعہ نعمت احمدیت میسر آئی۔۱۹۲۱ء میں ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی۔نیز منشی فاضل ادیب فاضل اور آنرز ان پنجابی کے امتحانات پاس کئے۔[101]

مارچ ۱۹۲۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجاہدین کا جو پہلا قافلہ قادیان سے علاقہ ارتداد ملکانہ کے لئے روانہ فرمایا ان میں آپ بھی شامل تھے۔[102] سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کی طباعت واشاعت کے لئے آپ نے قادیان میں کتب خانہ ایشیائی قائم کیا۔ ازاں بعد جولائی ۱۹۳۶ء سے آپ نے احمدی بچوں، خواتین اور نئے احمدیوں اور نومسلم اصحاب کو علومِ دین خصوصاً قرآن مجید سکھلانے کی غرض سے رسالہ ''تعلیم الدین'' جاری کیا۔ اس رسالہ کے مضمون نگاروں میں علامہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب حلالپوری پروفیسر جامعہ احمدیہ جیسے جلیل القدر رفقاء تھے۔ رسالہ کے نگران مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری تھے۔

ہجرت ۱۹۴۷ء کے بعد مین بازار گوالمنڈی نمبر ۱۳ لاہور سے اس رسالہ کا احیاء ''تعلیم القرآن المجید وتعلیم العربیہ'' کے نام سے ہوا۔ رسالہ کے مدیر حسبِ سابق آپ ہی تھے۔ مگر اس کے نگرانی کے فرائض ابوالفتح سید عبدالقادر صاحب ایم اے علیگ۔ سابق ممبر سینٹ وسینڈیکٹ ولیکچرار تاریخ اسلام کلکتہ یونیورسٹی مقیم لاہور انجام دیتے تھے۔

مئی ۱۹۶۲ء میں آپ کو قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور بیگم حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسمٰعیل صاحب کی طرف سے حج بدل کی سعادت نصیب ہوئی۔[103] آپ کو ''تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین'' میں شمولیت کا شرف حاصل تھا۔[104]

آدم محراب صاحب آف ماریشس

(وفات: ۲۲ ستمبر ۱۹۷۳ء)

مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر سابق سیکرٹری نصرت جہاں کمیٹی آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ۱۹۵۵ء کے بعد احمدی ہوئے تھے احمدیہ لٹریچر کا خوب مطالعہ کیا۔ تبلیغ کا جنون تھا کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ کاروبار سے زیادہ وقت آپ کا تبلیغ میں گذرتا تھا۔ بعد میں آپ کو ہمہ وقت تبلیغ کے لئے مقرر کر دیا گیا۔ اور اب موت بھی تبلیغ میں مصروفیت کے وقت آئی۔ عاجز جب دوسری مرتبہ ۱۹۶۶ء میں ماریشس گیا تو انہوں نے تبلیغ کے کام میں میرا خوب ہاتھ بٹایا۔ چونکہ خود باعمل دوست تھے اس لئے آپ کے دلائل بھی خوب مؤثر ثابت ہوتے تھے۔ کئی دوست ان کے ذریعہ اسلام کے حقیقی نور سے منور ہوئے اور بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

پائی کے گاؤں میں آپ کی رہائش تھی جہاں آپ کی تبلیغ سے احمدیہ جماعت قائم ہوگئی تھی اور پھر احمدیہ مسجد نور کی تعمیر ہوئی۔ آپ احمدیت کے نڈر سپاہی تھے اور تبلیغ یا تربیت کے کسی موقعہ کو ضائع جانے نہیں دیتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اور مبلّغین سلسلہ سے انہیں پیار تھا اور حضور کی کامیابی کے لئے خود دعائیں کیا کرتے تھے۔[105]

آمنہ بی بی صاحبہ اہلیہ حکیم مرغوب اللہ صاحب آف شیخوپورہ

(وفات: ۲۹ ستمبر ۱۹۷۳ء)

آپ بہت پارسا، تہجد گزار اور دعائیں کرنے والی خاتون تھیں۔ غریبوں کی امداد کر کے بہت خوش ہوتی تھیں۔ دن کا اکثر حصہ تلاوت قرآن مجید میں بسر کرتی تھیں۔ تحریک جدید کے دفتر اول میں شامل تھیں۔ اپنے زیور کا اکثر حصہ حضرت مصلح موعود کے حضور یہ منت مان کر پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں زندگی والی اولاد دے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس نذر کو قبول کیا۔ شدھی تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے خاوند کو بھجواتے وقت اپنے سونے کے کڑے فروخت کر کے سفر خرچ مہیا کیا۔ نیز قادیان میں مکان بنانے کی غرض سے زمین خریدنے کے لئے ایک عدد طلائی ہار دیا۔ کیونکہ ان کو مرکز میں رہنے اور اپنی اولاد کو علم دین سے آراستہ کرنے کا بے حد شوق تھا۔[106]

خان محمد خواص خان صاحب

(وفات: ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء)[107]

اکتوبر ۱۹۱۶ء میں میرزا میر احمد صاحب اپیل نویس ہوتی کے ذریعہ داخلِ احمدیت ہوئے۔[108] اپریل ۱۹۲۸ء میں جماعت احمدیہ مردان کے محاسب مقرر ہوئے۔[109] آپ کے داماد خان عبدالسلام خان صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ پشاور رقمطراز ہیں:۔

''مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ پشاور میں بیت احمدیہ سول کوارٹرز ان کی کوششوں کا ثمر ہے۔ نہایت مخیّر عابد اور مہمان نواز اور سلسلہ کے فدائی تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ محبت وعقیدت تھی۔ علماء سلسلہ کا نہایت احترام فرماتے تھے۔ خلافت احمدیہ سے قابل رشک الفت اور وابستگی رکھتے تھے۔ سلسلہ کی ہر تحریک پر ہمیشہ لبیک کہنے میں اوّل رہتے تھے۔ اپنے بچوں کی تربیت نہایت اعلیٰ طریق سے احمدیت کے ماحول میں فرمائی اور ہر ایک بفضلہٖ

تعالیٰ مخلص احمدی ہے۔ان کے ایک لڑکے ڈاکٹر بشیر احمد خان صاحب گھانا (مغربی افریقہ) میں تین سال بطور کامیاب ڈاکٹر کے نصرت جہاں سکیم کے ماتحت خدمات بجالاتے رہے۔

آپ نے اپنے پیچھے پانچ لڑکے خلیل احمد خان سول انجینئر۔ڈاکٹر بشیر احمد خان۔ڈاکٹر سعید احمد خان ایم آرسی پی کنسلٹنٹ انگلستان۔مظفر احمد خان سول انجینئر اور رضا احمد خان اور چھ لڑکیاں اور بہت سے پوتے پوتیاں اورنواسے نواسیاں بطور یادگار چھوڑے ہیں۔

مرحوم کی بڑی لڑکی بی بی عائشہ خاکسار کے عقد میں ہے اور خاکسار کے لڑکے ڈاکٹر حامداللہ خان حال انگلستان (جو مرحوم کے نواسے ہیں) کو صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی دامادی کا شرف حاصل ہے''۔[110]

عظیم قادر صاحب آف سانگلہ ہل

(وفات:۱۱/اکتوبر۱۹۷۳ء)

آپ قادیان سے چند میل کے فاصلہ پر گھوڑیواہ گاؤں کے ایک ممتاز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔بیعت سے قبل احمدیت کے سخت مخالف تھے اورعموماً احمدیوں کے خلاف جلسے کرواتے۔آپ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جلسہ کے بعد میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو کھانا کھلوا رہا تھا تو مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب کہنے لگے مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب کی اھد نا الصراط المستقیم کی تفسیر پڑھی جائے تو آپ کو جھٹلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اس گفتگو سے میرے دل میں احمدیت سے متعلق تحقیق کا خیال پیدا ہوا۔چنانچہ میں نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی کتب خریدیں اوران کا مطالعہ کیا۔ایک سال سوچنے اور سمجھنے کے بعد اور ایک مبشر خواب کی بنا پر میں حلقہ بگوش احمدیت ہوگیا۔

احمدیت کے قبول کرنے کے بعد آپ کی سخت مخالفت ہوئی۔تکالیف کافی آئیں۔لیکن آپ نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ اخلاص اور ایمان میں ترقی کرتے چلے گئے۔پارٹیشن کے بعد سانگلہ ہل میں مقیم ہو گئے۔صاحب کشوف ورویاء تھے۔اسلامی شعار کے بے حد پابند تھے۔پرہیز گار و متقی تھے۔زرگر کا کام کرتے تھے اپنے پیشہ میں دیانتداری میں بے حد مشہور تھے۔سلسلہ سے درد رکھنے والے تھے۔قادیان کی تڑپ ہر وقت ان کے دل میں رہتی۔بیماری میں بھی اپنی اولاد کو ہمیشہ مسجد میں جانے اور احمدیت وخلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین فرماتے۔[111]

شیخ محمد سعید صاحب ایمن آبادی راولپنڈی

(وفات:۱۳؍اکتوبر۱۹۷۳ء) [112]

شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ بلوچستان نے آپ کی وفات پر ایک مفصل مضمون سپرد قلم فرمایا جس میں بتایا کہ:۔

''شیخ محمد سعید صاحب مرحوم کا سن پیدائش ۱۹۰۱ء ہے آپ کے والد صاحب کا اسم گرامی شیخ فضل الٰہی تھا جو رئیس ایمن آباد تھے۔مرحوم شیخ محمد سعید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے عین عالم شباب میں جبکہ آپ کی عمر ۲۳۔۲۴ برس ہوگی۔اپنے پورے خاندان میں ذاتی تحقیق و مطالعہ کے نتیجہ میں سیدنا حضرت مصلح موعود کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ بیعت کرنے کے بعد رشتہ داروں کی طرف سے بہت مخالفت ہوئی۔ والدہ صاحبہ محمود الحسن صاحب بھی رشتہ داروں کے زیراثر مخالف رہیں۔لیکن شیخ صاحب مرحوم کی ذاتی نیکی اعلیٰ کردار، حسنِ سلوک رواداری، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، صبر و استقلال، فروتنی، عاجزانہ راہوں کی پیروی، حق گوئی، راست روی، ٹھیٹھ اسلامی سادگی اور عاجزانہ دعاؤں کے طفیل دس سال بعد انہوں نے بھی کامل انشراح کے ساتھ احمدیت قبول کر لی...... چونکہ خود تحقیق کر کے احمدیت قبول کی تھی۔اس لئے سلسلہ کے بنیادی عقائد سے بھی خاصی واقفیت تھی۔اپنے ملنے والوں بالخصوص غیر احمدی رشتہ داروں کو موثر رنگ میں احمدیت سے روشناس کراتے۔ ہر ایک سے محبت کرنا، شفقت سے پیش آنا ان کے رگ و ریشہ میں پیوست تھا۔ان کے رشتہ دار اور ملنے والے ہمیشہ ان خوبیوں کا اقرار کرتے رہے ہیں۔ وفات کے بعد بیسیوں غیر احمدی رشتہ داروں نے علی رؤسِ الاشہاد ان اوصاف کا برملا اظہار کیا۔ان کے دو حقیقی چھوٹے بھائیوں نے روتے ہوئے بڑے جوش کے ساتھ اس عاجز سے کہا کہ گو مرحوم ہمارے بڑے بھائی تھے لیکن شفقت اور حسن سلوک اور محبت کے لحاظ سے باپ کا مقام رکھتے تھے۔ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا باپ آج فوت ہوا ہے۔

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ایک رؤیا کا ذکر کیا جائے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر حق واضح کر دیا تھا۔فرمایا کرتے تھے کہ جن ایام میں سلسلہ کا لٹریچر پڑھنا میرا معمول تھا۔ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک دریا کے کنارے کنارے چلا جا رہا ہوں۔ایک جگہ مجھے ایک بہت نورانی صورت بزرگ دکھائی دیئے۔عندالملاقات میں نے ان کی خدمت میں گذارش کی

کہ میں تلاش حق میں سرگرداں ہوں ۔ میری رہبری فرمایئے ۔ اس پر ان خدا رسیدہ بزرگ نے فرمایا:۔

’’اس دریا سے پانی پی لو! تمہیں صداقت مل جائے گی‘‘

میں نے جب کیپٹن محمد سعید صاحب سے اس کا ذکر کیا تو یہ خواہش بھی کی کہ مجھے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا فوٹو دکھائیں۔ جب مجھے کیپٹن صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو دکھایا تو میں نے شہادت دی کہ یہی وہ خدا رسیدہ بزرگ ہیں جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا‘‘ ۔[113] اس طرح شیخ محمد سعید صاحب احمدی ہو گئے۔

علی عباس کولیئر صاحب (COLLIER) سیرالیون

(وفات: ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۳ء بعمر ۶۰ سال)

جماعت احمدیہ سیرالیون کے نہایت مخلص اور اوّلین احمدیوں میں سے تھے۔ کئی سال سے جماعت کوری بونڈو کے پریذیڈنٹ تھے۔ اس جماعت کا قیام اور اس میں جاری شدہ احمدیہ پرائمری سکول اور اس کی شاندار عمارت کی تعمیر سب آپ ہی کی کوششوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔ مالی اور تبلیغی دونوں لحاظ سے آپ احمدیت کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔[114]

سید ولایت حسین شاہ صاحب

(وفات: ۱۵ نومبر ۱۹۷۳ء)[115]

سید ولایت حسین ولد سید سردار حسن۔ ہیرا منڈوی پروا، کان پور۔ یو پی انڈیا کے رہنے والے تھے۔ سید سردار حسن کا آبائی پیشہ تعزیہ سازی تھا اور وہ نواب صاحب لکھنؤ کا تعزیہ بنایا کرتے تھے لیکن سید ولایت حسین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت عطا کی تھی۔ آپ حضرت منشی امیر مینائی کی مجلس میں حاضری دیا کرتے تھے یہیں آپ کی ملاقات حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری سے ہوئی اور انہیں کے ذریعہ سید ولایت حسین صاحب سلسلہ احمدیہ سے متعارف ہوئے اور دو چار ملاقاتوں کے بعد شرح صدر ہو جانے پر وہ جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے لیکن یہ سودا ان کو بہت مہنگا پڑا۔ ان کو اپنی جان تک کے لالے پڑ گئے سارا گھر مخالف ادھر نواب صاحب کا طیش انتہا کو پہنچ گیا۔ اس زمانہ میں اہل سادات کے لئے عموماً اور یو پی کے گھرانوں کے لئے بالخصوص یہ بات بڑی تکلیف دہ تھی کہ اس کا کوئی فرد حضرت مرزا صاحب قادیانی کا مرید بن جائے نتیجہ یہ ہوا کہ سید صاحب کی قبول

احمدیت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے خاندان میں پھیل گئی اور بات یہاں تک پہنچی کہ ان کے ماں باپ، بھائی بہن، بیوی، بچوں حتّٰی کہ تمام عزیز و اقارب نے قطع تعلق کر لیا اور یہ اس بھری دنیا میں یکہ وتنہا رہ گئے۔

بوجہ مجبوری ان کو لکھنؤ کی سکونت ہمیشہ ہمیش کے لئے ترک کرنا پڑی۔ یہ بمبئی چلے گئے اور وہاں دخانی بحری جہازوں میں کوئلہ جھونکنے کا کام شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ وہاں کسمپرسی اور عسرت میں زندگی بسر کرنے کے بعد ان کے دل میں اپنے امام کی خدمت میں زندگی گزارنے کا جذبہ زور مارنے لگا اور بالآخر وہ بمبئی سے امرتسر آ گئے یہاں ان کو چقماق کے چھاپہ خانے میں ملازمت مل گئی اور اس طرح وہ قادیان سے نزدیک ہو جانے سے بڑے خوش تھے اور ہر چھٹی کے دن قادیان پہنچ جاتے اور اپنے امام کی خدمت میں حاضری دیتے اور ان کی اقتدا میں عبادات کرنے کی سعادت حاصل کرتے لیکن اتنی دوری بھی ان کی طبیعت کو راس نہ آئی اور جلد ہی قادیان منتقل ہو گئے۔ یہاں آ کر انہیں بالکل نئے ماحول، نئے لوگ، نئی تہذیب اور نئے تمدن کا سامنا کرنا پڑا۔ عجیب بیکسی اور بے بسی کا عالم تھا۔ جب ان کے حالات کی خبر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ہوئی تو آپ نے اس بے سہارا انسان کو سہارا دیا اور آپ کی شادی سیدہ امۃ العزیز صاحبہ بنت سید امیر حسن صاحب ساکن میلانی ٹولہ، بریلی (یو پی۔ انڈیا) سے کرا دی اور اس طرح سید صاحب کو ایک مونس وغمگسار بیوی میسر آ گئی جوان کی تنہا زندگی کے ریگزار میں نخلستان ثابت ہوئیں۔

سید ولایت حسین صاحب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر اور حضرت قاضی عبداللہ بھٹی صاحب کے ہمزلف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اولاد سے نوازا آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی تعداد دس تھی لیکن سوائے دو بیٹوں کے ان کی شریک حیات کی زندگی ہی میں سب بچے اللہ کو پیارے ہو گئے لیکن دونوں میاں بیوی نے ان سانحات پر صبر کی توفیق پائی اور رضائے الٰہی پر راضی رہے۔

سید صاحب کی تعلیم گو معمولی تھی لیکن حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب اور سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کے بکثرت اور مسلسل مطالعہ کی وجہ سے ان کا علم کافی وسیع ہو گیا تھا۔ طبیعت کے لحاظ سے بہت سادہ، متوکل اور صابر و شاکر انسان تھے۔ صوفی منش، کم گو اور نہایت ہی دعا گو بزرگ تھے۔ قادیان میں بورڈنگ ہاؤس کے سامنے دودھ دہی اور مٹھائی کی دکان تھی، گوشہ نشین طبیعت کے مالک لیکن انتہائی ملنسار انسان تھے۔ حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کو اپنا محسن سمجھتے تھے کیونکہ انہیں کے

ذریعہ ان کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔

سید صاحب ۱۹۶۷ء میں اپنے چھوٹے صاحبزادے سید ہدایت اللہ ہادی کے پاس کراچی چلے آئے تھے اور ۱۹۷۳ء میں یہیں انتقال کیا۔ بوجہ موصی ہونے کے مقبرہ بہشتی ربوہ میں مدفون ہوئے۔ ان کی دس اولادوں میں سے صرف سب سے چھوٹے بیٹے ہدایت اللہ ہادی صاحب باقی ہیں۔[116]

محمد عزیز گجراتی صاحب درویش

(وفات: ۱۲دسمبر ۱۹۷۳ء)

آپ راجہ منصب خان صاحب ساکن نورنگ ضلع گجرات مغربی پنجاب کے بڑے فرزند تھے۔ اور مرکز کی خدمت کا پرخلوص جذبہ لئے قادیان آئے۔ آپ معمولی نوشت وخواند جانتے تھے۔ مختلف مرکزی اداروں میں ڈیوٹی دیتے رہے۔ آخری ایام میں لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں باورچی کا کام کرتے تھے۔ آپ اپنے فارغ اوقات میں جلد سازی بھی کر لیتے تھے۔ آپ ٹی بی کے مرض سے بیمار ہوئے اور امرتسر میں زیرعلاج رہے۔ مورخہ ۱۲دسمبر ۱۹۷۳ء کو ٹی بی سینی ٹوریم امرتسر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو آٹھ بچوں سے نوازا تھا۔[117]

حضرت بابو فضل الٰہی صاحب پراچہ ابن بابو محمد امین صاحب پراچہ

بیعت: ۱۹۰۴ء وفات: ۳۰دسمبر ۱۹۷۳ء

آپ بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن ۱۹۰۴ء میں کسی مخالف مولوی نے عیدگاہ بھیرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بہت بدزبانی کی تو والد صاحب کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء کیا کہ مخالفت ہمیشہ سچوں کی ہوتی ہے ان کو یقین ہو گیا کہ حضور کا دعویٰ درست ہے لہٰذا انہوں نے عیدگاہ کی منڈھیر پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ مولوی کی بدزبانی درحق حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے مجھ پر یہ اثر کیا کہ میں نے ان کو امام مھدی مان لیا ہے۔ آج سے میں احمدی ہوتا ہوں۔ دنیا حیران رہ گئی۔ گھر آ کر اپنی بیعت کا خط حضرت امام الزمان کی خدمت میں لکھ دیا۔ میں اس وقت ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا میں نے حضرت حافظ محمد اسحٰق صاحب صحابی از ۳۱۳ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی طرف سے بھی بیعت کا خط لکھوا دیا۔ آپ نے تقریباً ۹۵ سال عمر پائی۔ آپ کی تدفین بھیرہ میں ہوئی۔[118]

حوالہ جات

(صفحہ 350 تا 422)

1 الفضل ۶ فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

2 بدر ۴/ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲

3 رجسٹر روایات صحابہ جلد ۷ صفحہ ۱۶۵-۱۶۸

4 ''لاہور تاریخ احمدیت'' صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۸۔ الفضل ۱۰/ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

5 تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ ۱۸۰۔۱۸۱ و چہارم صفحہ ۲۳۰۔ خط آمدہ از وقار احمد ۳۰ اگست ۲۰۱۶ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

6 الفضل ۱۱ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

7 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

8 درثمین اردو صفحہ نمبر ۱۵۷

9 الفضل ۱۰ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۵ و خط آمدہ از مکرم مسعود احمد صاحب ۳۰ جولائی ۲۰۱۶۔ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

10 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

11 الفضل ۸/ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

12 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

13 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۳۹۷

14 الفضل ۵ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶۔ تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد ۴ صفحہ ۲۳۲

15 الفضل ۵ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

16 البدر ۷/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۳۲

17 رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱ صفحہ ۶۳، ۶۴

18 الفضل ۳۰/ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

19 مکتوب از طاہر احمد وجاہت صاحب معلم وقف جدید جمال پور خیر پور سندھ ۳۰ اگست ۲۰۱۶ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

20 الفضل ۲/ اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

21 الفضل ۳/ اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۔ لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۳۱۲

22 الحکم ۱۷/ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۶

23 رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۴

24 الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۴۔خط آمدہ از میاں مبشر احمد صاحب ابن حضرت میاں عبدالمجید صاحب انبالوی ۲۲ فروری ۲۰۱۶

25 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۳۵۲، ۳۵۳

26 الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶۔خط آمدہ از مکرم میاں منور احمد صاحب ابن حضرت میاں نذیر محمد صاحب ۳۰ جولائی ۲۰۱۶ء۔ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

27 الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۵

28 الفضل ۱۸ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶۔الفضل ۱۶/اکتوبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۴

29 الفضل ۱۸/نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

30 آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۲۱ نمبر ۱۱۲

31 ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۴ نمبر ۲۱۲

32 الفضل ۱۸/نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

33 الفضل ۲۴/نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

34 الفضل ۳ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۔خط آمدہ از کریم اللہ صاحب ۲۵ نومبر ۲۰۱۵ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

35 الفضل ۳ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

36 الفضل ۱۱ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

37 رجسٹر روایات صحابہ جلد ۷ صفحہ ۱۴۲

38 اصحاب احمد جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵

39 الفضل ۱۶/جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۸

40 الفضل ۲۳/جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۶ و ۸/فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

41 الفضل ۳/فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

42 البدر ۱۸/فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۲

43 تاریخ احمدیت جموں وکشمیر صفحہ ۵۲ مؤلفہ قریشی محمد اسداللہ صاحب مربی سلسلہ احمدیہ اشاعت فروری ۱۹۷۳ء

44 الفضل ۲ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۶۔الفضل ۲۰/اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

45 الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۸۔وہ پھول جو مرجھا گئے حصہ اول صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۴

46 الفضل یکم فروری ۱۹۳۴ء صفحہ ۲ کالم ۲

47 الفضل ۸/اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

48 الفضل ۲۰ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

49 الفضل ۴/مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

50 الفضل ۲۴/مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

51 الفضل ۲۵؍جون ۱۹۲۳ء صفحہ ۲

52 الفضل ۲۶؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

53 الفضل ۹؍اپریل ۱۹۲۳ء صفحہ ۲

54 رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم مئی ۱۹۳۵ء لغایت ۳۰؍اپریل ۱۹۳۶ء صفحہ ۴۳ مرتبہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ ۔ مطبوعہ قادیان

55 کیفیات زندگی صفحہ ۱۴۵

56 ایضاً صفحہ ۴۶ و ۶۴

57 رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ ۳۷-۱۹۳۶ء صفحہ ۳۷

58 الفضل ۸؍جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۳-۹

59 الفضل ۲۶؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

60 الفضل یکم جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

61 تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد چہارم صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹

62 الفضل ۱۴ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

63 روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۶ ''ضمیمہ انجام آتھم'' صفحہ ۴۲ زیر نمبر ۱۰۴-۱۰۵

64 مصباح ستمبر ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۶۔۲۷

65 الفضل ۱۲؍جولائی ۱۹۷۴ء صفحہ ۴

66 الفضل ۱۲؍جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۸

67 ''بشاراتِ رحمانیہ حصہ اول'' صفحہ ۲۸۶ مؤلفہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر طبع اوّل قادیان دسمبر ۱۹۳۹ء

68 ''نشان کبیر'' خودنوشت سوانح عمری ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند صفحہ ۲۹ تا ۳۴

69 احمدیہ گزٹ قادیان ۱۱؍دسمبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۱

70 ''تاریخ مجلس خدام الاحمدیہ'' جلد اوّل صفحہ ۲۶۵ مرتبہ ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر ناشر شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اشاعت ۱۹۹۱ء

71 الفضل ۱۲؍جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۸

72 الفضل ۲۲؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴-۵

73 فائل دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ ۔ الفضل ۲۷؍جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

74 الفضل ۲؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۴ ۔ رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۴۵ء صفحہ ۲۷ مرتبہ مظفر الدین چودھری صاحب سیکرٹری مجلس مشاورت ۔ ضیاء الاسلام پریس قادیان

75 الفضل ۲۷ جون و ۲۔۳؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

76 فائل دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ
77 الفضل ۱۴ جون، ۱۹ جولائی ۱۹۷۳ء و ۶ فروری ۱۹۷۴ء
78 سروس بک نظارت دیوان
79 سروس بک نظارت دیوان
80 الفضل ۲۳ رجون ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
81 الفضل ۹ رنومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۳
82 الفضل ۲۹ رجون ۱۹۷۳ء صفحہ ۶ و ۱۹ راگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
83 ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۴۴ نمبر ۲۳۶
84 الفضل یکم جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶ ۔ الفضل ۲۱ راگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
85 الفضل ۷ رجولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
86 احمدیہ ’’گزٹ‘‘ قادیان ۱۱ رجون ۱۹۲۷ء صفحہ ۷۔ الفضل ۲۵ رجولائی و ۲۴ راکتوبر ۱۹۷۳ء
87 الفضل ۲۴ راکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
88 احمدیہ گزٹ قادیان ۱۱ رنومبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۔ ۱۱ راگست ۱۹۲۸ء صفحہ ۱
89 الفضل ۱۶ رستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
90 ’’دیوان رفیع‘‘ صفحہ ۱۵۲
91 الفضل ۲۸ راگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
92 گلدستہ درویشان کے وہ پھول جو مرجھا گئے حصہ اول صفحہ ۶۸ تا ۷۰
93 الفضل ۲۵ رستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
94 الفضل ۳ راکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
95 الفضل ۳۱ راکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
96 الفضل ۵ رمئی ۲۰۰۳ء صفحہ ۷
97 الفضل ۲۰ رستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
98 الفضل ۴ ردسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
99 الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
100 الفضل ۲۲ رستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
101 الفضل ۱۶ رمارچ ۱۹۷۴ء
102 الفضل قادیان ۱۵ رمارچ ۱۹۲۳ء صفحہ ۲
103 الفضل ۲۹ رمارچ ۱۹۶۲ء صفحہ ۱ الفضل ۱۶ رمارچ ۱۹۷۴ء

104 ''تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین'' صفحہ ۳۳۔ مرتبہ چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اوّل تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ اشاعت نومبر ۱۹۸۵ء

105 الفضل ۱۲؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

106 الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

107 الفضل ۷؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

108 تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۲۸۳ مؤلفہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ سرحد۔ منظور عام پریس پشاور ۱۹۵۹ء

109 احمدیہ گزٹ ۱۱؍اپریل ۱۹۲۸ء صفحہ ۱ کالم ۳

110 الفضل ۷؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

111 الفضل ۱۰ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

112 الفضل ۱۶؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

113 الفضل ۲۰؍نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

114 الفضل ۱۷؍نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

115 دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ

116 الفضل ربوہ ۳؍مارچ ۱۹۹۶ء صفحہ ۵

117 وہ پھول جو مرجھا گئے حصہ اول صفحہ ۸۵ تا ۸۷

118 الفضل ۵ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۴۔ تاریخ احمدیت بھیرہ صفحہ ۱۲۰۔۱۲۱

۱۹۷۳ء کے متفرق اہم واقعات

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں اضافہ اور تقاریب مسرت

ولادت

اس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک خاندان میں سات نفر کا اضافہ ہوا۔

۱۔امۃ المعطی خرم صاحبہ بنت نواب شاہد احمد خان صاحب (۳۱ر جنوری ۱۹۷۳ء)[1]

۲۔صاحبزادی نجم السحر صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا شمیم احمد صاحب (۲۴ر فروری ۱۹۷۳ء)[2]

۳۔صاحبزادہ مرزا عدیل احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (۶ر جون ۱۹۷۳ء)[3]

۴۔صاحبزادہ مرزا اطہر احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب (۲۰ر اگست ۱۹۷۳ء)[4]

۵۔صاحبزادہ مرزا محمد احمد مصطفیٰ صاحب ابن صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (یکم دسمبر ۱۹۷۳ء)[5]

۶۔صاحبزادی امۃ العلی زنوبیہ صاحبہ بنت ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب (۱۷ر دسمبر ۱۹۷۳ء)[6]

۷۔امۃ الولی عینی صاحبہ بنت ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب (۲۸ دسمبر ۱۹۷۳ء)[7]

پرمسرت تقاریب

☆ مورخہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۷۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے صاحبزادی امۃ الولی صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب کے نکاح ہمراہ مرزا شکیل مبرور احمد صاحب ابن میاں شریف احمد صاحب کا اعلان فرمایا۔[8]

☆ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے امۃ المصور صاحبہ بنت کرنل مرزا داؤد احمد صاحب (پوتی حضرت مرزا شریف احمد صاحب) کے نکاح ہمراہ میجر (اب ریٹائرڈ جنرل) ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب ابن میجر منظور الحسن صاحب کا اعلان فرمایا۔[9]

☆ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب کا نکاح ہمراہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کا اعلان فرمایا۔[10]

احمدی نونہالوں کی شاندار کامیابیاں اور نمایاں اعزاز

اس سال بھی پاکستان کے احمدی نونہالوں نے پنجاب، ملتان، پشاور اور سرگودھا بورڈ وغیرہ کے امتحانوں اور مقابلوں میں متعدد کامیابیاں اور اعزازات حاصل کر کے جماعت اور پاکستان دونوں کا نام روشن کیا۔

ا۔ یداللہ سیکنڈری سکول نشتر آباد ضلع سرگودھا میں مورخہ ۷ جنوری ۱۹۷۳ء کو منعقد ہونے والے مقابلہ حسن قرأت، تقاریر اور نظم خوانی میں تعلیم الاسلام سکول کے طلباء نے بھی حصہ لیا۔ ان مقابلہ جات کا نتیجہ حسب ذیل رہا۔

اردو تقریر	اول	شمس الحق طیب ابن ڈاکٹر فضل حق صاحب دارالرحمت شرقی ربوہ
مقابلہ حسن قرأت	اول	حافظ بشارت احمد صاحب غنی
مقابلہ نظم خوانی	اول	شمس الحق طیب صاحب[11]

۲۔ امۃ الرفیق طاہرہ صاحبہ (بنت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری) کو بورڈ کی طرف سے ایف اے کے امتحان میں پورے بورڈ میں سوم آنے پر Talented Scholarship (وظیفۂ ذہانت) دیا گیا۔[12]

۳۔ مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۷۳ء بروز اتوار سرگودھا بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے زیر اہتمام ربوہ میں منعقدہ سالانہ انٹر ڈسٹرکٹ ہائی سکولز باسکٹ بال ٹورنامنٹ میں فائنل مقابلہ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور گورنمنٹ صابریہ سراجیہ ہائی سکول لائل پور کے مابین ہوا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ نے ۴۰ کے مقابلہ پر ۷۳ پوائنٹ سے فتح حاصل کی اور سرگودھا بورڈ چیمپئین شپ کا اعزاز برقرار رکھا۔ اس ٹورنامنٹ میں سرگودھا اور راولپنڈی ڈویژنز کے جملہ اضلاع کی فاتح ٹیموں نے شرکت کی۔[13]

۴۔ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن سرگودھا کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے انگریزی اور اردو تقریری مقابلہ جات میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے دو مقررین طیب عارف صاحب اور بلال احمد عطاء نے بالترتیب انگریزی اور اردو تقریری مقابلہ میں اول انعام حاصل کئے۔ اس کے علاوہ ایک اور مقرر عبدالخالق خالد صاحب (ابن مولانا غلام باری سیف صاحب) نے آل پاکستان بین الکلیاتی اردو مباحثہ منعقدہ شاہ کوٹ میں سوم انعام حاصل کیا۔[14]

۵۔محمد احمد صاحب (ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب فضل عمر ہسپتال ابن مولانا محمد شفیع اشرف صاحب مراد ہیں) متعلم جماعت ہفتم ہائی سکول نمبر ا لاہور صوبائی سطح پر لاہور میں منعقد ہونے والے ہائی سکولوں کے دو تقریری مقابلوں میں اوّل رہے۔ایک مقابلہ آل پاکستان انجمن صوت القراء کے زیر اہتمام ماڈل سکول میں منعقد ہوا اور دوسرا ویسٹ پاکستان بی پی گلڈ آف اولڈ سکاؤٹس کے زیر اہتمام گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول میں ہوا۔[15]

٦۔پاکستان کے سب سے اونچے علمی اعزاز کے لئے جناح ایوارڈ ٹرسٹ کی طرف سے اخبار پاکستان ٹائمز (Pakistan Times) میں پانچ ناموں کا اعلان کیا گیا جن میں تیسرا نام تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ہونہار طالبعلم (امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کالج سٹاف میں شامل ہوئے) محمد علی تاونی کا اور پانچواں نام آصف علی صاحب پرویز کا تھا جو اس کالج کے ایک سابق طالب علم (بعد ازاں استاد فزکس) تھے جو جناح ایوارڈ کے مستحق قرار پائے۔[16]

۷۔امۃ القیوم صاحبہ بنت چوہدری اکرام اللہ صاحب نے ایم ایس سی لاہور کالج فار وومین سے ۷۸۷ نمبر حاصل کر کے پنجاب یونیورسٹی میں طلبہ و طالبات میں پانچویں اور طالبات میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔اسی طرح پاکستان میں سب سے اونچے علمی اعزاز کے لئے جن ناموں کا اعلان جناح ایوارڈ ٹرسٹ کی طرف سے پاکستان ٹائمز میں شائع ہوا اس میں پانچویں پوزیشن حاصل کی۔[17]

۸۔عالیہ عطاء صاحبہ بنت میجر عطاء اللہ صاحب کھوکھر لاہور چھاؤنی پنجاب یونیورسٹی کے بی ایس سی کے امتحان میں ۵۳۴ نمبر لے کر تمام طالبات میں اول رہیں۔[18]

۹۔ملک مجیب الرحمٰن صاحب (ابن ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ ربوہ) نے بی ایس سی انجینئرنگ (مکینکل پاور) کے امتحان میں ۱۲۵۰/ ۹۲۸ نمبر لئے اور یونیورسٹی میں دوم پوزیشن حاصل کی۔[19]

۱۰۔عائشہ نسیم صاحبہ (بنت ڈاکٹر محمد نسیم ملک صاحب اسسٹنٹ ریڈیوتھیرپسٹ میو ہسپتال لاہور) ۹۰۰/ ۷۵۰ نمبر حاصل کر کے ورنیکلر فائنل کے امتحان میں صوبہ بھر کی لڑکیوں میں اوّل آئیں۔[20]

۱۱۔خالد محمود صاحب نشتر کالج ملتان نے ایم بی بی ایس امتحان میں یونیورسٹی بھر میں ۱۲۶۰/۷۰۰ نمبر لے کر اوّل پوزیشن حاصل کی۔[21]

۱۲۔پروجیکٹ ہائی سکول تربیلا ڈیم کی طالبہ پروین اختر بنت غلام محمد صاحب اسسٹنٹ

اکاؤنٹنٹ نے میٹرک کے امتحان میں ۷۹۴ نمبر حاصل کر کے صوبہ سرحد کے طلباء وطالبات میں تیسری پوزیشن حاصل کی ۔[22]

۱۳۔ ادیبہ رسول صاحبہ بنت لیفٹیننٹ کرنل غلام رسول ورک صاحب سکنہ سرگودھا نے سرگودھا بورڈ میں ۷۸۷ نمبر حاصل کر کے میٹرک کے امتحان میں لڑکیوں میں اول پوزیشن حاصل کی ہے ۔[23]

۱۴۔ ملک شمیم احمد صاحب ابن ملک نسیم احمد صاحب ایڈووکیٹ ڈیرہ غازیخان نے ملتان بورڈ کے میٹرک کے امتحان میں ۷۶۹ نمبر حاصل کر کے ضلع بھر میں اول اور ملتان بورڈ میں چوتھی پوزیشن حاصل کی ۔[24]

۱۵۔ وسیمہ مسلم صاحبہ بنت چوہدری رحمت علی صاحب مسلم آف سرگودھا (حضرت ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحب کی نواسی) نے پنجاب یونیورسٹی کے ایم ایس سی (باٹنی) کے امتحان میں ۶۰۱ نمبر لے کر یونیورسٹی بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کی ۔[25]

۱۶۔ علمی میدان میں سب سے نمایاں کامیابی تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ہونہار طالب علم نعیم احمد صاحب طاہر کو حاصل ہوئی۔ جنہوں نے طبیعات کے ایم ایس سی امتحان کا نیا ریکارڈ قائم کیا۔ پہلا ریکارڈ ۱۱۰۰/۹۰۴ نمبر کا تھا۔ آپ نے ۱۱۰۰/ ۹۱۹ نمبر حاصل کر کے اور پندرہ نمبر سے ریکارڈ توڑ کے ایک شاندار روایت قائم کی۔ آپ کو حضور انور کی اجازت سے اس کامیابی پر پہلا ''ریسرچ سکالرشپ'' جو لیکچرر کی ایک ماہ کی تنخواہ کے برابر تھا، بھی دیا گیا۔ کالج کے سات طلباء نے امتحان دیا تھا جو سب اعلیٰ فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ مزید برآں یہ کہ پنجاب یونیورسٹی کی پہلی سترہ پوزیشنوں میں سے سات تعلیم الاسلام کالج کے حصہ میں آئیں ۔[26]

۱۷۔ انعام الحق صاحب کوثر مربی سلسلہ احمدیہ فاضل عربی کے امتحان میں سرگودھا تعلیمی بورڈ میں اوّل رہے ۔[27]

۱۸۔ بشریٰ ذہین صاحبہ (بنت نثار احمد صاحب فاروقی کوچہ گل بادشاہ جی پشاور) نے ایم ایس سی (فزکس) کا فائنل امتحان پشاور یونیورسٹی سے ۹۰۰/ ۶۲۱ نمبر حاصل کر کے اوّل پوزیشن میں پاس کیا۔[28]

۱۹۔ ڈاکٹر نذیر احمد ساجد صاحب (پرنسپل طبیہ کالج) نے ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن کراچی کی طرف سے ہونے والے مقابلہ مقالہ نویسی میں امراض قلب اور طب یونانی کے عنوان سے مقالہ لکھا۔ جس میں آپ نے تیسری پوزیشن حاصل کی ۔[29]

۲۰۔نصیرہ بیگم صاحبہ بنت عبد السلام خان صاحب آف پشاور ایم ایس سی کے امتحان میں پشاور یونیورسٹی میں دوم رہیں۔[30]

۲۱۔زونل فٹ بال چیمپئن شپ کے مقابلے ۱۳ تا ۱۵ دسمبر کو نیوکیمپس گراؤنڈ ربوہ میں کھیلے گئے۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے کھلاڑیوں نے نہایت اچھے کھیل کا مظاہرہ کر کے زونل فٹ بال چیمپئنشپ جیت لی۔فائنل مقابلہ میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ نے گورنمنٹ کالج جھنگ کو ایک کے مقابلے میں دو گول سے شکست دی۔[31]

۲۲۔اصغر حیدر صاحب نے زرعی یونیورسٹی کے سال چہارم کے امتحان بی۔ایس۔سی آنرز میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔[32]

۲۳۔سرگودھا بورڈ کے انٹرزونل باسکٹ بال مقابلوں میں تعلیم الاسلام کالج نے فائنل میچ میں گورنمنٹ کالج لائلپور کو ۳۴ کے مقابلہ میں ۶۷ پوائنٹس سے ہرا کر انٹرزونل باسکٹ بال چیمپئن شپ جیت لی۔تعلیم الاسلام کالج اس سے پیشتر گورڈن کالج راولپنڈی کو شکست دے کر فائنل میں پہنچا تھا۔یہ انٹرزونل باسکٹ بال ٹورنامنٹ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن سرگودھا کے زیر اہتمام تعلیم الاسلام کالج باسکٹ بال کورٹس پر ربوہ میں کھیلا گیا۔اس میں مہمان نوازی کے فرائض تعلیم الاسلام کالج نے ادا کئے۔ٹورنامنٹ لیگ سسٹم پر کھیلا گیا۔[33]

مسجد مہدی گولبازار ربوہ کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب

۱۸ فروری ۱۹۷۳ء کو بعد نماز عصر گولبازار ربوہ کی ''مسجد مہدی'' کے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد ہوئی۔اس تقریب میں بہت سے بزرگان سلسلہ اور دارالصدر جنوبی و گول بازار کے بہت سے احباب اور دکاندار شامل ہوئے۔تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔جو محمد انور صاحب نے کی۔اس کے بعد حکیم شیخ خورشید احمد صاحب صدر محلّہ نے سپاسنامہ پیش کیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد کی تعمیل میں مولانا ابوالعطاء صاحب نے مسجد کے جنوب مغربی کونہ میں بنیادی اینٹ رکھی۔آپ کے بعد محترم سید داؤد احمد صاحب، محترم قاضی محمد نذیر صاحب، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب اور مولانا عبدالمالک صاحب ناظر اصلاح وارشاد، چوہدری بشیر احمد صاحب صدر عمومی اور حکیم خورشید احمد صاحب صدر محلّہ نے بھی ایک ایک اینٹ بنیاد میں رکھی۔ازاں بعد مولانا ابوالعطاء صاحب نے دعا کرائی۔تقسیم شیرینی کے بعد یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔[34]

جامعہ نصرت ربوہ کی سالانہ کھیلیں

۲۱فروری۱۹۷۳ءکوصبح ساڑھےدس بجے جامعہ نصرت (برائے خواتین) کی سالانہ کھیلیں شروع ہوئیں۔کھیلوں کا افتتاح حضرت سیدہ مریم صدیقہ نے اپنی قیمتی نصائح اور دعا سے فرمایا۔اس کے بعد پاکستان کا پرچم لہرایا گیااورقومی ترانہ گایا گیا۔پھرمختلف کھیلیں کھیلی گئیں۔جن میں طالبات نے بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیا۔کھیلوں کے اختتام پرمحترم بیگم شاہین حنیف رامے چیئرمین پنجاب ریڈکراس سوسائٹی نے کھیلوں میں اول دوم سوم آنے والی طالبات میں انعامات تقسیم فرمائے اور قیمتی نصائح فرمائیں۔اس کے بعدقومی ترانہ گایا گیاجس پر یہ سالانہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔[35]

مجلس ارشادمرکزیہ کےاجلاسات

مورخہ۲۴فروری بروز ہفتہ بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں مجلس ارشادمرکزیہ کا اجلاس زیر صدارت مولانا ابوالعطاءصاحب منعقد ہوا۔کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔جوکہ مکرم منصوراحمدعمرصاحب شاہد نے کی۔مکرم مظفراحمدصاحب منصور نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی ایک نظم کے چنداشعارخوش الحانی سے پڑھ کرسنائے۔بعدازاں مکرم پروفیسرعبدالرشیدصاحب غنی ایم ایس سی نے اسلامی قانون وراثت کی فضیلت کےموضوع پراپناتحقیقی مقالہ پڑھا۔مکرم مولوی محمدسعید صاحب انصاری سابق مبلغ انڈونیشیا وسنگاپور نے حضرت مصلح موعود کے عہد میں بلادشرقیہ میں تبلیغ اسلام کےموضوع پراورمکرم مولوی عبدالقادرصاحب ضیغم سابق مبلغ امریکہ نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے الہام انی معک ومع اھلک کےمختلف رنگوں میں پوراہونے پر مقالے پڑھے۔آخر میں صاحب صدرنےمختصرتقریر کے بعداجتماعی دعا کرائی۔[36]

۵مئی بروز ہفتہ بعدنماز مغرب مسجدمبارک ربوہ میں مجلس ارشادمرکزیہ کا اجلاس زیرصدارت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم لئیق احمد طاہر صاحب نے کی۔اور چوہدری شبیراحمدصاحب نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی ایک نظم خوش الحانی کےساتھ پڑھ کرسنائی بعدازاں مکرم چوہدری عبدالسلام اخترصاحب،مکرم ملک منصوراحمدعمرصاحب اورمکرم عبدالباسط شاہدصاحب نے اپنے مقالے پڑھ کرسنائے انکےموضوعات علی الترتیب یہ تھے(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاعری کی امتیازی شان(۲)اسلامی جنگوں کےاسباب (۳)واذاالصحف نشرت۔آخر

میں محترم مولانا ابوالعطاء صاحب اور محترم صاحب صدر نے مختصر تقاریر فرمائیں۔ دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔[37]

۱۶ جون کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں مجلس ارشاد مرکزیہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد پر بریگیڈیئر اقبال احمد شمیم صاحب نے سرانجام دیئے۔ کارروائی کا آغاز تلاوت سے ہوا۔ بعدازاں مولانا بشارت احمد بشیر صاحب اور مولانا جمیل الرحمٰن رفیق صاحب نے اپنے مقالے پڑھے۔ جن کے عناوین علی الترتیب یہ تھے۔ صحابہ کرام کی بے نظیر قربانیاں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام نَرُدُّ اِلَیْکَ الْکَرَّۃَ الثَّانِیَۃَ وَنُبَدِّلَنَّکَ مِنْ بَعْدِ خَوْفِکَ اَمْنًا۔[38] آخر میں صاحب صدر نے اجتماعی دعا کروائی اور اس طرح یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔[39]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی کراچی میں تشریف آوری

امسال صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ ۲۴ فروری کو کراچی کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے چاروں مجالس انصاراللہ کے مشترکہ تربیتی اجتماع میں شرکت کی۔ یہ اجتماع احمدیہ ہال میں ۲۴ اور ۲۵ فروری کو منعقد ہوا۔ اس اجتماع کے پانچ اجلاسات منعقد ہوئے۔ پہلے اور آخری اجلاس کی کارروائی مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی زیر صدارت ہوئی۔ آپ نے انصار کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اور تبلیغ کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ دنیا کے بہت سارے لوگوں کو ابھی تک احمدیت کا پیغام نہیں پہنچا ان لوگوں کو پیغام پہنچانا اور احمدیت کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہر احمدی کا فرض ہے۔

اجتماع کے علاوہ محترم صدر صاحب نے کراچی کی چاروں مجالس کا انفرادی دورہ بھی کیا۔ ۲۵ فروری ۱۹۷۳ء کو آپ مجلس انصاراللہ ڈرگ روڈ کے عہدیداران وارا کین سے ملنے کے لئے مسجد احمدیہ ڈرگ روڈ تشریف لے گئے۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد ایک مختصر سا اجلاس منعقد ہوا۔ زعیم صاحب اعلیٰ نے مختصر طور پر اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ مسجد میں حلقہ کی خواتین بھی تشریف فرما تھیں جن سے بھی آپ نے مختصر خطاب فرمایا اور دعا کے بعد یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اسکے بعد صدر محترم مسجد احمدیہ کے قریب ہی ایک احمدی دوست کے گھر میں دعوت طعام میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے جس میں مجلس کے عہدیداران نے بھی شمولیت کی۔

مورخہ ۲۶ فروری کو بوقت پانچ بجے شام مجلس انصاراللہ کراچی صدر کے عہدیداران سے

ملاقات کے لئے شیزان ہوٹل میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔صدر محترم نے عہدیداران سے کارگزاری کا جائزہ لیا اور ہدایات دیں۔اس کے علاوہ عہدیداران مجلس خدام الاحمدیہ کی خواہش کے مطابق ان سے بھی ملاقات کی جو کہ احمدیہ ہال کی بالائی منزل پر ہوئی۔اس کے بعد آپ مجلس انصاراللہ ناظم آباد تشریف لے گئے۔جہاں میجر محمد نذیر بھٹی صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ ناظم آباد کے گھر پر ایک اجلاس منعقد ہوا۔زعیم صاحب اعلیٰ نے رپورٹ پیش کی جس پر محترم صدر صاحب نے تبصرہ کرتے ہوئے اظہار خوشنودی فرمایا۔دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔آٹھ بجے یہاں سے فارغ ہو کر آپ مجلس مارٹن روڈ کے دورہ کے لئے تشریف لے گئے۔اور مکرم مولوی عبدالمجید صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ مارٹن روڈ کے مکان پر ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں عہدیداران مجلس شامل تھے۔زعیم اعلیٰ صاحب نے صدر محترم کی خدمت میں کارگزاری رپورٹ پیش کی جس پر صدر محترم نے تبصرہ فرمایا اور گزشتہ برس علم انعامی حاصل کرنے پر مجلس کو مبارکباد دی اور انہیں اس اعزاز کو برقرار رکھنے کی طرف توجہ دلائی۔دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔[40]

گھوڑوں پر ایک دلچسپ سفر

آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے احباب جماعت کو گھوڑے پالنے کی تحریک فرمائی۔حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں جماعت کے بہت سے احباب نے گھوڑے خریدے اور گھڑ سواری شروع کی۔تھرپارکر سندھ سے گھوڑ سواروں کا ایک قافلہ قریباً چھ سو میل کا سفر طے کر کے ربوہ وارد ہوا۔یہ قافلہ آٹھ افراد پر مشتمل تھا جن میں چھ گھوڑ سوار اور دو سائیکل سوار تھے۔یہ قافلہ ۲۴ فروری کو نورنگر فارم ضلع تھرپارکر سے دعا کے ساتھ روانہ ہوا اور ۵ مارچ کو ربوہ پہنچ گیا۔اس پروگرام کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ارشاد فرمایا تھا کہ سفر آرام اور سہولت سے کرنا ہے جس کی تعمیل میں سفر پر زیادہ جلدی نہیں کی گئی۔قافلہ کی یہ کوشش تھی کہ پختہ سڑک کی بجائے جہاں تک ممکن ہو گھوڑوں کی سہولت کے لئے کچا راستہ اختیار کیا جائے اس لئے قافلہ کو بعض ایسے جنگلات سے بھی گزرنا پڑا جہاں میلوں میل تک آبادی کا نشان نہ تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس سفر کو بہت پسند فرمایا اور خوشنودی کا اظہار فرمایا۔قافلہ کے افراد کے اسماء حسب ذیل ہیں۔چوہدری منور احمد خالد صاحب (قائد ضلع تھرپارکر)، چوہدری منیر احمد صاحب، چوہدری غلام حسین صاحب،

چوہدری غلام حیدر صاحب، غلام رسول صاحب، مقبول احمد صاحب، منیر احمد صاحب، محمد موسیٰ صاحب۔[41]

ربوہ میں یوم مسیح موعود علیہ السلام پر جلسہ کی مبارک تقریب

مورخہ ۲۳ مارچ بروز جمعۃ المبارک یوم مسیح موعود کی مبارک تقریب پر احباب ربوہ کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ یہ جلسہ عام بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں لوکل انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ مقامی احباب بکثرت اس میں شامل ہوئے جن میں خواتین بھی شامل تھیں۔ صدارت کے فرائض (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے سرانجام دیئے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ جو کہ مبلغ اسلام حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب نے کی۔ بعد ازاں جامعہ احمدیہ کے طالب علم مکرم مظفر احمد منصور صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم پیش کی۔ اس دن کے حوالہ سے علماء نے اپنی تقاریر میں اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ آخر میں صدر مجلس (حضرت) مرزا طاہر احمد صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں نہایت دل نشین پیرایہ میں موجودہ زمانہ میں سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے احباب جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری جماعت پر غلبۂ اسلام کی اہم ترین ذمہ داری ڈالی گئی ہے یہ ذمہ داری محض عقل وفہم کے بل پر ادا نہیں کی جاسکتی۔ اس کے لئے ضرورت ہے اس دیوانگی کی جو ایمان اور لگن اور عشق کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جس کا نمونہ ہمیں انبیاء اور مامورین کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ آخر میں آپ نے اجتماعی دعا کروائی جس کے بعد یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔[42]

تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں بین الکلیاتی اردو انگریزی مباحثے

۲۴ مارچ ۱۹۷۳ء کی شام کو تعلیم الاسلام کالج یونین کے زیر اہتمام کالج میں آل پاکستان بین الکلیاتی اردو مباحثہ منعقد ہوا۔ قرارداد زیر بحث تھی کہ ''پاکستان کو اقتصادی نہیں بلکہ ایک اخلاقی انقلاب کی ضرورت ہے۔'' مباحثہ میں لاہور، ملتان، لائل پور، رحیم یار خان، بہاولنگر، تلہ گنگ، ننکانہ صاحب، شاہ کوٹ اور سیالکوٹ کے کالجوں کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی لاہور اور زرعی یونیورسٹی لائل پور اور زرعی کالج ٹنڈو جام کی تقریباً ۲۵ ٹیموں نے شرکت کی۔ منصفین کے فرائض سعید اختر صاحب بھٹہ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ چنیوٹ، سید عابد علی صاحب بٹر ایڈووکیٹ اور خالد بشیر صاحب ایڈووکیٹ نے ادا کئے۔ ان کے فیصلہ کے مطابق وننگ ٹرافی گورنمنٹ کالج لاہور نے حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج

لاہور کے ندیم کوثر اول قرار پائے اورانہوں نے گولڈ میڈل حاصل کیا۔دوم انعام سرفراز حسین زرعی کالج ٹنڈو جام سندھ نے حاصل کیا۔سوم انعام زاہد کامران گورنمنٹ کالج لاہور نے حاصل کیا اور حوصلہ افزائی کا انعام قمر فاروق گورنمنٹ کالج سمن آباد لائل پور نے حاصل کیا۔

انعامات جناب سعید اختر بھٹہ صاحب ریذیڈنٹ مجسٹریٹ چنیوٹ نے تقسیم فرمائے۔جب مباحثہ کی قرارداد ایوان میں پیش کی گئی تو معمولی اکثریت کے ساتھ رد کر دی گئی۔۲۵ مارچ بروز اتوار ۱۹۷۳ء انگریزی مباحثہ منعقد ہوا۔قرارداد زیر بحث تھی۔Modern civilization is a curse منصفین کے فیصلہ کے مطابق طیب محمود صاحب گورنمنٹ کالج لاہور اول رہے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔عرفان وحید گورنمنٹ کالج لاہور دوم آئے اور سلور میڈل حاصل کیا۔طاہر عارف پنجاب یونیورسٹی لاہور نے سوم انعام حاصل کیا اور حوصلہ افزائی کا انعام محبوب اظہر شیخ یونیورسٹی لاء کالج لاہور کو ملا۔ونِنگ ٹرافی گورنمنٹ کالج لاہور نے حاصل کی ایوان نے قرارداد بھاری اکثریت سے رد کر دی۔انعامات محترم پرنسپل صاحب نے تقسیم فرمائے۔[43]

کراچی میں نوجوانانِ احمدیت کا مثالی وقارِعمل

۲۵ مارچ ۱۹۷۳ء کو کراچی کے علاقہ لیاری میں چھ سو خدام احمدیت نے ایک مثالی اجتماعی وقار عمل کیا۔حکومت سندھ کے وزیر محنت نے اس بے لوث خدمت کو از حد سراہا۔

خدام الاحمدیہ کراچی نے کراچی کارپوریشن کے محکمہ صحت کو پیشکش کی تھی کہ خدام کراچی کے کسی بھی علاقہ میں صفائی کے سلسلہ میں اجتماعی خدمات کے لئے تیار ہیں اس سلسلہ میں مسٹر نور محمد صاحب ہیلتھ آفیسر علاقہ لیاری نے اس پسماندہ علاقہ میں خدام کو وقارِعمل منانے کی دعوت دی۔چنانچہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۳ء اتوار کا دن اس کے لئے مقرر کیا گیا۔صبح دس بجے جملہ خدام وہاں تشریف لے گئے۔وقارِعمل کا افتتاح سندھ کے وزیر محنت جناب عبدالستار صاحب گبول نے فرمایا۔تلاوت قرآن مجید سے کارروائی کا افتتاح کیا گیا جس کے بعد وزیر محنت موصوف نے خدام سے خطاب کرتے ہوئے ان کے جذبہ کو بہت سراہا آپ نے فرمایا مغربی ممالک میں تو اس قسم کی خدمات کی مثالیں ملتی رہتی ہیں لیکن پاکستان میں یہ اپنی قسم کا پہلا موقع ہے جب کہ کھاتے پیتے گھرانوں کے خوش پوش اور تعلیم یافتہ نوجوان محض خدمت کے بے لوث جذبہ سے سرشار ہو کر یہاں جمع ہوئے ہیں۔آپ کی تقریر کے بعد

قائد خدام الاحمدیہ ضلع کراچی مکرم منظور احمد صاحب شاد نے وزیر موصوف کا شکریہ ادا کیا کہ وہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود وقت نکال کر یہاں تشریف لائے۔آپ نے فرمایا ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ راستہ میں سے گندی اور ضرر رساں اشیاء کا ہٹا دینا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔اسی ارشاد نبوی کی تعمیل میں ہم آج یہاں پر جمع ہوئے ہیں۔

دعا کے ساتھ وقار عمل کا آغاز کیا گیا۔۳۵۰ خدام کو کراچی کارپوریشن کے پانچ انسپکٹروں کی سرکردگی میں مختلف مقامات پر بھجوا دیا گیا۔باقی خدام کو دس دس کے گروپوں میں مختلف گلیوں اور سڑکوں میں کام دے دیا گیا۔۵۹۴ خدام نے پورے جذبہ اور جوش سے متواتر ساڑھے تین گھنٹے تک بڑی محنت کے ساتھ کام کیا جس کے نتیجہ میں پھول پتی لین، سعید آباد، منگولین، کلاکوٹ اور بکرا پیڑی کے علاقوں کو مکمل طور پر ہر طرح کے گند سے صاف کر دیا گیا۔حتیٰ کہ وقار عمل کے دوران جب وزیر محنت صاحب موصوف معائنہ کے لئے ان سڑکوں سے گزرے تو انہوں نے حیرانی کے ساتھ فرمایا کہ میں لیاری کے پسماندہ علاقہ میں سے گزر رہا ہوں یا میکلوڈ روڈ پر سے؟

ڈیڑھ بجے بعد دوپہر خدام کی تمام پارٹیاں پھر مقام اجتماع میں جمع ہوئیں اجتماعی دعا کے بعد انہیں اپنے اپنے گھروں کو جانے کی اجازت دے دی گئی۔خدام کے اس جذبہ خدمت سے متاثر ہو کر بہت سے مقامی لوگ گھروں سے نکل آئے وہ اس کام سے حد درجہ متاثر ہوئے۔اور بہت خوشی کا اظہار کرتے رہے حتیٰ کہ ان میں سے بعض کام میں ساتھ شریک بھی ہوئے۔کراچی میونسپل کارپوریشن کے ہیلتھ آفیسر، چیف سینٹری انسپکٹر اور ہیلتھ انسپکٹر صاحبان نے بھی ہر طرح ہمارے ساتھ تعاون کیا۔اس سلسلے میں ۵ ٹریکٹر اور صفائی کے دیگر سامان زیر استعمال رہے۔[44]

آٹھواں کل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ

شعبہ صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام آٹھواں طاہر کبڈی ٹورنامنٹ مورخہ ۱۳ تا ۱۵ر اپریل ۱۹۷۳ء ربوہ میں منعقد ہوا۔اس ٹورنامنٹ کا افتتاح (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے فرمایا۔اس موقعہ پر آپ نے اس امر پر مسرت کا اظہار فرمایا کہ یہ ٹورنامنٹ سال بسال ہر اعتبار سے زیادہ بارونق اور کامیاب ہو رہا ہے۔آپ نے فرمایا کھیلوں کی دنیا کے بنیادی آئین میں یہ امر شامل ہے کہ تمام کھلاڑی بلا امتیاز مذہب وملت، رنگ ونسل بھائیوں کی طرح ایک لڑی میں

منسلک ہوتے ہیں۔ کامیاب ہونے کی صورت میں انکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ہارنے کی صورت میں اپنے حوصلوں کو برقرار رکھتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس ٹورنامنٹ میں شامل ہونے والے تمام کھلاڑی اپنے آئین کے اس بنیادی اصل کو پیش نظر رکھیں گے اور اہلِ ربوہ بلاامتیاز تمام اچھے کھلاڑیوں کو بھرپور داد دے کر ان کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

آخری روز فائنل مقابلوں کے لئے مخصوص تھا۔ٹورنامنٹ کمیٹی کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی از راہِ شفقت تشریف لا کر ٹورنامنٹ کو برکت بخشی۔حضور انور نے کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی فرمائی اور کارکنوں کو قیمتی ہدایات سے نوازا۔اس موقعہ پر حضور نے ماڈل ٹاؤن لاہور کے ان ۱۹ خدام کو بھی مصافحہ کا شرف بخشا جو اس موقعہ پر اپنے قائد مبشر احمد صاحب کی سرکردگی میں لاہور سے سائیکلوں پر ربوہ آئے تھے۔فائنل مقابلے ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور واپس تشریف لے گئے۔

کلب سیکشن میں ربوہ کی بی ٹیم نے فائنل مقابلہ جیت کر چیمپئن شپ کا اعزاز برقرار رکھا۔کالج سیکشن میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ چیمپئن قرار پایا۔سپیشل انعام کے مستحق مینیجر گورنمنٹ کالج جھنگ قرار پائے جنہوں نے اس ٹورنامنٹ کو کامیاب بنانے میں بھرپور تعاون کیا۔انعامات کبڈی کے ایک نامور کھلاڑی چوہدری نذیر احمد باجوہ صاحب نے تقسیم کئے۔آخر میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے دعا کروائی اور اس طرح یہ ٹورنامنٹ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔[45]

ربوہ میں جلسہ سیرت النبی ﷺ کی بابرکت تقریب

مرکز سلسلہ ربوہ میں ۱۶/اپریل ۱۹۷۳ء کو یوم سیرۃ النبی ﷺ شایان شان طریق سے منایا گیا۔اس دن اہل ربوہ کے ایک جلسہ عام میں سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عدیم النظیر فضائل و برکات کا مبارک تذکرہ کیا گیا۔یہ جلسہ عام صبح سوا نو بجے مسجد مبارک میں لوکل انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔اس میں کثرت کے ساتھ احباب شامل ہوئے۔اس جلسہ میں صدارت کے فرائض صدر عمومی چوہدری بشیر احمد صاحب کی درخواست پر صوبائی امیر محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا نے سرانجام دیئے۔جلسہ کے دوران جملہ سامعین زیر لب بکثرت درود شریف پڑھتے رہے۔کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔بعد ازاں حضور ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر تقاریر کی گئیں۔آخر میں صدر جلسہ محترم مرزا عبدالحق صاحب نے اپنے

صدارتی تقریر میں فضائل نبوی کے مختلف پہلوؤں کو مختصراً واضح فرمایا اور بتایا کہ آپ کے حسن واحسان کو اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھتے ہوئے آپ پر بکثرت درود پڑھنا ازبس ضروری ہے۔تا کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے طفیل ہمیں بھی اپنی برکات سے نوازے اور اس زمانہ میں غلبۂ اسلام کے لئے جو عظیم مہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جاری کی گئی ہے۔وہ جلد سے جلد کامیابی سے ہمکنار ہو۔ صاحب صدر کی درخواست پر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے اجتماعی دعا کروائی اور اس طرح یہ بابرکت جلسہ سیرۃ النبی ﷺ اپنے اختتام کو پہنچا۔[46]

مدیر المنبر مرکز احمدیت ربوہ میں

۱۷/اپریل ۱۹۷۳ء کو ایڈیٹر ہفت روزہ المنبر ربوہ میں آئے اور نہ صرف احمدی صحافیوں سے تبادلہ خیالات کیا بلکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات کی بھی سعادت حاصل کی۔ چنانچہ مولانا ابوالعطاء صاحب مدیر الفرقان وصدر مدیران جرائد تحریر فرماتے ہیں:۔

''مورخہ ۱۷/اپریل ۱۹۷۳ء کو گیارہ بجے قبل دوپہر کے قریب جناب مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف ایڈیٹر ہفت روزہ المنبر لائل پور، مکرم حکیم محمد عبداللہ صاحب جہانیاں کی معیت میں اچانک ربوہ وارد ہوئے۔ دونوں صاحبان میرے دفتر نظارت اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) میں تشریف لائے۔ جب یہ دفتر پہنچے تو مَیں صدر انجمن احمدیہ کے اجلاس میں تھا انہوں نے مجھے رقعہ لکھ کر اطلاع دی۔اس دوران محترم شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری حدیقۃ المبشرین ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ میں بھی فوراً آ گیا۔اشرف صاحب نے بتایا کہ ہم سرگودھا جا رہے تھے ہم نے چاہا کہ ملتے جائیں۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔اسی دوران میں نے ٹیلیفون کے ذریعہ مکرم جناب نسیم سیفی صاحب کو بھی بلا لیا۔مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان بھی تشریف لے آئے۔تھوڑی دیر تک دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ پھر انہیں چند دفاتر دکھائے گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات

ان کی خواہش پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی انہیں شرفِ ملاقات بخشا۔ یہ ملاقات پون گھنٹہ تک جاری رہی۔مسلمانوں کی عام حالت اور اشاعتِ اسلام کی آسمانی سکیم پر گفتگو ہوتی رہی۔حضور انور نے اپنے سفر افریقہ اور یورپ کے بعض دلچسپ حالات اور پادریوں کے سوالات

کے جوابات ذکر فرمائے۔ ہمارے ان دونوں مہمانوں نے ساری باتیں بڑی توجہ سے سنیں اور محظوظ ہوئے۔آخر شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر آ کر بھی انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور شکریہ ادا کرتے رہے۔

مدیرانِ جرائد کی پارٹی میں

میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ تو بہت تھوڑا وقت تھا۔مجلسِ مدیرانِ جرائد ربوہ کی طرف سے آپ کو دعوت دی جاتی ہے۔اس پر وہ مان گئے کہ ہم سرگودھا سے واپسی پر ربوہ میں پھر ٹھہریں گے اور مدیرانِ جرائد کی پارٹی میں شرکت کریں گے۔ چنانچہ قرار پایا کہ سوا پانچ بجے شام وہ میرے مکان بیت العطاء دارالرحمت وسطی میں پہنچ جائیں گے۔مجلس مدیرانِ جرائد کے سیکرٹری محترم سیفی صاحب نے ارکان کو فوراً اطلاع کر دی اور ٹھیک پانچ بجے مدیرانِ کرام (۱) مسعود احمد خان صاحب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ الفضل و مدیر انصاراللہ (۲) ملک سیف الرحمٰن صاحب مدیر مجلۃ الجامعہ (۳) ملک مبارک احمد صاحب مدیر البشریٰ (۴) مولوی عبدالباسط صاحب شاہد مدیر خالد (۵) مولوی محمد شفیق صاحب قیصر مدیر تشحیذ الاذہان (۶) مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی ایڈیٹر ماہنامہ تحریک جدید (۷) خاکسار ابوالعطاء مدیر الفرقان اور دوسرے چند احباب میرے مکان پر تشریف لے آئے۔تھوڑی دیر کے بعد مکرم مدیر المنبر اپنے ساتھی حکیم محمد عبداللہ صاحب کی معیت میں کار میں آگئے۔

یہ مجلس بھی بہت پُر لطف رہی۔قریباً سوا گھنٹہ تک خور و نوش کے بعد سلسلۂ گفتگو جاری رہا۔ملکی حالات، آئینِ پاکستان اور دوسرے متفرق مذہبی امور زیر بحث آئے۔حکیم عبدالرحیم صاحب اشرف نے آئین کے بارے میں قنوطیت کا اظہار کیا اور اپنا اندازہ بتایا کہ عنقریب نئے انتخابات ہوں گے اور پیپلز پارٹی پھر برسرِ اقتدار آجائے گی۔

ایک دوست نے مدیر المنبر سے کہا کہ آپ کے اخبار کے اداریے ناامیدی اور یاس پر مشتمل ہوتے ہیں۔اشرف صاحب نے اقرار کیا کہ ہاں تین سال سے مجھ پر مایوسی طاری ہے میں ہر سال بیرون پاکستان جاتا ہوں۔اب کچھ امید کی کرن پیدا ہوئی ہے۔جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آیا امید کی یہ کرن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا یونہی انسانی اندازہ ہے؟ تو وہ واضح جواب نہ دے سکے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے سلسلہ کے جاری ہونے پر گفتگو چل پڑی اور انہیں آیتِ کریمہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (حٰم السجدہ:۳۱،۳۲) یاد دلائی گئی کہ سچے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ملتی ہیں مگر مدیر صاحب المنبر اس کا اعتراف نہ کر سکے۔

اس دوران بہت سے نجی قسم کے مکالمات بھی ہوئے۔ بہر حال یہ مجلس بہت پُر لطف رہی۔ مکرم مدیر المنبر بھی بہت متاثر نظر آتے تھے۔ انہوں نے کئی بار کہا کہ میں رسمی طور پر نہیں بلکہ صدق دل سے آپ لوگوں کا شکر گزار ہوں۔

آخر سات بجے کے قریب آپ اس وعدہ کے ساتھ کہ آئندہ کسی موقعہ پر دو تین روز کیلئے آؤں گا اور سارے ادارہ جات بھی دیکھوں گا، روانہ ہوئے۔‘‘[47]

منصوبہ اشاعت قرآن عظیم کا غانا اور سیرالیون میں آغاز

اس سال مئی ۱۹۷۳ء میں منصوبہ اشاعت قرآن عظیم کا غانا اور سیرالیون کے اہم ممالک میں آغاز ہوا۔ اُن دنوں گھانا میں سٹیٹ ہوٹلز کارپوریشن کے تحت متعدد اعلیٰ پایہ کے ہوٹل چل رہے تھے۔ ان ہوٹلوں کے کمروں کی تعداد ۸۲۷ تھی۔ جب مئی ۱۹۷۳ء میں گھانا کے احمدیہ مشن کی طرف سے ایک خصوصی تقریب میں سٹیٹ ہوٹلز کارپوریشن کے مینیجنگ ڈائریکٹر ڈاکٹر کرنل ایم بی سانی تھامس کو قرآن مجید کے ۸۲۷ نسخے دیئے گئے تو انہوں نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’میں اس تحفہ کی پیشکش سے بوجوہ بہت متاثر ہوا ہوں۔ میں دنیا میں بہت گھوما پھرا ہوں۔ دنیا کے ہر خطے اور علاقے میں جانے کا مجھے موقعہ ملا ہے۔ ہر اُس ہوٹل میں جہاں بطور مہمان میں ٹھہرتا رہا میرے کمرے میں (باقی تمام کمروں کی طرح) بائبل کا ایک نسخہ ضرور موجود ہوتا تھا۔ خود ہمارے (یعنی سٹیٹ ہوٹلز کارپوریشن کے) ہوٹلوں کے تمام کمروں میں بائبل کے نسخے موجود ہیں میں اکثر و بیشتر اس امر پر حیران ہوتا رہا ہوں کہ (عیسائی مشنوں کے علاوہ) دوسرے مذاہب والے اس قسم کی جگہوں پر اپنا مذہبی لٹریچر کیوں نہیں رکھواتے تا کہ ان کے اپنے پیروؤں کو یہ لٹریچر سفر کے دوران بھی دستیاب ہو سکے اور وہ اس سے استفادہ کر سکیں۔ آج کی تقریب جس میں احمدیہ مشن گھانا کی طرف سے اس غرض کے پیش نظر قرآن مجید کے نسخے بطور تحفہ عطا کئے گئے ہیں اسی لئے میری نگاہ میں بہت اہمیت کی حامل ہے آج کے دن کے بعد جو مسلمان بھی باہر سے گھانا آئے گا وہ اور اسی طرح اس ملک کا

ہر وہ مسلمان باشندہ جوان پانچ ہوٹلوں میں سے کسی ایک ہوٹل میں قیام کرے گا جنہیں سٹیٹ ہوٹلز کارپوریشن چلا رہی ہے وہ اپنی مقدس کتاب سے استفادہ کرنے سے محروم نہیں رہے گا اور اگر وہ مذہبی میلان طبع کا مالک نہ بھی ہوا تو بھی یہ احساس اسے ضرور ہوگا کہ کمروں میں مذہبی لٹریچر کی فراہمی کے سلسلہ میں اس کے مذہب کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ ہاں قبل ازیں بائبل کے ساتھ قرآن کو موجود نہ پا کر اسے نظر انداز کئے جانے کا احساس ضرور ہوتا ہوگا اب ہوٹل کے کمروں میں قرآن مجید کے نسخے موجود پا کر غیر مسلموں کو بھی یہ موقع ملے گا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لائی ہوئی تعلیم کا مطالعہ کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کرسکیں۔[48]

اسی طرح ۳ مئی ۱۹۷۳ء کو احمدیہ مشن سیرالیون کی طرف سے ایک خصوصی تقریب میں وہاں کے ''کیپ سیرا ہوٹل'' کی انتظامیہ کو قرآن مجید معہ انگریزی ترجمہ کے اسّی نسخے عنایت کئے گئے تا کہ ایک ایک نسخہ ہوٹل کے جملہ رہائشی کمروں میں رکھا جا سکے۔ وہاں کے اخبار ''دی نیشن'' نے اس تقریب کی خبر اپنے ۱۴ مئی ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں نمایاں طور پر شائع کی۔ اخبار میں شائع شدہ خلاصہ کے مطابق اس تقریب میں ہوٹل کے مینیجر مسٹر آئزک فیگل نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''ہوٹل میں آنے والے سیاح ساحل سمندر پر ہنسی خوشی دن گذارنے کے بعد بسا اوقات تنہائی میں مطالعہ وتحقیق کرنے کی طرف نیز زندگی کے اہم اور سنجیدہ مسائل پر غور وفکر اور تدبّر وتفکّر میں وقت گذارنے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس غرض کے پیش نظر ہوٹل کے کمروں میں ایک مذہبی کتاب کے طور پر بائبل پہلے سے موجود چلی آ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اب قرآن مجید کی دستیابی ہمارے سیاحوں کی روحانی تلاش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا موجب ہوگی''۔

ازاں بعد ۱۱ مئی ۱۹۷۳ء کو احمدیہ مشن سیرالیون کی طرف سے ایک اور تقریب میں سیرالیون کے دارالحکومت فری ٹاؤن میں واقع وہاں کے مشہور ہوٹل ''پیراماؤنٹ'' کے مینیجر مسٹر اولف اورٹمان کو اسی غرض کے ماتحت دوسری مرتبہ قرآن مجید کے پچاس نسخے دیئے گئے۔ وہاں کے اخبار ''ڈیلی میل'' نے اپنی ۱۲ مئی ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں اس تقریب کی بہت نمایاں خبر شائع کی اور خبر کے ساتھ قرآن مجید کے نسخے دیئے جانے کا فوٹو بھی شائع کیا۔ اس تقریب میں ہوٹل کے مینیجر اولف اورٹمان نے یہ تحفہ قبول کرتے ہوئے صرف گہرے جذباتِ تشکر کا ہی اظہار نہیں کیا بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا:۔

''مجھے امید ہے کہ ہوٹل میں قیام کرنے والے لوگ قرآن کے ان نسخوں سے یقیناً استفادہ کریں

گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف ہوٹل میں بلکہ لوگوں کے لئے اپنے گھروں میں بھی قرآن کا مطالعہ کچھ کم مفید ثابت نہیں ہوگا''۔[49]

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۷مئی ۱۹۷۳ء کو ربوہ میں مشاورت کے ایک ہنگامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے یہ خوشخبری سنائی:۔

''ابھی چند دن ہوئے مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ غانا میں ہوٹلوں کا ایک سلسلہ حکومت کا اپنا ہے یعنی وہ حکومت کی ملکیت ہے جن کے کل ۸۲۷ رہائشی کمرے ہیں۔ ہوٹلوں کی سرکاری تنظیم کے سربراہ سے جماعت احمدیہ غانا نے کہا کہ ہم ہر ہوٹل کے ہر کمرے میں قرآن کریم انگریزی (حمائل سائز جس کی قیمت یہاں پانچ روپے مقرر کی گئی ہے) کا ایک ایک نسخہ رکھوانا چاہتے ہیں چنانچہ اس نے اجازت دے دی۔ اس سلسلہ میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں ہمارے مبلغ انچارج کی تقریر کے علاوہ ہوٹلوں کے سربراہ نے بھی تقریر کی۔ قرآن کریم کے ۸۲۷ نسخے وصول کئے اور خوشی کا اظہار کیا۔ اس نے اپنی تقریر کے دوران یہ بھی کہا کہ میں مذہباً تو عیسائی ہوں لیکن اس بات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جماعت احمدیہ نے ہمارے ملک میں جو مشن ہاؤس بنائے ہیں یہ ہماری قوم کی بہت بڑی خدمت کے مترادف ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ آپ اچھے شہری پیدا کر رہے ہیں۔ اب اس قسم کے فقرے سوائے اس کے کہ الٰہی تصرف کام کر رہا ہو کوئی عیسائی نہیں کہہ سکتا۔ میں پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ یوں تو عیسائیت کے ساتھ ہماری جنگ ہر ملک میں لڑی جا رہی ہے لیکن افریقہ میں خاص طور پر غانا میں عیسائیت کے ساتھ سب سے بڑی جنگ لڑی جا رہی ہے وہیں کے ایک بہت بڑے عیسائی کے منہ سے یہ باتیں کہلوانا الٰہی تصرف نہیں تو اَور کیا ہے۔ اسی ڈاک میں سیرالیون کے دو ہوٹلوں میں قرآن کریم کے نسخے رکھوائے جانے کی اطلاع بھی ملی ہے۔

غرض اشاعت قرآن کے لئے جو سامان پیدا ہوئے خدمت نوع انسانی کے لئے جو سامان پیدا ہوئے ایک سال کے اندر اندر ۱۶ سے زیادہ ہسپتال کھل گئے یہ خدائی تصرف کا نتیجہ ہیں۔ غانا ہی میں جہاں ہماری سب سے زیادہ مخالفت ہو رہی ہے ایک

ہسپتال پر قریباً ۲۰ ہزار پونڈ خرچ ہوئے۔ایک دوسرا ہسپتال بھی بن گیا ہے جو ۲۰۔۲۲ کمروں پر مشتمل ہے۔دراصل شہر کے عین وسط میں ایک بہت بڑی عمارت بک رہی تھی۔۴۰۔۴۵ ہزار سیڈیز پر (اس کے ۱۸۔۲۰ ہزار پونڈ بنتے ہیں) وہ خرید لی گئی اور اسے ہسپتال بنا دیا گیا۔گویا چار چار پانچ پانچ لاکھ روپیہ ایک ایک ہسپتال پر خرچ ہوا ہے اور یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت احمدیہ کی اس قربانی کو شرف قبولیت بخشے جانے کے آثار ہیں یعنی آپ نے جو قربانی دی اس کے نمایاں نتیجے نکل رہے ہیں اور سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ جو آپ نے قربانی دی اور سرمایہ جمع ہوا، وہ محفوظ ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ نے جو نفع دیا وہ اب خرچ ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں جو مادی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر نازل فرمائے ہیں۔فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔'' [50]

انگلستان میں ایک کامیاب مناظرہ

۱۲ مئی ۱۹۷۳ء کی شام کو جلنگھم (انگلستان) کے قریب رین ہم (Rainham) کے مقام پر بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد فضل لندن کا پادری برادر رسل (Brother Russell) سے ایک کامیاب مناظرہ ہوا جس کی روداد مولانا عطاء المجیب راشد صاحب ایم اے کے قلم سے سپرد قرطاس کی جاتی ہے۔آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''پچھلے دنوں جلنگھم کے قریب Rainham کے مقام پر عیسائیوں سے ایک بہت دلچسپ اور کامیاب مناظرہ منعقد ہوا۔جلنگھم جماعت کے صدر کے ذریعہ جب Church of Jesus Christ کے پادری Brother Russell نے مناظرہ کی دعوت دی تو بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد فضل لندن نے اس کو خوشی سے منظور کر لیا۔۱۲ مئی کی شام کو ان کے چرچ میں مباحثہ شروع ہوا۔صدرِ جلسہ نے پہلے عیسائی پادری کو اظہار خیال کی دعوت دی۔تقاریر کے لئے یہ موضوع پہلے سے مقرر کیا کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہوئے ہیں؟ پادری رسل نے جو مارمن چرچ سے تعلق رکھنے والے تھے، زیادہ وقت اپنے مخصوص عقائد کے بیان میں صَرف کیا اور آخر میں بتایا کہ سابقہ پیشگوئیوں اور بائبل کے بیانات سے نظر آتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی آمد کا مقصد وحید اپنے آپ کی

قربانی دینا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انہوں نے بنی نوع انسان کو گناہوں کے چھڑانے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

مکرم محترم امام صاحب نے جوابی تقریر میں اس امر کو بدلائل ثابت کیا کہ اگرچہ حضرت مسیح ناصری کو یہودیوں نے صلیب پر لٹکایا تو تھا لیکن وہ صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے۔آپ نے نہایت اختصار لیکن وضاحت کے ساتھ بائبل سے قریباً ایک درجن دلائل اپنے موقف کی تائید میں پیش کئے۔

تقاریر کے بعد سوالات کا وقفہ تھا جس میں حاضرین نے مقررین سے سوالات دریافت کئے۔ سوال و جواب کے دوران بھی ایک بات جس کو اس مجلس میں موجود ہر شخص نے محسوس کیا یہ تھی کہ عیسائی پادری اصل سوال کا جواب دینے کی بجائے غیر ضروری تفاصیل میں الجھ جاتا تھا۔محترم امام صاحب نے برجستہ جواب دئے اور کئی امور کی مزید وضاحت کی۔

پادری صاحب سے ایک اور سوال یہ دریافت کیا گیا کہ بائبل میں گناہ کی دو سزاؤں کا ذکر ہے جو کفارہ پر ایمان لانے سے بقول ان کے معاف ہو جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورتوں کو بچہ کی ولادت کے وقت تکلیف ہوتی ہے کیا کفارہ میں ایمان لانے والی عیسائی عورتوں کی یہ صورت نہیں ہے۔پادری صاحب نے کہا کہ اگرچہ ظاہری طور پر عیسائی عورتیں اس تکلیف سے مستثنیٰ تو نہیں لیکن وہ اس تکلیف میں خداوند یسوع مسیح کے نام پر راحت محسوس کرتی ہیں۔قبل اس کے کہ ہماری طرف سے اس موقع پر کچھ کہا جاتا سامعین میں سے ایک عیسائی خاتون کھڑی ہوئیں اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں کئی بچوں کی ماں ہوں اور میں یہ بتانا اپنا فرض سمجھتی ہوں کہ ابھی پادری صاحب نے جو بات کہی ہے وہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔میں ذاتی طور پر کہہ سکتی ہوں کہ میں بچہ کی ولادت کی تکلیف میں ہرگز راحت محسوس نہیں کرتی! اس خاتون کا یہ کہنا تھا کہ پادری صاحب کے سارے بیان کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی اور مزید یہ کہ سامعین میں موجود بیسیوں خواتین نے خاموش رہ کر اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ کفارہ پر ایمان لانے کے باوجود عیسائیت کے مطابق گناہ کی ظاہری سزا ساقط نہیں ہوئی۔الغرض یہ مباحثہ ایک نہایت کامیاب مناظرہ ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام کو نمایاں غلبہ حاصل ہوا۔‘‘ [51]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر سیلون (سری لنکا) میں

اس سال صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد مبارک پر اپریل ۱۹۷۳ء کے آخری ہفتہ میں ربوہ سے بعض ممالک کے تبلیغی دورہ کے لئے تشریف لے گئے اور ۲۶ مئی ۱۹۷۳ء کو واپس مرکزِ احمدیت میں پہنچے۔ اس دورہ میں مولانا مسعود احمد صاحب جہلمی سیکرٹری کی حیثیت سے آپ کے ہمراہ تھے۔ دورہ کی آخری منزل سیلون (موجودہ سری لنکا) تھا جہاں آپ ہفتہ بھر ۲۰ تا ۲۶ مئی ۱۹۷۳ء قیام فرما رہے۔ جس کی ایمان افروز رپورٹ مولانا صاحب موصوف کے قلم سے الفضل ۸۔۹ جون ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی۔ اس رپورٹ کے بعض اہم حصے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

''سیلون میں ہماری دو بڑی جماعتیں ہیں ایک تو سیلون کے دارالحکومت کولمبو کی جماعت اور دوسرے نیگمبو کی جماعت۔ ہوائی اڈہ کولمبو سے کوئی بیس میل دور ہے لیکن نیگمبو سے صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ لہٰذا ہوائی اڈہ پر نیگمبو جماعت کے احباب کی کثرت تھی۔ ان کے ہمراہ بچے اور عورتیں بھی تھیں یہ لوگ کرایہ پر لی گئی بسوں اور کاروں کے ذریعہ یہاں آئے تھے۔ امیگریشن اور کسٹم کے محکموں کی کارروائی کے بعد ہم لوگ جب استقبالیہ ہال کی جانب بڑھے تو وہ ہجوم جو گذشتہ چوبیس گھنٹوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک پوتے کے استقبال کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے تھے بے محابہ امڈ پڑا۔ مصافحہ و معانقہ میں ہر شخص دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ میں نے کئی آنکھوں کو فرطِ محبت سے اشکبار دیکھا۔ دل میں سرور اور رقت کی عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔

سیلون میں ایک عرصہ سے مرکزی نمائندہ نہ ہونے کی وجہ سے بعض کمزوریوں کے آثار ظاہر ہوئے تھے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مختصر دورہ سے وہاں پر زندگی کی ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔ محترم میاں صاحب نے مختلف اجلاسوں میں تقاریر اور خطبہ جمعہ کے ذریعہ افراد جماعت میں نئی روح، نیا جوش اور ولولہ پیدا کیا۔

اکثر احباب نے برملا وفورِ جذبات سے اس بات کا اظہار کیا کہ محترم میاں صاحب کی آمد میں خدائی مشیت تھی جس سے سیلون کی جماعت ترقی و کامیابی کے ایک نئے دور میں داخل ہوئی ہے۔ محترم میاں صاحب کی درد بھری تقاریر نے دلوں پر جادو کا اثر کیا۔ روٹھے ہوؤں نے اعلانیہ اٹھ کر ایک دوسرے سے ملنا شروع کیا اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگنی چاہی۔ وہ از سرِ نو منظّم ہو کر جماعتی کاموں کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ محترم میاں صاحب نے علاوہ خطبہ جمعہ کے تین اجتماعوں میں احباب

جماعت کو بیش قیمت نصائح سے نوازا اور تربیت سے تعلق رکھنے والے اہم امور پر روشنی ڈالی۔

ایک تعلیم یافتہ نوجوان خواجہ محی الدین صاحب بیعت کر کے داخل سلسلہ ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ آپ ایک لمبے عرصہ سے زیر تبلیغ تھے اور احمدیت کی تعلیمات سے بکلی آگاہ ہوکر شرح صدر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی قبول کرنے کے قابل ہو چکے تھے……

آپ نے کولمبو اور نیگمبو کی جماعتوں میں ذیلی تنظیموں یعنی انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے انتخابات کرائے جس پر احباب جماعت نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ انتخابات کے ضمن میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ ہر دو تنظیموں کو تین تین امور پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ انصاراللہ کو ارشاد فرمایا کہ آپ (۱) قرآن کریم ناظرہ اور باترجمہ پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ کریں۔ (۲) سنڈے سکول کا اجراء کریں اور (۳) تبلیغ کے کام کو وسعت دیں۔ مثلاً یوم التبلیغ منائیں اپنے دوستوں کا دائرہ وسیع کریں۔

خدام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ (۱) سوشل ورک شروع کریں مثلاً ہسپتالوں میں مریضوں کی عیادت، لوگوں کے بوجھ اٹھانا اور ان کی مدد کرنا۔ (۲) وقار عمل کو عام کریں۔ (۳) اخلاق کی مضبوطی (یعنی فیشن کی پیروی نہ کریں) درمیانی راستہ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے احمدیت سے بڑی بڑی ترقیات وابستہ رکھی ہیں۔ یہ خدا کی مشیت ہے اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ پس آپ اس ذات کی طرف ہمیشہ نگاہ رکھیں۔

لجنہ اماء اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

’’اے میری بہنو! اور بچیو! ان باتوں کو جو میں کہنا چاہتا ہوں غور سے سنو کیونکہ جو میں کہہ رہا ہوں اس میں میری کوئی حیثیت نہیں۔ میں خدا اور اس کے رسول کا پیغام پہنچا رہا ہوں‘‘۔ آپ نے غزوہ تبوک کے مشہور واقعہ کی یاد دلاتے ہوئے لجنات کو تلقین کی کہ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیات کی طرح غیرت ایمانی کا نمونہ دکھائیں اور جہاں مرد کمزوری دکھائیں وہاں جرأت ایمانی سے کام لیتے ہوئے مردوں کو راہ راست پر لانے کے لئے مجبور کریں۔

آخر میں آپ نے احمدی بچوں کو قرآن کریم کی تعلیمات پر غور کرنے، اُسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔

اپنے قیام کے دوران محترم صاحبزادہ صاحب نے کولمبو اور نیگمبو ہر دو جماعتوں کی مجالس عاملہ

کے اراکین کے علاوہ انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کی مجالس عاملہ کے اراکین کو مشترکہ طور پر اس امر کے لئے مدعو کیا کہ وہ اپنے اپنے دائرہ کار میں کام کرنے کا منصوبہ بنا کر پیش کریں۔ چنانچہ یہ اجلاس خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ احباب جماعت نے نئے جوش، ولولہ اور امنگ کا اظہار کیا۔ محترم میاں صاحب نے مناسب ہدایات سے نوازا۔

اس مجلس میں بھی اور دوسرے مواقع پر بھی کئی ایک نوجوان نے محترم میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام اور احمدیت کی سچائی کی خاطر قربانی کے ہر تقاضے کو پورا کرنے کا عہد باندھا۔ محترم میاں صاحب کی ذات سے ان کی والہانہ عقیدت اور محبت کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ان کے عشق اور دلی تعلق کا غماز تھا۔ ہر مجلس سے انہوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ آپ کی ہمارے درمیان موجودگی محض وکیل التبشیر یا وکیل الاعلیٰ تحریک جدید کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ ہم اپنی اس خوش بختی پر شادماں ہیں کہ حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے حضرت المصلح الموعود کے لخت جگر اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے حقیقی بھائی ہم میں موجود ہیں۔‘‘ [52]

شعبہ طبیعیات تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی شاندار ترقی پر ایک نظر

تعلیم الاسلام کالج ربوہ (نیو کیمپس) میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خصوصی رہنمائی اور توجہ سے ۱۹۶۹ء میں ایم ایس سی فزکس کلاسیں جاری ہوئیں اور یونیورسٹی سنڈیکٹ نے ایم ایس سی فزکس کے لئے کالج کا الحاق منظور کر لیا۔ جس کے بعد کالج کا شعبہ طبیعیات روز افزوں ترقی کرنے لگا اور چار سال کے قلیل عرصہ میں اس نے ایسی عظیم علمی روایات قائم کر دکھائیں جو ملک کے دوسرے کالجوں کے لئے قابل رشک تھیں جس کی تفصیل آصف علی صاحب پرویز لیکچرار شعبہ فزکس تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

’’ابتداً ایم ایس سی کی پہلی کلاس میں دس طلباء داخل کئے گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بے شمار فضل اور احسان تھا کہ تمام طلباء نہ صرف اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوئے بلکہ انہوں نے نتیجہ کے لحاظ سے یونیورسٹی میں ایک منفرد روایت قائم کی۔ دس میں سے آٹھ طلباء نے اعلیٰ فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔ یونیورسٹی میں تیسری، پانچویں اور چھٹی پوزیشن بھی اسی کالج کے طلباء نے حاصل کی۔ مکرم محمد علی صاحب تاؤنی اور خاکسار (آصف علی پرویز) نے اعزازی سند حاصل کی۔ نیز حال ہی میں ’’جناح

ایوارڈ'' کے بھی مستحق قرار دیئے گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم محمد حسین سکالرشپ اور لقمان سکالرشپ بھی حاصل کر چکے ہیں۔

پہلی ایم ایس سی کلاس کے اس عظیم الشان نتیجہ پر مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب سائنسی مشیر اعلیٰ صدر پاکستان اور مسٹر عشرت حسین عثمانی صاحب سیکرٹری وزارتِ سائنس نے مبارکباد کے خصوصی پیغامات بھیجے۔

شعبہ فزکس تعلیم الاسلام کالج کی نئی اور خوبصورت عمارت میں کام کر رہا ہے۔ یہاں پر بی ایس سی کی لیبارٹریز کے علاوہ ایم ایس سی کے لئے لیبارٹریز موجود ہیں جن میں سے الیکٹرانکس، نیوکلیئر فزکس، لو پریشر فزکس اور ریسرچ لیبارٹریز خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ نیوکلیئر مائیکرو سکوپ کے ذریعہ جنیوا سے منگوائی گئی خاص نیوکلیئر املشن پلیٹوں پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ لائبریری میں فزکس کی اعلیٰ کتب کا ایک منتخب ذخیرہ موجود ہے بلاشبہ یہ لائبریری ملک میں فزکس کی لائبریریوں میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔

ایم ایس سی کے لازمی پرچوں کے علاوہ مندرجہ ذیل اختیاری پرچوں کی تدریس کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے۔ اس طرح مختلف مضامین میں دلچسپی رکھنے والے طلباء کے لئے اعلیٰ طبیعیات کا حصول ممکن بلکہ سہل بنا دیا گیا ہے۔ یہ اختیاری مضامین جو اساتذہ نے زائد وقت دے کر تیار کئے ہیں درج ذیل ہیں۔ ۱۔ الیکٹرانکس۔ ۲۔ سالڈ سٹیٹ فزکس۔ ۳۔ نظریاتی طبعیات۔ ۴۔ نیوکلیئر فزکس۔ ۵۔ الیکٹرانکس اور نیوکلیئر فزکس میں تحقیقی مقالہ جات۔

ہفتہ واری ٹیسٹوں کے ذریعہ طلباء کو باقاعدگی سے کام کرنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ اسی طرح پریکٹیکلز کے بارہ میں میں ہفتہ میں ایک بار سیمینار پروگرام ہوتا ہے جس میں طلباء حصہ لیتے ہیں۔

اس وقت شعبہ فزکس میں ہونہار طلباء کو مندرجہ ذیل وظائف دئے جاتے ہیں۔

۱۔ لقمان سکالرشپ جاری فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

۲۔ محمد حسین سکالرشپ جاری کردہ مکرم پروفیسر عبدالسلام صاحب سائنسی مشیر اعلیٰ صدر پاکستان

۳۔ جمیل سکالرشپ جاری کردہ مکرم ڈاکٹر عبداللطیف صاحب آف سرگودھا''۔ [53]

جماعت احمدیہ کے کارناموں کا ذکر اخبار ''رضا کار'' میں

جماعت احمدیہ اس دور میں اپنے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی قیادت میں جس شان کے ساتھ ترقی کی منازل طے کر رہی تھی اس نے اپنوں اور بیگانوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک شیعہ رہنما اور ہفت روزہ ''رضا کار'' لاہور کے ایڈیٹر شیخ محمد صدیق صاحب بی اے نے حسب ذیل ادارتی نوٹ سپرد اشاعت کیا:۔

ذرا اپنی خبر لیجئے!

مذکورہ بالا عنوان سے ایک صالح شیعہ نوجوان نے ہمیں ایک مراسلہ ارسال فرمایا ہے۔ سال گزشتہ اس نوجوان کو احمدی حضرات کے سالانہ اجلاس منعقدہ ربوہ میں شرکت کا موقع میسر آ گیا۔ تو اس نے احمدیوں کو نزدیک سے دیکھا۔ ان کے اجلاس کی کارروائی سنی اور اجلاس میں پڑھی گئی رپورٹوں سے ان کی دینی وقومی سرگرمیوں کا اندازہ لگایا۔

اجلاس کی کارروائی دیکھنے اور رپورٹوں کی سماعت نے اس نوجوان کو ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا چنانچہ اس نے شیعہ فرقہ کا احمدی فرقہ سے تقابل کیا تو وہ دل مسوس کر رہ گیا۔ اور سوچنے لگا کہ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ ہم محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ماننے والے ہیں اور اسلام حقیقی کے پیروکار ہیں لیکن ہمارے فرقہ کی دینی وقومی سرگرمیاں احمدی فرقہ کی دینی وقومی سرگرمیوں کے مقابلہ میں صفر کا درجہ بھی نہیں رکھتیں اور احمدی فرقہ کے حضرات انتہائی اقلیت میں ہونے کے باوجود کیسے کیسے کارنامے انجام دے رہے ہیں۔ اس سوچ سے اس کا سر ندامت سے جھک گیا۔

مذکورہ بالا تقابل کو پیش نظر رکھ کر اس شیعہ نوجوان نے اپنی قوم کی زبوں حالی پر آنسو بہائے اور اس کی زبان پر بیساختہ یہ الفاظ آئے۔ کاش! شیعہ بھی احمدیوں کی طرح مذہب حقہ کی اشاعت اور قومی سربلندی کے پروگرام بنائیں۔ یہی جذبہ محرک ہوا کہ اس نوجوان نے ''ذرا اپنی خبر لیجئے'' کے عنوان سے ایک مراسلہ تحریر فرمایا اور ہمیں اشاعت کیلئے بھیج دیا اور ہمیں تاکیداً یہ لکھا کہ اس کے مراسلہ کو ایڈیٹوریل کالموں میں جگہ دی جائے۔ تاکہ ان کالموں کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قارئین ''رضا کار'' اس کا بنظر عمیق مطالعہ فرمائیں اور اپنی دینی وملی سرگرمیوں کا احمدی حضرات کی دینی وملی سرگرمیوں سے تقابل کر سکیں اور شاید پھر یہ تقابل کرنا ان کے دینی وملی جذبہ کی مہمیز کا باعث ہو سکے۔

ایمانداری کی بات یہ ہے کہ جب ہم اپنی دینی وملی سرگرمیوں کا تقابل احمدی حضرات کی دینی وملی سرگرمیوں سے کرتے ہیں تو مذکورہ شیعہ نوجوان نے بالکل درست فرمایا ہے۔ ہمارے سر ندامت سے

جھک جاتے ہیں۔اور جب ہم احمدی حضرات کی مذکورہ ترقی کا بنظرِ غور جائزہ لیتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ احمدی حضرات کی ترقی کا راز مندرجہ ذیل دو امور میں مضمر ہے۔

ا۔ان کا دینی سربراہ ایک ہے۔جس کی وجہ سے ان کی مرکزیت قائم ہے اور وہ پورے طور پر منظّم ہیں۔

۲۔ان میں ایثار وقربانی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے اور وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر اپنے دینی وقومی پروگراموں کی تکمیل کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں مجتہد اعظم یعنی نائب امام کا منصب جلیلہ اس لئے قائم کیا گیا تھا تاکہ دنیائے شیعیت کا ایک دینی سربراہ ہو اور ان کا ایک مرکز ہو۔اور وہ ایک لڑی میں منسلک رہیں تاکہ ان کے دینی وملی امور نہایت احسن طریق سے انجام پاسکیں لیکن ہماری خودغرضیوں نے ہمیں اس نعمت عظمیٰ سے محروم کررکھا ہے اور اسی وجہ سے ہماری قوم روز بروز قعر مذلت میں گرتی جارہی ہے۔اگر ہم آج بھی ایک دینی سربراہ کی قیادت قبول کر کے اپنا ایک مرکز قائم کرلیں تو ہماری تنظیم بھی ہوسکتی ہے اور ہم میں جذبہ ایثار وقربانی بھی بیدار ہوسکتا ہے اور ہم ان نام نہاد پیشہ ور اور مفاد پرست قومی لیڈروں سے نجات بھی حاصل کرسکتے ہیں جو مذہب اور قوم کی آڑ لے کر اپنا الوسیدھا کرتے ہیں اور گلچھرے اڑا رہے ہیں۔اور پھر ہم بھی اپنی دینی وقومی سرگرمیاں اسی انداز سے جاری کرسکتے ہیں جس انداز سے احمدی حضرات جاری کئے ہوئے ہیں۔

آیئے! ہم سب مل کر اپنے ہادیان دین کے فرامین کی روشنی میں صالح قیادت کے قیام کی کوشش کریں تاکہ ہماری جماعت صحیح معنوں میں منظّم ہوسکے اور ہم اپنے دینی سربراہ کی قیادت میں دینی وملی امور سرانجام دے کر دین ودنیا کی سعادتیں اور کامرانیاں حاصل کرسکیں۔

مذکورہ بالا تمہید کے بعد اب ہم ذیل میں مذکورہ مراسلہ قارئین کرام کے ملاحظہ کیلئے درج کرتے ہیں اور انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس مراسلہ کا بنظرِ غور مطالعہ فرمائیں تاکہ ان پر یہ امر واضح ہوسکے کہ دیگر اقوام کے مقابلہ میں ہماری حیثیت کیا ہے؟ وہ قومیں کس منظّم طریق سے اپنا کام چلاتی ہیں اور ہم کس بدنظمی کا شکار ہیں۔اگر ہم نے جلد اپنی خبر نہ لی تو ہم قومی پستی کے انتہائی درجہ تک پہنچ جائیں گے اور پھر ہمارا جو حشر ہوگا وہ ظاہر ہے۔؎

ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ہم مراسلہ نگار صالح شیعہ نوجوان کے دینی وقومی جذبہ کی بے انتہا قدر کرتے ہیں اور بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہماری قوم کے ہر فرد کے دل میں ایسا ہی قومی ودینی جذبہ پیدا کرے۔ بحق محمدؐ وآلِ محمدؐ۔

مراسلہ

یہ کیسا عظیم المیہ ہے کہ علماء مذہب حقہ ایک طرف تو خوب زور وشور سے تعلیمات محمدؐ وآل محمد کا پرچار کررہے ہیں اور مومنین درسِ اتحاد دے رہے ہیں لیکن دوسری طرف وہ خود جس افتراق وانتشار کا شکار ہیں شاید ہی کوئی دوسرا گروہ ایسا نظر آئے۔

آجکل اسلام اور ملک ووطن کی سب سے بڑی خدمت اتفاق واتحاد، اپنے اختلافات مٹانے اور ایک اور صرف ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہونے میں مضمر ہے۔ آیئے! آج ہم آپ کو احمدی فرقہ کے ان کارناموں سے روشناس کرائیں جو انہوں نے آٹے میں نمک ہونے کے باوجود گذشتہ ایک سال کے عرصہ میں سرانجام دئے ہیں۔

سب سے پہلا اور نمایاں وصف ان میں اتحاد وتنظیم کا ہے۔ وہ اس قدر منظّم ہیں کہ ہر ماہ ان کا ہر بالغ اور ہر برسرروزگار فرد اپنی آمدنی میں سے ایک مقررہ رقم اپنے ''مشترکہ قومی بہبود فنڈ'' میں دیتا ہے۔ اس قومی فنڈ کا ہر سال باقاعدہ آڈٹ ہوتا ہے۔ اس فنڈ سے انہوں نے ایک قلیل عرصہ میں جن مشکل ترین مقاصد کی تکمیل کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے:۔

ا۔ ان کا ربوہ میں اپنا ایک کالج ہے۔ جس میں ایم اے اور ایم ایس سی تک کلاسیں ہیں۔ اس کالج میں مردوزن دونوں کی تعلیم کا علیحدہ اور مکمل انتظام ہے۔

اس کالج سے اور دوسرے فنّی کالجوں مثلاً انجینئرنگ اور میڈیکل کالجوں سے فارغ التحصیل احمدی طلباء کو تبلیغی مدرسے میں جو ربوہ میں قائم ہے لازمی طور پر تبلیغی تربیت لینا ہوتی ہے جس سے فارغ ہونے والے طلباء کو نمبروار ساری دنیا میں احمدیت کی تبلیغ کرنے کیلئے باہر بھیجا جاتا ہے۔ چنانچہ آج ساری دنیا میں احمدیت کی مشنری تبلیغ نمبر ایک پر ہے۔

۲۔ ربوہ کی مرکزی جامع مسجد میں پانچ وقت کی نماز باجماعت باقاعدگی سے ادا کی جاتی ہے اور نماز کے بعد دین سے شناسائی حاصل کرنے کیلئے وعظ ہوتے ہیں۔ نماز اور وعظ میں ہر احمدی مردوزن

کی شرکت لازمی قرار دی گئی ہے۔اس کا مقصد اپنے گھر اور گاؤں میں ایک انتہائی صالح معاشرے کا قیام ہے۔

۳۔مذکورہ مذہبی تبلیغ و تنظیم نے ان میں ایک روح پیدا کر دی ہے جو ہر میدان میں ان کو کامیاب و کامران بنانے کی ضامن ہے۔ چنانچہ سال گذشتہ ان کے مرکز نے اپنے مبلغ شمالی افریقہ کے مختلف مما لک مثلاً نائیجیریا، یوگنڈا، کینیا، لیگوس اور زیمبیا میں بھیجے۔ان احمدی مشنریوں نے مذکورہ مما لک کے ارباب حکومت سے فوری رابطہ قائم کیا اور انہیں یہ بتایا کہ ہم آپ کی اور آپ کے اہل وطن کی خدمت سکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں کے قیام کے ذریعہ کرنے کا عزم مصمم رکھتے ہیں۔لیکن ہمارے اس راستے میں ایک مشکل حائل ہے اور ہماری وہ مشکل یہ ہے کہ ہم پاکستان سے زمین اٹھا کر یہاں نہیں لا سکتے لہٰذا ہمیں زمین دیجئے۔احمدی مشنریوں کی اس اپیل کا فوری اثر ہوا اور انہیں زمین مل گئی۔ جس پر انہوں نے کالج،سکول اور ہسپتال قائم کئے جو وہاں کے عوام میں صحیح خدمت کی وجہ سے اتنے مقبول ہوئے کہ صرف ایک سال کے عرصہ میں انہیں بارہ لاکھ سرمایہ کے خرچ سے نقد (ایک) لاکھ ۸ ہزار روپے منافع ہوا۔

۴۔اس طرح ربوہ مرکز کی طرف سے شمالی اور جنوبی امریکہ میں بھی مشنری بھیجے گئے اور ان کی تبلیغ وہاں اس قدر رنگ لائی کہ وہاں کے مشہور ناشروں اور کتب فروشوں نے ان سے ایک لاکھ کاپی قرآن پاک کی فرمائش کی۔احمدی مشنریوں کی طرف سے ایک کاپی قرآن کی قیمت تین ڈالر بتائی گئی لیکن امریکی ناشروں اور کتب فروشوں نے یہ کہا کہ وہ اتنی کم قیمت پر قرآن نہیں خریدیں گے کیونکہ وہاں کے امریکی عوام جب قرآن کی قیمت اتنی کم دیکھیں گے تو قرآن نہیں خریدیں گے اور یہ کہیں گے کہ جب کتاب کی قیمت ہی اس قدر کم ہے تو کتاب بھی معمولی ہوگی۔ چنانچہ باہمی صلاح مشورہ سے قرآن پاک کا ہدیہ گیارہ ڈالر طے پایا۔اس طرح ایک لاکھ قرآن پاک کی کاپیاں سپلائی کرنے سے احمدی مرکزی ربوہ کو ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ کا منافع ہوگا۔‘‘ [54]

قارئین ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے روز افزوں افضال اور عطا کی گئی ترقیات کو دیکھ کر اپنے اور غیر سب ہی رطب اللسان ہیں۔الحمدللہ

تقریب افتتاح مسجد صادق محلّہ دارالعلوم غربی ربوہ

دارالعلوم غربی ربوہ کی مسجد کا سنگ بنیاد مولانا ابوالعطاء جالندھری نے ۱۶جون ۱۹۷۳ء کو رکھا تھا۔ آپ نے وہ اینٹ نصب کی تھی جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے دعا فرمائی تھی۔ جب مسجد اس قابل ہوگئی کہ اس میں نمازیں ادا کی جاسکیں تو حضور انور کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ مسجد کا نام تجویز فرما دیں اور بنفس نفیس تشریف لا کر افتتاح فرماویں۔ حضور انور نے مسجد کا نام حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے نام پر مسجد صادق تجویز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ربوہ میں معمر ترین صحابی سے مسجد کا افتتاح کروالیا جائے۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں ریکارڈ دیکھنے کے بعد معمر ترین صحابی حضرت میاں دین محمد صاحب ننگلی کی خدمت میں درخواست کی گئی جن کی عمر اس وقت ۹۴ برس تھی۔ آپ نے ۲۱دسمبر ۱۹۷۳ء بروز جمعہ تشریف لا کر عصر کی نماز پڑھا کر مسجد کا افتتاح فرمایا۔ تمام اہل محلّہ نے ان کی اقتداء میں پہلی نماز عصر ادا کی۔ بعدۂ مدعوئین کی چائے سے تواضع کی گئی۔[55]

طبیہ کالج ربوہ کا معائنہ۔ نظم وضبط اور ترقی پر اظہار اطمینان

۲۱رجون ۱۹۷۳ء کو حکیم آفتاب احمد صاحب قرشی ممبر طبی بورڈ پاکستان ورکن انسپیکشن کمیٹی اور ملک عبدالحفیظ صاحب سیکرٹری وکنٹرولر امتحانات طبی بورڈ لاہور سے طبیہ کالج ربوہ کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لائے۔ حکیم نذیر احمد صاحب ساجد پرنسپل کالج تھے۔ یہ حضرات کالج کے نظم ونسق اور طریقہ تعلیم سے بہت متاثر ہوئے اور ادارہ کی ترقی پر اظہار اطمینان کیا۔ چنانچہ حکیم آفتاب احمد صاحب قرشی نے کالج کی وزیٹر بک پر مندرجہ ذیل ریمارکس سپرد قلم کئے:۔

''میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ کالج نے چند سال میں معتدبہ ترقی کی ہے۔ کالج کا میوزیم قابل دید ہے۔ طلباء کو تعلیم کے لئے جدید ترین طریق یعنی سمعی بصری طریق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ تشخیص جراحی وغیرہ مضامین کے بارہ میں فوٹو تیار کئے گئے۔ طلباء کو پراجیکٹر (Projector) کے ذریعے تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ طریق تعلیم پاکستان بھر میں صرف طبیہ کالج ربوہ میں میسر ہے۔ کالج میں لائبریری اور داخلی شفاخانہ کا بھی عمدہ انتظام ہے۔ کالج کا نظم وضبط قابل ستائش ہے۔ طلباء ہسپتال میں بھی عملی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ کالج کے ترقی کے منصوبے بھی ارباب اقتدار کے پیش نظر ہیں۔ میں اس ادارہ کے نظم وضبط اور ترقی پر منتظمین عملہ اور پرنسپل صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں''۔[56]

ملک عبدالحفیظ صاحب نے درج ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات درج کئے:۔

’’آج مورخہ ۲۱ ؍جون ۱۹۷۳ء صبح ساڑھے نو بجے حکیم آفتاب احمد قرشی صاحب ممبر طبی بورڈ و رکن انسپکشن کمیٹی کے ہمراہ طبیہ کالج ربوہ پہنچا۔ میرا اس کالج کو دیکھنے کا پہلی مرتبہ اتفاق ہوا۔ اگرچہ اس کالج کو قائم ہوئے زیادہ دیر نہیں گذری تاہم اس قلیل عرصہ میں کالج نے اچھا معیار قائم کیا ہے۔ طلباء کی تعلیم بذریعہ فلم سلائیڈز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ یہ طریقہ تعلیم پاکستان کے کسی دیگر طبیہ کالج میں رائج نہیں ہے۔ اس طریقہ کو تمام طبیہ کالجوں کو اپنانا چاہیے۔ تمام عملہ نہایت خوش اخلاق ہے اور انہوں نے معائنہ کے دوران خاص تعاون کیا ہے۔ جس کے لئے مَیں سٹاف کا ممنون ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ یہ کالج دن دونی رات چوگنی ترقی کرے‘‘۔[57]

صوبہ سندھ کے خدام کا سائیکل سفر

حضرت خلیفۃ المسیح کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے ۲۹ ؍اکتوبر کو کراچی، حیدرآباد، تھرپارکر اور نواب شاہ کے اضلاع سے ۴۹ سائیکل سوار خدام پر مشتمل دو قافلے شام ساڑھے چار بجے ربوہ پہنچے۔ ربوہ کے خدام و اطفال نے اڈہ بس پر پہنچ کر ان کا پرجوش استقبال کیا۔ ایوان محمود میں صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ اور مرکزی مہتممین ان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بعد نماز مغرب ان سب خدام کو شرف مصافحہ بخشا اور مختصراً سفر کے متعلق دریافت فرمایا۔ محمد رفیق صاحب (کراچی) اور منور احمد خالد صاحب (تھرپارکر) جو قافلوں کے امیر تھے ان کو حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ دو دن کے اندر اپنے سفر کی رپورٹ لکھ کر پیش کریں۔ پہلا قافلہ ۲۰ ؍اکتوبر کی صبح کو کراچی سے سائیکلوں پر ربوہ کے لئے روانہ ہوا تھا۔ اس قافلہ کے امیر محمد رفیق صاحب تھے۔ یہ قافلہ گیارہ خدام پر مشتمل تھا۔ راستہ میں جامشورو اور قمرآباد سے دو دو خدام اس میں شامل ہوئے۔ کل تعداد پندرہ ہو گئی۔ دوسرا قافلہ ۲۲ ؍اکتوبر کی شام کو میرپورخاص سے روانہ ہوا۔ جس میں ضلع میرپورخاص کے ۲۴ خدام تھے۔ ٹنڈوالہٰ یار پہنچنے پر ضلع حیدرآباد کے دس خدام اس قافلہ میں شامل ہو گئے اور تعداد ۳۴ ہو گئی۔ اس قافلہ نے ۶۸۰ میل کا فاصلہ طے کیا۔ اس قافلہ میں تین اطفال بھی شامل تھے۔ منور احمد خالد صاحب قائد ضلع تھرپارکر اس قافلہ کے امیر تھے۔[58]

قبر مسیحؑ سے متعلق ’’مساوات‘‘ میں ایک اہم مضمون

روزنامہ مساوات ۵ نومبر ۱۹۷۳ء کو حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے بچنے اور ہجرت کشمیر کا ذکر کیا گیا۔ ذیل میں وہ مضمون درج کیا جاتا ہے۔

''سری نگر کے قریب ایک چھوٹی سی قبر ہے۔ اس قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ اس قبر میں ایک پیغمبر کا جسم دفن ہے۔ ان کا انتقال تقریباً ۱۸۰۰ سال قبل ہوا تھا۔ ان کا نام جوس اساف تھا جس کے معنی کسی کو نہیں معلوم۔ زائرین ننگے پاؤں اس قبر پر حاضری دیتے ہیں اور کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے اور نسل درنسل اس عقیدے کو تسلیم کرتے آئے ہیں کہ ''پیغمبر'' جوس اساف دراصل حضرت عیسیٰ تھے جنہیں یروشلم سے کچھ دور گولگوتھا کی پہاڑیوں میں سولی پر چڑھایا گیا تھا۔

ان کا کہنا ہے کہ ان کے جاں نثار پرستاروں نے ان کو سولی سے زندہ اتار لیا تھا۔ ان کا علاج کیا گیا اور انہیں چپکے سے یروشلم سے باہر نکال دیا گیا۔ وہاں سے وہ ہندوستان پہنچے اور اپنے خیالات کا پرچار کرنے لگے پھر یہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

یہ ایک سنسنی خیز دعویٰ ہے۔ سب سے پہلے جرمنی کے اخبار ''اسٹرن'' (Stern) میں یہ دعویٰ شائع ہوا تو لوگوں نے اس بات میں بہت زیادہ دلچسپی لی لیکن اس بات کا بھی امکان تھا کہ بہت سے راسخ العقیدہ عیسائی اس پر ہنگامہ نہ بپا کر دیں۔ ان کے خیال میں یہ دعویٰ کشمیر کے ان پڑھ کسانوں کی ایک لوک کہانی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

لیکن بات صرف اتنی نہیں ہے اور نہ یہ دعویٰ کسی اسکینڈل پر مبنی ہے۔ ہندوستان کے ایک مشہور محقق پروفیسر ایف۔ ایچ حسنین نے سالہا سال کی تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ قبر دراصل حضرت عیسیٰ کی قبر ہے۔ اپنے اس دعوے کی صداقت کے ثبوت میں انہوں نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ انہیں اس قبر کو کھولنے کی اجازت دے دے۔ اس پر بہت ہنگامہ ہوا۔ لوگوں نے سخت احتجاج کیا لیکن ڈاکٹر حسنین معمولی آدمی نہیں ہیں ان کا شمار ہندوستان کے ممتاز ترین عالموں میں ہوتا ہے۔ وہ کشمیر یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ کے صدر ہیں اور انہیں امریکہ اور جاپان سے اعزازی ڈگریاں مل چکی ہیں۔

کیا یہ واقعہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی سے رہائی پا کر ہندوستان پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے؟

پروفیسر حسنین اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ ان کو یقین ہے کہ حضرت عیسیٰ کا انتقال بھی ہندوستان ہی میں ہوا تھا۔ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی کے ''گمشدہ'' سال جن کا بائبل میں کوئی ذکر نہیں ملتا، ہندوستان میں گذرے تھے۔ پروفیسر حسنین کی مخالفت شدت سے کی جا رہی ہے لیکن انہیں یقین ہے کہ وہ بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور انہیں ''حضرت عیسیٰ کی قبر'' کھولنے کی اجازت مل جائے گی۔

ان کا کہنا ہے کہ ''اس کے بعد میں دنیا کو بتا سکوں گا کہ دیکھو حضرت عیسیٰ کی قبر یہی ہے''۔ان کا خیال ہے کہ اس پرانی قبر کو کھولنے سے اس بات کا ثبوت مل جائے گا کہ جوس اساف دراصل حضرت عیسیٰؑ تھے جو یروشلم سے ہندوستان چلے آئے تھے۔ وہ کہتے ہیں ''مجھے یقین ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سولی سے بچ نکلے تھے اور بعد میں علاج کے ذریعے تندرست ہو گئے تھے۔ اس کے بعد وہ ایران اور افغانستان ہوتے ہوئے کشمیر پہنچے جہاں بہت سے یہودی بابل اور آشوریہ سے آ کر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ وہاں ۱۱۵ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا''۔غرضیکہ ڈاکٹر حسنین نے اپنی سال ہا سال کی تحقیقات کے بعد یہ نظریہ قائم کیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ عام حالات میں جس شخص کو سولی پر چڑھایا جاتا ہے وہ تین چار دن تک زندہ رہتا ہے اور پھر تھکن اور بھوک سے دم توڑ دیتا ہے۔حضرت عیسیٰ کو جمعہ کے روز آدھی رات کے وقت سولی پر چڑھایا گیا۔نو گھنٹے کے بعد ان پر بے ہوشی کا عالم طاری ہو گیا۔ یہودی یومِ سبت پر کسی شخص کو سولی پر چڑھا نہیں دیکھتے۔ایک رومی سپاہی نے حضرت عیسیٰ کے پہلو میں نیزہ گھونپ دیا اور ان کے بدن سے خون بہنے لگا۔ بائبل میں حضرت عیسیٰ کی موت کے بارے میں بس اتنا ہی لکھا ہے۔

لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ اس کے بارے میں ڈاکٹر حسنین ایک دوسری کہانی پیش کرتے ہیں۔ ''جوزف اور نکوڈیمس کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ ان کی ''لاش'' لے جائیں وہ جلدی سے ان کا جسم اٹھا کر وہاں سے چل دیئے۔انہیں ڈر تھا کہ اگر وہ جلدی نہ کریں گے تو رومیوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں۔ ان کے جسم سے ابھی تک خون رس رہا تھا اس لئے انہیں یقین ہو گیا کہ ابھی ان کے جسم میں جان باقی ہے۔ انہوں نے انہیں ان کی قبر میں ڈال دیا اور ان کے جسم پر مختلف تیلوں سے مالش کرنے کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ انہوں نے ایک پُرخطر منصوبہ بنایا۔ پہرے داروں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور واپس آ کر حضرت عیسیٰ کا جسم اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ وہ اب تک زندہ ہیں۔ تیسرے دن حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم اور مریم میگڈ یلین وہاں آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ قبر خالی ہے''۔

یہ ڈاکٹر حسنین کی کہانی ہے اس کے ثبوت میں وہ لیوک کے شاگرد کا سوال پیش کرتے ہیں۔

''وہ دو افراد کون تھے جو قبر کے پاس کھڑے تھے اور جنہوں نے حضرت مریم اور مریم میگڈ یلین سے کہا تھا۔ ''آپ زندہ کو مردوں میں کیوں تلاش کر رہی ہیں''۔ اس شاگرد کے مطابق جب حضرت عیسیٰ دوبارہ اپنے پیروؤں کے سامنے نمودار ہوئے وہ یہ سمجھے کہ یہ ان کی روح ہے''۔

پروفیسر حسنین کا کہنا ہے کہ ''اس کے بعد انہوں نے اپنے پیروؤں کو الوداع کہا اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔ رومیوں نے خالی قبر کی تلاشی لی لیکن انہیں وہاں سے کچھ نہیں ملا۔ ایک شخص ساؤل کو ان کی تلاش میں روانہ کیا گیا جس نے انہیں دمشق میں ڈھونڈ نکالا۔ لیکن وہ ان سے اس درجہ متاثر ہوا کہ ان کا خادم بن گیا۔ یہاں سے حضرت عیسیٰ ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے۔

پروفیسر حسنین کے مطابق حضرت عیسیٰ ہندوستان سے اچھی طرح واقف تھے اور وہاں پہلے بھی جا چکے تھے۔ انہوں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ ''اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں'' میں جا کر تبلیغ کریں گے۔ وہاں بہت سے یہودی موجود تھے جو اسرائیل سے جان بچا کر آئے تھے اور یہاں مقیم ہو گئے تھے۔ ان کی موجودگی کے ثبوت بکثرت ملتے ہیں۔ ان مقبروں اور عبادت گاہوں کے کھنڈرات سے جو پورے افغانستان، کشمیر اور ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ وہ یہاں آ کر آباد ہوئے تھے''۔

پروفیسر حسنین اپنے دعوے کے ثبوت میں چند اور واقعات پیش کرتے ہیں ان کے کہنے کے مطابق ایک ترکی مصنف نے ۱۴۱۷ء میں لکھا تھا کہ ''سولی پر چڑھ جانے کے بعد حضرت عیسیٰ سب سے پہلے ترکی آئے تھے۔ جہاں انہوں نے اپنے شاگرد تھامس سے ملاقات کی تھی''۔

اور تھامس کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کا انتقال ہندوستان (مدراس) میں ہوا تھا۔ پروفیسر حسنین نے ایک اور قبر کی نشاندہی کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم کی قبر ہے۔ یہ قبر پاکستان میں راولپنڈی کے قریب ہے۔ اس قبر کے کتبے پر لکھا ہے ''مائی مریم دا استھان'' (حضرت مریمؑ کی آخری آرام گاہ)

اس کے بعد پروفیسر حسنین اپنے مؤقف کی تائید میں سب سے ''ٹھوس'' ثبوت پیش کرتے ہیں۔

بمبئی یونیورسٹی میں مشرقی علوم کے انسٹیٹیوٹ میں انہوں نے ایک کتاب دیکھی ہے جو۱۵۱۱ء میں لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب کسی زمانے میں مہاراجہ کشمیر کی ملکیت تھی۔اس کتاب میں ایک جگہ مہاراجہ کشمیر اور اُجلی جلد کے ایک شخص کی ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے جس نے سفید چوغہ اوڑھ رکھا تھا۔راجہ شالیواہن (شالباہن) نے جب اس شخص سے پوچھا کہ آپ کون ہیں تو انہوں نے جواب دیا ''میں جوس اساف ہوں اور ایک دور دراز کے ملک سے مذہب کی تبلیغ کرنے آیا ہوں''۔راجہ نے پوچھا ''آپ کس مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں''۔اس شخص نے جواب دیا ''میں بہت دور سے آیا ہوں۔ جہاں صداقت کا نام ونشان نہیں ہے اور برائیوں کی کثرت ہے۔میرے ہاتھوں برے لوگوں اور گناہگاروں کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اور مجھے ان کے ہاتھوں مصیبت کا سامنا کرنا پڑا''۔

راجہ نے پوچھا ''آپ کا مذہب کیا کہتا ہے''۔انہوں نے جواب دیا ''محبت،صداقت اور دل کی پاکیزگی۔وہ انسان کو خدا کے حکم کی اطاعت کا درس دیتا ہے۔خدا جو سورج اور عناصر کے درمیان ہے اور خدا اور سورج ابدی ہیں''۔''وہ مجھے عیسیٰ مسیح کہتے ہیں''۔

دوسری مشرقی دستاویزات میں بھی جوس اساف کا ذکر ملتا ہے جو بھیڑیں ہنکانے کی چھڑی لے کر کشمیر میں داخل ہوئے تھے اور اپنے پیروؤں کو بھیڑوں سے موسوم کرتے تھے اور پیغمبر کی حیثیت سے ان کی پرستش کی جاتی تھی۔

پروفیسر حسنین کا کہنا ہے کہ کشمیر میں ایک قصبہ پہلقوام ''بھیڑوں کا قصبہ'' ہے اور بسارن میں لوگ ایک قسم کا لوشن بیچتے ہیں جسے Jesus Cream کا نام دیا گیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ وہی تیل ہے جس سے حضرت عیسیٰ زخموں کا علاج کرتے تھے۔اسموقوام (جس کے معنی عیسیٰ کی آخری آرام گاہ ہے) کے قریب ایک خانقاہ میں ایک چھڑی موجود ہے اور اس خانقاہ کے راہبوں کا اعتقاد ہے کہ یہ چھڑی حضرت عیسیٰ کی ہے۔پروفیسر کی تحقیق کے مطابق جوس اساف نے یہاں شادی کر لی تھی۔ایک ہوٹل کے مالک شاعر بشارت اسلم کا کہنا ہے کہ وہ پیغمبر کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان کے خاندان کے پاس چمڑے کی لکھی ہوئی ایک دستاویز موجود ہے جو انہیں کشمیر کے قاضی نے ۱۷۶۶ء میں دی تھی۔اس میں یہ عبارت درج ہے کہ ''مصدقہ ثبوت کی روشنی میں یہاں جوس اساف کشمیر کے پیغمبر مدفون ہیں جو عوام میں تبلیغ کے لئے آئے تھے''۔

پروفیسر حسنین کا کہنا ہے کہ یہ دعویٰ مغربی مفکروں کو اس لئے قابل قبول نہیں ہوگا کہ انہوں نے کبھی

کشمیر کی تاریخ پر نظر ڈالنے کی زحمت گوارہ نہیں کی''۔[59]

صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا دورۂ شیخوپورہ ولاہور وسرگودہا

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ لجنہ شیخوپورہ ولاہور کی دعوت پر از راہ شفقت وہاں تشریف لے گئیں۔۲۴ نومبر بوقت ۱۰ بجے صبح مسجد احمدیہ شیخوپورہ میں وسیع پیمانہ پر ایک اجلاس منعقد ہوا۔جس میں مقامی خواتین کے علاوہ گیارہ ضلعی لجنات کی ۶۸ مستورات نے بھی شرکت کی۔اس موقع پر صدر لجنہ شیخوپورہ کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔اختتام تقریب پر حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے خطاب فرمایا۔

۲۵ نومبر کو سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مسجد دارالذکر لاہور میں تشریف فرما ہوئیں۔دس بجے اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔لاہور کے علاوہ چھ دیگر لجنات سے قریباً ۴۰ مستورات نے بھی شرکت کی۔اس موقع پر صدر لجنہ مقامی کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔اجلاس کے آخر میں صدر صاحبہ لجنہ مرکزیہ نے خطاب فرمایا اور نصائح سے نوازا۔دعا کے بعد یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔[60]

اسی طرح آپ صدر لجنہ اماء اللہ سرگودہا کے انتخاب کے سلسلہ میں ۲ دسمبر کو سرگودھا تشریف لے گئیں۔اس موقع پر حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ نے حاضرات سے خطاب فرمایا کہ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم تمام دوسری تنظیموں سے الگ نوعیت کی ہے۔یہ نہایت امتیازی شان کی حامل ہے۔اس کی کامیابی کا راز باہمی تعاون اور اولوالامر کی اطاعت میں ہے۔اس لئے آپ اس امتیاز کو قائم رکھیں۔اپنے عہدیداروں سے پورا تعاون فرمائیں۔عدم تعاون کی روح ایمان کے منافی ہے۔

حضرت سیدہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے سال گزشتہ میں حسن کارکردگی کی بناء پر ناصرات اور لجنہ اماء اللہ کی ممبروں میں انعامات تقسیم فرمائے اور اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا کہ منتخب عہدیداران کو خدمت خلق کے جذبہ سے کام کرنا چاہئیے۔ہر ایک سے یکساں سلوک کرنا چاہئیے اور اپنے دائرۂ خدمت میں وسعت پیدا کرنی چاہئیے۔قرآن پڑھنے پڑھانے کی طرف خاص توجہ کرنی چاہئیے۔اجتماعی دعا پر اجلاس کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔[61]

بیرنگ کرسچین کالج بٹالہ میں جماعت احمدیہ کے نمائندہ کی تقریر

۹؍دسمبر ۱۹۷۳ء کو بیرنگ کرسچین کالج بٹالہ کے زیرانتظام ایک سیمنار ڈاکٹر ویبسٹر صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد نے ’’قادیان میں جماعت احمدیہ کی مذہبی زندگی‘‘ کے موضوع پر ایک معلومات افروز مقالہ (جو مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر ’’بدر‘‘ نے سپردقلم فرمایا تھا) نہایت دلنشین انداز میں پڑھ کر سنایا اور اس کے بعد سامعین کے بہت سے سوالوں کے برجستہ، مختصر مگر جامع و مانع جواب دیئے۔ جونہی آپ کا خطاب ختم ہوا۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ کالج کے سٹاف کے ایک ممبر مسٹر میکملن نے مولوی کریم الدین صاحب کو بوقت ملاقات کہا کہ آپ کا مضمون بہت ہی عمدہ تھا اور طریق بیان نہایت ہی دلکش اور سوالوں پر آپ کے جواب بھی نہایت ہی تسلی بخش اور پُر لطف تھے۔[62]

بس کا ایک نہایت اندوہ ناک حادثہ

۲۹ دسمبر ۱۹۷۳ء کو جلسہ سالانہ سے واپس جاتے ہوئے چار احمدی بس کے ایک اندوہ ناک حادثہ میں شہید ہو گئے۔ یہ حادثہ گوجرانوالہ سے اڑھائی میل ورے موضع لدھیکے وڑائچ کے قریب رات کے ساڑھے آٹھ بجے پیش آیا۔ جبکہ ربوہ سے گوجرانوالہ جاتے ہوئے ایک بس ایک پُل سے ٹکرا کر راجباہ میں جا گری جس کی وجہ سے چار احمدی شہید ہو گئے اور متعدد شدید زخمی ہوئے۔ شہید ہونے والوں میں محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ حاجی چوہدری محمد شریف صاحب آف گوجرانوالہ، محترمہ بشریٰ بیگم بنت حاجی چوہدری محمد شریف صاحب، مکرم سلیم احمد صاحب آف قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ اور مکرم محمد اسحٰق ہاشمی صاحب آف ڈسکہ ضلع سیالکوٹ شامل تھے۔ شہید ہونے والوں میں سے تین کے جنازے ۳۱ دسمبر کو ربوہ لائے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنی علالت طبع کے باعث محترم مولانا ابوالعطاء صاحب کو نماز جنازہ پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ محترم مولانا صاحب موصوف نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعدازاں تدفین عمل میں آئی۔[63]

بیرونی ممالک کی جماعتی مساعی

امریکہ

یہ مشن چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ انچارج مبلّغ (واشنگٹن) کی قیادت میں پورا سال مصروف عمل رہا۔آپ کے علاوہ سال کے پہلے ساڑھے تین ماہ تک پورے ملک میں صرف ایک اَور مرکزی مبلّغ تھے یعنی مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری جو نیویارک میں تبلیغی خدمات بجالا رہے تھے۔ازاں بعد ۱۴؍اپریل ۱۹۷۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے حکم سے میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی (سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ) بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے نیویارک تشریف لے آئے اور مسجد فضل ڈیٹن اوہایو سے دعوت الی اللہ کا آغاز کردیا۔اور ''احمدیہ گزٹ'' اور ''مسلم سن رائز'' کی ادارت بھی سنبھال لی۔ان دنوں نیشنل امیر امریکہ کے عہدہ پر رشید احمد صاحب امریکن فائز تھے اور واشنگٹن میں محمد امین صاحب، نیویارک میں محمد صادق صاحب اور ڈیٹن اوہایو میں محمد قاسم صاحب امارت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔لجنہ اماءاللہ امریکہ کی نیشنل پریذیڈنٹ بہن نسیمہ صاحبہ بیگم محمد امین صاحب تھیں۔[64]

میاں محمد ابراہیم صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں ۱۴؍اپریل ۱۹۷۳ء کو کراچی سے پی آئی اے پر سوار ہو کر اسی شام نیویارک پہنچا۔جماعت کے احباب مع برادر محمد صادق صاحب پریذیڈنٹ جماعت ائیرپورٹ پر موجود تھے۔حضور سے جب ۱۲؍اپریل کو آخری ملاقات ہوئی تھی تو حضور نے معانقہ کا شرف بخشتے ہوئے فرمایا کہ

''یاد رکھیں! مولوی محمد علی صاحب غلط کہتے ہیں کہ اسلام میں چہرہ کا پردہ نہیں۔

اسلام میں چہرہ کا پردہ ہے۔اب آپ امریکہ جارہے ہیں اس بات کو مدنظر رکھیں''

میں نے اس پردہ کو اپنی خاص Assignment سمجھا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے پردہ کو صحیح معنوں میں امریکہ میں رائج کیا۔واشنگٹن میں ان دنوں ۱۹۷۳ء میں محترم میجر ریٹائرڈ شریف احمد صاحب باجوہ مربی انچارج تھے۔وہ ۱۹۷۴ء میں واپس آگئے۔میرے امریکہ پہنچنے پر ۱۹۷۳ء میں ہی مجھے Ahmadiyya Gazette اور اس کے ساتھ ہی Muslim Sunrise کا ایڈیٹر مقرر کردیا گیا۔یہ دونوں رسالے ایک عرصہ سے بند پڑے تھے۔گزٹ ماہانہ پرچہ تھا۔بعد میں پندرہ روزہ ہوگیا

اور مسلم سن رائز سہ ماہی تھا۔ ساتھ ہی مجھے امریکہ کی جماعتوں کو منظّم کرنے کی میٹنگز کروانے اوران کو فعال بنانے کی ذمہ داری سونپ دی گئی اوراس طرح مَیں نیشنل جنرل سیکرٹری بن گیا۔علاوہ ازیں بورڈ آف ڈائریکٹرز کا بھی مَیں ہی سیکرٹری رہا۔'' [65]

مشن کی سرگرمیوں میں جماعت احمدیہ امریکہ کی سالانہ کنونشن کو امتیازی حیثیت حاصل ہے جو حسب سابق اس سال بھی لیک فارسٹ کے کالج کیمپس میں ۳۱ ؍اگست سے ۲ ؍ستمبر ۱۹۷۳ء تک جاری رہی۔ سالانہ کنونشن سے دو ماہ قبل چوہدری شریف احمد صاحب نے اس کے لئے حسب ذیل اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی۔

ا۔رشید احمد صاحب امریکن (صدر) ۲۔احسن حکیم صاحب (ممبر) ۳۔سعید احمد صاحب (ممبر)

کمیٹی نے شب و روز محنت و کوشش سے جملہ انتظامات کو نہایت مناسب اور تسلی بخش طور پر مکمل کیا۔مہمانوں کے قیام کے لئے کالج کی تین ڈارمیٹریز (Dormitories) جو تین تین منزلہ تھیں، کرایہ پر لی گئیں۔ایک ہال کنونشن کے اجلاسوں کے لئے اور ایک ہال اجتماعی کھانے کے لئے مخصوص تھا۔سب احباب مقررہ وقت پر اکٹھے کھانا تناول کرتے اور اسلامی اخوت و محبت کا ایک زندہ ثبوت پیش کرتے ۔ چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ اور مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری کنونشن کے آغاز سے ایک روز قبل شام کو پہنچ گئے اور جلسہ کے انتظامات کا معائنہ کیا۔مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری کا بیان ہے کہ کنونشن مورخہ ۳۱ ؍اگست کی صبح کو مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔کوئی ۵۰۰ میل سے اور کوئی ڈیڑھ ہزار میل سے ساری رات یہ شمعِ احمدیت کے پروانے سفر کرتے رہے تاکہ صبح کے وقت جائے کنونشن پر پہنچ جائیں اور نماز جمعہ میں شریک ہو سکیں۔ان میں سے بعض ایسے ضعیف اور معذور بھی تھے جو دوسروں کے سہارے چل رہے تھے۔ میں (مراد محمد صدیق شاہد صاحب) نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک بھائی احمد شہید آف پٹسبرگ جو مفلوج تھے اوران کے لئے چلنا مشکل ہو رہا تھا کار سے اتر کر ایک دوسرے بھائی کے سہارے اپنے مقررہ کمرہ کی طرف جا رہے تھے۔ ہشاش بشاش اور مسرت سے ان کا چہرہ روشن تھا کہ انہیں خدا تعالیٰ نے اس روحانی کنونشن میں شرکت کی توفیق بخشی ۔ بعد میں مجھے جب بھی ملے گلے لگا لیا اور بہت ہی محبت اور پیار کا اظہار کیا۔اسی طرح ایک اور ضعیف احمدی بھائی عبداللہ احمد جو سینٹ لیوس سے آئے بہت کمزور تھے،مگر باقاعدہ اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے۔بعض ضعیف العمر احمدی مستورات بھی تھیں جو مختلف مقامات سے تشریف

لائیں اور نہایت اخلاص اور ایثار کے ساتھ تین تین چار چار گھنٹے متواتر ہال میں بیٹھ کر اجلاسوں کی کارروائی سے مستفید ہوتی رہیں۔

غرضیکہ جمعہ کی صبح ہمارے لئے بہت سے ایمان افروز واقعات پیش کر رہی تھی کہ کس طرح یہ ایمان و اخلاص کے پیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شیدائی اور فدائی مختلف جہات سے کاروں میں کھنچے چلے آرہے ہیں تا کہ کنونشن کے روحانی ماحول سے وافر حصہ لے سکیں۔ ہماری امریکن خواتین جو اس ترقی یافتہ ملک میں ہر قسم کی آزادی سے آشنا ہیں احمدیت کی آغوش میں آکر انہوں نے اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کر لی ہے۔ اکثر ان میں سے باپردہ تھیں اور بعض نے تو عین پاکستانی طرز کے سیاہ و سفید برقعے پہن رکھے تھے۔

یہ نظارہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' ''میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا'' کی صداقت کو حرف بحرف واضح کر رہا تھا۔ چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ نے ڈیڑھ بجے خطبہ جمعہ دیا جس میں احباب جماعت کو تلقین کی کہ وہ اپنے اعمال و کردار اسلامی اصولوں کے مطابق بنائیں۔ جمعہ کے بعد امریکہ کے مبلغین اور امراء حلقہ جات کی مجلس شوریٰ ہوئی جس میں مشن کی ترقی کے لئے متعدد تجاویز پر غور کیا گیا اور اس غرض سے مندرجہ ذیل کمیٹیاں بنائی گئیں جن کے ذمہ الگ الگ اجلاسوں میں غور وفکر کر کے مناسب رپورٹیں پیش کرنا تھا۔ ۱۔ انتظامی کمیٹی۔ ۲۔ تعلیمی کمیٹی۔ ۳۔ جماعتی امور۔ ۴۔ اشاعت لٹریچر کمیٹی۔ ۵۔ فنانس کمیٹی۔

شام چار بجے چوہدری شریف احمد صاحب، چوہدری محمد صدیق صاحب گورداسپوری، ڈاکٹر ماجد علی صاحب، عابد علی صاحب، عنایت اللہ صاحب منگلا، ڈاکٹر ماجد علی صاحب کی کار میں بہائیوں کا مرکز دیکھنے گئے جو چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ ان حضرات کا بہائی لائبریری میں موجود مردوں اور عورتوں سے تبادلہ خیالات ہوا اور اُن سے بہاء اللہ کی کتاب ''اقدس'' دیکھنے بلکہ خریدنے کی خواہش ظاہر کی جس پر ایک نوجوان فوراً کتاب لانے کے لئے گیا لیکن جلد ہی واپس آگیا اور کہنے لگا افسوس وہ کتاب ایسی ہے کہ کسی غیر بہائی کو دکھائی نہیں جا سکتی۔ اس پر خاصی بحث ہوئی کہ آخر ایک ایسی کتاب جو آپ لوگوں کے نزدیک قرآن شریف کی بھی ناسخ ہے ہمیں کیوں دکھائی نہیں جا سکتی۔ اس سوال کا جواب یہ ملا کہ ہمیں اپنے مرکز سے یہی ہدایت ملی ہے اور ہم اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ شام کو یہ

حضرات واپس آ گئے ۔ اسی شام کو کینیڈا سے بھی مخلصین جماعت کا ایک قافلہ جس میں مبارک احمد صاحب، مرزا مشتاق احمد صاحب اور مصری احمدی مصطفیٰ ثابت صاحب بھی شامل تھے کنونشن میں شرکت کے لئے پہنچ گیا۔ مصطفیٰ ثابت صاحب کے اخلاص کو دیکھ کر رشک آتا تھا کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق اور ''یصلّون علیک ابدال الشام'' کے مصداق بزرگ دنیائے عرب میں پیدا ہو چکے ہیں۔

یکم ستمبر کو کنونشن کا پہلا اجلاس رشید احمد صاحب امریکن کے زیر صدارت ہوا۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا جس میں آپ نے جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ ۱۸۹۱ء کے اوّلین جلسہ سالانہ میں صرف ۷۵ اصحاب شامل تھے مگر اب اس کنونشن میں ۴۰۰ سے زائد افراد موجود ہیں اور ربوہ میں تو یہ تعداد لاکھوں سے بھی تجاوز کر جاتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے بعد عنایت اللہ منگلا صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے آمدہ پیغام پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد اس اجلاس میں عبدالرحیم صاحب ظافر آف ڈیٹن، ڈاکٹر ماجد علی صاحب، چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ، عبدالرقیب صاحب آف بوسٹن نے تقاریر فرمائیں۔

اجلاس دوم کے مقررین یہ تھے۔ بشیر احمد صاحب آف نیویارک، جمیل الرحمٰن صاحب، بلال عبدالسلام صاحب، حسن حکیم صاحب۔ جناب حسن حکیم صاحب گذشتہ سال نائیجیریا اور غانا گئے اور ان کو وہاں کے احمدی مشنوں کے حالات بچشم خود دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ نے اپنی تقریر میں ان مشنوں کی تبلیغی و تعلیمی مساعی اور ترقی اور کامیابی کا ذکر کیا جس کا حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ کنونشن کا آخری اور تیسرا اجلاس ۲ ستمبر کو صبح نو بجے محمد صادق صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں بالترتیب میاں محمد ابراہیم صاحب، پروفیسر رب نواز صاحب، مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری، یوسف علی صاحب، رشید احمد صاحب امریکن کی اثر انگیز تقاریر ہوئیں۔ میاں محمد ابراہیم صاحب کی تقریر کا موضوع تھا ''حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی تحریکات''۔ مولوی محمد صدیق صاحب نے جو سیرالیون میں قریباً گیارہ سال تک شب و روز اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف رہے حاضرین کو سیرالیون کے احمدیہ مشن کی تاریخ، حالات اور تدریجی ترقی سے آگاہ کیا اور مشن کی شاندار تعلیمی اور طبّی خدمات کے بارے میں حکومت اور عوام کے اثرات کا تفصیلی ذکر کیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دورہ مغربی

افریقہ کے نتیجہ میں مشن کو جو غیر معمولی ترقی نصیب ہوئی اس کو بھی واضح طور پر بیان کیا۔ رشید احمد صاحب امریکن کی تقریر کا موضوع تھا ''سیدنا حضرت مصلح موعود کی چند یادیں''۔ آپ کی تقریر حضرت مصلح موعود سے ذاتی تعلقات کے واقعات پر مشتمل تھی جو اپنے اندر بہت حد تک جذباتی پہلو لئے ہوئے تھی جس کا سامعین پر بھی گہرا اثر ہوا۔ آخر میں خود رشید احمد صاحب اپنے نام سیدنا حضرت مصلح موعود کا ایک خط پڑھتے ہوئے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے ان کی آواز بھرّا گئی، آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور مزید تقریر جاری نہ رکھ سکے اور بیٹھ گئے۔ اس وقت اکثر سامعین کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور رقّت کا ایک عالم طاری ہو گیا۔ آخر میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے اجتماعی دعا کرائی اور یہ کنونشن ایک خاص روحانی ماحول میں کامیابی سے اپنے اختتام کو پہنچی۔[66]

یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ کنونشن کے دوران یکم ستمبر کو خدام الاحمدیہ امریکہ اور لجنہ اماء اللہ امریکہ کے ذیلی اجلاس بھی ہوئے جن میں گذشتہ سال کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے آئندہ سال کے لئے لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ خدام الاحمدیہ نے نیشنل قائد کا انتخاب کیا۔ لجنہ میں چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ نے تقریر فرمائی اور مستورات کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس روز شام کو ڈاکٹر صلاح الدین صاحب شمس (ابن خالدِ احمدیت مولانا جلال الدین صاحب شمس) کی دعوت پر مندرجہ ذیل حضرات اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے عظیم الشان معجزہ کی صداقت بچشم خود ملاحظہ کرنے کے لئے ڈوئی کے شہر زائن (Zion) تشریف لے گئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مع بیگم صاحبہ، چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ، میاں محمد ابراہیم صاحب، مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری، ڈاکٹر ماجد علی صاحب مع اہلیہ، مرزا مشتاق احمد صاحب مع خاندان، محمد مصطفیٰ ثابت صاحب، ملک کریم ظفر صاحب (ابن حضرت مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا)، عنایت اللہ صاحب منگلا۔ یہ قافلہ پہلے ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کے مکان پر گیا جہاں حضرت مولانا شمس صاحب کے دوسرے دو صاحبزادگان فلاح الدین صاحب اور بشیر الدین صاحب بھی موجود تھے۔ یہاں سے یہ حضرات ڈوئی کے دومنزلہ مکان پر گئے جو ویرانے کی حالت میں تھا اور بند تھا۔ اس کے بعد ڈوئی کا مہمانخانہ دیکھا جو اَب حکومت کے قبضہ میں ہے اور اس میں بوڑھوں اور معذوروں کا انتظام تھا۔ یہ ایک بہت بڑی دومنزلہ عمارت ہے جس میں سینکڑوں مہمان بیک وقت ٹھہر سکتے تھے۔ ازاں بعد انہوں نے ڈوئی کی قبر دیکھی جو ایک عام قبرستان کے ایک

کونے میں تھی اور اس پر فقط اس کا نام لکھا تھا۔[67] جناب عبدالوہاب بن آدم امیر و مشنری انچارج غانا مشن اکتوبر ۱۹۹۴ء میں واشنگٹن کی عظیم الشان مسجد ''بیت الرحمٰن'' کی افتتاحی تقریب میں شامل ہوئے تو انہوں نے زائن (Zion) اس نشان عبرت کو بھی بچشم خود دیکھا ان کا بیان ہے کہ ڈوئی کا مکان، ہوٹل اور عام جائیداد حکومت امریکہ کی تحویل میں ہے اور اس کے گرجا پر کیتھولک چرچ نے قبضہ کر رکھا ہے اور ڈوئی کی قبر معمولی ہے جس کی (Mound) زمین کے ساتھ ہموار ہوگئی ہے جس کے سامنے یہ الفاظ سیمنٹ کے ساتھ نقش کئے گئے ہیں:۔

[68]"JOHN ALEXANDER DOWIE"(1847-1907)

انڈونیشیا

۱۸ فروری ۱۹۷۳ء کو بانڈونگ میں یوم مصلح موعود منایا گیا۔ چنانچہ اس روز ناصرات اور اطفال کے روک دوڑ کے مقابلے ہوئے۔ اسی طرح خدام اور انصار کے بھی مختلف علمی اور ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ اس دن کی مناسبت سے جلسہ کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں حضرت مصلح موعود کے حوالہ سے مختلف موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔[69]

لجنہ اماء اللہ انڈونیشیا کا پہلا سالانہ اجتماع مورخہ ۲۳، ۲۴ راگست کو منعقد ہوا۔ یہ اجتماع کلی طور پر الگ منعقد کیا گیا۔ جبکہ گزشتہ سالوں میں جماعت کے سالانہ جلسہ کے ساتھ ہی لجنہ بھی اپنا ایک الگ اجلاس منعقد کر لیا کرتی تھی۔ اس اجتماع میں لجنہ اماء اللہ انڈونیشیا کی ۳۷ مجالس کی ۶۵۰ خواتین اور نمائندگان نے شرکت کی۔ اس موقع کے لئے صدر صاحب لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا گراں قدر پیغام ڈاک کی گڑبڑ کی وجہ سے اگرچہ اجتماع کے اگلے روز ملا لیکن انہوں نے فوری طور پر اس کی نقلیں سائیکلوسٹائل کروا کے تمام برانچز میں تقسیم کروا دیں۔ ہر دو ایام میں کل ۴ راجلاس منعقد ہوئے۔ جن میں مولانا محمد صادق صاحب رئیس التبلیغ جماعت انڈونیشیا اور صدر صاحبہ لجنہ انڈونیشیا کے افتتاحی خطابات، لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی سلور جوبلی رپورٹ، نمائندگان مجالس انڈونیشیا کی مجلس شوریٰ، نیز مختلف مقابلہ جات ہوئے۔ تقسیم انعامات کے بعد دعا کے ساتھ یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔[70]

انگلستان

۱۴ رجنوری ۱۹۷۳ء کو مسجد فضل لندن میں عیدالاضحیہ کی تقریب منعقد ہوئی جس میں اڑھائی ہزار

کے قریب احمدیوں نے شرکت کی۔ خطبہ عید امام خان بشیر احمد خان صاحب رفیق نے دیا۔ انہوں نے خالد اختر صاحب کی سرکردگی میں ایک انتظامیہ کمیٹی مقرر کر دی تھی۔ جس نے جملہ انتظامات کو خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ عید کی خوشی میں مشن کی طرف سے سب کی خدمت میں چائے، سموسے اور مٹھائی پیش کی گئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس مبارک تقریب پر حسب ذیل خصوصی پیغام ارسال فرمایا۔

پیغام امام ہمام

''پیارے بھائیو اور بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عید الاضحیٰ کے موقع پر میری طرف سے سب بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں عید مبارک۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ اپنی خاص الخاص رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا رہے۔ اپنے بے شمار افضال آپ پر نازل فرمائے اور اپنے اندر ایثار و قربانی کی صحیح روح پیدا کرتے ہوئے اسلام کی سربلندی اور غلبہ کے لئے ہمیشہ کوشاں رہنے کی توفیق بخشے۔ ہمیں اپنے اندر ابراہیمی روح پیدا کرنے اور اولادوں کو اسماعیلی صفات میں رنگین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث''[71]

سال کے شروع میں مسجد فضل لندن میں میڈیسن بینک کا قیام عمل میں آیا اور بشیر احمد خان صاحب رفیق نے سیکرٹری مجلس نصرت جہاں ربوہ کو یہ خوشکن اطلاع دی کہ اس وقت تک کوئی دو ہزار پاؤنڈ مالیت کی ادویہ جمع ہو چکی ہیں۔ اس طرح لندن سے مغربی افریقہ میں نصرت جہاں سکیم کے تحت کھولے جانے والے ہسپتالوں میں ادویہ بھجوانے کا ایک باقاعدہ سلسلہ جاری ہو گیا۔[72]

۱۸/مارچ ۱۹۷۳ء کو انگلستان مشن کے زیر انتظام اس سال کا پہلا ملک گیر یوم التبلیغ مخلصانہ جوش وخروش سے منایا گیا۔ اس کامیاب تبلیغی جدوجہد کی تفصیل مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کے الفاظ میں سپرد قرطاس کی جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''یوم التبلیغ کے لئے ۱۸/مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی۔ ''اخبار احمدیہ'' کے ذریعہ سب احباب کو

اطلاع دیدی گئی۔صدر صاحبان کے نام الگ اطلاعی خطوط بھی ارسال کئے گئے۔لندن مشن کی طرف سے اس یوم تبلیغ کے لئے ایک خصوصی دوورقہ شائع کیا گیا۔

لندن میں احباب جماعت صبح ساڑھے نو بجے محمود ہال میں جمع ہوئے یہاں انہیں گروپس میں تقسیم کر کے لندن کا ایک معین علاقہ سپرد کیا گیا اور لٹریچر دیا گیا۔ جب یہ سب انتظام مکمل ہو گیا تو مکرم جناب بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد لندن نے مختصر خطاب کے بعد اجتماعی دعا کروائی اور احباب وفود کی صورت میں لندن کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ سارا دن لٹریچر تقسیم کرنے اور زبانی بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کے بعد گروپ لیڈر صاحبان شام کو مشن ہاؤس میں آئے اور اپنے کام کی رپورٹ پیش کی۔

اس روز خاکسار کو تعارفِ اسلام و احمدیت کے موضوع پر تقریر کرنے کا بھی موقع ملا۔ خاکسار آٹھ دس احمدی دوستوں کے ہمراہ لندن کے مشہور ہائیڈ پارک کے سپیکرز کارنر میں گیا۔ جہاں ایک بکس کو سٹیج کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اسلام کے بارہ میں تقریر کرنی شروع کی۔ میرے دو ساتھی Placard اٹھائے ہوئے میرے دونوں طرف کھڑے تھے جس سے لوگوں کو توجہ ہوئی اور آہستہ آہستہ لوگ ہمارے گرد جمع ہونے لگے۔ ایک وقت میں تو اچھا خاصا مجمع ہو گیا۔ خاکسار نے ایک گھنٹہ تقریر کی جس میں اسلام کا مختصر تعارف اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور جماعت کا تعارف کروایا۔ تقریر کے دوران مختلف لوگوں نے سوالات کئے جن کے جوابات دئے گئے۔ بہت سے مسلمانوں سے بھی اس موقع پر ملاقات ہوئی جنہوں نے تبلیغِ اسلام کی ان مساعی پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔

لندن میں جن احباب نے مختلف وفود کی قیادت کی ان کے نام یہ ہیں۔ مکرم غلام احمد صاحب چغتائی، مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب، مکرم مرزا احمد خان صاحب، مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب، مکرم داؤد احمد صاحب گلزار، مکرم محمد ناظم صاحب غوری، مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب، مکرم مبارک احمد صاحب ساقی اور مکرم منصور احمد صاحب ندیم۔

لندن کے علاوہ برطانیہ کی دیگر جماعتوں نے بھی یوم تبلیغ کا اہتمام کیا۔ گلاسگو سے بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے اطلاع دی ہے کہ مشن ہاؤس میں ایک تبلیغی جلسہ منعقد ہوا جس میں احباب نے شرکت کی۔ لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

ہنسلو جماعت کے دس احباب نے دن کا اکثر حصہ لٹریچر کی قتسیم میں صرف کیا۔ ایک ہزار سے

زائد پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ چند احباب نے غیر از جماعت احباب کو اپنے گھروں پر مدعو کیا اور پیغام حق پہنچایا۔ لیڈز سے ایس ناصر احمد صاحب نے اطلاع دی کہ احباب جماعت نے یوم تبلیغ کے موقع پر لٹریچر کی تقسیم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جلنگھم جماعت کے سیکرٹری تبلیغ مکرم فرید احمد صاحب نے اطلاع دی کہ Chatham, Rainham اور Strood کے علاقوں میں ۴۵۰ اور جلنگھم کے گرد و نواح میں ۱۵۰ یعنی مجموعی طور پر ۶۰۰ غیر مسلم گھرانوں میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ بعض لوگوں کو لٹریچر بذریعہ ڈاک بھی روانہ کیا گیا۔ برمنگھم جماعت کے صدر مکرم مطیع اللہ صاحب درد نے اطلاع دی کہ برمنگھم اور اس کے گرد و نواح میں پمفلٹ What is Islam کثرت سے تقسیم کیا گیا۔ مکرم عبدالغفور صاحب لیمنگٹن سپا (Leamington Spa) نے لکھا کہ کاونٹری میں احباب جماعت کے دو اور لیمنگٹن سپا میں ایک وفد بنایا گیا جس نے لٹریچر تقسیم کیا۔ اطفال نے بھی خوب حصہ لیا۔ مکرم بشیر احمد صاحب شیدا صدر جماعت ساؤتھ آل نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ تقسیم لٹریچر کے لئے گرین فورڈ، ایلنگ اور ساؤتھ آل میں کل چھ گروپ بنائے گئے۔ ان گروپس نے مختلف علاقوں میں گھوم پھر کر لٹریچر تقسیم کیا۔

ان رپورٹوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس یوم تبلیغ کے موقعہ پر لٹریچر بڑی کثرت سے تقسیم کیا گیا۔ مجموعی طور پر پمفلٹ What is Islam کی دس ہزار کاپیاں اس ایک دن میں تقسیم ہوئیں۔ اس کے علاوہ زیادہ دلچسپی رکھنے والے افراد کو کتب بھی تقسیم کی گئیں۔''[73]

۸/اپریل ۱۹۷۳ء کو مسجد فضل لندن میں نہایت وسیع پیمانہ پر جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔[74] اس عظیم الشان جلسہ کی صدارت کے فرائض سکاٹ لینڈ کی ایڈنبرا یونیورسٹی (Edinburgh University) میں شعبہ عربی و اسلامیات کے سربراہ پروفیسر ولیم منٹگمری واٹ (W. Montgomery Watt) نے انجام دئے۔ حاضرین جلسہ میں ممبران پارلیمنٹ، لوکل افسران، پولیس افسران، پادری صاحبان، پروفیسر، تاجر اور طلباء غرضیکہ ہر طرز فکر اور طبقہ وخیال کے بکثرت معززین شامل تھے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو ڈاکٹر مجیب الحق صاحب نے کی۔ بعد ازاں وانڈز ورتھ کونسل کی میئر مسز جین سٹینڈنگ نے وانڈز ورتھ برو (Wandsworth Borough) کی طرف سے سب مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ نیز احمدیہ مشن انگلستان کی خدمات کو سراہتے ہوئے اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ مشن اور اس کے ارباب حلّ وعقد نے اصلاح معاشرہ

کے نہایت ہی مقدس کام کو بہت احسن رنگ میں انجام دیا۔ نیز کہا کہ وہ اس کے لئے ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

ازاں بعد حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ایک نہایت پُراثر اور فاضلانہ خطاب فرمایا۔

تقریر کے آغاز میں آپ نے بانی اسلام فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ بچپن اور مطہر جوانی کے دلکش واقعات کو بیان کرنے کے بعد آپ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت اور اشاعتِ اسلام کی مساعی کو بیان کیا۔ اس موقع پر آپ نے سرور کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت وشجاعت، صبر و رضا، عفو ودرگذر، محبت وشفقت، قربانی وایثار اور محبتِ الٰہی کے واقعات پر نہایت مؤثر انداز میں روشنی ڈالی جس کا سامعین پر گہرا اثر ہوا۔

تقریر کے آخر میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے فرمایا کہ سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اس بات پر گواہ ہے کہ بانی اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین نمونہ پیش کیا ہے اور اسی اسوۂ حسنہ کی اتباع میں کامیابی وکامرانی کا راز مضمر ہے۔ پس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا بابرکت وجود ہر دور کے لئے شمع امید ہے۔

حضرت چوہدری صاحب موصوف کے اس جامع اور فاضلانہ خطاب کے بعد جو دو گھنٹے تک جاری رہا۔ صاحب صدر جناب پروفیسر منٹگمری واٹ صدر شعبہ عربی واسلامیات ایڈنبرا یونیورسٹی نے حاضرین سے خطاب کیا۔ آپ نے کہا اگرچہ اس عالمانہ خطاب کے بعد جو ابھی آپ نے سنا ہے مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تاہم مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں بھی اس موقع پر کچھ کہوں۔ اس لئے میں نہایت اختصار کے ساتھ اپنے خیالات کو بیان کروں گا۔

اگرچہ اسلام سے میری دلچسپی کی وجہ سے اسلامی حلقوں میں اب میرا نام کافی مشہور ہو چکا ہے لیکن میری اس ساری دلچسپی کا باعث جماعت احمدیہ کا ایک نوجوان ہے اور اسی نوجوان کے ذریعہ میرے لئے یہ تقریب بھی پیدا ہوئی کہ مجھے ۱۹۴۰ء میں پہلی بار اس مسجد میں آنے کا موقع ملا تھا۔

بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے پروفیسر صاحب موصوف نے کہا کہ اگرچہ میں عقیدہ کے لحاظ سے عیسائی ہوں لیکن گزشتہ چند سالوں

سے میں اس یقین پر قائم ہوں کہ بلاشبہ خدا تعالیٰ نے بانی اسلام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ دنیا والوں سے کلام کیا اوران کے ذریعہ دنیا میں خدا کا ظہور ہوا۔آپ نے کہا کہ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ دنیا میں اپنی ذات اور قدرت کی جلوہ نمائی کی ہے۔اس بات کا ثبوت ہر جگہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے مثلاً گزشتہ شام ہی جب میں مسجد فضل میں آپ کی نماز باجماعت کے موقع پر موجود تھا۔تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ طرز عبادت ایک یقینی حقیقت پر مبنی ہے۔عبادت کرنے والوں کا موثر اور پُر کیف منظر اس حقیقت کی واضح شہادت دے رہا تھا۔

پروفیسر موصوف نے اس بات پر زور دیا کہ تیزی سے بدلتی ہوئی اس دنیا میں اس بات کی پہلے سے بہت بڑھ کر ضرورت ہے کہ خدائے واحد پر یقین رکھنے والے سب لوگ مل کر دہریت اور لامذہبیت کی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہوں اگرچہ بعض صورتوں میں دوسرے شخص کے خیالات کو پورے طور پر سمجھنا اوران سے اتفاق کرنا مشکل بھی ہوگا لیکن پھر بھی یہ چیز بنائے اتحاد بن سکتی ہے کہ ہم سب ایک ہی مقصد کی خاطر سرگرم عمل ہیں۔

صاحب صدر کی تقریر کے بعد بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد لندن نے جملہ حاضرین اور معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور یہ عظیم الشان جلسہ سیرت النبی ﷺ حد درجہ کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔تقریب کے اختتام پر جملہ غیر مسلم حاضرین کو تبلیغی لٹریچر پیش کیا اور احباب جماعت نے انفرادی طور پر مزید معلومات بہم پہنچائیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاضرین جلسہ نے اس جلسہ سے بہت عمدہ اثر لیا اور بعد میں زبانی، خطوط کے ذریعہ اپنی اس دلچسپی کا اظہار کیا۔اس جلسہ کی خبریں اور تصاویر مقامی اردو اور انگریزی اخبارات میں شائع ہوئیں۔[75]

بزم حسن بیان لندن کا ایک اجلاس ۲۹/اپریل ۱۹۷۳ء کو منعقد ہوا جس کی صدارت بشیر احمد رفیق صاحب نے کی۔اجلاس میں مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے ’’آنحضرت ﷺ کا افاضۂ کمالات روحانیہ‘‘ کے موضوع پر مقالہ پڑھا۔

لجنہ اماءاللہ برطانیہ نے لجنہ کی پچاس سالہ جوبلی کے سلسلہ میں ایک پروقار تقریب مشن ہاؤس میں منعقد کی۔جس میں امام مسجد فضل لندن کا ایک پیغام عبدالوہاب بن آدم صاحب نے پڑھ کر سنایا۔[76]

منور احمد صاحب ابن حضرت چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی مقیم گلاسگو سکاٹ لینڈ کا بیان ہے کہ:۔

’’غالباً ماہ مئی کے تیسرے ہفتہ میں ہمارے سکاٹ لینڈ کے انگریز مبلغ مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے گلاسگو میں اپنے ایک خطبہ جمعہ کے دوران تبلیغ اسلام کی اہمیت بیان کرتے ہوئے احباب کو تلقین فرمائی کہ وہ اپنی تبلیغ کی مساعی کو تیز کر دیں اور اس سلسلہ میں اپنی کوشش کو انتہا تک پہنچا کر خدا تعالیٰ سے عجز و انکساری کے ساتھ دعائیں بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں کو جو کہ دراصل اسی کے نام کو بلند کرنے کے لئے جاری ہیں بارآور کرے۔ آرچرڈ صاحب نے فرمایا کہ میں اس موقعہ پر اس عزم کا اظہار کرتا ہوں کہ ۲۰؍جولائی ۱۹۷۳ء تک ہم کم از کم دو افراد کو ضرور حلقہ بگوش اسلام کر لیں گے۔ آرچرڈ صاحب کے اس خطبہ کے بعد تبلیغ اور دعا کا ایک خاص پروگرام مرتب کیا اور ایڈنبرا اور گلاسگو جو کہ سکاٹ لینڈ کے دو بڑے مشہور شہر ہیں خاص طور پر لوگوں کو پیغام حق پہنچایا گیا اور اس حقیر سی کوشش کی کامیابی کے لئے دعائیں بھی مانگی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق کہ میں ’’پکارنے والے کی دعا کو ضرور سنتا ہوں‘‘ اپنے فضل و کرم سے ۴؍جولائی کو گھانا کے ایک نوجوان کو جن کا نام عبدالعزیز لیسی ہے، قبول حق کی توفیق بخشی اور پھر چند دن کے بعد ہی ماریشس کے نوجوان مسٹر عبدالرفیق برنیق بھی حلقہ بگوش احمدیت ہو گئے‘‘۔[77]

برما

۱۶ جنوری کو عیدالاضحیٰ احمدیہ مسجد میں ادا کی گئی۔ مسجد میں سب احباب اور خواتین سما نہیں سکتے تھے۔ اس لئے لائبریری ہال میں نماز کا انتظام کیا گیا۔

۲۸ جنوری کو جماعت کا جلسہ سالانہ ہوا۔ قریباً تمام مرد عورتیں اور بچے شامل ہوئے۔ دوپہر کا کھانا بھی مسجد میں ہی سب احباب کو پیش کیا گیا۔ ورسا اسمٰعیل صاحب نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام، لطیف لہاٹن صاحب نے خدام کی ذمہ داریاں، یحییٰ موں بو صاحب نے برکات خلافت اور خواجہ بشیر احمد صاحب نے احمدیت کے ذریعہ تبلیغ اسلام کے موضوعات پر تقاریر کیں۔ یہ سب تقاریر برمی زبان میں ہوئیں۔ بعد نماز ظہر اور کھانے کے دوسرے اجلاس میں بھی کئی علمی موضوعات پر تقاریر کی گئیں۔ آخر میں شوکت علی صاحب نے بعض جماعتی امور کے متعلق احباب جماعت کو توجہ دلائی۔ اور بعد دعا جلسہ برخاست ہوا۔

اسی شب بعد نماز عشاء عہدیداران جماعت کا اور خصوصی مہمانوں کا اجلاس ہوا۔ اس میں جماعت کے حسابات پیش کئے گئے۔[78]

مورخہ ۲۵ فروری کو یوم مصلح موعود منایا گیا۔جس میں خدام،اطفال اور لجنہ کے علاوہ بعض غیر احمدی احباب نے بھی شرکت کی۔اجلاس کے دوران مختلف تقاریر ہوئیں جن کے ذریعہ اس دن کی اہمیت احباب جماعت پر واضح کی گئی۔

مورخہ ۲۵ مارچ بروز اتوار کو یوم مسیح موعود علیہ السلام منایا گیا۔اخبار دی گارڈین میں حدیث درباره مسیح ومہدی (مسند احمد) دے کر جلسہ میں شرکت کی دعوت دی گئی۔چنانچہ جماعت کے افراد کے علاوہ ایک خاصی تعداد غیر از جماعت حضرات کی بھی جلسہ میں شریک ہوئی۔جلسہ کے دوران مختلف تقاریر ہوئیں اور احباب جماعت پر اس دن کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔جلسہ کے اختتام پر تمام حاضرین کو دعوت طعام دی گئی۔

مورخہ ۲۷ مارچ کو خدام الاحمدیہ نے کوگا لیک پر پکنک کا پروگرام بنایا جس میں خدام اور اطفال نے شرکت کی۔کھیلوں اور کھانے کے پروگرام کے بعد تمام خدام اور اطفال کا ایک تحریری ٹیسٹ لیا گیا جس میں رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نیز خلفاء سے متعلق ۲۷ سوالات درج تھے۔یہ امتحان نہایت مفید رہا اور اطفال اور خدام کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔۲۹ مارچ کو ایک نوجوان کوکو جی مورتی جو کہ ٹکٹ انسپکٹر ہیں مسجد احمدیہ میں تشریف لائے اور احباب جماعت کے سامنے کلمۂ شھادت پڑھنے کے بعد اسلام قبول کیا۔اس کے علاوہ آپ نے مورتی پوجا کے خلاف بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے چند کلمات بھی کہے۔ڈیلی گارڈین میں اس کا اعلان بھجوایا گیا جو کہ ۳۰ مارچ کو شائع ہوا۔اس کے علاوہ بروز جمعہ ایک دوست عبدالعزیز صاحب بھی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔[79]

تنزانیہ

مشن کی طرف سے ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۳ء کی مطبوعہ رپورٹوں کے مطابق اس سال مورو گورو ریجن کے ضلع کلوسہ کی مختصر سی غریب مگر مخلص و عابد جماعت احمدیہ ماگومینی نے (کسی بیرونی امداد کے بغیر) خدا کا گھر تعمیر کر لیا جس کا افتتاح چوہدری عنایت اللہ صاحب احمدی انچارج تنزانیہ مشن نے کیا۔آپ نے مولوی محمد اشرف اسحٰق صاحب کے ساتھ کلوسہ کا دورہ بھی کیا جس کے دوران کئی ایشیائی،افریقی اور عرب معززین کو احمدیت سے متعارف کرانے کی توفیق ملی۔انہوں نے تنزانیہ کے

وزیر اعظم مسٹر رشیدی، عیسائی چیف جسٹس اور تنزانیہ افواج کے کمانڈر میجر جنرل سراککیا (S.H.Sarakikya) کو اسلامی لٹریچر کا تحفہ دیا نیز زبانی طور پر اسلام کا پُرامن پیغام پہنچایا۔[80]

ماہ اکتوبر کے دوران صدر تنزانیہ ڈاکٹر جولیس نیریرے نے موروگورو کے ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ سٹیج پر مولوی محمد اشرف اسحٰق صاحب کو بھی جگہ دی گئی وہ اپنے مخصوص پاکستانی لباس میں ملبوس ہونے کے باعث دیگر معززین میں ممتاز نظر آتے تھے اور انہوں نے صدر مملکت کی تقریر کے بعد ان سے ملاقات کی اور تعارف حاصل کیا۔[81]

ماہ دسمبر کی مساعی کا خلاصہ رسالہ تحریک جدید مارچ ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۵-۱۶ پر حسب ذیل الفاظ میں شائع ہوا۔

''ماہ دسمبر ۱۹۷۳ء میں تبلیغی کارگذاری کی جو مختصر رپورٹ مرکز میں پہنچی ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ تنزانیہ (مشرقی افریقہ) میں اس ماہ کے دوران ۳۳ نئے افراد جماعت میں شامل ہوئے۔ ان میں سے ۲۱ بوراریجن سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسی ماہ میں پاکستانی مبلغین، مقامی مبلغین اور دینی کلاسوں کے طلبہ کے ذریعہ ایک ہزار اکسٹھ شلنگ ۲۵ سینٹ کی کتب و اخبارات فروخت ہوئیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک مخلص افریقن احمدی کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ کی توفیق سعید نصیب ہوئی۔ ان کا نام سالم عمر پُونزی ہے اور ٹانگانیکا کے ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس ہیں۔

عید الاضحیہ حسب معمول ادا کی گئی۔ ضلع نیوالا کے ایک گاؤں چیپولے میں غیر احمدی دوست بھی اپنی نمازِ عید ادا کر کے احمدی امام الصلوٰۃ کا خطبہ عید سننے کے لئے تشریف لائے۔ ان کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ خطبہ سے فراغت کے بعد احمدی احباب نے اپنے مہمانوں کے ہمراہ دوپہر کا کھانا کھایا۔ دیگر تواضع کے علاوہ جماعت کے سواحیلی اخبار کے پچاس پرچے بھی انہیں مفت پیش کئے گئے۔

مبے آ (Mbeya) شہر میں ابھی تک جماعت کی مسجد تعمیر نہیں ہوئی۔ وہاں تبلیغی سنٹر کھلے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے لیکن احباب جماعت نے ایک افریقن نوجوان کے گھر میں نماز عید کی ادائیگی کا انتظام کیا۔ ایک عیسائی خاتون بھی نماز میں شامل ہوئیں اور خطبہ عید سنا۔

مشرقی افریقہ میں سُنّی معلمین معاوضہ لے کر میت کو غسل دیتے ہیں۔ ایک افریقن دوست شیخ موسیٰ کیوانگا جو پہلے یہی کام کرتے تھے جماعت میں شمولیت کے بعد معاوضہ لینا ترک کر چکے ہیں۔

گذشتہ ماہ دسمبر میں جب ایک سُنّی نوجوان فوت ہوگیا اوراس کے والد کو اپنے سُنّی معلم کا معاوضہ ادا کرنے کی توفیق نہیں تھی تو وہ شیخ موسیٰ صاحب کے پاس آئے جنھوں نے ان کے بچے کو مفت غسل دیا۔ یہ بزرگ ارنگا شہر میں رہتے ہیں وہاں ایک میت کو غسل دینے کی اجرت ساٹھ شلنگ (یعنی نوے روپے) ہے۔

ٹانگا شہر میں جماعت کی ایک خوبصورت مسجد پہلے سے موجود ہے اب شہر سے بیس میل دور ایک نئی جماعت بنی ہے دوستوں نے مل کر مسجد کے لئے زمین کا ایک قطعہ خرید کر اس پر مسجد کی تعمیر شروع کر دی ہے۔ دیواریں مکمل ہو چکی ہیں۔

ٹانگا سیکنڈری سکول میں مبلغ مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر بدوملہوی ہفتہ میں تین روز اسلامیات پڑھانے جاتے ہیں۔ ایک عیسائی پادری جو انہیں باقاعدگی سے پڑھاتے دیکھتا تھا بہت متاثر ہوا اور مولوی صاحب موصوف سے مل کر ان کے اس جذبہ کی تعریف کی۔ مولوی صاحب نے انہیں بتایا کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے اور ہمارے تمام کارکن اس قسم کے رفاہی کام خدمت کے جذبہ سے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ اس سے پادری صاحب کا شوق بڑھا اور جماعت کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا۔ بعد میں احمدیہ دارالتبلیغ میں بھی آیا اور اسلامی تعلیم سنتا رہا۔ دوسرے دوست جو اس گفتگو میں شامل ہوتے ہیں پادری صاحب کی اسلامی دلائل کے سامنے بے بسی سے بہت اچھا اثر لیتے ہیں۔

جولائی کا پہلا ہفتہ ٹانگانیکا میں جشن کا مہینہ ہوتا ہے۔ ملک بھر میں عظیم الشان میلے لگتے ہیں اور واحد حکمران سیاسی پارٹی کا جنم دن (سات جولائی) بڑے طمطراق سے منایا جاتا ہے۔ پہلے صرف موروگورو شہر میں ہماری جماعت کتب واخبارات اور قرآن مجید کے تراجم کی نمائش کیا کرتی تھی گذشتہ سال جماعت احمدیہ دارالسلام نے بھی قومی نمائش گاہ میں ایک مستقل عمارت تعمیر کر کے اس میں کتب و تراجم کی نمائش کی اور لاؤڈ سپیکر لگا کر قرآن مجید کی تلاوت اور مذہبی تقاریر سے سامعین کو خوش وقت کیا۔

ایک مخلص اور پُر جوش مقامی مبلّغ معلم عبداللہ علی صاحب کو مٹوارا سیکنڈری گرلز سکول میں مذہبی تعلیم دینے کی اجازت مل گئی ہے۔ وہ ہفتہ میں ایک بار بچیوں کو اسلامی تعلیم سے آگاہ کرتے ہیں۔

جرمنی

۱۴؍جنوری ۱۹۷۳ء کو مسجد نور فرینکفرٹ میں عیدالاضحیہ کی تقریب پورے جوش وخروش سے منائی گئی۔مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔انڈونیشیا، سوڈان، یوگوسلاویہ، ترکستان، مصر، پاکستان، ہندوستان اور جرمنی کے مسلمانوں کا یہ اجتماع ایک ایمان افروز منظر پیش کر رہا تھا۔مسجد کے اندرونی حصہ ہال اور دو کمروں میں قیمتی قالین بلامعاوضہ پیش کرنے کی سعادت حسب دستور ایک مخیّر ایرانی تاجر مسٹر امیر ناظمی کے حصہ میں آئی اور لاؤڈ سپیکر کا انتظام ایک جرمن نومسلم (مطبوعہ رپورٹ میں نام مذکور نہیں غالباً ہدایت اللہ ہیوبش صاحب مراد ہیں) نے کیا۔خطبہ عید مولوی فضل الٰہی صاحب انوری انچارج مشن جرمنی نے دیا۔شام کو مشن کی طرف سے ایک دعوت کا انتظام کیا گیا۔جرمنی کی ایک فلمی کمپنی نے عید اور خطبہ عید کے مناظر ریکارڈ کئے جو اس نے جرمنی کے مختلف شہروں میں کئی بار دکھائے۔[82]

۲؍فروری ۱۹۷۳ء کو فرینکفرٹ کی ایک مضافاتی بستی نوائزن برگ (Neu-Isenberg) کے سینٹ جوزف چرچ کے زیر اہتمام ساڑھے آٹھ بجے شام مولوی فضل الٰہی صاحب انوری کا اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر ایک مؤثر لیکچر ہوا۔اس موقع پر جرمن نومسلم ہدایت اللہ صاحب ہیوبش بھی تھے۔لیکچر کے بعد حاضرین نے سوالات کئے جس کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔[83]

پہلا سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ

اس سال مجلس خدام الاحمدیہ فرینکفرٹ کی ازسرنو تنظیم کی گئی اور عبدالرؤف خان صاحب قائد مجلس فرینکفرٹ منتخب ہوئے۔نئی قیادت کے زیر انتظام ۹ تا ۱۱؍جون ۱۹۷۳ء کو مسجد فرینکفرٹ میں مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا پہلا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔جس میں ملک کے طول وعرض سے کم وبیش چالیس خدام نے شرکت کی۔کھیلوں کے لئے بلدیہ فرینکفرٹ نے مسجد نور کے بالمقابل ایک خوبصورت پارک دے دیا اور انتظامیہ کے ایک کارکن کی ڈیوٹی لگادی کہ وہ کسی بھی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت میدان میں موجود رہے۔

پیغام امام ھمام

اجتماع کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بذریعہ مکتوب یہ دعائیہ پیغام ارسال فرمایا کہ:۔

’’اللہ تعالیٰ خدام الاحمدیہ کے اس اجتماع کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔
سعید روحوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو۔آپ کی مساعی میں برکت ڈالے اور
خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے‘‘۔

اس سہ روزہ اجتماع کی دیرینہ روایات کے مطابق نماز تہجد کا انتظام تھا۔درس قرآن وحدیث بھی ہوئے۔تلاوت قرآن، اذان، تقریر اور معلومات عامہ اور دینی معلومات کے مقابلے ہوئے۔عملی پروگرام میں وقار عمل اور ورزشی مقابلہ جات شامل تھے۔سوال و جواب کے دلچسپ پروگرام میں منصفی کے فرائض مولوی فضل الٰہی صاحب انوری، قاضی نعیم الدین صاحب اور عبدالرؤف خان صاحب نے انجام دئے۔افتتاحی اور اختتامی خطاب مولانا فضل الٰہی صاحب انوری نے کیا۔الغرض جرمنی کی تاریخ میں خدام الاحمدیہ کا یہ پہلا سالانہ اجتماع کامیاب رہا۔[84]

ڈنمارک

مجلس خدام الاحمدیہ کوپن ہیگن ڈنمارک کا تیسرا سالانہ اجتماع ۹ جون ۱۹۷۳ء کو روایتی انداز میں شروع ہو کر ۱۰ جون کو اختتام پذیر ہوا۔اجتماع میں لندن، ناروے اور سویڈن کی مجالس خدام الاحمدیہ کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔اس اجتماع کا افتتاح مکرم سید جواد علی صاحب نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔خدام نے کھیلوں کے مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔کھیلوں کے بعد خدام نے معلومات عامہ، دینی معلومات وغیرہ کا زبانی امتحان دیا۔

دوسرے دن کا پہلا اجلاس عبدالوہاب آدم صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں کمال یوسف صاحب سویڈن اور قائد مجلس کوپن ہیگن نے خدام سے خطاب کیا۔صدر اجلاس عبدالوہاب بن آدم صاحب نے آخر پر غانا میں جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں کے موضوع پر تقریر کی۔دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر شروع ہوا۔جس کی صدارت مکرم کمال یوسف صاحب نے کی۔مکرم عبدالسلام میڈسن، مکرم سید جواد علی صاحب اور مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب نے تقاریر کیں۔اس کے بعد مکرم سید جواد علی شاہ صاحب نے مختلف مقابلوں میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے۔اس کے بعد مختصر اختتامی تقریر کے ساتھ فضا اللہ اکبر اور اسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔اور خدام کا یہ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔[85]

سویڈن

مشن کے انچارج مولوی منیر الدین احمد صاحب (سابق مبلّغ مشرقی افریقہ) تھے جو گاٹن برگ کے کرائے کے ایک مشن ہاؤس) میں مقیم تھے جس کا ایک کمرہ ان دنوں بطور مسجد استعمال کیا جاتا تھا۔ آپ نے اس سال رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے رمضان کا ٹائم ٹیبل پرنٹ کر کے احباب میں تقسیم کر دیا جو محمود ارکسن صاحب نے بنایا تھا۔ آپ روزانہ نماز تراویح پڑھاتے رہے۔ ۲۸/اکتوبر۱۹۷۳ءکو یہاں عید الفطر کی تقریب منائی گئی۔ خطبہ عید مولوی منیر الدین احمد صاحب نے دیا۔ نماز عید میں ترکی، یوگوسلاویہ، ناروے، سویڈن اور پاکستان کے کم وبیش دوسو احباب شامل ہوئے۔ نماز کے وقت مشن کے تینوں کمرے بھرے ہوئے تھے۔ عید کے انتظامات میں بشیر الدین احمد صاحب ابن کرنل تقی الدین احمد صاحب اور شکور احمد صاحب ابن میجر عبدالحمید صاحب شرما نے خاص طور پر حصہ لیا۔ نماز کے بعد تمام حاضرین کو چائے اور کافی پیش کی گئی جس کا انتظام یوگوسلاو بھائی شعیب صاحب کے سپرد تھا۔ ایک اور یوگوسلاو عرفان صاحب کی بیگم صاحبہ نے کچن میں کافی وغیرہ تیار کرنے کی ڈیوٹی دی۔ مشن کی طرف سے عید کے انتظام میں حصہ لینے والوں کو ظہرانہ بھی پیش کیا گیا۔

عید کی تقریب پر اخبار ''گاٹن برگ پوسٹن'' (Gothenburg Posten) کے ایک رپورٹر اور ایک فوٹو گرافر بھی آئے اور مولوی صاحب سے انٹرویو لیا۔ آپ نے اخبار کے دونوں نمائندوں کو اسلامی لٹریچر پیش کیا۔ اخبار ''گاٹن برگ پوسٹن'' نے اگلے روز ۲۹/اکتوبر۱۹۷۳ء کی اشاعت میں اس مبارک تقریب کی باتصویر خبر شائع کی جس کا اردو ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

''گاٹن برگ میں مسجد بنانے کی تجویز

اتوار ۲۸/اکتوبر تقریباً ۲۰۰ مسلمانوں نے گاٹن برگ میں اکٹھے ہو کر رمضان کے اختتام پر عید کی نماز ادا کی۔ یہ تقریب احمدیہ مسلم مشن کے فلیٹ میں نئے امام منیر الدین احمد کی قیادت میں منائی گئی۔ گاٹن برگ شہر کو سویڈن کے مسلمانوں کی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ زیادہ تر یہ لوگ ترکی اور یوگوسلاویہ سے آئے ہوئے ہیں۔ یہاں پر مسجد کوئی نہیں مگر احمدیہ مشن مستقبل میں مسجد بنانے کے متعلق غور کر رہا ہے۔

احمدیہ جماعت ایک بین الاقوامی تنظیم ہے جس کے ایک کروڑ ممبر ہیں یہ جماعت اسلام کی

اشاعت کے لئے باہر کے ممالک میں مبلغ بھجواتی ہے۔اس جماعت کا ہیڈکوارٹر پاکستان میں ہے۔ گاٹن برگ کے امام وہاں سے ہی آئے ہیں۔

امام منیر الدین احمد ۴۵ سال کے ہیں۔اس سے پہلے آپ ایسٹ افریقہ میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ جہاں پر آپ کی سرپرستی میں ۸ نئی مساجد اور ۵ نئی جماعتیں بنیں۔آپ اردو، عربی، انگلش اور سواحیلی جانتے ہیں۔ یہاں آنے سے پہلے ربوہ میں اشاعت قرآن کے شعبہ میں کام کرتے تھے۔ یہ شعبہ قرآن کو ساری دنیا میں پھیلانے کا پروگرام رکھتا ہے۔

گاٹن برگ میں مسلم مشن کا آغاز ۱۹۷۰ء میں ہوا اور کمال یوسف صاحب امام مقرر ہوئے یہ عنقریب واپس جا رہے ہیں اور ان کی جگہ امام منیر الدین احمد کام کریں گے۔امام منیر کم از کم تین سال یہاں قیام کریں گے۔اگر ضرورت ہو تو زیادہ عرصہ بھی رہ سکتے ہیں۔

مشن ہاؤس کے ایک کمرہ میں نماز ادا کی جاتی ہے اس کے فرش پر لگائی گئی ٹیپ کی مدد سے مکہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونے میں آسانی ہوتی ہے (صفوں کی درستی کے لئے قالین پر سیلوٹیپ سے لائنیں لگائی ہوئی ہیں۔ناقل)

سویڈن کے کچھ مقامی باشندے بھی مسلمان ہیں جن میں محمود ارکسن صاحب بھی شامل ہیں جو سٹاک ہالم جماعت کی سرپرستی کرتے ہیں اور Aktiv Islam کے نام سے ایک رسالہ سویڈش، نارویجن اور ڈینش زبان میں شائع کرتے ہیں۔ یہ قرآن کریم کے ترجمہ کا بھی کام کر رہے ہیں۔ پہلے قرآن شریف کا ترجمہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا تھا مگر آجکل یہ ترجمہ حاصل کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔

سویڈش حکومت کی طرف سے اسلام کی اشاعت پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔مسلمان بچے سکولوں میں دینی تعلیم کے لئے بالکل آزاد ہیں۔فوج میں بھی مسلمانوں کو ان کی نمازوں اور دیگر دینی تقریبات کے لئے چھٹی ہوتی ہے۔ان کے کھانے کا بھی الگ انتظام ہوتا ہے اور وہ اپنا کھانا خود بنا سکتے ہیں۔گاٹن برگ کے ایک قبرستان میں مسلمانوں کے لئے بھی جگہ ہے‘‘۔[86]

سیرالیون

سیرالیون مشن کی سرگرمیاں شروع سال سے ہی تیز تر ہو گئیں اور اس کے نمایاں اثرات بھی ظاہر ہونے لگے چنانچہ ماہ جنوری میں ۱۳۳ افراد خدا کے فضل و کرم سے داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔عزت مآب جناب ایس اے معید سفیر پاکستان کو فری ٹاؤن میں جماعت احمدیہ سیرالیون اور شہر میں مقیم

پاکستانیوں کی طرف سے عشائیہ دیا گیا جس میں سفراء اور نمائندگانِ پریس نے بھی شرکت کی۔ سفیر پاکستان نے جماعت احمدیہ کی ملی خدمات کو سراہا اس دعوت کی رپورٹ اخبارات نے تصاویر کے ساتھ شائع کی۔ امیر و مشنری انچارج مولوی بشیر احمد صاحب شمس کی سرکردگی میں ایک جماعتی وفد نے عزت مآب صدر مملکت گیمبیا سر داؤدا جوارا کو قرآن مجید اور دیگر اسلامی کتب کا تحفہ پیش کرتے ہوئے سیرالیون میں احمدیہ مشن کی مساعی سے صدرِ مملکت کو آگاہ کیا نیز حکومت گیمبیا جماعت احمدیہ سے جو اخلاقی اور عملی تعاون کر رہی ہے اس کا شکریہ ادا کیا۔ صدر گیمبیا نے فرمایا کہ گیمبیا میں جماعت احمدیہ جو خدمات سرانجام دے رہی ہے اس سے وہ پوری طرح آگاہ ہیں۔

صدرِ مملکت گیمبیا کے اعزاز میں متعدد سرکاری تقاریب منعقد ہوئیں جن میں مولوی بشیر احمد صاحب شمس بھی مدعو تھے۔ آپ نے ان تقاریب کے دوران پریذیڈنٹ آف سیرالیون، وائس پریذیڈنٹ، وزیر خارجہ، وزیر مال، وزیر تعلیم، وزیر سوشل ویلفیئر، میئر آف فری ٹاؤن، ہائی کمشنر نائیجیریا، ہائی کمشنر غانا، ہائی کمشنر گیمبیا نیز سینیگال، مصر اور چین کے سفراء سے ملاقات کی اور جماعت احمدیہ سے متعارف کرایا۔ اسی طرح پارلیمنٹ کے خصوصی اجلاس میں بھی شامل ہوئے۔ فری ٹاؤن میں تبلیغی مساعی کو تیز کرنے کے لئے احمدی احباب کے تبلیغی گروپ ہر اتوار کو شہر کے مختلف حصوں میں بھجوائے جانے لگے۔ اس مہم کو غیر از جماعت معززین نے بھی سراہا اور خواہش ظاہر کی کہ ہمارے ہاں بھی تقریر کریں جس کے لئے اہتمام کیا گیا۔

اس سال کئی احمدیوں کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی انہیں مشن اور جماعت کی طرف سے مالی امداد دی گئی۔ نیز جماعتی سطح پر احمدی حجاج کی روانگی اور واپسی پر الوداعی اور استقبالیہ پارٹیوں کا خاص اہتمام کیا گیا۔ یہ نیا اقدام جماعت کے استحکام کا موجب ہوا۔[87]

مجلس خدام الاحمدیہ بواجے بو کے زیر انتظام ۲۰ رفروری ۱۹۷۳ء کو احمدیہ سیکنڈری سکول کے کمپاؤنڈ میں جلسہ ہوا۔ مہمانِ خصوصی مولوی بشیر احمد صاحب شمس امیر جماعتہائے احمدیہ سیرالیون تھے۔ سب سے پہلے سلامو کروما صاحب (احمدیہ سیکنڈری سکول کے پرانے طالب علم اور استاد۔ آپ ۱۹۷۲ء میں احمدی ہوئے) معتمد مجلس بواجے بو نے استقبالیہ ایڈریس میں مجلس کے قیام کا پس منظر بیان کیا اور بتایا کہ ۱۹۷۰ء میں جب ہمارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سیرالیون کے مبارک دورہ پر تشریف لائے اور بواجے بو کے ۸۰ نوجوانوں نے حضور اقدس کے دستِ مبارک پر

بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔جس کے بعد یہاں مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں آیا اور لطیف احمد صاحب قائد مقرر کئے گئے۔آپ کی قیادت میں مجلس میں باقاعدگی سے ماہوار اجلاس، تبلیغی جلسے، سالانہ اجتماع اور کھیلوں کے پروگرام جاری ہیں۔اس تعارفی تقریر کے بعد مسٹر جیوبوکرائی (Mr. Jiabo Bockarie) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ طائف پر تقریر کی۔پھر ایک نئے احمدی طالب علم احمد مارگائی نے قبولِ احمدیت کے ایمان افروز واقعات بیان کئے۔مولوی بشیر احمد صاحب شمس نے صدارتی خطاب میں احمدی نوجوانوں کو خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے کی تحریک فرمائی اور نصیحت کی کہ احمدی نوجوانوں کو دوسرے نوجوانوں کی نسبت ملک وملت کی زیادہ جوش اور ولولہ، احسن طریق سے خدمت کرنا چاہیے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے طلبگار رہنا چاہیے۔[88]

مولوی بشیر احمد صاحب شمس نے ایک خصوصی تقریب میں سیرالیون کے کیپ سیرا ہوٹل کے اسسٹنٹ مینیجر مسٹر آئزک فیگل کو قرآن مجید کے ۸۰ نسخے تحفۃً پیش کئے۔اسسٹنٹ مینیجر صاحب نے جماعت احمدیہ سیرالیون کو شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:۔

’’سیاح یہاں سیر وسیاحت کے بعد اکثر اپنی تنہائی اور خلوت کو تحقیق اور رسائل پڑھنے سے دور کرتے ہیں۔ہمارے ہوٹل میں بائبل موجود تھی اور اب قرآن شریف کی موجودگی نے ہمارے سیاحوں کے لئے روحانی پیاس بجھانے کا مکمل انتظام کر دیا ہے۔وہ قرآن مجید سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔‘‘

مولوی بشیر احمد صاحب شمس امیر سیرالیون نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ انسان مادہ پرستی کی طرف مائل ہے اور اس کی یہ خواہش ہے کہ ایک روحانی ہاتھ اس کو سہارا دے۔اس خواہش کی تکمیل کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ انسان کو مذہب سے اور مختلف مذاہب کی کتب سے روشناس کرایا جائے۔لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لئے جماعت احمدیہ نے یہ ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی ہے کہ دس لاکھ قرآن مجید دنیا کے کناروں تک پھیلا دیئے جائیں۔یہ خبر ریڈیو سیرالیون پر ۱۳مئی ۱۹۷۳ء کو چار بار نشر ہوئی۔[89]

۶/مارچ ۱۹۷۳ء کو فری ٹاؤن میں صنعتی نمائش کے دوران احمدیہ مشن کی طرف سے بک سٹال لگایا جو اشاعتِ اسلام واحمدیت کا موثر ذریعہ ثابت ہوا۔جیسا کہ مولوی صفی الرحمٰن صاحب خورشید مبلّغ سیرالیون کی حسب ذیل رپورٹ سے عیاں ہے۔آپ تحریر کرتے ہیں:۔

''فری ٹاؤن میں گذشتہ تین سال سے ایک صنعتی نمائش کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ چونکہ پبلک کے ساتھ براہ راست اس میں رابطہ ہوتا ہے۔ لہٰذا محترم امیر صاحب نے عاملہ مرکزیہ کے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ امسال احمدیہ مشن کی طرف سے بھی اس میں بک سٹال لگایا جائے تا زیادہ سے زیادہ احباب تک پیغامِ حق پہنچایا جا سکے۔ سٹال کی تکمیل کا کام مقامی احباب کے تعاون سے اور مکرم منصور احمد صاحب بشیر کی کوششوں سے ایک روز قبل ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور خاکسار بھی مکرم امیر صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں ایک روز قبل یہاں پہنچ گیا۔ ۶ر مارچ ۱۹۷۳ء صبح دس بجے وزیر خزانہ نے اس کا افتتاح کیا۔ محترم امیر صاحب کی ہدایت کے مطابق لاؤڈ سپیکر بھی نصب کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ہم نے خاص طور پر اس موقع کے لئے مناسب کتب اور پھر قطعات بھی تیار کئے تھے۔ نیز سارے سٹال میں حضور انور کے دورۂ سیرالیون اور سربرآوردہ احباب کی ہمارے سکولوں میں آمد اور بعض خصوصی تصاویر آویزاں کی گئی تھیں۔

لوگ سارا دن سٹال پر آتے رہتے تھے اور سوالات بھی کرتے جن کے جوابات ان کو دیئے جاتے رہے۔ لیکن شام کو خاص طور پر بہت ہی زیادہ لوگ ہمارے سٹال پر آتے۔ اور یہ بات ان کے لئے بالکل انوکھی اور عجیب تھی کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے صلیب پر وفات نہیں پائی بلکہ ۱۲۰ سال کی عمر میں طبعی وفات پائی۔ مکرم امیر صاحب کے علاوہ مکرم منصور احمد صاحب بشیر، مکرم مولوی نظام الدین صاحب مہمان، مکرم مبارک احمد صاحب نذیر پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول جورو، لوکل مشنری اور لوکل احباب اس وقت موجود ہوتے اور لوگوں کی تسلی کے لئے ان کے سوالات کے جوابات دئے جاتے رہے اور یہ سلسلہ اکثر رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے تک رہتا اور وہاں پر سینکڑوں افراد اس سوال کا جواب لینے کے منتظر رہتے تھے اور تحقیق کرتے تھے کہ یہ بات کہاں تک درست ہے۔

دن میں سکولوں کے طلباء اپنے اساتذہ کے ساتھ آتے تو یہ قطعہ ان کے لئے حیرانی کا باعث ہوتا نیز ان کو اسلام کے بارہ میں بھی بتایا جاتا۔ بعض لوگ اپنے بچوں کو خاص طور پر ہمارے سٹال پر لاتے اور ان سے پڑھواتے کہ کیا یہ درست ہے یا جو تمہارے اساتذہ بتلاتے ہیں وہ درست ہے؟

ہمارے سٹال پر آنے والی اہم شخصیتوں میں سیرالیون کے منسٹر آف مائینز اینڈ لینڈ مکرم کاؤ سوکونٹے بھی تھے ان کو محترم امیر صاحب نے خوش آمدید کہا اور سٹال پر موجود کتب کا تعارف کروایا۔ اسی طرح فری ٹاؤن کے میئر بھی تشریف لائے۔ انہوں نے کتب کو دیکھا اور قرآن مجید کے تراجم میں

بڑی دلچسپی لی۔بعض دوسرے ممبرز آف پارلیمنٹ بھی ہمارے سٹال پر تشریف لائے اور قرآن مجید و دیگر کتب دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔نیز نائیجیریا کے ہائی کمشنر کی اہلیہ بھی ہمارے سٹال پر تشریف لائیں۔

اس طرح یہ ایک بڑا عجیب اور عمدہ ماحول پانچ دن کے بعد ختم ہوا۔فالحمد للہ۔لیکن اس میں ہزاروں افراد تک پیغامِ حق پہنچانے کا موقع ملا۔اب سارے فری ٹاؤن میں ایک شور سا بپا ہے اور ہمیں دیکھ کر سکولوں کے طالب علم یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ مسیح ناصری علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔''[90]

پچھلے سال ۳/ستمبر ۱۹۷۲ء کو مولوی بشیر احمد صاحب شمس نے روکوپر احمدیہ سیکنڈری سکول کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔یہ عمارت تقریباً چھ ماہ میں مکمل ہوگئی اور اس سال مارچ ۱۹۷۳ء میں اس کا افتتاح وزیر تعلیم سیرالیون نے فرمایا۔مولوی صفی الرحمٰن صاحب خورشید مبلغ روکوپر اپنی رپورٹ میں رقمطراز ہیں:۔

''افتتاح کے روز سکول کو بڑے احسن طریق پر سجایا گیا۔سڑکوں پر جھنڈیاں وغیرہ لگائی گئیں اور مہمانوں کے بیٹھنے کے لئے ایک خاص جگہ تیار کی گئی جس میں ہمارے سکولوں کے اساتذہ اور طلباء نے خود کام کیا اور سکول کمپاؤنڈ کو سجایا گیا۔مکرم امیر صاحب ایک روز قبل تشریف لائے اور انہوں نے بھی اس موقعہ پر بعض اہم امور کی طرف توجہ دلائی۔

وزیر تعلیم صاحب Mr.J.Barthes Wilson مع نائب وزیر تعلیم Mr.A.D.Saccoh، سینئر انسپکٹرز آف سکولز Mrs.O.C.Fewry اور Mr.F.J.Amara، سیکرٹری وزارت تعلیم ،اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر Mr.Maurice Jones، مکرم امیر صاحب کی معیت میں وقت مقررہ پر سکول میں تشریف لائے۔

رستہ میں روکوپر کے سکولز کے علاوہ قریبی دیہات سے احمدیہ پرائمری سکولوں کے طلباء نے اپنے مخصوص اور روایتی انداز میں ترانے گاتے ہوئے ان کا استقبال کیا۔سکول میں پرنسپل صاحب احمدیہ سکول روکوپر، جنرل سیکرٹری خاکسار اور دوسرے احباب نے وزیر تعلیم کو خوش آمدید کہا۔بعد ازاں تمام سکولوں کے طلباء سے مکرم وزیر تعلیم صاحب نے سلامی لی اور قومی ترانے کے اختتام کے بعد افتتاحی تقریب کا آغاز محترم مولوی بشیر احمد صاحب شمس امیر جماعت احمدیہ ہائے سیرالیون کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا جو عطاء الرحیم صاحب نے کی۔

اس کے بعد الحاج محمد کمانڈ ابو نگے صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ مشن سیرالیون نے معزز مہمان، ان کے قافلہ اور دوسرے احباب کو خوش آمدید کہتے ہوئے معزز مہمان کا تعارف کروایا اور بتایا کہ ہمارا احمدیہ سیکنڈری سکول شمالی صوبہ میں اپنی نوعیت کا واحد مسلم سکول ہے۔ جماعت کا منصوبہ یہ ہے کہ مستقبل قریب میں ہی (۱) ہر ضلع میں کم از کم ایک سیکنڈری سکول قائم کیا جائے (۲) پرائمری سکولوں میں تعلیم کے معیار کو بلند کیا جائے اور اسلامی تعلیم کے نصاب کو ضروری حصہ قرار دیا جائے (۳) اسی طرح سے ہر ضلع میں کم از کم ایک ہیلتھ سنٹر اور (۴) ہر صوبہ میں ایک ماڈرن طرز کے ہسپتال کا قیام جماعت کے زیر غور ہے۔

بعدۂ مکرم انور احمد صاحب گھمن پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول روکوپر نے وزیر تعلیم ان کے قافلہ اور ممبران پارلیمنٹ، پیراماؤنٹ چیفس، سرکاری افسران اور دوسرے احباب کو خوش آمدید کہا اور اپنے سکول کی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ جس میں انہوں نے اعداد و شمار کے علاوہ وزیر تعلیم کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ یہ اس صوبہ میں خاص اہمیت کا حامل سکول ہے کیونکہ اس میں اسلامی تعلیم کے علاوہ زراعت کی طرف خاص توجہ دی جارہی ہے اور بہت ہی کم عرصہ میں اس سکول کی عمارت کو مکمل کیا گیا ہے۔

اس کے بعد ہمارے علاقہ کے ممبران پارلیمنٹ نے معزز مہمان کے علاوہ باقی سب احباب کو خوش آمدید کہا۔

اس کے بعد وزیر تعلیم نے فرمایا کہ آج میں خوش ہوں کہ آپ نے مجھے اس موقع پر بلایا ہے۔ میں بہت کم مواقع پر سکولوں میں گیا ہوں۔ ہر موقع اپنی حیثیت رکھتا ہے لیکن یہ موقع بڑا ہی اہم اور خاص ہے۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے اس ملک کی تعلیمی سرگرمیوں میں بھرپور تعاون پر جماعت کا شکریہ ادا کیا اور روکوپر میں سیکنڈری سکول کے قیام کو انہوں نے خاص اہمیت کا حامل قرار دیا۔ اس بات پر انہوں نے خاص زور دیا کہ یہ سکول صرف ۲۷ طلباء کی تعداد سے شروع ہوا اور ایک سال کے اندر اندر اس کی تعداد ایک سو طلباء تک جا پہنچی ہے۔ یہ بات جماعت احمدیہ کے لئے قابل تعریف ہے۔ انہوں نے کہا کہ عمارت کا ستمبر ۷۲ء کو سنگ بنیاد رکھا گیا اور اتنے قلیل عرصہ میں یہ شاندار عمارت آج ہمارے سامنے ہے اور اس کی تعمیر پر تقریباً دس ہزار لیون کے اخراجات ہوئے ہیں یہ سب کے سب جماعت احمدیہ نے دیئے ہیں جو بہت ہی قابل تعریف بات ہے۔ انہوں نے کہا اس سکول کے کھولنے سے احمدیہ سیکنڈری سکولوں کی تعداد چار سے بڑھ کر پانچ ہوگئی ہے۔ اس سے قبل

جماعت کے زیر انتظام فری ٹاؤن،بَو،بواجے بواور جورو میں سکول بڑے احسن طریق سے اور کامیابی سے چل رہے ہیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ مستقبل قریب میں جماعت مزید سکول کھولے گی (حکومت کی طرف سے امداد کا انہوں نے مکمل یقین دلایا) اور یہ سکول ملک کی تعلیمی سرگرمیوں میں مزید تعاون کا باعث ہوگی۔اس وقت ۲۳ پرائمری ہیں جن میں تقریباً ۳۵۰۰ طلباء اسلامی تعلیم سے روشناس ہورہے ہیں اور جماعت ملک کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کر رہی ہے اور مجھے امید ہے جماعت اس بارہ میں اپنی کوشش کو جاری رکھے گی''۔[91]

افتتاحی تقریب کی کارروائی اخبارات میں چھپی اور ریڈیو پر نشر ہوئی جس میں جماعت احمدیہ کی خدمات کو خوب سراہا گیا۔اس سلسلہ میں ریڈیو سیرالیون کے نشریہ کے متن کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:۔

''کیمبیا ضلع کے شہر روکوپر میں کل مکرم وزیرِ تعلیم مسٹر جے بارتھس ولسن نے احمدیہ سیکنڈری سکول کا رسمی افتتاح کیا۔

آپ نے اپنے خطبہ افتتاحیہ میں احمدیہ جماعت کی ملک کی تعلیمی میدان میں بصیرت کی دل کھول کر داد دی اور فرمایا کہ اس جماعت نے ملک کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کے لئے خوب خوب مدد کی ہے اور متعدد پرائمری سکول جاری کئے ہیں ان سکولوں میں اس وقت ساڑھے تین ہزار طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مکرم وزیر موصوف نے اپنی حکومت اور باشندگانِ سیرالیون کی طرف سے جماعت احمدیہ کو اور مکرم سپرنٹنڈنٹ صاحب احمدیہ سکولز کو ہدیۂ تبریک پیش کیا۔انہوں نے کہا کہ وہ اس بات سے بہت خوش ہیں کہ ان کے ملک میں مشنری روح کو زندہ رکھا جارہا ہے (یعنی تعلیم کے لئے مشن قربانی کر رہے ہیں) حالانکہ حکومت بھی اس سلسلہ میں کوشاں ہے۔

مسٹر بارتھس ولسن نے مزید کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ مادی فوائد کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک کے باشندوں کو دوسرے ممالک سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اپنی مشکلات کے باوجود وہ کس طرح دوسروں کی مدد میں سعی کرتے ہیں۔ وہ اپنا وقت اور روپیہ خرچ کرنے میں کسی قسم کا دریغ نہیں کرتے۔انہوں نے حاضرین سے کہا کہ ملکی ترقی کے لئے ہر قسم کی کوشش کرنے کو اپنا فرض گرداننا چاہیے۔انہوں نے اس نئے سکول کے طلباء سے یہ امید وابستہ کی کہ احمدیہ مشن کے وقار کو مزید بڑھانے کا باعث بنیں گے۔

تقریب کے آغاز میں جماعت کے سیکرٹری جنرل مکرم الحاج بونگے صاحب نے مکرم وزیر

صاحب کا تعارف کراتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ ملک کی نئی تعلیمی پالیسی کا سہرا مکرم وزیر صاحب کے سر ہے۔مکرم مولوی بشیر احمد صاحب شمس مبلغ انچارج نے مکرم وزیر صاحب اور حاضرین کا تقریب میں شرکت کے لئے دلی شکریہ ادا کیا اور اس ارادہ کا اعادہ کیا کہ جماعت ہر ممکن کوشش کر کے اہالیانِ ملک کو تعلیمی اور طبی سہولتیں مہیا کرے گی اور اخلاقی اقدار کو بلند سے بلند تر کرنے میں مصروف رہے گی۔آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر حکومت زمین کا انتظام کر دے تو زرعی امور میں بھی جماعت ہر ممکن مدد مہیا کرے گی۔مکرم وزیر صاحب اور ان کے ساتھیوں کا سکول کے طلباء نے نہایت صاف ستھری یونیفارم پہنے استقبال کیا۔“[92]

احمدیہ مشن کی طرف سے ۲۳/اپریل ۱۹۷۳ء کو ملک بھر میں وسیع پیمانہ پر اسلام کا پیغام پہنچانے کی غرض سے یوم التبلیغ منایا گیا۔اگلے روز ریڈیو سیرالیون نے رات ۸ اور ۱۰ بجے کے بلیٹنز میں اس سلسلہ میں حسب ذیل خبر نشر کی:۔

”احمدیہ مشن سیرالیون کی طرف سے ۲۳/اپریل ۱۹۷۳ء کو ملک بھر میں وسیع پیمانہ پر یوم التبلیغ منایا گیا۔جماعت احمدیہ کے سینکڑوں افراد نے مختلف گروپوں میں منظّم ہو کر لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ان کے ساتھ اسلام اور دیگر مذاہب کے متعلق تبادلہ خیالات کیا۔

اس وسیع مہم کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ پبلک میں وسیع پیمانہ پر اسلامی لٹریچر تقسیم کیا گیا اور حق کے متلاشیوں کو اسلام و احمدیت کے متعلق مفید معلومات بہم پہنچائی گئیں۔“[93]

جماعت احمدیہ سیرالیون کے ایک وفد نے ۱۳/جون ۱۹۷۳ء کو صدر مملکت سیرالیون ڈاکٹر سیا کا سٹیونز سے ملاقات کی جس کی خبر ریڈیو سیرالیون نے اس دن حسب ذیل الفاظ میں تین بار نشر کی۔

۱۳/جون ۱۹۷۳ء کو جماعت احمدیہ کے نمائندگان نے صدر سیرالیون مسٹر سیا کا سٹیونز سے ملاقات کی۔وفد نے ان کو حالیہ انتخابات میں کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ آل پیپلز کانگریس کی یہ نمایاں کامیابی صدر کی دانشمندانہ قیادت کا نتیجہ ہے۔

احمدیہ جماعت سیرالیون کے سیکرٹری جنرل الحاج کمانڈ ابونگے نے اپنے ایڈریس میں کانگریس کی عام انتخابات میں واضح کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ سیرالیون کے عوام کی بلوغت کا واضح اظہار ہے۔انہوں نے فرمایا افریقی ممالک کے تمام سیاسی راہنماؤں کے لئے کانگریس سیرالیون کی یہ کامیابی ایک قابل تقلید مثال ہے۔O.A.U کی مکمل فتح عوام کی اندرونی یکجہتی پر ہی منحصر ہے اس

موقعہ پر جماعت احمدیہ سیرالیون کے صدر مسٹر کمانڈا بونگے (Kamanda Bongay) نے حکومت کو جماعت کی وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ ہم دوسرے مذاہب اور فرقوں کے افراد کے ساتھ ملک کے مفاد اور ترقی کے لئے پہلو بہ پہلو زندگی گذارنے کے لئے تیار ہیں۔ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے صدر مملکت ڈاکٹر سیاکا سٹیونز (Siaka Stevens) نے احمدیہ جماعت کے افراد کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ ایڈریس میں جو روح کارفرما ہے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ میں ان بے لوث خدمات کو بغور دیکھتا رہا ہوں جو احمدیہ جماعت نے اس ملک میں سرانجام دی ہیں۔آپ نے جماعت کی بعض خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ احمدیہ جماعت نے ہمارے ملک کی بعض اہم ضروریات کو پورا کیا ہے۔ میں ماضی کی طرح آئندہ بھی ملک میں احمدیہ جماعت کی سرگرمیوں کو گہری دلچسپی سے دیکھتا رہوں گا۔

اس وفد میں جماعت احمدیہ سیرالیون کے مندرجہ ذیل احباب شامل تھے:۔

امیر جماعت احمدیہ سیرالیون مولانا بشیر احمد شمس صاحب۔نیشنل پریذیڈنٹ اور پیراماؤنٹ چیف ناصرالدین کینیوا اگامانگا صاحب امام مغربی علاقہ۔جنرل سیکرٹری الحاج کمانڈا بونگے صاحب۔قومی رفاہ عامہ سیکرٹری الفا بریما ٹورے صاحب امام علاقہ گودریچ۔ پہاڑی علاقہ کے نمائندہ الفا عثمان کانو صاحب۔الفا یوسف کارگبو صاحب اور ٹونکولیلی جماعت کے صدر سیمفا ایڈمز صاحب۔[94]

بالاہوں (Balahun) کا گاؤں کائی لاہوں (Kailahun) سے سترہ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔اس گاؤں کی اکثر آبادی اس وقت تک احمدی ہو چکی تھی۔اس گاؤں کی دیدہ زیب احمدیہ مسجد کا افتتاح بھی مولوی بشیر احمد صاحب شمس نے ۲۰/اپریل ۱۹۷۳ء کو کیا۔اس موقع پر اکثر احمدی مردوں نے گلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے مقرر کردہ رومال مع رنگ کے باندھے ہوئے تھے۔احمدی سکاؤٹ بچے یونیفارم میں تھے اور مسجد کو نہایت خوبصورتی سے آراستہ کیا گیا تھا۔ افتتاح کے بعد مولوی بشیر احمد صاحب شمس نے خطبہ جمعہ دیا اور پھر ایک جلسہ عام سے خطاب کیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور مخالفت کے باوجود احمدیت کی ترقی کا تفصیلی ذکر تھا۔[95]

چھ مرکزی اور نو مقامی مبلّغین اور دوسرے مخلص احمدیوں کی کوششوں سے اپریل، مئی، جون ۱۹۷۳ء میں ۶۷ نفوس حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔مولوی بشیر احمد صاحب شمس نے اس سہ ماہی میں ملک کے جنوبی اور شمالی صوبوں اور فری ٹاؤن سرکٹ کا دورہ کیا۔تربیتی اور تبلیغی جلسے کئے اور احمدیہ

سکولوں اور ہسپتالوں کا معائنہ کیا اور اساتذہ، ڈاکٹرز، سرکاری حکام، پیراماؤنٹ چیفس اور ممبران پارلیمنٹ سے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیالات کیا۔ جنوبی صوبہ کے دورہ میں سرکٹ مبلّغ الحاج مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح، مسٹر مصطفیٰ بی ابراہیم صاحب سیکرٹری تعلیم جماعت احمدیہ سیرالیون اور انور حسن صاحب پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول فری ٹاؤن اور احمدیہ پرائمری سکول کوری بونڈو کے اساتذہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ ۱۲ رمئی ۱۹۷۳ء کو آپ نے سیرالیون کے مشہور پیراماؤنٹ ہوٹل کے مینیجر صاحب کو قرآن مجید کی پچاس کاپیاں تحفۃً پیش کیں۔ اس مختصر اور سادہ دینی تقریب میں پریس، ریڈیو، محکمہ اطلاعات کے نمائندے ہوٹل کی انتظامیہ اور نمائندگان جماعت احمدیہ سیرالیون نے شرکت کی۔ اخبارات نے اس خبر کو اگلے روز تصاویر کے ساتھ نمایاں طور پر شائع کیا مگر ریڈیو سیرالیون نے اسی دن شب کو خصوصی خبر نشر کی جس کا اردو ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

’’احمدیہ مشن سیرالیون کے انچارج مولوی بشیر احمد شمس نے آج صبح قرآن مجید کی ۵۰ جلدوں کا تحفہ پیراماؤنٹ ہوٹل کے مینیجر مسٹر اولف اورٹمان کو پیش کیا۔ یہ (قرآن مجید کی) جلدیں جو کہ انگریزی میں مترجم ہیں ہوٹل میں رہائش رکھنے والے مسافروں کے استعمال کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ اس تقریب میں مولوی شمس صاحب نے کہا کہ ان کے مشن کی یہ پالیسی ہے کہ قرآن مجید کی کاپیاں ہوٹلوں، لائبریریوں اور درسگاہوں میں رکھوائی جائیں اور اس کا مقصد یہ ہے کہ عوام کلامِ الٰہی کا علم حاصل کر سکیں۔ آپ نے کہا کہ ناولوں کو پڑھنے کی بجائے عوام کو اسلامی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنی چاہیئے‘‘۔[96]

مسنگبی کے مقام پر چھٹے احمدیہ سیکنڈری سکول کی منظوری جولائی ۱۹۷۳ء میں وزارت تعلیم سے غیر معمولی حالات میں ملی۔ ۱۵ راگست کو داخلہ شروع ہوا اور پہلی کلاس میں طلباء کی تعداد ۴۶ تک پہنچ گئی۔ ۱۰ ستمبر کو سکول کے تعلیمی سال کا آغاز ایک عارضی عمارت میں ہوا۔ سکول کا غیر رسمی افتتاح علاقہ کے پیراماؤنٹ چیف نے کیا۔ اس موقع پر ان کی کابینہ کے ارکان اور دوسرے اکابرین بھی موجود تھے۔ ۲۳ ستمبر کو نائب وزیر معدنیات جے۔ اے۔ کونٹے جو اس علاقہ کے ایم۔ پی تھے سکول کا معاینہ فرمایا نیز طلباء سے خطاب بھی فرمایا۔[97]

۱۶ ستمبر ۱۹۷۳ء کو ۱۰ بجے بو میں مولوی بشیر احمد صاحب شمس نے نصرت جہاں ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر پانچ بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے۔[98]

مولوی بشیر احمد صاحب شمس، الحاج مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح کو مشن کا چارج دے کر ۶ ؍نومبر ۱۹۷۳ءکو ربوہ تشریف لے آئے۔

جناب ذبیح صاحب کے عہدِ امارت میں پہلا اہم کام یہ ہوا کہ روکوپر میں نصرت جہاں کلینک کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ ہسپتال جولائی ۱۹۷۱ء میں ایک کرایہ کی عمارت میں شروع ہوا تھا اور ۱۹۷۴ء کے آغاز تک اس سے ساٹھ ہزار مریضوں نے استفادہ کیا۔[99]

مولوی خلیل احمد صاحب مبشر مبلغ انچارج روکوپر کے قلم سے تقریب سنگ بنیاد کی رپورٹ درج ذیل کی جاتی ہے:۔

''خدا تعالیٰ کے فضل سے روکوپر (سیرالیون) میں مورخہ ۹ ؍دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار احمدیہ نصرت جہاں کے دوسرے بڑے ہسپتال کی عمارت کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب کا انعقاد ہوا۔ محترم جناب مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح امیر و مشنری انچارج سیرالیون کی ہدایات کے تحت اس تقریب کے انتظامات پہلے سے ہی شروع کر دئے گئے تھے۔ ہسپتال کی جگہ کو صاف کر کے عمارت کیلئے بنیادیں کھودی گئیں۔ (یاد رہے کہ یہ وہی جگہ ہے جو حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علی نے سیرالیون میں سب سے پہلے جنگل صاف کر کے سکول کے لئے حاصل کی تھی) اور قریب ہی دھوپ سے بچنے کے لئے ایک خوبصورت عارضی شیڈ تیار کیا گیا۔ جس میں کرسیوں کے انتظام کے علاوہ پینے کے لئے پانی کا انتظام بھی تھا۔ قریب ہی بہت سے افریقن دوستوں نے عارضی دکانیں لگا دیں جو اس کی رونق میں اضافے کا موجب ہوئیں۔

علاقہ کے معززین اور جماعتوں کو دعوتی کارڈوں کے ذریعہ دعوت دی گئی۔ جناب مقبول احمد صاحب ذبیح امیر و مشنری انچارج سیرالیون نے اس تقریب کی صدارت کے لئے آنریبل ایس۔ اے کیپے نائب وزیر زراعت مملکت جمہوریہ سیرالیون کو دعوت دی۔

قصبہ کے علاوہ کیمبیا ڈسٹرکٹ سے بھی ڈسٹرکٹ آفیسر، اسسٹنٹ آفیسر اور چیفس کے علاوہ رائس ریسرچ اسٹیشن کے افسران بالا اس تقریب میں شمولیت کیلئے تشریف لائے۔ خاص کر روکوپر قصبہ کے تمام سکولوں کے بچے اور بچیاں خوبصورت زرق برق لباسوں میں ملبوس اس تقریب میں شامل ہوئے......

امیر صاحب نے افریقہ میں جماعت احمدیہ کی اسلامی، تعلیمی، طبی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آج سے تین سال پیشتر ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے سیرالیون افریقہ

کی فلاح و بہبود کے لئے اہل افریقہ سے اس ملک میں سکول اور ہسپتال کھولنے کا وعدہ فرمایا تھا۔الحمد للہ آپ اس وعدہ کو پورا فرمار ہے ہیں۔سیرالیون میں اس سکیم کے تحت دو سیکنڈری سکول کھل چکے ہیں جو لوگوں کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔مزید برآں بواجے بو میں ایک بڑا ہسپتال زیر تعمیر ہے اور یہ دوسرا ہسپتال ہے جس کی بنیاد آج روکوپر میں رکھی جارہی ہے۔

بعدۂ مالکیہ جماعت روکوپر کے امام الحاجی جابی نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کے اس اقدام کو سراہا کہ وہ خدمت خلق کے جذبہ کے تحت افریقن اقوام کو جو طبی سہولتیں فراہم کر رہی ہے وہ بے حد قابل ستائش ہے اور ہم جماعت کے انتہائی مشکور ہیں کہ وہ آج اس چھوٹے سے قصبہ میں ہسپتال کی بنیاد رکھ رہی ہے اور ساتھ ہی امام صاحب نے ڈاکٹر صاحب موصوف کی بھی بے حد تعریف کی اور آخر پر ہاتھ اٹھا کر لوگوں سے دعا کروائی۔جابی صاحب وہی شخص ہیں جو اس احمدیہ کلینک سے چند سال پیشتر جماعت احمدیہ کے اشد ترین دشمنوں میں سے تھے اور اب نصرت جہاں سکیم کے بابرکت قیام سے اور ڈاکٹر صاحب کے حسن سلوک سے احمدیت کے بہت مداح ہیں۔

اس کے بعد جناب آنریبل کیپے نائب وزیر زراعت نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔اپنی تقریر کے دوران آپ نے اہل سیرالیون کی طرف سے جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا جو عرصہ دراز سے سیرالیون میں طبّی،تعلیمی و مذہبی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔اور ساتھ ہی پچاس لیون اپنی طرف سے اور ایک سو دس لیون لبنانی دوستوں کی طرف سے جناب امیر صاحب کی خدمت میں ہسپتال کے لئے عطیہ پیش کیا۔

آپ کے بعد روکوپر کے سیکشن چیف المامی فوڈے ٹورے نے اپنی تقریر میں ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اوائل وقت میں حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علی کو خوش آمدید کہا اور ان کے ساتھ مل کر احمدیہ مشن کو قائم کرنے میں مدد دی۔اور فرمایا کہ مولانا حاجی نذیر احمد صاحب علی کی بھرپور مساعی کے نتیجہ میں ہم اہل روکوپر آج اس خدائی عطیہ کو حاصل کر رہے ہیں۔سیکشن چیف نے جہاں جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا وہاں حکومت پاکستان کو بھی سراہا کہ جس کی بدولت جماعت احمدیہ ہمارے ملک میں مذہبی،تعلیمی اور طبی سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔ساتھ ہی ڈاکٹر سردار محمد حسن صاحب کی ان الفاظ میں تعریف کی:۔

''شفا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔نہ ہی ڈاکٹر صاحب خدا ہیں مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ یہ انسان نہیں ایک دیوتا ہیں جن کے ہاتھ میں بھی شفا ہے''۔

آخر میں ڈاکٹر سردار محمد حسن صاحب نے تمام احباب کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور ہمارے پیارے امام کی خاص دعاؤں کا اثر ہے کہ مجھ جیسے ناچیز سے ایسے مریض بھی شفایاب ہوئے جن کی شفایابی کی امید مجھے خود بھی نہ تھی۔اب تک ساٹھ ہزار سے زائد مریض اس کلینک سے فیض یاب ہوئے ہیں۔روکوپر اور اس کے حلقہ کے تمام پرائمری سکولوں کے بچوں کو مفت دوائی دی جاتی ہے اسی طرح ان سکولوں کے طلبہ و طالبات اور سٹاف کو Whooping Cough, Tetanus, Diphtheria, Smallpox کے حفاظتی ٹیکہ جات مفت لگائے گئے۔عمارت کا ماسٹر پلان پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اس عمارت میں عام طبّی سہولیات کے علاوہ ایکسرے، لیبارٹری، جدید طرز کا اپریشن تھیٹر اور قریباً پچاس مریضوں کے داخلے کا انتظام ہوگا۔اس کے ساتھ ہی زچہ و بچہ کا کلینک بھی ہوگا۔اس پلان کا اعلان سنتے ہی لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ بڑی دیر تک تالیاں بجاتے اور خوشی سے اچھلتے کودتے رہے۔

ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد محترم جناب امیر صاحب نے وہ خاص پتھر (جس پر محترم حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنے دورۂ سیرالیون کے دوران خاص دعا کی تھی) ایک لمبی پُرسوز دعا کے ساتھ نصب فرمایا۔اور ساتھ ہی عمارت کے چاروں کونوں اور سنٹر میں ایک ایک بکرا صدقہ کے طور پر ذبح کئے گئے یہ صدقات علی الترتیب ہمارے پیارے آقا (فداہ ابی و امی وروحی) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے تینوں خلفاء کی طرف سے دئے گئے۔ آخر میں امیر صاحب نے اجتماعی دعا کروائی اور اس اجتماعی دعا کے ساتھ ہی یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی۔مہمانوں کی تواضع مشروبات سے کی گئی۔اس تقریب کی خبر ریڈیو سیرالیون نے بھی تفصیلاً نشر کی اور اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔[100]

سیرالیون کے مشرقی صوبہ میں مورخہ ۱۲ تا ۱۵ دسمبر کو ایک میلہ لگا جس میں جماعت احمدیہ نے ایک بک سٹال لگایا۔میلہ کا افتتاح ۱۲ دسمبر کو سربراہ مملکت ڈاکٹر سیاکا سٹیونز کی آمد کے ساتھ ہوا۔صدر مملکت نے افتتاحی خطاب کے بعد میلہ میں مختلف شعبوں اور سٹالوں کا معاینہ کیا۔اس موقع پر آپ جماعت احمدیہ کے سٹال پر بھی آئے اور بنظر غور جماعت کے لٹریچر کو دیکھا۔چند منٹ امیر صاحب

مولوی مقبول احمد ذبیح صاحب سے گفتگو کی۔اس موقع پر امیر صاحب نے کتب کا ایک پیکٹ جس میں قرآن مجید بھی تھا صدر صاحب کو تحفۃً پیش کیا۔باقاعدہ افتتاح کے بعد ہزاروں لوگوں نے جماعت احمدیہ کے سٹال کو دیکھا اور بہت پسند کیا۔[101]

غانا

اس سال جماعت احمدیہ غانا کی سینتالیسویں سالانہ کانفرنس سالٹ پانڈ میں ۴۔۵۔۶/جنوری ۱۹۷۳ء کو اپنی روایتی شان اور جوش وخروش سے منعقد ہوئی جس میں آٹھ ہزار سے زیادہ عُشاقِ احمدیت اور دوسرے مہمان شامل ہوئے۔جلسہ گاہ میں مخلصینِ جماعت نے نوے ہزار روپے کی مالی قربانی پیش کی۔ملکی پریس اور ریڈیو پر تینوں روز کی کارروائی کا خوب چرچا ہوا۔کثیر الاشاعت اور مقبولِ عام روزناموں پائنیر، ڈیلی گرافک اور غانین ٹائمز میں کانفرنس کی خبریں چھپیں اور غانا براڈ کاسٹنگ کارپوریشن نے اپنی مختلف زبانوں کی نشریات میں اس کا خصوصی تذکرہ کیا۔

پیغام امام ہمام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس موقعہ پر ایک انقلاب انگیز پیغام سے نوازا،جس کا مکمل متن حسب ذیل ہے۔

”میرے پیارے بھائیو اور بہنو!

یہ نہایت خوشی کی بات ہے اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ جماعتہائے احمدیہ گھانا کی سینتالیسویں سالانہ کانفرنس منعقد کرنے کے لئے آپ لوگ آج یہاں جمع ہوئے ہیں اور تین دن اور راتیں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ و متشکرانہ دعاؤں اور عبادتوں میں بسر کریں گے اور خدائے بزرگ اور اس کے عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں گے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس جلسہ کو تمام تر برکات سے نوازے اور اجتماع کو نہ صرف غانا بلکہ پورے مغربی افریقہ اور برِّاعظم افریقہ کے لئے روحانی خوشیوں اور بے شمار فضلوں کا موجب بنادے۔

اس موقعہ پر میری یہ نصیحت ہے کہ آپ اپنا سارا وقت اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں اور تلاوت اور اس کے فضلوں اور رحمتوں کے حصول کے اقرار میں بسر کریں۔

یادرکھو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی خاص رحمتوں کے لئے صرف اس لئے نہیں مخصوص کیا کہ ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند نبیٔ زماں مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کے وقت میں پیدا ہوئے ہیں بلکہ ہم نے اسے پہچانا ہے اور اسے اس حیثیت سے قبول کیا ہے کہ یہ وہی موعود ہے جس کی آمد کے متعلق تمام نبیوں نے بشارت دی تھی اور اسے دیکھنے کے لئے خواہش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خود ہمارے پیارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی شدید خواہش کا اظہار فرمایا کہ آنے والے تک میرا ذاتی سلام اور آداب پہنچائے جائیں۔ پس حقیقت یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی اس عظیم عنایت کے شکر کا کبھی بھی حق ادا نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہی ہم ایک بار پھر خدا تعالیٰ کے پیار اور اس کی حمد کی حقیقی لذت حاصل کر سکتے ہیں اور آپ کے ذریعہ ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔ اس لئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو۔ اپنے دلوں کو پاک کرو اور اپنے مولیٰ کو راضی کرو...... اپنی اخلاقی حالتوں کو بہت صاف کرو۔ کینہ اور بغض اور نخوت سے پاک ہو جاؤ اور اخلاقی معجزات دنیا کو دکھلاؤ''۔ 102

پس ہمیں اس خدائی تحفہ کی قدر کرنی چاہیے اور اس خدائے برتر کی قدرت اور صداقت پر یقین رکھنا چاہیے جو ہمیشہ اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے۔ پاکیزہ زندگی کے حصول میں مسابقت کی روح پیدا کرتے ہوئے ہمیں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اپنے رب کے حضور عاجزانہ طور پر دعائیں کرتے ہوئے اپنا سب کچھ قربان کر کے اس کے فضلوں اور رحمتوں کو جذب کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کے اور آپ کی نسلوں کے ساتھ ہو اور اپنی برکات سے نوازے۔ آپ کی استعدادوں کی مکمل طور پر پرورش کرے اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے نیز اپنی رضا کے قیام کے لئے خاص ذریعہ بنائے اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے سچے روحانی فرزند بنائے (آمین)''۔

مولانا عطاء اللہ کلیم امیر جماعت ہائے احمدیہ غانا نے افتتاحی اجلاس میں یہ پیغام پڑھ کر سنایا جسے سن کر حاضرین کے چہرے سرور اور بشاشت اور ممنونیت کے جذبات سے چمک اٹھے اور پورے مجمع میں ولولہ ذوق وشوق کی ایک نئی برقی لہر دوڑ گئی۔ پیغام کے دوران سامعین پر عجیب رقت کا سماں طاری تھا اور جونہی وہ ختم ہوا پوری فضا نعروں سے گونج اٹھی۔ جلسہ کے دوسرے روز صدر مملکت کرنل آئی کے ایچیام پونگ (I.K.Acheampong) کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے غانا کے وزیر تعلیم ومعاشرت وکھیل لیفٹننٹ کرنل پی کے انکیگبے (LT. Col. Paul.K. Nkegbe) نے خطاب کیا۔

جلسہ میں نماز تہجد کا انتظام کیا گیا تھا۔ دوران جلسہ لجنہ اماء اللہ غانا کا خصوصی اجلاس بھی ہوا جس کی صدارت کے فرائض سوئٹزرلینڈ کے مخلص احمدی رفیق چانن صاحب کی بیگم صاحبہ نے ادا کئے۔ اجلاس کے آخر میں احمدی مستورات نے مشن کے لئے سات صد روپیہ کا عطیہ دیا۔ مسٹر مسعود جمال جانسٹن جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ غانا نے مشن کی کارگزاری کی سالانہ روداد پیش کی اور جماعت احمدیہ غانا کی ملک گیر تبلیغی، تنظیمی، تعلیمی اور طبی سرگرمیوں کا اعداد وشمار کے ساتھ جامع خاکہ پیش کیا۔ جلسہ میں اشانٹی، برونگ اہافو، اپر اور ایسٹرن ریجنوں کے مقامی معلمین نے اپنی اپنی سالانہ کارگزاری پر مشتمل رپورٹیں بھی سنائیں۔ مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم نے اپنے اختتامی خطاب میں احباب جماعت کو نظام الوصیت سے وابستگی اور نصرت جہاں فنڈ کے وعدوں کی ادائیگی کی پُرزور تحریک فرمائی اور ہر جگہ تعلیم القرآن کلاسیں جاری کرنے اور ہر احمدی کو نماز باترجمہ سکھانے کے انتظام کی تلقین کی۔ یہ کانفرنس ایک پُرسوز اجتماعی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔[103]

کچھ عرصہ پیشتر سویڈرو کا ایک ہیلتھ سنٹر عارضی طور پر بند کر دینا پڑا جو اس سال کے آغاز میں دوبارہ کھول دیا گیا جس پر سویڈرو کے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی چنانچہ سینٹر کے انچارج ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب نے ۲۸/جنوری ۱۹۷۳ء کے مکتوب میں مرکز کو اطلاع دی کہ:۔

''جیسے ہی مقامی ریڈیو پر ہسپتال کے کھلنے کی خبر نشر ہوئی قصبہ میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔لوگ خوشی سے سڑکوں پر ناچنے لگے اور بہت سارے لوگ مبارکباد دینے کے لئے گھر تشریف لائے۔ پہلے دن یعنی اتوار کو ۱۵مریض آئے دوسرے دن ۵۰ مریض آئے۔ تیسرے دن ۷۵ مریض آئے۔آجکل ۱۸۰ کے قریب مریض روزانہ آرہے ہیں۔دو ہفتہ کے اندر ہی دس کے دس بستر بھر گئے اس دفعہ عملہ بھی تین گنا رکھا ہے''۔[104]

سالانہ کانفرنس کے دو ماہ بعد مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب نے غانا کی تینوں ریجنوں کا وسیع پیمانہ پر تبلیغی اور تربیتی سفر کیا۔ روانگی سے قبل آپ نے یکم مارچ کو غانا کے سات ٹریننگ کالجوں اور تیرہ سیکنڈری سکولوں کے سربراہوں کو بذریعہ خطوط درخواست کی کہ میں آپ کے طلباء اور طالبات میں اسلام پر لیکچر دینے کا متمنی ہوں امید ہے تقابل مذاہب کے مطالعہ کی اہمیت کے پیش نظر آپ اس کی اجازت دیں گے۔ یہ سفر ۱۰ سے ۲۹؍مارچ ۱۹۷۳ء تک جاری رہا۔مولانا عبدالشکور صاحب مبلغ اکرا اور میر عبدالرشید صاحب تبسم ریجنل مبلغ برونگ اہافو ریجن آپ کے ہمرکاب تھے۔دورانِ سفر آپ نے احمدیہ ریجنل کانفرنس اپر ریجن میں شرکت فرمائی۔ متعدد کامیاب لیکچر دیئے اور سوالوں کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ چائرا (Chaira) کی احمدیہ مسجد کا افتتاح کیا۔نصرت جہاں سکیم سے جاری شدہ سکولوں کا معائنہ کیا۔سکولوں اور کالج لائبریریوں کو دینی کتب کے سیٹ پیش کئے۔

مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب اپنے بیس روزہ سفر کے دوران مندرجہ ذیل مقامات میں تشریف لے گئے۔۱۰؍مارچ کو ٹیچی مان میں آپ نے احمدیہ ہسپتال کے میڈیکل آفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب سے زیر تعمیر ہسپتال اور ان کی رہائش گاہ سے متعلق تبادلہ خیالات کیا۔۱۱؍مارچ کو آپ نے گورنمنٹ سیکنڈری سکول میں ''خدا کے متعلق اسلامی تصور'' کے موضوع پر تقریر کی اور سکول کی لائبریری کے لئے اسلامی لٹریچر کا سیٹ پیش کیا۔انکرنزا (Nkoranza) میں احمدیہ سیکنڈری سکول کا چارج خلیل الرحمٰن صاحب فردوسی ایم اے نے سنبھال لیا تھا جو اس سے قبل نصرت جہاں گرلز اکیڈیمی وا (Wa) میں متعین تھے۔۱۲؍مارچ کو مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم کا انکرنزا ٹریننگ کالج میں ''اسلام'' پر لیکچر ہوا۔ یہاں بھی انہوں نے دینی کتابوں کا سیٹ لائبریری کے لئے پیش کیا۔

۱۴؍مارچ کو مولوی صاحب موصوف نے ونچی (Wenchi) میتھوڈسٹ سیکنڈری سکول میں اسلام ہی کے موضوع پر خطاب کیا اور اسلامی لٹریچر تحفةً دیا۔آپ نے چونکہ اجلاس کے آخر میں یہ بتا

دیا تھا کہ ان کے پاس انگریزی ترجمہ قرآن کریم کے نسخے برائے فروخت موجود ہیں اس لئے مسلم طلباء کے علاوہ بعض عیسائی طلباء بلکہ عیسائی ممبران سٹاف اور خود ہیڈ ماسٹر صاحب نے نسخے خریدے۔ نسخوں کی فروخت کے دوران مولوی عبدالشکور صاحب اور میر عبدالرشید صاحب تبسم اسلام اور عیسائیت کے بارے میں جواب دینے میں مصروف رہے۔ وا (Wa) میں ۱۵ تا ۱۷/ مارچ حسب دستور اپر ریجن کی جماعتوں کی سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم، مولوی عبدالشکور صاحب، میر عبدالرشید صاحب تبسم اور محمد عبداللطیف صاحب شاہد ایم اے استاد نصرت جہاں گرلز اکیڈمی کی تقریریں ہوئیں۔ اس علاقہ کے مخلص احباب اور خواتین تینوں دن پورے جذبہ اخلاص و ذوق وشوق سے شامل جلسہ رہے اور مالی قربانی میں تمام دیگر ریجنوں کی ریجنل کانفرنسوں کی مالی قربانی سے بہت آگے بڑھ گئے بلکہ تمام جماعتہائے احمدیہ کی سالانہ کانفرنس (منعقدہ ۱۹۷۳ء) کے معیار کے بہت قریب پہنچ گئے۔ کیونکہ جہاں سالانہ کانفرنس پر تمام جماعتہائے احمدیہ غانا کے نمائندگان نے گیارہ ہزار چار صد سیڈیز کے لگ بھگ قربانی پیش کی تھی وہاں اپر ریجن کی جماعتوں نے اس ریجنل کانفرنس کے موقع پر نو ہزار سیڈیز پیش کر کے قربانیوں کی ایک عمدہ مثال قائم کر دکھائی۔ ریجنل کانفرنس کے پروگرام میں ہر سال ایک رات نو بجے شام سے چار بجے سحری تک تبلیغی جلسہ کیا جاتا تھا چنانچہ اس سال بھی اس شبانہ اجلاس کا انعقاد ہوا۔ ۱۵ اور ۱۸/ مارچ کے دن بہت مصروفیت میں گذرے کیونکہ مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم نے ۱۵/ مارچ کو وا ٹریننگ کالج و سیکنڈری سکول کے طلباء اور اسٹاف میں اسلام کے موضوع پر لیکچر دیا اور بعض سوالوں کے جوابات بھی دئے۔ بقیہ جوابات ۱۸/ مارچ کی نشست میں دیئے گئے اور کالج کی لائبریری کے لئے اسلامی کتب کا سیٹ پیش کیا۔ کالج کی مسلم سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن کے ساتھ علیحدہ میٹنگ ہوئی اور دو نسخے ترجمہ قرآن کے تحفۃً دیئے گئے۔ اسی روز شام ساڑھے سات بجے وا (Wa) کے کیتھولک سیکنڈری سکول کے طلباء اور ممبران سٹاف میں (جس کی اکثریت یورپین اور امریکن عیسائیوں پر مشتمل تھی) مولوی صاحب کا اسلام کے موضوع پر لیکچر ہوا اور سوالوں کے جوابات دیئے گئے۔

انکرنزا میں مولوی عبدالشکور صاحب اور میر عبدالرشید صاحب تبسم نے نصرت جہاں اکیڈیمی کے حسابات زکیہ لطیف صاحبہ ایم اے ہیڈ مسٹریس اکیڈیمی اور ان کے خاوند محمد عبداللطیف صاحب شاہد ایم اے کے ساتھ چیک کئے اور ضروری ہدایات دیں۔ دونوں مبلّغین نے اکیڈیمی کی زیر تعمیر نئی

عمارت کا معائنہ بھی کیا۔ ۱۹؍مارچ کو مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم اور مولوی عبدالشکور صاحب نے اکیڈمی کی طالبات اور ممبران سٹاف سے خطاب کیا اور انہیں ان کی ذمہ داریوں خصوصاً نظام کی پابندی کی طرف توجہ دلائی۔

۱۹؍مارچ کو مبلغین کا یہ قافلہ لاوُرا(Lawra) میں پہنچا جہاں مولوی عطاء اللہ صاحب نے گورنمنٹ سیکنڈری سکول میں تقریر کی اور سوالوں کے جوابات دینے کے علاوہ سکول کی لائبریری کو اسلامی لٹریچر بھی دیا۔تقریر کے بعد متعدد طلباء و طالبات نے انگریزی ترجمہ قرآن کے نسخے خریدے۔ اس دوران مولوی عبدالشکور صاحب سوالات کے جوابات دیتے رہے۔

۲۰؍مارچ کو مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب نے جیراپا(Jirapa) میں کیتھولک سیکنڈری سکول کے وسیع ہال میں طلباء اور ممبران سٹاف میں (جو اکثر و بیشتر یورپین اور امریکن تجربہ کار اساتذہ پر مشتمل تھا) حسب دستور اسلام پر تقریر کی اور بعد ازاں سوالوں کے جوابات دیئے۔تقریر کے بعد مسلم طلباء نے انگریزی ترجمہ قرآن خریدا۔اس موقع پر مولوی عبدالشکور صاحب عیسائی طلبہ اور ممبران سٹاف کے جواب میں مصروف رہے۔

اسی دن مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب نے جیراپا میں علاقہ کے ایک پیراماؤنٹ چیف (سابق پارلیمنٹ ممبر) سے ملاقات کر کے جماعتی امور پر گفتگو کی بعد ازاں کیتھولک سیکنڈری سکول کی طالبات اور ممبران سٹاف تک بذریعہ لیکچر اسلام کا پیغام پہنچایا۔سوالوں کے جوابات دیئے اور ہیڈ مسٹریس کو اسلامی کتب کا سیٹ پیش کیا۔تقریر کے بعد ۲۵ مسلم طالبات نے انگریزی ترجمہ قرآن کے نسخے خریدے۔مولوی صاحب موصوف پانصد نسخے انگریزی ترجمہ کے اپنے ساتھ لائے تھے جن میں سے دس کے سوا سب یہاں سکولوں میں ختم ہو گئے۔تاہم آپ نے بعد کے سکولوں اور کالجوں کے لئے تین سو نسخوں کا انتظام مولوی ناصر احمد صاحب ریجنل مبلغ شمالی ریجن کے ذریعہ کرلیا۔

۲۱؍مارچ کو قصبہ ٹومو(Tumu) کے کالج میں مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم نے پرنسپل کے زیر صدارت اسلام پر تقریر کی اور سوالوں کے جوابات دیئے نیز کالج کی لائبریری کے لئے اسلامی لٹریچر کی پیشکش کی۔ٹومو کے بعد نورنگو(Navrongo) (۲۱؍مارچ) بلگاٹانگا(Bolgatanga)، باکو (Bawku)(۲۴؍مارچ) پسی گا(Pusiga)۔نلریگو(Nalerigu) (۲۵؍مارچ) میں اسی طرح مختلف کالجوں اور سکولوں میں اسلام کی منادی کرتے ہوئے آپ مع مبلغین ٹمالے (Tamale)

پہنچے۔ یہاں آپ نے سہ روزہ قیام کے دوران احباب جماعت کو مختلف تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی۔ احمدیہ پرائمری سکول کا معائنہ کیا۔ آخری کلاس کا دینیات میں ٹیسٹ لیا اور ہیڈ ٹیچر کو ضروری ہدایات دیں علاوہ ازیں غانا کالج اور گورنمنٹ سیکنڈری سکول میں لیکچر دیئے۔ گورنمنٹ سکول میں آپ کی تقریر کا عنوان تھا ''مسیح قرآن میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بائبل میں''۔ یہ عنوان سکول کے مسلم سٹاف نے تجویز کیا تھا دونوں اداروں میں حسب معمول آپ نے سوالوں کے جوابات دیئے اور ان کی لائبریریوں کے لئے اسلامی لٹریچر کا تحفہ پیش کیا۔ ٹمالے کے بعد آپ لاماشیگو (Lamashegu) پہنچے اور احباب جماعت میں تربیتی تقریر کی۔

۲۸/ مارچ کو بعد ازاں آپ قصبہ سالاگا آ گئے اور نصرت جہاں سکیم کے تحت جاری سکول کی مستقل عمارت کی زمین کا معائنہ کیا اور اس کی جلد تعمیر کے لئے تاکید کی۔ سالاگا اور اس کے ماحول میں قبل ازیں کوئی سیکنڈری سکول نہیں تھا اور مسلم طلباء کو حصول تعلیم میں بہت مشکلات درپیش تھیں۔ جماعت احمدیہ نے محض مسلمانوں کی تعلیم کی خاطر اُسے جاری کیا اُن دنوں محمد اشرف صاحب واقف زندگی ٹیچر اس سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ عبدالواحد داؤد صاحب (ربوہ سے شہادۃ الاجانب کی ڈگری پانے والے) عربی اور دینیات پڑھانے کا فریضہ بجالا رہے تھے۔ اس کامیاب و تربیتی دورہ کا آخری مقام آسوکورے (Asokore) اشانٹی تھا جہاں آپ اسی روز پہنچے اور احمدیہ ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب اور احمدیہ سیکنڈری سکول کے ہیڈ ماسٹر مبارک احمد صاحب ایم ایس سی سے ملاقات کی۔ اگلے روز آپ نے نماز فجر کے بعد جماعت کو بعض تربیتی امور کی طرف متوجہ کیا۔ ۲۹/ مارچ کو آپ واپس اکرا آئے اور پھر اکرا سے ۳۰/ مارچ کو اپنے مرکزی مقام سالٹ پانڈ میں واپس پہنچ گئے۔[105]

۱۰/ اپریل ۱۹۷۳ء کو احمدیہ ہسپتال اسکورے کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس موقع پر لیفٹنٹ کرنل بیڈو (LT. Col. E. A. Baidoo) نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جماعت احمدیہ نے غانا میں مختصر سی مدت میں ہماری قوم کی ترقی کے لئے شاندار کارنامے انجام دئے ہیں۔ مثال کے طور پر تعلیمی میدان کو ہی لیجئے اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے کہ تعلیم ہی قوم کو بنا سکتی ہے جماعت نے بے شمار پرائمری اور مڈل سکول کھولنے کے علاوہ ملک کے طول وعرض میں ۱۶ سیکنڈری سکول جاری کر رکھے ہیں ان میں سے بیشتر سکول دو تین

سالوں میں کھولے گئے ہیں یہ جماعت احمدیہ کا شاندار اور قابل تعریف کام ہے جس پر مَیں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ نیز جماعت احمدیہ تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کے علاوہ عوام کی صحت کو بہتر بنانے کے پروگرام پر بھی عمل کر رہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ جماعت نے جو عظیم الشان طبی پروگرام بنایا ہے اس کا ایک حصہ اسکورے احمدیہ ہسپتال کی شکل میں ہمارے سامنے ہے جو آج سے دوسال قبل کرایہ کی عمارت میں شروع کیا گیا تھا اور اب اس کی شہرت ملک بھر میں پھیل چکی ہے جس کے لئے یہ ثبوت کافی ہے کہ ہر ماہ یہاں ایک سو کامیاب اپریشن ہوتے رہے ہیں اور اب یہ نیا ہسپتال جو تین لاکھ سڈی کے خرچ سے تیار ہوگا غانا اور اس کے اردگرد کے ممالک کے عوام کی طبی خدمت بہتر رنگ میں بجالائے گا۔اس کارنامہ کے ذریعہ جماعت احمدیہ نے اپنے ایمان کہ ''خدا پر ایمان لانے کے بعد صفائی اور صحت کا نمبر آتا ہے'' پر عمل کر کے دکھا دیا ہے کہ روحانی صحت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کا بھی انتظام کرنا ضروری ہے۔

مختصر یہ کہ گورنمنٹ اور احمدیہ مشن ایک ہی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں کہ عوام کی روحانی اور جسمانی بہبود کو کمال تک پہنچایا جائے۔ پس یہ خوشی کی بات ہے کہ احمدیہ جماعت کی نیک خواہشات گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق ہیں اور قومی ترقیاتی پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے عوام کی صحت کا معیار بلند کرنے کی کوشش جاری ہے۔

میں حکومت کی طرف سے جماعت احمدیہ کا ان کی قوم کی خاطر بے لوث خدمات پر گہرے جذبات تشکر کا اظہار کرتا ہوں۔ گورنمنٹ کو اس بات پر فخر ہے کہ جماعت احمدیہ اس قومی جہاد میں حصہ لے رہی ہے جس کا مقصد غانا میں ایک ایسے سوشل معاشرہ کا قیام ہے جس میں ہر فرد کی آزادی اور خوشحالی کی ضمانت دی جائے گی۔''[106]

۲۳رمئی کو سالا گا سکول کے مباحثہ اور ادبی سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک مباحثہ منعقد ہوا جس میں قرارداد تھی ''ہمیں غانا میں درآمدات بند کر دینا چاہیئے''۔ مہمان خصوصی و منصف اعلیٰ مسٹر جے۔ اوچرے کانڈووا ٹاؤن پلاننگ آفیسر سالا گا تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں طلباء کی مدلّل اور پُر جوش تقاریر کو بے حد سراہا۔

۳۱رمئی کو سکول میں سالانہ کھیلیں ہوئیں جن میں طلباء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔۱۳رجون کو سکول کے ہال میں تقسیم انعامات کی پہلی سالانہ تقریب منعقد ہوئی۔ مہمان خصوصی سالا گا کے میڈیکل آفیسر

ڈاکٹر جے بی کے آلوتی تھے جنہوں نے دوران سال امتیازی حیثیت حاصل کرنے والے طلباء کو انعامات دیئے اور بعدازاں خطاب سے نوازا۔

آخر میں معزز مہمان نے پرنسپل صاحب کا پُر جوش طریق سے شکریہ ادا کیا۔اسکول کے پرنسپل چوہدری محمد اشرف صاحب نے اپنے مختصر سے خطاب میں طلباء کی مناسب تعلیم اور تربیت پر زور دیا اور کہا کہ اسکولوں میں طلباء کو ایسی تعلیم ملنی چاہیے جس سے وہ اعلیٰ کردار کے مالک بن سکیں اور ہر لحاظ سے معاشرے میں ایک اچھا مقام پیدا کر سکیں۔آخر میں انہوں نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔[107]

۶ جولائی ۱۹۷۳ء کو غانا کے امیر مولانا عطاءاللہ کلیم صاحب نے احمدیہ ہسپتال سویڈرو کے آؤٹ ڈور بلاک کا عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ سنگ بنیاد رکھا۔سینکڑوں افراد نے اس تقریب میں شمولیت کی۔جماعت غانا کے پریذیڈنٹ ممتاز آرتھر صاحب نے اس موقع پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا غانا میں ڈاکٹروں اور ٹیچروں کی بے لوث خدمت پر دلی شکریہ ادا کیا۔اس بلڈنگ میں ۲۵ بستروں کی گنجائش رکھی گئی۔[108]

ڈاکٹر سیّد غلام مجتبیٰ صاحب اسکورے میں احمدیہ ہسپتال کے انچارج تھے۔ڈاکٹر صاحب کی شاندار طبی خدمات سے متاثر ہوکر مقامی کونسل نے سیدنا خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں لکھا کہ انہیں آسوکورے میں مزید کچھ عرصہ قیام کی اجازت دی جائے نیز ۵راگست ۱۹۷۳ء کو ایک جشن منایا گیا اور ایک خاص دربار منعقد ہوا جس میں ریجنل کمشنر، نارتھ ریجنل کمشنر غانا، بڑے بڑے پیراماؤنٹ چیف اور غانا کے مختلف شہروں کے سربرآوردہ لوگ شامل ہوئے۔اس موقع پر ڈاکٹر صاحب موصوف کو اسکورے کے آنریری شہری ہونے کا اعزاز دیا گیا۔[109]

فجی

الحاج مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری انچارج فجی مشن اور مولانا غلام احمد صاحب فرخ نے اس سال اشاعت قرآن کی مہم کی طرف خصوصی توجہ دی اور قلبی ولسانی جہاد میں سرگرم عمل رہے۔شہر صوا اور ناندی بالترتیب ان کے مرکز تھے۔

ماہ جنوری ۱۹۷۳ء میں مشن کی طرف سے ایک خوبصورت تبلیغی کیلنڈر ہزار کی تعداد میں شائع کیا

گیا جو ملک بھر میں مقبول ہوا اور مخلصین جماعت نے کئی کئی درجن خرید کر اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور زیر تبلیغ احباب کو پیش کیا۔

ماسٹر مبارک احمد صاحب آف ربوہ ٹیچر ناندی کالج نے ایک ماہ وقف کر کے صوا کی مرکزی احمدیہ لائبریری کی ہزاروں کتب کی مضامین وار فہرستیں تیار کیں اور لائبریری کا نیا رجسٹر بنایا۔ نیز سلسلہ احمدیہ کے مرکزی اخبارات و رسائل کو تاریخ وار کیا۔ وہ جماعتی کاموں، جلسوں اور درسوں میں بھی مولوی محمد صدیق صاحب کے ساتھ شامل رہے۔ مولوی صاحب موصوف نے فجی کی بندرگاہ کے جہازوں میں سینکڑوں کی تعداد میں اسلامی لٹریچر اور پمفلٹ تقسیم کئے۔ اسی طرح سرکاری اداروں میں بھی۔ اس خدمت میں درگاہی صاحب نے خصوصی معاونت کی اور دلچسپی سے یہ فریضہ ادا کیا۔[110]

۱۰؍جنوری ۱۹۷۳ء کو جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے وزیراعلیٰ جزائر ٹونگا سے گرینڈ پیسیفک ہوٹل صووا میں ملاقات کی اور قرآن مجید پیش کیا۔[111]

۱۹۷۳ء کے شروع میں انگریز گورنر جنرل کے ریٹائر ہونے پر فجی کے اصل باشندوں میں سے ایک ممتاز پیراماؤنٹ چیف اور سابق نائب وزیراعلیٰ راتو سر جارج کاکوباؤ گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ ۱۵؍فروری ۱۹۷۳ء کو مولوی محمد صدیق صاحب کی سرکردگی میں جماعت احمدیہ فجی کے ایک وفد نے نئے گورنر جنرل سے ملاقات کی۔ مولوی صاحب نے ان کی خدمت میں ایک تبلیغی ایڈریس پڑھا اور قرآن کریم اور دیگر اسلامی لٹریچر کی پیشکش کی۔ گورنر جنرل نے اس روحانی تحفہ کا شکریہ ادا کیا اور جوابی ایڈریس میں فرمایا:۔

''الحاج صدیق، معزز بھائیو! آج کی یہ تقریب میرے لئے اپنے رنگ میں ایک نئی تقریب ہے۔ پہلے کبھی کسی مذہبی سوسائٹی کی طرف سے ایسے طور پر میری عزت افزائی اور اس طرح کھلے طور پر اور محبت کے جذبہ سے لبریز تبلیغ نہیں کی گئی۔ نہ میرے گورنر جنرل بننے سے پہلے نہ بعد میں اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے خیال بھی نہیں تھا کہ آپ نے اس قسم کی اہم مذہبی تقریب کے لئے مجھ سے ملاقات طلب کی ہے۔ میرے لئے ایسی نوعیت کی یہ پہلی تقریب ہے اور آپ کے مشن کے علاوہ اور کوئی مذہبی سوسائٹی یا مشن اب تک مجھے اس طرح مبارکباد دینے کے لئے نہیں آئی اس لئے مَیں آپ کی ان نیک تمناؤں اور دعاؤں کی قدر کرتا ہوا لیڈی آدی وینیانا اور اپنی طرف سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری زندگی کے اس اہم موڑ پر میرے پاس تشریف لا کر اپنی مذہبی روایات کے

مطابق خوشی کا اظہار کیا اور میری اور ملک کی کامیابی کے لئے دعائیں کی ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آپ نے اپنے مذہب کی مقدس کتاب اور دوسرے ضروری لٹریچر جیسے بینظیر تحائف سے بھی مجھے نوازا ہے جو کہ اب ہمیشہ ہماری لائبریری کی اہم کتب میں شمار ہوں گے اور ہم ان سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ آپ نے قرآن کریم کا ہماری مادری زبان فجیئن یا کاویتی زبان میں ترجمہ کرانے کا جو اہم کام کیا ہے ہمارے لئے بڑی خوشی کا موجب ہے۔‘‘ اس تقریب کی باتصویر خبریں مقامی اخبارات میں اشاعت پذیر ہوئیں۔112

۲۷رفروری کو مولوی غلام احمد صاحب فرخ کی تقریر بعنوان ’’امن عالم اور اسلام‘‘ فجی ریڈیو سے نشر ہوئی۔113 ۲۲راپریل کو مولوی محمد صدیق صاحب نے لٹوکا مسجد کا افتتاح کیا۔ خدا کے اس گھر کی تعمیر میں ماسٹر محمد حسین صاحب نے بڑی محنت سے دن رات کام کیا۔114 جماعت احمدیہ کا ایک وفد مولوی محمد صدیق صاحب کی قیادت میں فجی کے وزیراعلیٰ آنریبل سر راتو کامی سیسے مارا سے ملا۔ مولوی صاحب نے ایڈریس پیش کرنے کے بعد انہیں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی طرف سے آپ کا انگریزی ترجمہ قرآن اور دیگر اسلامی لٹریچر پیش کیا۔ نیز فجی کے سیلاب زدگان کے لئے جماعت احمدیہ فجی کی طرف سے آٹھ سو ڈالر کا چیک دیا۔ مولوی غلام احمد صاحب فرخ نے بھی اس موقع پر بعض اہم دینی کتب تحفۃً دیں۔115

مولوی غلام احمد فرخ صاحب نے جنوری تا اپریل ۱۹۷۳ء کی رپورٹ میں لکھا کہ اس دوران ۱۵ جلسے منعقد کئے گئے۔ ان میں حاضرین کی اکثریت غیر مسلم افراد کی تھی۔ ان جلسوں میں حاضرین کو سوالات کرنے کا بھی موقع دیا گیا جن کے تسلی بخش جوابات دئے گئے۔ تبلیغی جلسوں کے علاوہ تربیتی اجتماعات بھی منعقد کئے جاتے رہے جس میں احمدی مرد اور مستورات شامل ہوتے رہے۔ مولوی محمد صدیق صاحب کو ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کی اہمیت اور حکمت پر اور مولوی غلام احمد فرخ صاحب کو دو مرتبہ ریڈیو پر تقریر کرنے کا موقع ملا۔ ۱۹راپریل کو مسجد احمدیہ ناندی میں جلسہ سیرت النبی ﷺ منایا گیا جس میں غیر از جماعت احباب نے بھی شرکت کی۔ تقاریر میں حضور ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔

فجی میں Peace Corps کے نام پر امریکہ اور آسٹریلیا سے آئے بارہ افراد کو جماعت احمدیہ سے متعارف کرایا گیا۔ اور لٹریچر تحفۃً پیش کیا گیا۔ فروری میں سناتن دھرم والوں نے اپنا سالانہ جلسہ کیا

جس میں مولوی محمد صدیق صاحب نے اسلام کی پر حکمت تعلیم کے موضوع پر تقریر کی اور لٹریچر تقسیم کیا۔
عرصہ زیر رپورٹ میں قریباً ۳۰۰۰/افراد تک احمدیت کا پیغام پہنچا اور ۱۸/افراد نے بیعت کی۔[116]

اس سال جماعت احمدیہ فجی کی طرف سے مندرجہ ذیل شخصیات کو بھی قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر پیش کیا گیا:۔

ہائی کمشنر آسٹریلیا مقیم فجی (۱۶/اگست ۱۹۷۳ء)، ہائی کمشنر برائے نیوزی لینڈ (۶/ستمبر ۱۹۷۳ء)، آنریبل ٹوپاٹامیسے وزیراعلیٰ جزائر مغربی ساموا (۱۴/ستمبر ۱۹۷۳ء)، آنریبل البرٹ ہنری وزیراعظم جزائر کوک (۱۵/ستمبر ۱۹۷۳ء)

مولوی محمد صدیق صاحب کا بیان ہے کہ (آنریبل البرٹ ہنری) نے شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنے ملک کے دلچسپ حالات سنائے اور ہمارے استقبالیہ پر کہنے لگے کہ میرا ملک سو فیصدی عیسائی ہے جس کے آئین کی رو سے کسی غیر عیسائی کو وہاں تبلیغ کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ میرے ذاتی مہمان کے طور پر وہاں ضرور تشریف لائیں مجھے خوشی ہوگی۔ کاش آئین میں تبدیلی کرنا میرے ذاتی اختیار میں ہوتا اور میں آپ کو وہاں اسلام جیسے عظیم مذہب کی تبلیغ کرنے کی اجازت دے سکتا۔

مشن کی طرف سے ۱۹۷۳ء میں صووا کے مندرجہ ذیل مشہور ہوٹلوں یا دوسرے اداروں کی لائبریریوں اور رہائشی کمروں میں قرآن مجید انگریزی کے نسخے رکھوائے گئے۔ گرینڈ پیسیفک ہوٹل، ٹریولاج ہوٹل، سی ویو ہوٹل، ایمبیسیڈر ہوٹل، لائبریری بہائی مشن، مہمان خانہ ہندو تبلیغی مشن ناصوری، پیسیفک یونیورسٹی۔[117]

مولانا غلام احمد فرخ صاحب نے اگست تا نومبر کی رپورٹ میں لکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد کے مطابق ۵۰۰ قرآن کریم مترجم انگریزی ربوہ سے منگوائے گئے۔ اور تین بڑے ہوٹلوں یعنی گرینڈ پیسیفک ہوٹل، ٹریولاج ہوٹل اور گیٹ وے ہوٹل میں رکھوائے گئے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ریڈیو فجی پر دو تقاریر کیں۔ ایک تقریر کا عنوان جنگ عظیم اور زار روس کا حال زار تھا۔ دوسری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت رسول کریم ﷺ سے تھا۔

وزیر اعظم پاکستان نے سیلاب ریلیف فنڈ کی جو تحریک فرمائی تھی اس کے مطابق فجی میں گورنمنٹ سے اجازت لے کر فنڈ جمع کیا گیا۔ چنانچہ ۴۶۵ ڈالر کی رقم جمع کر کے پاکستان ہائی کمشنر متعینہ کینبرا

(آسٹریلیا) کو بھجوائی گئی۔اس عرصہ میں متعدد اجتماعات منعقد کر کے احباب جماعت اور غیر از جماعت افراد سے خطاب کا موقع ملا۔ایک اجتماع فجی ویسٹرن سائیڈ میں ویری کے مقام پر کیا گیا۔ جس کا اہتمام ایک غیر از جماعت دوست نے کیا۔اس موقع پر اسلامی ارکان اور عقائد احمدیت کی صداقت پر روشنی ڈالی گئی۔ایک تقریر ناندی کالج میں کی گئی۔جس میں اسلام کی خوبیاں اور روزوں کی فلاسفی بیان کی گئی۔اس کالج میں ۷۰۰ طلباء اور اساتذہ نے دلچسپی سے لیکچر سنا۔لٹوکا میں ایک احمدی دوست نے اجتماع کا انتظام کیا۔اس موقع پر متعدد غیر از جماعت افراد نے بھی شرکت کی۔ان کو احمدیت کی تعلیم سے روشناس کرایا گیا۔ریڈیو فجی میں نئے سال کے پروگرام کے سلسلہ میں احباب جماعت کا ایک وفد براڈ کاسٹنگ ایڈوائزری کمیشن کے ممبران سے الگ الگ ملاقات کے لئے گیا۔اور ان کو اپنی جماعت کے عقائد اور مساعی سے روشناس کرایا اور قرآن کریم انگریزی اور دیگر لٹریچر دیا۔عرصہ زیر رپورٹ کے مطابق ۷/افراد نے احمدیت قبول کی۔[118]

اکتوبر ۱۹۷۳ء میں مولوی محمد صدیق صاحب کی ایران کے ایک بہائی مبلّغ کے ساتھ دلچسپ اور معلومات افروز گفتگو ہوئی۔جس میں قرآن کی شان ابدیت، دو عورتوں کی گواہی میں حکمت، صنف نازک اور مالی معاملات نیز بہائی کیلنڈر کے انیس مہینے زیر موضوع رہے۔[119]

۲۵/اکتوبر ۱۹۷۳ء کو ایک مختصر تقریب میں صووا کے ٹریڈ ونڈز ہوٹل میں رکھے جانے کے لئے قرآن کریم کے ۱۱۶ نسخے ہوٹل کے مینیجر صاحب کو پیش کئے گئے۔اسی طرح ناندی میں مولانا غلام احمد فرخ صاحب نے وہاں کے ایک بڑے ہوٹل گیٹ وے میں ایک سو سے زائد نسخے ہوٹل کے مینیجر کو دئے۔[120]

گیمبیا

چوہدری محمد شریف صاحب جو سالہا سال سے انچارج مشن کے فرائض بجا لا رہے تھے ۹/ اگست ۱۹۷۳ء کو واپس ربوہ تشریف لے آئے اور مشن کا چارج حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب نے سنبھال لیا۔آپ ربوہ سے گیمبیا کے لئے ۳۰/جولائی ۱۹۷۳ء کو روانہ ہوئے تھے۔اس سلسلہ میں ’’گیمبیا نیوز بلیٹن‘‘ (مورخہ ۱۸/اگست ۱۹۷۳ء) نے حسب ذیل نوٹ شائع کیا۔

’’مقامی احمدیہ جماعت کے لئے ایک نئے امیر کا تقرر کیا جا چکا ہے۔آپ حافظ بشیر الدین

عبیداللہ صاحب ہیں جو کہ عربی کے پروفیسر ہیں اور تبلیغی میدان میں خاصا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔امید ہے کہ آپ ۲۳/اگست سے مشن کا چارج سنبھال لیں گے۔ ہوائی اڈہ پر بانجل (باتھرسٹ) کی جماعت آپ کا استقبال کرے گی۔گیمبیا میں تقرری سے قبل آپ نے ماریشس اور سیرالیون میں تبلیغ کے میدان میں کام کیا ہے۔

یہ نئے امیر،مکرم چوہدری محمد شریف صاحب کی جگہ کام کرنے آئے ہیں۔مکرم چوہدری صاحب موصوف اب گیمبیا سے روانہ ہو چکے ہیں۔ایک الوداعی تقریب کے موقع پر جو مکرم چوہدری صاحب موصوف کے اعزاز میں منعقد کی گئی تھی مقررین نے مکرم چوہدری صاحب کی نہایت مخلصانہ اور بے لوث خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ایک مقرر نے فرمایا کہ مکرم چوہدری صاحب موصوف نے جماعت کی ہر جہت سے توسیع کے سلسلہ میں قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔آغاز تو بالکل معمولی حالات میں کیا تھا لیکن کامیابیاں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی عطا فرمائیں۔

اس وقت جماعت تعلیم اور طب میں بہت کام کر رہی ہے۔اس سلسلہ میں بہت زیادہ کامیابی ہوئی ہے اور یہ کامیابی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم چوہدری محمد شریف صاحب کے حصہ میں آئی ہے۔

ان تمام تقاریر کے جواب میں مکرم چوہدری صاحب موصوف نے تمام احباب کا شکریہ ادا کیا خاص طور پر تمام ان دوستوں کا جنہوں نے ان کے گیمبیا میں قیام کے دوران ان سے تعاون کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ اس قیام کو کبھی فراموش نہ کرسکیں گے۔آپ نے اپنی تقریر کے اختتام پر تمام اہالیانِ ملک کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر لحاظ سے فراخی عطا فرمائے۔آمین''۔[121]

گیمبیا کے وزیر صحت کی احمدیہ سکول میں آمد

۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ آنریبل خلیل سنگھاٹے (Kalilu Singhateh) وزیرِ صحت مملکتِ گیمبیا نے احمدیہ سکول کا معائنہ فرمایا۔ان کے ہمراہ دو پارلیمانی سیکرٹری بھی آئے۔نصرت ہائی سکول گیمبیا کے پرنسپل مکرم نسیم احمد صاحب نے معزز مہمانوں کو سکول کی مختصر تاریخ بتائی اور حافظ بشیر الدین عبیداللہ صاحب نے ان کو سکول کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا جس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ خلیل سنگھاٹے صاحب کو کلاسوں میں بھی لے جایا گیا۔آپ نے سکول کی وزیٹرز بک (Visitors Book) پر یہ الفاظ تحریر کئے۔''Highly Impressed'' (بے حد متاثر ہوا ہوں)۔[122]

ماریشس

مولوی محمد اسلم قریشی صاحب نے جزائر سیشلز کے وزیر اعلیٰ آنریبل جیمز منشم کو ۲۵ جنوری کو سٹی ہال پورٹ لوئس میں قرآن کریم کا تحفہ پیش کیا۔ آپ ۴؍مارچ ۱۹۷۳ء کو ماریشس سے روانہ ہو کر ۲۸؍مارچ ۱۹۷۳ء کو مرکز احمدیت میں تشریف لے آئے اور مشن کے فرائض مولوی صدیق احمد صاحب منور نے سنبھال لئے۔ روانگی سے قبل قریشی صاحب نے ایک ماریشین مخلص احمدی کے ساتھ مڈغاسکر کا دورہ کیا۔ آپ کی مراجعتِ پاکستان کے معاً بعد ماریشس کے طول وعرض میں جلسہ یومِ مسیح موعود کی تقریبات منعقد ہوئیں۔ سب سے بڑا جلسہ روز ہل میں ہوا جس سے بھائی ابوبکر یعقوب صاحب سابق پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ماریشس اور اس وقت کے پریذیڈنٹ حیات علی صاحب اور مولوی صدیق احمد صاحب منور نے خطاب کیا۔ ۲۴۔۲۵؍مارچ کو مجلس خدام الاحمدیہ پائی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر آپ نے ''خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے جماعتی چندوں میں اضافہ اور نصرت جہاں ریزروفنڈ کی وصولی کی طرف بھی توجہ دی جس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ اُن دنوں جماعت احمدیہ ماریشس کے زیرِ انتظام آٹھ تعلیمی مدارس جاری تھے۔ آپ اُن کی نگرانی کرنے کے علاوہ احمدیہ کالج میں اسلامک کلچر کا مضمون بھی پڑھاتے رہے۔

مارچ میں حکومت ماریشس کی طرف سے دعوت آنے پر آپ مختلف تقریبات میں شامل ہوئے۔ سب سے بڑی تقریب یومِ آزادی (۱۲؍مارچ) کی تھی جس کے دوران آپ نے کئی شخصیات سے ملاقات کی۔ ایک تقریب میں ماریشس میں مقیم برطانوی سفیر تک پیغام احمدیت پہنچایا۔ ایک موقع پر ہز ایکسی لینسی گورنر جنرل آف ماریشس نے مختلف جماعتوں اور مذاہب کے نمائندوں کو ڈنر پر مدعو کیا جس کے دوران آپ نے سیشلز (Seychelles) اور مڈغاسکر کے پادریوں سے تبادلہ خیالات کیا۔ ۲۷ مارچ کو پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی ایک تقریب میں شرکت کی اور کئی مشہور شخصیات سے ملاقات کا موقع ملا اور بشپ آف ماریشس سے تعارف ہوا۔ اس ماہ مشن کی طرف سے مڈغاسکر میں پہلے سے زیادہ لٹریچر کی ترسیل شروع کر دی گئی۔[123]

ماریشس میں افریقی ممالک کی ایک عظیم تنظیم کی کانفرنس کا انعقاد

۲۵؍اپریل سے ۵ مئی تک ماریشس میں ایک عظیم کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس میں

OCAM تنظیم کے چودہ فرانسیسی بولنے والے افریقن ممالک کے نمائندگان وزراء خارجہ اور صدران نے شرکت کی۔تنظیم کے مندرجہ ذیل ممالک ممبر ہیں ۔ ڈھومی (بینن) ، چاڈ، ٹوگو، کانگو، آئیوری کوسٹ، مڈغاسکر، ہاوٹ وولٹا (بورکینا فاسو) ، نائیجیریا، کیمرون، روانڈا، سینیگال، گوبون (Gabon)، ماریشس،سنٹرل افریقن ریپبلک۔اس کانفرنس کا افتتاحی اجلاس مورخہ ۲۵ اپریل کو ہوا جس میں مکرم مولوی صدیق احمد منور مبلغ انچارج ماریشس کو بھی شرکت کا موقع ملا۔اس کانفرنس میں بین الاقوامی تنظیمات U.N.O، E.E.C اور یونٹی آف افریقن نیشنز کے نمائندگان نے شرکت کی اس طرح دیگر ممالک کے پریس اور ٹی وی کے نمائندگان نے بھی اس عظیم کانفرنس میں شرکت کی۔

افتتاحی اجلاس کے بعد ایک استقبالیہ پارٹی بھی منعقد ہوئی۔جس میں مولوی صدیق احمد منور صاحب نے نمائندگان سے ملاقات کی اور افریقہ میں احمدیت کے موضوع پر روشنی ڈالی۔Chad کے وزیر خارجہ عربی زبان سے اچھی طرح واقف تھے ان سے دیر تک احمدیت کے بارہ میں گفتگو ہوتی رہی۔اس استقبالیہ میں سویڈن کے پانچ افراد کو تفصیل کے ساتھ احمدیت کے متعلق معلومات فراہم کی گئیں۔اور جماعت کے سویڈن مشن کا تذکرہ بھی کیا گیا۔

یکم مئی کو صدران ممالک یا ان کے نمائندگان کی کانفرنس ہوئی۔اس کے دو اجلاس منعقد ہوئے جن میں بھی مولانا صدیق منور صاحب نے شرکت کی۔اور کئی نمائندگان کو احمدیت سے متعارف کرایا۔ افریقن ممالک کے باہمی اتحاد سے متعلق ایک تنظیم کے نمائندہ سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔

یکم مئی کو چاڈ کے وزیر خارجہ سے ان کی رہائش گاہ Trou-aux Biches کے ہوٹل میں مولانا صاحب نے ملاقات کی۔آپ کے ساتھ لوکل مبلغ ابوبکر یعقوب صاحب بھی تھے۔دیر تک فرنچ اور عربی زبان میں اسلام اور احمدیت اور مسلمانان عالم کے بارہ میں باتیں ہوئیں۔مکرم ابوبکر یعقوب صاحب نے پہلے سے تیار شدہ فرنچ زبان میں ایڈریس پڑھا جس میں جملہ مہمانوں کو خوش آمدید کہا گیا تھا۔اس کے علاوہ وزیر موصوف کی خدمت میں جماعتی لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔وزیر موصوف نے جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں کو سراہا۔اس کے علاوہ مسٹر فلیلو کین (M.Falilou Kane) جنرل سیکرٹری OCAM کے ساتھ بھی ملاقات کا موقع ملتا رہا اور ایک ملاقات کے دوران انہیں جماعتی لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔جس میں اسلام کا اقتصادی نظام کا فرنچ ترجمہ اور افریقہ سپیکس کی ایک کاپی

پیش کی گئی۔اس ملاقات کے دوران جماعت احمدیہ افریقہ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے مغربی افریقہ کے دورہ کے متعلق بھی ذکر ہوا۔

۵مئی کو عزیز تیجو (ممبر سنٹرل کمیٹی) کو ساتھ لے کر معزز مہمانوں کی رہائش گاہ میں پہنچا اور بشمول وزیر اعظم حکومت ماریشس پانچ صدران ممالک اور ۹ وزراء خارجہ کی خدمت میں مطبوعہ استقبالیہ ایڈریس اور ایک ایک کاپی افریقہ سپیکس کی پیش کی گئی۔

۵مئی کو مولوی صدیق احمد منور صاحب نے وزیر خارجہ آئیوری کوسٹ اور سینیگال کے صدر Senghor کی خدمت میں قرآن مجید کے قیمتی تحفے بعض افسران کے ذریعہ ارسال کئے۔ جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا۔

OCAM کے آخری اجلاس کے بعد مولانا صدیق احمد منور صاحب نے اس تنظیم کے صدر اور سینیگال کے پریذیڈنٹ Senghor سے ملاقات کی اور تحفہ کے ارسال کا ذکر کیا۔انہوں نے جواباً فرمایا کہ جماعت احمدیہ ماریشس کا قیمتی تحفہ موصول ہوگیا ہے۔میں اس قیمتی تحفہ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں اور تحریری طور پر شکریہ کا خط سینیگال سے ارسال کروں گا۔

غرض مکرم مولانا صاحب کو جملہ تقریبات میں جماعت کی نمائندگی کی توفیق ملی اور کثیر التعداد احباب تک جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچایا گیا۔[124]

یکم جولائی کو ماریشس میں عظیم الشان رنگ میں یوم التبلیغ منایا گیا۔اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے جماعتوں میں سرکلر خطوط کے ذریعہ یوم التبلیغ کی اہمیت واضح کی گئی۔ یوم التبلیغ کے روز صبح ساڑھے آٹھ بجے سے لیکر گیارہ بجے تک روز ہل کے احباب مشن ہاؤس کے دفتر سے کتب حاصل کرتے رہے۔ پھر انہیں گروپوں کی صورت میں مختلف مقامات پر بھیجا گیا۔اس موقع پر بعض غیر احمدی دوستوں نے اپنی کاریں رضا کارانہ طور پر پیش کیا۔کثرت سے عیسائیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کو احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا۔[125]

اس سال جماعت احمدیہ ماریشس کی سالانہ کانفرنس پورے جوش اور جذبہ کے ساتھ مسجد دارالسلام روز ہل میں ۲۲۔۲۳ستمبر ۱۹۷۳ء کو منعقد ہوئی۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے حنیف جواہر صاحب کی صدارت میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور ممبران کمیٹی کو مختلف شعبہ جات کا ناظم بنا دیا گیا۔انہوں نے سب جماعتوں میں چھوٹے پیمانے پر جلسے بھی کئے جن میں احباب جماعت کو سیدنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلسہ سالانہ کی برکات واہمیت سے متعلق ارشادات پڑھ کر سنائے گئے۔ مسجد دارالسلام کو روغن کر دیا گیا نیز رنگا رنگ کی جھنڈیوں اور بجلی کے قمقموں سے سجا دیا گیا جس سے پوری جلسہ گاہ کا منظر بہت جاذب نظر اور دلکش ہو گیا۔

ماریشس ریڈیو اور ٹی وی سے اردو، فرانسیسی اور انگریزی خبروں میں جلسہ کی خبر دو روز قبل نشر ہو گئی۔ ان کوششوں میں خدا نے ایسی برکت بخشی کہ اس سال گذشتہ سالوں کے مقابل پہلے اجلاس میں ہی جلسہ کی حاضری غیر معمولی بڑھ گئی۔ کل حاضرین پونے دو ہزار کے لگ بھگ ہوں گے۔ کانفرنس کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انگلستان سے حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا:۔

پیغام امام ہمام

''عزیزم مکرم مولوی صدیق احمد منور صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جماعت ماریشس کے جلسہ سالانہ کو کامیاب فرمائے اور آپ اور تمام احباب جماعت کا حافظ وناصر ہو۔ میری طرف سے تمام احباب کو السلام علیکم کہیں۔''

والسلام

خاکسار

مرزا ناصر احمد

مولوی صدیق احمد صاحب منور نے یہ پیغام افتتاحی اجلاس میں پڑھ کر سنایا۔ اپنے آقا کا محبت بھرا پیغام سن کر احباب جماعت کے چہروں پر خوشی اور مسرت کے اثرات نمایاں تھے۔ کانفرنس کے تین اجلاس ہوئے جن میں مولوی صدیق احمد صاحب منور کے علاوہ حسب ذیل مقررین کی تقاریر ہوئیں:۔

مبارک رمضان صاحب (سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم)، عبدالحمید زیاد علی صاحب (ربوہ اور قادیان کی زیارت)، منصور امیر الدین صاحب (ہمارے نوجوان اور ان کی ذمہ داریاں)، آدم محراب صاحب لوکل مبلّغ (غیر ممکن کو یہ ممکن سے بدل دیتی ہے)، حیات علی صاحب صدر جماعت ماریشس (انسانی پیدائش کی غرض وغایت)، پروفیسر رشید حسین صاحب (سیدنا حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات)، حسن رمضان صاحب (درود شریف)، قاسم نور علی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی متوکلانہ زندگی)، احمد ید اللہ بھنّو صاحب (فلسفہ حیات آخرت)، عبدالستار سوکیہ صاحب (قرآن مجید کے عجائبات)، حنیف جواہر صاحب (انسانی اخلاق)۔مولوی صدیق احمد صاحب منور نے آخری اجلاس میں ظہورِ مہدی کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ایامِ جلسہ میں نمازِ تہجد اور درس قرآن و حدیث کا انتظام کیا گیا۔مشن کی طرف سے اس روحانی اجتماع پر ایک خوبصورت اور باتصویر مجلّہ شائع ہوا جو عالمگیر جماعت احمدیہ کی تبلیغی وتربیتی سرگرمیوں کا آئینہ دار تھا۔کانفرنس کے آخر میں جملہ حاضرینِ جلسہ کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔کھانے کی تقسیم پر باقاعدہ رضا کاروں کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔مستورات کے لئے کھانے کا الگ انتظام تھا۔اس دعوتِ عام میں غیر احمدی معززین بھی مدعو تھے۔[126]

نائیجیریا

مولوی محمد اجمل صاحب شاہد امیر ومبلّغ انچارج نائیجیریا مشن تحریر کرتے ہیں کہ ماہ جنوری ۱۹۷۳ء کے آخر میں شمالی نائیجیریا کے دورہ کا پروگرام بنایا گیا۔نائیجیریا کے شمالی علاقہ میں اکثریت مسلمان آبادی کی ہے جو عموماً ہاؤسا قبائل پر مشتمل ہے۔اس علاقہ میں جماعتیں کم ہیں لیکن تمام ملک میں شمال کی سیاسی اہمیت دیگر علاقوں کی نسبت زیادہ ہے نیز تین احمدیہ سکول اور ایک کلینک شمالی علاقہ میں واقع ہیں جن کی وجہ سے جماعت اس علاقہ میں کافی مؤثر رنگ میں متعارف ہے۔اس دورہ میں مکرم منصور احمد خان صاحب بھی خاکسار کے ہمراہ رہے۔

دورہ کی ابتداء منا (Minna) سے کی گئی جو نارتھ ویسٹرن سٹیٹ میں واقع ہے اور ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے۔اس جگہ نصرت جہاں سکیم کے تحت احمدیہ سیکنڈری سکول کھولا گیا تھا جو اَب حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ہمارے اساتذہ اس سکول میں اُسی حیثیت سے حسب سابق کام کر رہے ہیں۔یہاں کچھ مقامی اور دیگر علاقوں سے آئے ہوئے افراد پر مشتمل ایک مختصر جماعت ہے جو خدا کے فضل سے پورے جوش سے جماعتی کاموں میں حصہ لیتی ہے۔دورانِ قیام جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی اور آئندہ کے بارے میں مختصراً ہدایات دیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے اپنی مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا ہے جو عنقریب مکمل ہو جائے گا۔اسی طرح شہر کے کچھ معززین سے بھی ملاقات کی گئی نیز سکول کے متفرق مسائل اور امور کو طے کیا گیا۔

مِنا کے بعد کانو کا دورہ کیا گیا جو کانو سٹیٹ کا دارالحکومت ہے۔ یہ جگہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ تمام نارتھ کے علاقہ پر اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ احمدیہ سیکنڈری سکول اور احمدیہ کلینک یہاں قائم ہیں۔

احمدیہ کلینک جو مکرم ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کی زیرنگرانی نہایت کامیابی سے کام کررہا ہے۔ اب مزید وسیع کیا جارہا ہے۔ چنانچہ کلینک کے ساتھ ایک وسیع بلاک کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا ہے جس میں مریضوں کو باقاعدہ داخلہ دے کر علاج کیا جائے گا۔

احمدیہ سیکنڈری سکول کانو جس کے پرنسپل مکرم پروفیسر رفیق احمد صاحب ثاقب ہیں اپنے چوتھے سال میں داخل ہو گیا ہے۔ مکرم ثاقب صاحب نے دیگر سٹاف کے تعاون سے باوجود بہت سی پیش آمدہ مشکلات اور روکوں کے نہایت حسنِ انتظام سے سکول کو ترقی دی ہے اور سکول کے بہت محدود وسائل میں اسے بہترین رنگ میں چلا رہے ہیں۔

سکول کی مستقل عمارت کی تعمیر کے لئے زمین کے حصول کی کوشش ہو رہی ہے۔ معاملہ اب تقریباً آخری مراحل پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

کانو میں عبداللہ بائروکالج کی لائبریری میں اور شعبہ اسلامیات کی لائبریری میں قرآن مجید اور اسلام پر عربی اور انگریزی کتب کے سیٹ دئے گئے۔

کانو میں ایک بڑی اور فعال جماعت ہے۔ مکرم منیر احمد صاحب عارف جماعتی تربیت اور تبلیغی کام میں مصروف ہیں۔ دورانِ قیام خاکسار نے جماعت کی مجلس عاملہ کا اجلاس بلایا جس میں تمام جماعتی عہدیداروں سے ان کے متعلقہ شعبوں کے بارے میں رپورٹ لی گئی اور جماعتی کاموں کا عمومی جائزہ لیا گیا۔ نیز آئندہ کے متعلق ان کو ہدایات دی گئیں۔ خطبہ جمعہ کے دوران تمام جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور جماعتی کاموں کو تیز تر کرنے کے بارے میں تلقین کی۔

اسی طرح خدام الاحمدیہ کا ایک علیحدہ اجلاس بلایا گیا جس میں خدام کے متفرق شعبوں کا تعارف کرایا اور ان کو اس بارے میں معیّن پروگرام بنانے کی ہدایات دیں۔ محمد اجمل شاہد صاحب کے علاوہ منصور احمد خان صاحب نے بھی خدام کو خطاب کیا اور انہیں خدام الاحمدیہ کی غرض وغایت کے بارے میں بتایا۔ خدا کے فضل سے یہاں کی مجلس کارکردگی کے لحاظ سے خدام الاحمدیہ کی اچھی مجالس میں شمار ہوتی ہے۔

کانو کے قیام کے دوران جماعتی رابطہ وتعارف کو بڑھانے کے لئے محمد اجمل شاہد صاحب نے

کانوسٹیٹ کے تین کمشنروں سے ملاقات کی چنانچہ مکرم منیر احمد صاحب عارف کے ہمراہ کمشنر برائے تعلیم الحاجی ماتماسولے انفارمیشن کمشنر اور الحاجی تانکویا کاسائی فنانس کمشنر سے ملاقات کی گئی اور ان کو عموماً جماعت کی تعلیمی اور طبّی خدمات اور قرآن کریم کی اشاعت کے بارے میں پروگرام سے متعارف کرایا گیا۔ نیز کانوسکول کے مسائل کے بارے میں بھی ان کو آگاہ کیا۔ جملہ کمشنر صاحبان نے جماعت کے ترقیاتی اور فلاحی پروگراموں کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت کے تعاون کا یقین دلایا۔

کانو سے مکرم منیر احمد صاحب عارف کے ہمراہ محمد اجمل شاہد صاحب نے گساؤ اور سوکوٹو کا دورہ کیا۔ گساؤ میں نصرت جہاں سکیم کے تحت سیکنڈری سکول کھولا گیا تھا جس کے لئے باقاعدہ عمارت کی تعمیر کی گئی تھی۔ جملہ سکول اب حکومت نے اپنی تحویل میں لے لئے ہیں اور اس سکول کو حکومت نے Girls College میں بدل دیا ہے اور سکول کے سٹاف کو حکومتی سروس میں ضم کر کے اس علاقہ کے مختلف سکولوں میں تعینات کیا گیا ہے۔

سوکوٹو (Sokoto) نارتھ ویسٹرن سٹیٹ کا دارالحکومت ہے۔ یہاں کا اہم پروگرام ملٹری گورنر جناب عثمان فاروق سے ملاقات کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سکولوں کے حکومتی تحویل میں لئے جانے سے متعلق ایک خاص پیغام پہنچانا تھا۔ حکومت نے اس فیصلہ کا اعلان کیا تھا کہ وہ اُن تمام سکولوں کے پروپرائٹرز کو جنہیں حکومت نے اپنی تحویل میں لیا ہے سکولوں کی عمارت وغیرہ کا مبادلہ ادا کرے گی۔ اس ضمن میں گورنر سے ملاقات کا وقت مقرر کر کے خاکسار نے مکرم منیر احمد صاحب عارف، مکرم منصور احمد خان صاحب اور مکرم چوہدری حمید احمد صاحب کے ہمراہ ملٹری گورنر سے ملاقات کی اور انہیں حضور انور کا یہ پیغام پہنچایا کہ جماعت احمدیہ نے اس سٹیٹ میں دو سکول حضور کے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے جو آپ نے اپنے دورہ میں فرمایا تھا کھولے تھے اور ان سکولوں کو کھولنے سے محض خدمت اور حکومت کی امداد مقصود تھی۔ سو اَب جبکہ حکومت نے تمام سکول اپنی تحویل میں لے لئے ہیں ہم حکومت کے اقدام کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ہر قسم کے تعاون کی پیشکش کرتے ہیں۔ پروپرائٹرز کو حکومت کی طرف سے مبادلہ دیئے جانے کے بارہ میں ہمارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اوّل ہماری طرف سے کسی مبادلہ کا مطالبہ نہیں لیکن اگر حکومت عمومی اصول کو روا رکھتے ہوئے مبادلہ ادا کرے گی تو اسے کسی اَور فلاحی کام پر خرچ کر کے اسی طرح سٹیٹ کو واپس کر دیا جائے گا۔ گورنر صاحب موصوف نے جماعت کے اس اقدام کے لئے دلی شکریہ ادا کیا اور انہوں نے

حکومتی اقدام کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت نے یہ اقدام پبلک کے وسیع تر مفاد کی خاطر کیا ہے اوراس کے لئے جماعت احمدیہ کی طرف سے اس تعاون کے لئے مَیں شکر گزار ہوں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ پیشکش صرف ہماری جماعت کی طرف سے کی گئی اور دیگر عیسائی مشنری سکولوں کی طرف سے حکومت کو مبادلہ کے لئے زرکثیر کے مطالبات کئے گئے ہیں حکومت کے لئے ایک مسئلہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اس لحاظ سے جماعت کی پیشکش بہت اہمیت کی حامل ہے چنانچہ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس خبر کو اسی روز پریس، ریڈیو اور ٹیلیویژن نے نمایاں طور پر نشر کر دیا۔ جماعت کے اس فیاضانہ اقدام کو تمام نائیجیریا میں بہت سراہا گیا کہ جماعت کا یہ اقدام اس کی بےلوث خدمت کا آئینہ دار ہے۔ گورنر صاحب کے ملٹری سیکرٹری سے بھی ملاقات کی گئی اور جماعت سے ان کے تعاون کا شکریہ ادا کیا گیا۔

سوکوٹو (Sokoto) میں قیام کے دوران سلطان جو کہ سوکوٹو کے Natural Ruler ہیں، سے ملاقات کی گئی۔ یہ اپنی روایتی اور مذہبی حیثیت کی وجہ سے پبلک میں بہت اہمیت اور اثر و نفوذ کے حامل ہیں۔ نیز شمالی علاقہ میں ایک نئی جماعت ''جماعت نصر الاسلام'' جس کو مذہبی و سیاسی حیثیت حاصل ہے کے صدر ہیں۔ اس جماعت کے ایک عنصر نے ملک کے مختلف حصوں میں احمدیت کی مخالفت کی مہم بذریعہ تحریر و تقریر شروع کی ہے۔ جس میں کچھ ہند و پاک سے آئے ہوئے افراد کا ہاتھ زیادہ نمایاں ہے۔ دوسری طرف سلطان نے بحیثیت صدر جماعت نصر الاسلام یہ اعلان کیا ہے کہ ہم مسلمانوں میں باہمی فرقہ وارانہ مخالفت کی حوصلہ افزائی نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس ضمن میں خاکسار نے سلطان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اس اعلان کی موجودگی میں اس جماعت کے ایک عنصر کی طرف سے جو احمدیت کی مخالفت حقائق کو مسخ کر کے کی جا رہی ہے اس کے لئے ہم سلطان کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ سلطان نے اس معاملہ میں تفتیش کرنے کا وعدہ کیا۔ اس ملاقات میں سلطان کو خاکسار نے قرآن کریم انگریزی کے نسخہ کا ہدیہ پیش کیا جس کے لئے انہوں نے شکریہ کا اظہار فرمایا۔ سوکوٹو میں سلطان کے وزیر اور دیگر عہدیداروں کو بھی قرآن کریم کے نسخے پیش کئے گئے۔

اس دورہ میں خاکسار نے جناب احمد وسو کا کمشنر فار جسٹس نارتھ ویسٹرن سٹیٹ سے ملاقات کی۔ ان کی شخصیت ایک لحاظ سے جماعتی اہمیت کی حامل ہے۔ انہوں نے کچھ عرصہ قبل احمدیہ سکول گساؤ میں جلسہ تقسیم انعامات کی تقریب میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی تھی اور وہاں انہوں نے اس

بات کا اظہار کیا کہ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم غانا میں احمدیہ سکول میں حاصل کی اور اس کے بعد نائیجیریا میں ایک لمبے عرصہ تک مولانا حکیم فضل الرحمٰن صاحب مشنری انچارج نائیجیریا کے ساتھ منسلک رہے نیز انہوں نے اس بات کا انکشاف کیا کہ وہ اس وقت احمدیت میں داخل ہوئے اور اب تک وہ خود کو احمدی ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ملاقات کے دوران انہوں نے یہ تمام واقعات خود بیان کئے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ سلطان آف سوکوٹو کے داماد ہیں یہ ملاقات اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت مفید رہی۔

سوکوٹو سے خاکسار (محمد اجمل شاہد) نے کانو واپس آکر جوس (Jos) اور بکورو کا دورہ کیا۔ جوس Benue Plateu State کا دارالحکومت ہے۔ یہاں سے چھ میل کے فاصلہ پر بکورو (Bukuru) ایک بڑا قصبہ ہے جہاں احمدیہ کلینک قائم کیا گیا ہے جسے ڈاکٹر منور احمد صاحب چلا رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے ڈاکٹر منور احمد صاحب کی محنت کے نتیجہ میں کلینک ترقی کر رہا ہے۔ اب اس کی مستقل عمارت کے لئے زمین کے حصول کی کوشش ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

جوس میں باقاعدہ مسجد احمدیہ مقامی جماعت نے مسلسل سعی و کوشش سے تعمیر کی ہے۔ یہاں جماعت کی مجلس عاملہ کا اجلاس بلا کر ان کو ضروری ہدایات دیں نیز انہیں تمام شعبوں کا کام تفصیل سے سمجھایا گیا۔ اس کے بعد مختصراً جماعتی، تنظیمی اور مذہبی سوالات کے جواب دئے۔

لیگوس میں سنٹرل مسجد کی از سرِ نو تعمیر کے منصوبہ کے علاوہ نائیجیریا میں قائم جماعتوں کو مضبوط بنیاد پر قائم کرنے کیلئے اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہر جماعت اپنی مسجد تعمیر کرنے کی کوشش کرے چنانچہ اس سہ ماہی میں پانچ مختلف جماعتوں میں مساجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(ا) Ikirun:۔ یہ ویسٹرن سٹیٹ میں واقع ایک بڑا قصبہ ہے۔ یہاں کی جماعت نے سنگِ بنیاد کی تقریب باقاعدہ اہتمام سے منعقد کی جس میں غیر از جماعت افراد نے بھی کثرت سے شرکت کی۔ خاکسار نے حاضرین کو مختصراً مسجد کی اہمیت اور جماعت کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد دو اَور تبلیغی تقاریر ہوئیں اور باقاعدہ مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ تقریب کے بعد خاکسار نے شہر کے چیف سے بھی ملاقات کی۔

(۲) Ilemou:۔ یہ ایک چھوٹا گاؤں ہے جس میں قلیل جماعت ہے جن کو گاؤں کے چیف نے مسجد کے لئے جگہ دی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گاؤں میں مسجد کی بنیاد رکھی۔ خاکسار نے اس

تقریب میں بھی شرکت کی اور اس کے بعد گاؤں کے چیف سے ملاقات کی اور زمین کے عطیہ کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

(۳)Ede:۔اس جماعت کو بھی شہر کے چیف نے مسجد کے لئے زمین دی ہے۔مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب میں بھی چیف نے شرکت کی۔ نیز مکرم مولوی روشن دین صاحب بھی اس میں شریک ہوئے۔انہوں نے حاضرین کو جماعت کا تعارف کرایا اور اس کے بعد شہر کے چیف نے اپنی تقریر میں جماعتی خدمات کی تعریف کی۔خاص طور پر تعلیمی میدان میں جماعت کی خدمات کو انہوں نے سراہا۔

(۴)Minna:۔ نارتھ کے دورہ کے دوران مِنا میں جہاں نصرت جہاں سکیم کے تحت سکول جاری کیا گیا تھا مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ یہاں ایک قلیل جماعت ہے جنہوں نے اَنتھک کوشش سے مسجد کے لئے پلاٹ حاصل کیا اور سنگِ بنیاد کی تقریب پورے اہتمام سے منعقد کی جس میں شہر کے معززین، متفرق مساجد کے امام، گورنمنٹ آفیسرز نے بھی شرکت کی اور ڈویژنل سیکرٹری تقریب کی صدارت کے لئے تشریف لائے۔تقریب میں خاکسار نے جماعتی تعارف کے علاوہ حاضرین کو بتایا کہ یہ مسجد گو جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام تعمیر ہوگی لیکن مسجد کے دروازے تمام فرقوں کے لئے کھلے ہیں حتی کہ اُن غیر مسلموں کے لئے بھی اس میں عبادت کی اجازت ہے جو خدائے واحد کی پرستش کرنا چاہتے ہیں۔

ڈویژنل سیکرٹری نے اپنے خطاب میں جماعت احمدیہ کی مساعی کی تعریف کی اور مسجد کے جلد تعمیر ہونے کے لئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

(۵) ایبے کوٹا (Abeokuta):۔ایبے کوٹا ویسٹرن سٹیٹ کا ایک بڑا شہر ہے اور یہاں ایک چھوٹی جماعت ہے۔ یہاں آجکل مولوی مجید احمد صاحب سیالکوٹی بحیثیت مشنری متعیّن ہیں۔ان کی مساعی کے نتیجہ میں جماعتی سرگرمیاں پہلے سے بڑھ گئی ہیں۔ چنانچہ پہلے سے تعمیر شدہ ایک عارضی مسجد کی جگہ پر ایک مستقل اور وسیع مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔تقریب میں شہر کے معززین اور قریبی جماعتوں کے افراد نے بھی شرکت کی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی بھرپور مساعی کے نتیجہ میں یہ تقریب پورے اہتمام سے منعقد ہوئی۔

اشاعتِ قرآن کریم کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی جاری کردہ تحریک کے مطابق اشاعت قرآن کریم کے کام کو وسیع کیا جارہا ہے۔ چنانچہ افرادِ جماعت پبلک اہمیت کے مقامات پر

قرآن کریم کے نسخے رکھوانے کے لئے عطیہ جات پیش کر رہے ہیں۔خدا کے فضل سے پچھلے سال کے آخر میں دو بڑے ہوٹلوں یعنی دی پریمئر ہوٹل ابادان اور فیڈرل پیلس ہوٹل لیگوس کے تمام رہائشی کمروں میں بالترتیب یکصد اور دوصد کاپیاں رکھوائی جا چکی ہیں۔اس سہ ماہی میں دو مزید مقامات پر قرآن کریم رکھوایا گیا۔

بگوڈا لیک ہوٹل کانوسٹیٹ میں بگوڈا لیک کے کنارے حکومت نے تعمیر کیا ہے۔یہ ۱۲۰ Sets پر مشتمل ہے۔بیرون ملک سے آنے والے سیاحوں کے ٹھہرنے کے لئے ایک خوبصورت جگہ ہے۔ اس کی انتظامیہ کے چیئرمین سٹیٹ کے فنانس کمشنر الحاجی تانکویا کاسائی ہیں۔چنانچہ ایک مختصر تقریب میں جس میں جماعت کے کچھ افراد بھی موجود تھے قرآن کریم کی ۱۲۰ کاپیاں فنانس کمشنر کی خدمت میں پیش کی گئیں۔اس تقریب میں باقاعدہ پریس کے نمائندگان نے شرکت کی۔خاکسار نے اس میں جماعت احمدیہ کی اشاعت قرآن کریم کے متعلق پروگرام کا تعارف کرایا اور خصوصیت سے اس بات کا ذکر کیا کہ ایک طویل عرصہ سے ان جگہوں میں بائبل کو مخصوص مقام حاصل رہا ہے لیکن اب جماعت احمدیہ کے پروگرام کے تحت ان تمام جگہوں میں قرآن کریم کی کاپیاں پہنچا دی جائیں گی تا کہ مسلمانوں کی ایک مذہبی ضرورت کو پورا کیا جا سکے۔فنانس کمشنر نے اپنی جوابی تقریر میں جماعت احمدیہ کے اس پروگرام کا خیر مقدم کیا اور قرآن کریم کے ہدیہ کے لئے انہوں نے احمدیہ مشن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس بات کا یقین دلایا کہ قرآن کریم کو پوری احتیاط کے ساتھ ہر کمرہ میں رکھا جائے گا۔ اس کی خبر سٹیٹ کے بلیٹن اور اخبارات میں نمایاں طور پر شائع ہوئی۔

یونیورسٹی آف ابادان کے گیسٹ ہاؤس میں جو ۸۰ کمروں پر مشتمل ہے اور یونیورسٹی میں آنے والے پروفیسروں اور ریسرچ سکالروں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔انتظامیہ سے رابطہ قائم کر کے قرآن کریم کے ۸۰ نسخے پیش کئے گئے تا کہ تمام رہائشی کمروں میں رکھے جا سکیں۔گیسٹ ہاؤس کے مینیجر نے مشن کی اس پیشکش کا شکریہ ادا کیا۔قرآن مجید کی پیشکش کی خبر اور فوٹو اخبارات میں شائع ہوئے۔

ایک لمبے عرصہ سے قرآن کریم کا ساؤتھ کی لوکل زبان ''یوروبا'' میں ترجمہ تیار کیا جا رہا تھا۔ ترجمہ کی تیاری کے بعد اس کی آخری چیکنگ اور نظر ثانی ایک مخلص احمدی دوست ڈاکٹر بالوگن کر رہے تھے جو اَب خدا کے فضل سے مکمل ہو چکی ہے۔چنانچہ ترجمہ کی اشاعت کے لئے مسودہ ابادان یونیورسٹی پریس کو دے دیا گیا ہے۔

’اسلامی اصول کی فلاسفی‘ کا ہاؤسا ترجمہ مکمل اور نظرثانی ہوکر پریس میں دے دیا گیا ہے اور پریس نے مکمل کتاب کے پروف تصحیح کے لئے ارسال کر دیئے ہیں جن کی مکمل چیکنگ اور تصحیح کے بعد پریس میں دیدیا گیا ہے۔اب اس کی اشاعت کا کام آخری مراحل پر ہے۔

اس عرصہ میں قرآن کریم کی دعاؤں پر مشتمل ایک کتابچہ تیار کیا گیا جس میں دعاؤں کی Transliteration اور Translation بھی ساتھ دی گئی۔

اخبار ٹروتھ مکرم منصور احمد خان صاحب کی زیرِ نگرانی باقاعدگی سے ہفتہ وار شائع ہو رہا ہے۔اخبار کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے۔جماعتی خبروں کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات، حضور انور کے خطبات اور دیگر علمی و دینی موضوعات پر مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

اس سہ ماہی میں ہمارے لوکل اور پاکستان سے آئے ہوئے مبلغین تبلیغ کے فریضہ میں مصروف رہے۔مولوی روشن دین صاحب نے ویسٹرن سٹیٹ میں Ondo سرکٹ کا وسیع پیمانہ پر دورہ کیا اور پبلک لیکچرز اور انفرادی ملاقاتوں کے ذریعہ لوگوں کو پیغامِ حق پہنچایا۔مولوی مجید احمد صاحب نے اپنے کوٹا سرکٹ کے تمام مشنوں کا دورہ کیا اور مختلف مشنوں میں پبلک لیکچر دئے۔نیز مختلف مذہبی علماء سے بھی رابطہ قائم کر کے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔مولوی منیر احمد صاحب عارف نارتھ کے علاقہ میں تقسیم لٹریچر اور انفرادی ملاقاتوں کے ذریعہ تبلیغ کے کام میں مصروف رہے۔اس وقت تقریباً پچیس لوکل مشنریز پوری تندہی سے متفرق علاقوں میں تبلیغ کے کام میں مصروف ہیں۔اس سہ ماہی میں ریڈیو کے پروگرام کے مطابق منصور احمد خان صاحب نے ایک خطبہ جمعہ دیا جسے نائیجیرین براڈکاسٹنگ کارپوریشن کی طرف سے نشر کیا گیا۔خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سہ ماہی میں ۱۷۵ افراد سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔الحمدللہ۔[127]

جماعت احمدیہ نے ممالک افریقہ میں اپنے خرچ سے بیسیوں تعلیمی ادارہ جات قائم کئے۔امسال نائیجیریا کی حکومت نے وہاں کے سکولوں کو سرکاری تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا اور جو سکول مشنری تنظیموں کی طرف سے قائم کئے گئے تھے ان کا معاوضہ دینے کی پیشکش کی۔عیسائی مشنز نے اپنے قائم کردہ سکولوں کا بڑھ چڑھ کر معاوضہ لینے کا مطالبہ کیا مگر جماعت احمدیہ نے حکومت نائیجیریا کو پیشکش کی کہ وہ اپنے سکولوں کا کوئی معاوضہ نہیں لے گی۔اس بات کا وہاں کے عوام اور حکومت پر بہت اچھا اثر ہوا۔چنانچہ نائیجیریا کے مشہور اخبار نیو نائیجیرین نے اپنی اشاعت ۸ فروری ۱۹۷۳ء میں لکھا:۔

''احمدیہ مشن نائیجیریا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنے ان سکولوں کا جن کو گورنمنٹ اپنی تحویل میں لے رہی ہے معاوضہ نہیں لے گا تا کہ حکومت معاوضہ کی اس رقم کو فلاح و بہبود کے دیگر کاموں میں خرچ کر سکے۔ان خیالات کا اظہار احمدیہ مسلم مشن نائیجیریا کے مبلغ انچارج جناب محمد اجمل صاحب شاہد نے سٹیٹ کے گورنر اسسٹنٹ کمشنر پولیس عثمان فاروق سے سکوٹو میں دوران ملاقات کیا۔مشنری انچارج صاحب نے حکومت کے اس اقدام کا خیر مقدم کیا کہ وہ سکولوں کو قومی تحویل میں لے رہی ہے۔انہوں نے جماعت احمدیہ کی طرف سے حکومت کے رفاہی کاموں خصوصاً تعلیمی میدان میں اور عوام کے لئے ہسپتال اور کلینک کھولنے کے لئے جماعت کی طرف سے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔منا اور گوساؤ میں گورنمنٹ نے جو سکول اپنی تحویل میں لئے ہیں وہ جماعت احمدیہ کے پہلے سکول تھے۔محمد اجمل صاحب شاہد مشنری انچارج نائیجیریا نے گورنر صاحب کو بتایا کہ انہوں نے اپنی تنظیم کی طرف سے قرآنی تعلیمات کو سارے ملک میں پھیلانے کے لئے ایک خاص مہم شروع کی ہے اور اس کا عوام پر بہت اچھا اثر ہوا ہے۔بعد ازاں گورنر صاحب نے وضاحت کی کہ سکولوں کو قومی تحویل میں لینے کی سکیم فیڈرل حکومت کی طرف سے ہے اور یہ اقدام اس لئے کیا جا رہا ہے تا کہ سکولوں کی حالت کو بہتر بنایا جا سکے اور تعلیمی نظام کو اور اچھا کیا جا سکے۔''[128]

مڈویسٹ سٹیٹ کے دارالحکومت بینن میں ۱۹۷۳ء کے شروع میں نائیجیریا حکومت نے ایک نیا ہوٹل 'بینڈل ہوٹل' تعمیر کرایا تھا۔۱۶/اپریل ۱۹۷۳ء کو مولوی محمد اجمل صاحب شاہد نے اس ہوٹل کے لئے سٹیٹ کے اٹارنی جنرل و کمشنر آف جسٹس چیف جے ایم اوڈوچی کو قرآن کریم کا مبارک تحفہ پیش کیا۔اس موقع پر شکیل احمد صاحب منیر اور جماعت احمدیہ نائیجیریا کے بعض دیگر مخلصین کے علاوہ مینیجر ہوٹل اور بعض سرکاری افسران بھی موجود تھے۔مولوی محمد اجمل صاحب شاہد نے جماعت احمدیہ اور اس کی اشاعتِ قرآن کی مبارک مہم سے متعلق ایک مختصر ایڈریس پیش کیا۔کمشنر صاحب موصوف نے اس عظیم الشان تحفہ پر جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا۔مشہور اخبار ''نائیجیرین آبزرور'' (Nigerian Observer) میں اس تقریب کی باتصویر خبر شائع ہوئی۔

جماعت احمدیہ نائیجیریا کی سالانہ مجلس شوریٰ ۲۱۔۲۲/اپریل ۱۹۷۳ء کو لیگوس کی مرکزی احمدیہ مسجد میں منعقد ہوئی۔صدارت کے فرائض مولوی محمد اجمل صاحب شاہد نے انجام دیئے۔مرکزی سیکرٹری جنرل الحاج احمد رفاعی اوٹولے نے مجوزہ ایجنڈا کی تجاویز اور گذشتہ سال کے فیصلہ جات کی

تعمیل کی رپورٹ پیش کی۔ایجنڈا کی تجاویز پرغور کرنے کے لئے تین سب کمیٹیوں کا قیام عمل میں آیا۔

ا۔سب کمیٹی برائے تعلیم وفنانس (صدرالحاج ظفر الیاس صاحب۔سیکرٹری رفیق احمد صاحب ثاقب پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول کانو)۔۲۔سب کمیٹی برائے تبلیغ وتربیت (صدرالحاج بی بی بالو گوون۔سیکرٹری جی اے امورا)۔۳۔عمومی سب کمیٹی (صدرالحاج آراے بساری۔سیکرٹری بشیر الدین اوجوئے)

شوریٰ میں متعدد اہم فیصلے کئے گئے مثلاً آئندہ سے جماعت کی مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے سال میں تین اجلاس ہوں۔تمام بڑی جماعتوں میں سلسلہ کی ذیلی تنظیمیں قائم کی جائیں۔گذشتہ اجتماع ابادان کی طرز پر ہر سال علیحدہ اجتماع ہوا کریں۔مختلف جماعتوں کی تمام املاک صدر انجمن احمدیہ کی شاخ احمدیہ مسلم مشن نائیجیریا کے نام منتقل ہو جانی چاہئیں۔جماعتیں ہر سال نومبر کے آخری اتوار میں ملک بھر میں یوم التبلیغ منایا کریں۔ہر سال ربوہ میں منعقد ہونے والی تربیتی کلاس کے طرز پر ایک پندرہ روزہ تربیتی کلاس مختلف مقامات پر جاری کرنے کا انتظام کیا جائے۔وغیرہ

شوریٰ کے دوران الحاج بُساری چیئر مین ابادان سرکٹ نے مرکزی مسجد لیگوس کی تعمیر نَو کے چندے کی پُرزور اور مؤثر تحریک کی جس پر مخلصین نے مالی قربانی کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے ۸۷۹ نائرا نقد پیش کر دیئے اور ۲۱۶۳ نائرا کے وعدے لکھوائے۔قدیم مسجد حضرت حکیم فضل الرحمان صاحب کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی جس کا سنگِ بنیاد ۱۲؍مارچ ۱۹۴۳ء کو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اپنے سفرِ امریکہ وانگلستان سے واپسی پر اپنے دست مبارک سے رکھا تھا۔[129] چونکہ یہ مسجد اب جماعتی ضروریات کے لئے بالکل ناکافی اور بہت خستہ ہو چکی تھی اس لئے چند سال قبل اس کی جگہ نئی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا گیا اور دسمبر ۱۹۷۲ء کے سالانہ جلسہ پر پہلی بار اس کے لئے چندہ کی اپیل کی گئی تھی۔

مولوی محمد اجمل صاحب شاہد نے اپنے اختتامی خطاب میں نمائندگان کو تبلیغِ اسلام اور اشاعتِ قرآن مجید کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دلی تڑپ ہے کہ قرآن مجید کا نور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے اور اس غرض کے لئے اب قرآن کریم کے انگریزی تراجم نہایت ہی معمولی قیمت پر دستیاب ہیں۔اس لئے جماعت کو ہمہ تن اب اس کے لئے وقف ہو جانا چاہیے۔[130]

احمدیہ مشن کی طرف سے لیگوس کی سنٹرل لائبریری کے ہال میں (۲۸/اپریل تا ۷مئی) ایک نہایت دلکش، خوبصورت اور فرقانِ مجید کے شایانِ شان نمائش کا اہتمام کیا گیا جو عوام میں بہت مقبول ہوئی۔ نمائش کا افتتاح لیگوس یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور National Antiques Commission کے چیئر مین الحاج ڈاکٹر بیوبا کو نے کیا۔ اس موقع پر انگلستان، شام اور پاکستان کے سفراء اور سفیر انڈونیشیا کے نمائندہ، نائیجیریا ہائیکورٹ کے جج، یونیورسٹی کے پروفیسر اور دیگر معزز شخصیات موجود تھیں۔ مولوی محمد اجمل صاحب نے ایڈریس پیش کیا۔ معزز مہمان نے اپنے صدارتی خطاب میں جماعت احمدیہ کو خراج تحسین ادا کیا کہ اس کی مساعی سے دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآنی تراجم شائع ہورہے ہیں جو وقت کی ایک اہم ضرورت ہے اور یہ عظیم کام جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔ صدارتی خطاب کے بعد انہوں نے فیتہ کاٹ کر رسمی افتتاح کیا اور پھر دوسرے معززین کے ساتھ نمائش کے مختلف حصے دیکھنے کے بعد اپنے تاثرات ان الفاظ میں تحریر کئے کہ ''یہ نمائش از حد روح پرور ہے''۔ نمائش ایک ہفتہ تک جاری رہی اور شائقین کی توجہ کا مرکز بنی رہی۔ مقرر کردہ گائیڈ نمائش کے مختلف حصوں کی وضاحت کرتے اور سوالات کا جواب بھی دیتے۔ سوال و جواب کا یہ سلسلہ جو بعض اوقات خاصا طویل ہو جاتا اور اسلام واحمدیت کی تبلیغ کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوا۔ چونکہ بائبل کے تراجم کی کثرت کا لوگوں پر ایک خاص اثر تھا اس لئے مسلم عوام کے لئے قرآن کریم کے تراجم کی کثرت کو دیکھنا ایک غیر معمولی حوصلہ افزائی اور اضافہ ایمان کا موجب بنا۔ غیر مسلموں نے بھی اس میں بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔ مسلم اور غیر مسلم حلقوں کے غیر معمولی ذوق وشوق کے پیش نظر نمائش مزید ایک دن بڑھادی گئی اور اس آخری روز نمائش ہی کے ہال میں جسٹس فتائی ولیمز کے زیر صدارت قرآن مجید کے متعلق ایک شاندار سمپوزیم منعقد ہوا۔ جس میں الفا ایس بی گیوا، معلم وزیری عبدو اور الحاج عبدالسلام اولاٹونڈے نے بالترتیب حسب ذیل موضوعات پر لیکچر دیئے۔

۱۔ قرآن کریم اور موجودہ سائنسی انکشافات ۲۔ قرآن کریم کی خصوصیات ۳۔ قرآن کریم کی پیشگوئیاں

جسٹس فتائی ولیمز نے اپنے صدارتی خطاب میں قرآن مجید کے محاسن پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم میں وہ قوت موجود ہے جو ہر زمانہ میں پیدا شدہ اخلاقی وروحانی کمزوریوں کا علاج

کرتی ہے اور اس کے پھل ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔اسی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں ہمارے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہے۔

نمائش کی خبر پریس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے اپنے خاص بلیٹن میں نشر کی اور نائیجیریا ریڈیو نے News Reel پروگرام میں مولوی محمد اجمل صاحب شاہد کا انٹرویو نشر کیا اور اس کا افتتاحی پروگرام ٹیلی ویژن پر پیش کیا گیا۔نمائش کے دوران جماعت احمدیہ نائیجیریا نے ایک بک سٹال کا انتظام کیا جس سے لوگوں نے سینکڑوں نسخے قرآن مجید کے حاصل کئے اور یہ امران کے لئے باعث تعجب ہوا کہ جماعت احمدیہ برائے نام ہدیہ پر قرآن مجید مہیا کر رہی ہے۔[131]

۱۶؍جون ۱۹۷۳ء کو مولوی روشن الدین احمد صاحب کی سرپرستی میں ششماہی مشنری کلاس جاری ہوئی جس میں مختلف سٹیٹس کے دس طلباء شامل ہوئے اور اس میں قرآن مجید، حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود کے علاوہ ضروری مسائل سکھلائے گئے۔[132]

احمدیہ سیکنڈری سکول کانو کو اپنی بہترین روایات کے اعتبار سے ملک میں ایک خاص مقام حاصل ہو چکا تھا۔اس لئے سال ۱۹۷۳ء کی دوسری سہ ماہی میں جب نائیجیریا میں پاکستان کے نئے سفیر ظفر الاسلام صاحب پہلے سرکاری دورہ پر کانو گئے تو سٹیٹ حکومت نے ان کے پروگرام میں اس مشہور سکول کو بھی شامل کیا۔یہ پہلا موقع تھا کہ کسی ملک کے سفیر نے کسی احمدی سکول کا معائنہ کیا۔اس ادارہ کے پرنسپل رفیق احمد صاحب ثاقب اور دیگر سٹاف نے ایک نہایت عمدہ پروگرام اس تقریب کے لئے منعقد کیا۔معزز مہمان کو مکرم تانکو یا کاسائی (S.A.Tanko Yakasai) کمشنر برائے فنانس جو کہ سکول کے بورڈ گورنرز کے عہدیدار ہیں اور مکرم ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب انچارج احمدیہ کلینک کانو اور تمام سٹاف نے خوش آمدید کہا اور ایک سادہ مگر مؤثر تقریب میں کمشنر صاحب موصوف نے استقبالیہ پڑھا جس میں خاص طور پر اس امر کا ذکر تھا کہ جماعت احمدیہ کا یہ سکول نہ صرف اس ریاست بلکہ متعدد ریاستوں سے آنے والے طلباء میں نظم وضبط اور اخوت ومحبت کی فضا پیدا کر رہا ہے۔انہوں نے پاکستان سے آنے والے ان اساتذہ کی تعریف فرمائی جو نہایت محنت اور قربانی کے جذبہ سے اپنے فرائض کو سرانجام دے رہے ہیں۔مکرم سفیر صاحب موصوف نے اپنی جوابی تقریر میں اپنی تعلیم کے ساتھ دنیوی علوم کی تحصیل کی ضرورت کو بیان فرمایا اور اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ پاکستان سے آنے والے اساتذہ یہاں کے لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں اس کے بعد انہوں نے سکول کا معائنہ فرمایا۔

محترم کمشنر صاحب کے علاوہ ایڈوانسڈ ٹیچرز کالج کانو کے پرنسپل T.A.F.Afolayan، سینٹرل بینک کانو کے ایجنٹ J.Y.Lot اور انفارمیشن اینڈ کلچرل افیئرز ڈویژن کے سیکرٹری Malam Alfa Wali بھی اس تقریب میں شامل تھے۔

مولوی محمد اجمل صاحب شاہد کی مطبوعہ رپورٹ کے مطابق اپریل تا جون ۱۹۷۳ء کے دوران دوسو افراد داخلِ احمدیت ہوئے جن میں عیسائی دوست بھی تھے۔اس عرصہ میں کوارا سٹیٹ کے ایک مشہور شہر میں جماعت کا نیا مشن قائم ہوا جہاں ایک لوکل مبلغ متعین کر دیا گیا۔[133]

قرآن مجید کی وسیع اشاعت کے عظیم الشان پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مولوی محمد اجمل صاحب شاہد ۱۲ جولائی کی رپورٹ میں نارتھ سنٹرل سٹیٹ کے دارالسلطنت کیڈونہ (Kaduna) تشریف لے گئے۔آپ کے ہمراہ مرکزی مبلغ مولوی منیر احمد صاحب عارف اور کیڈونہ کے مقامی مخلص احمدی معلم ابراہیم یعقوبا صاحب بھی تھے۔اس دورہ میں آپ نے وزارت تعلیم اور وہاں کے مشہور ہوٹل حمداللہ ہوٹل (Hamdala Hotel) کو ڈیڑھ سو قرآن مجید تحفۃً پیش کئے جس پر کمشنر صاحب اور مینیجر ہوٹل نے شکریہ ادا کیا اس ضمن میں آپ کا ایک خاص انٹرویو بھی ریکارڈ کیا گیا۔ جو ریڈیو سے مختلف پروگراموں میں نشر کیا گیا۔آپ نے ۴؍جولائی کو ایک پُروقار تقریب میں ریاست بینو پلیٹیو (Benue Plateau) کے مرکزی شہر جاس (Jos) کے جدید ہوٹل ''ہل سٹیشن ہوٹل'' کے جنرل مینیجر کو قرآن مجید کے ساٹھ نسخوں کی پیشکش کی۔ جنرل مینیجر صاحب نے اپنی جوابی تقریر میں انتظامیہ کی طرف سے اس بیش قیمت عطیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خاص طور پر یہ ذکر کیا کہ ایک عیسائی ادارہ سے بھی ان کو بائبل کی پیشکش ہوئی ہے مگر قرآن مجید کا مبارک تحفہ ہمیں پہلے موصول ہوا ہے جو ہوٹل میں ٹھہرنے والوں کے لئے موجب دلچسپی ہوگا۔[134]

۲۹؍جولائی ۱۹۷۳ء کو لیگوس سے ڈھائی سومیل دور قصبہ اڈوانی (Idoani) میں مولوی محمد اجمل صاحب نے نئی احمدیہ مسجد کا ایک پُرشکوہ تقریب میں افتتاح کیا۔کانو سیکنڈری سکول کے پرنسپل مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب بھی مکرم امیر صاحب کے ہمراہ تھے۔اس موقع پر مقامی بادشاہ ہز ہائی نس آلانی، چیفس اور دیگر معززین شہر بھی بکثرت شامل ہوئے۔قرب وجوار کی جماعتوں کے کافی احباب اپنے سرکٹ چیئرمین آڈے ڈے جی (Adedeji) کی زیر قیادت آئے ہوئے تھے۔[135]

۱۵۔۱۶؍ستمبر کو الارو کے مقام پر خدام الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع ہوا جس میں نائیجیریا کے ۳۰ سے

زائد مشنوں کے نمائندگانِ خدام الاحمدیہ نے شرکت کی۔کل حاضری پانچسو کے قریب تھی۔اجتماع میں نصف یوم اطفال الاحمدیہ کے پروگرام کے لئے وقف تھا۔اس موقعہ پر مسجد الارو سے متصل زمین میں احمدیہ عربک سکول کا سنگ بنیاد بھی رکھا گیا۔

سکولوں اور کالجوں کی تعطیلات کے ایام میں نائیجیریا کے تمام اہم احمدی مراکز (مثلاً اکارے، اوچی، کانو،لیگوس وغیرہ) میں تربیتی کلاسز منعقد ہوئیں۔نوجوانان احمدیت کو دینی مسائل سے روشناس کرانے کی خدمت مرکزی مبلغین مولوی مجید احمد صاحب سیالکوٹی،مولوی منیر احمد صاحب عارف، منصور احمد خان صاحب اور مولوی روشن الدین احمد صاحب نے انجام دی۔علاوہ ازیں لوکل مبلغین بھی اپنے اپنے علاقہ میں مصروفِ عمل رہے۔

مولوی محمد اجمل صاحب شاہد کی مطبوعہ رپورٹ کے مطابق جولائی تا ستمبر ۱۹۷۳ء کے دوران ۲۲۵ افراد کو قبولِ احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔136

۱۳/اکتوبر ۱۹۷۳ء کو مولوی محمد اجمل صاحب نے نصرت جہاں کی بابرکت سکیم کے زیر انتظام اجیبواوڈے (Ijebu Ode) احمدیہ ہسپتال کی مستقل عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔اس سادہ مگر پُروقار تقریب میں علاقہ کے متعدد چیفس اور معززین شامل تھے۔مولوی محمد اجمل صاحب نے اس ہسپتال کی تعمیر کے پس منظر کو بیان کرنے کے ساتھ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات اور سوشل مساعی پر روشنی ڈالی۔جسٹس اے۔آر بکری (عبدالرحیم بکری) پریذیڈنٹ جنرل جماعت احمدیہ نائیجیریا، چیف ایم کو کو، چیف امام اور دیگر شخصیتوں نے بلاکس نصب کئے۔اس کے بعد الحاج بساری صاحب سرکٹ چیئرمین ابادان و اجیبو اوڈے نے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ خدا تعالیٰ نے جماعت کو اس عظیم منصوبہ کی توفیق بخشی۔ڈاکٹر عبدالرؤف غنی صاحب نے اپنے خطاب میں بتایا کہ تمام ویسٹرن سٹیٹ میں جماعت احمدیہ کا یہ پہلا ہسپتال ہوگا۔جسٹس بکری صاحب چیئرمین نصرت جہاں سکیم نائیجیریا نے تفصیل سے نصرت جہاں سکیم کے اغراض و مقاصد بیان کرنے کے بعد آئندہ کے مجوزہ پروگرام کی تفصیل بھی پیش کی اور بتلایا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس سکیم کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن مدد کا وعدہ فرمایا اور تجربہ کار اور ڈگری یافتہ ڈاکٹر اس غرض کے لئے وقف کرکے پہنچ رہے ہیں۔ ہمیں ان ڈاکٹروں کو کام کرنے کے لئے جگہ اور عمارت مہیا کرنا چاہیے۔اس کے بعد عطیہ جات کی اپیل کی گئی جس میں حاضرین نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا اور ایک معقول رقم نقد اور وعدہ جات

کی صورت میں پیش کر دی۔ جس سے متاثر ہو کر الحاج رفاعی سابق کمشنر ویسٹ سٹیٹ نے بھی حاضرین سے خطاب فرمایا اور اس عظیم منصوبہ پر جماعت احمدیہ کو مبارکباد پیش کی اور اپنی اور دیگر مخیّر حضرات کی طرف سے ہر ممکن اعانت کا یقین دلایا۔ مولوی روشن الدین احمد صاحب نے آخری اجتماعی دعا کرائی۔ اس بابرکت تقریب کی خبر ریڈیو نے نشر کی اور اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔[137]

اجیبواوڈے سے تین میل کے فاصلہ پر اموسان (Imushin) کا قصبہ واقع ہے جہاں کے باشندوں نے نصرت جہاں سکیم کے لئے ۱۶۵ ایکڑ کا وسیع قطع زمین جماعت احمدیہ کو دیا۔ قطع زمین ملنے کے ساتھ ہی قصبہ میں جماعت کی داغ بیل پڑ گئی۔ اس مختصر جماعت نے قصبہ کی کمیونٹی کی مدد سے ۱۹۷۱ء میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا جو اس سال پایہ تکمیل کو پہنچا جس کا باقاعدہ افتتاح مولوی محمد اجمل صاحب شاہد کے ہاتھ سے ۱۱ر نومبر ۱۹۷۳ء کو عمل میں آیا۔ افتتاحی تقریب میں قیلوس، ابادان اور دیگر جماعتوں نے کثیر مخلصین کے علاوہ اموسان کے معززین نے بھی شرکت کی نیز مسجد کے لئے تین ہزار روپیہ بھی جمع کر دیا۔

افتتاح سے ایک روز قبل سرکٹ چیئرمین کی سرکردگی میں میٹنگ ہوئی جس میں تمام مشنوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا۔ رات کو ایک پبلک جلسہ کا انتظام کیا گیا اس طرح پورے قصبہ میں اسلام اور احمدیت کا شہرہ ہوا۔[138]

یکم دسمبر ۱۹۷۳ء کو جناب سفیر پاکستان ظفر الاسلام صاحب متعینہ لیگوس اپنے سیکرٹری کے ہمراہ احمدیہ کلینک لیگوس میں تشریف لائے۔ اس تقریب میں لیگوس یونیورسٹی ٹیچنگ ہسپتال کے ہاؤس گورنر مسٹر او۔ ٹی ٹوجو (Mr.O.T. Tojo)، جسٹس اے آر بکری (عبدالرحیم بکری) اور معلم وزیری عبدو صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔ معزز مہمانوں نے مولوی محمد اجمل صاحب شاہد اور نواب منصور احمد خان صاحب کے ہمراہ ہسپتال کا معائنہ فرمایا اور کلینک کے بارے میں مختلف معلومات حاصل کیں اور مریضوں کی دیکھ بھال، ہسپتال کی صفائی نیز سٹور اور لیبارٹری کو دیکھ کر اظہار خوشنودی فرمایا اور اس جذبہ کی تعریف کی جس کے مطابق جماعت احمدیہ خدمت خلق میں مصروف عمل ہے۔[139]

ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب بھٹہ ایم بی بی ایس میڈیکل آفیسر احمدیہ کلینک اکارے نے اپنی رپورٹ ماہ دسمبر ۱۹۷۳ء میں لکھا:۔

''فارغ اوقات میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ متعدد عیسائی دوستوں کو تبلیغ کا موقعہ ملا اور

اسلام سے روشناس کرایا۔دوملاقاتیں قابل ذکر ہیں ایک مسلمان مصری ڈاکٹر ہیں جواباداں میں ہیلتھ آفیسر ہیں۔مقامی مصری ڈاکٹر کے ساتھ ملاقات کے لئے آئے۔کلینک کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے پھر احمدیت کے متعلق بھی پوچھنے لگے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہنے لگے کہ وہ تو آسمان پر زندہ ہیں اور آیت پڑھی ’’بل رفعہ اللہ الی السماء‘‘۔جب انہیں بتایا کہ ایسی تو کوئی آیت ہی نہیں اور اصل آیت دکھائی تو خاموش ہو گئے۔پھر مسیح کی آمد ثانی کے متعلق سوال جواب کئے۔چنانچہ قرآن و حدیث سے وفات مسیح ان پر واضح کی اور بتایا کہ مسیح کی آمد ثانی کس رنگ میں پوری ہوئی تھی۔آخر میں ان کو لٹریچر دیا گیا۔خاص کر علماء مصر کے فتوے وفات مسیح کے بارے میں۔

دوسری ملاقات مقامی کیتھولک گرلز ہائی سکول کی پرنسپل اور استانی سے ہوئی۔یہ دونوں انگریز ہیں اور پہلے بھی علاج کے لئے آ چکی ہیں۔اب کے یہ میری اہلیہ کی بیمار پُرسی کے لئے آئیں۔عید کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگیں جب انہیں بتایا کہ عید پر قربانی حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کی یاد میں ہے تو وہ کہنے لگیں کہ یہ رسم مسلمانوں میں بنی اسرائیل سے آئی ہوگی۔کیونکہ ذبیح تو حضرت اسحاقؑ تھے۔اس پر ان کو بتایا گیا کہ بنی اسرائیل میں تو ایسی کوئی رسم سرے سے ہے ہی نہیں لہٰذا ان سے مسلمانوں میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ادھر یہ رسم ہزاروں سال سے بنی اسماعیل میں پائی جاتی ہے جو واضح ثبوت ہے کہ اصل میں حضرت اسماعیلؑ ذبیح تھے۔پھر بائبل میں لکھا ہے کہ اکلوتا بیٹا ذبح کیا گیا۔جو مزید ثبوت ہے کہ وہ اسماعیل تھے کیونکہ وہ بڑے تھے۔اس پر وہ دونوں بہت متاثر ہوئیں اور کچھ خاموشی کے بعد کہنے لگیں کہ ہاجرہ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی نہیں لونڈی تھیں۔لہٰذا اسماعیل اصل بیٹا نہیں۔اس پر انہیں بتایا گیا کہ بائبل ہاجرہ کو بیوی کہتی ہے تو کسی کو کیا حق ہے کہ وہ کہے وہ بیوی نہیں تھیں۔اس پر وہ شرط لگانے کو تیار ہو گئیں کہ بائبل میں ہرگز نہیں لکھا کہ وہ بیوی تھیں۔چنانچہ میں نے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں قسم کی بائبل سے حوالہ نکال کر دکھایا۔حوالے پر غور کرنے کے بعد پرنسپل نے اپنی شکست کا اعتراف کیا اور پھر اسلام کے متعلق مزید معلومات حاصل کرتی رہی۔انگریزی قرآن دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو انہیں انگریزی قرآن اور دیگر لٹریچر تحفۃً پیش کیا گیا‘‘۔[140]

۲۴۔۲۵۔۲۶/دسمبر۱۹۷۳ء کو جماعت احمدیہ نائیجیریا کی سالانہ کانفرنس اپنی علمی، انتظامی اور روحانی روایات کے ماحول میں نہایت کامیابی سے انعقاد پذیر ہوئی۔مسلم ٹیچنگ ٹریننگ کا وسیع و

عریض پنڈال تھا۔ ناظم جلسہ گاہ ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب غنی تھے جنہوں نے جلسہ گاہ کو خوبصورت جھنڈیوں، بینرز اور قطعات کے ساتھ خوب سجایا۔ڈاکٹر صاحب دوران جلسہ طبّی خدمات بھی بجالاتے رہے۔مخلصینِ جماعت کی آمد کا سلسلہ سپیشل بسوں، کاروں اور ٹرین کے ذریعہ ۲۳؍دسمبر ہی کو شروع ہو گیا۔ ہر قافلہ جوش وخروش سے نعرہ تکبیر اسلام واحمدیت زندہ باد کے نعرے بلند کر رہا تھا۔ نائیجیریا کی بارہ ریاستوں کے نمائندے تشریف لائے۔قریبی ملک ڈھومی سے بھی پانچ افراد کا ایک قافلہ شریک ہوا۔ نائیجیریا کے احمدیہ سکولوں اور ہسپتالوں کے بیشتر اساتذہ اور ڈاکٹر بھی مع افرادِ بیت کے شامل جلسہ ہوئے۔

مولوی محمد اجمل صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں دورانِ سال جماعت احمدیہ نائیجیریا کی مساعی اور کارکردگی کا مختصر جائزہ پیش کیا اور بتایا کہ دورانِ سال تقریباً ایک درجن مساجد کے سنگ بنیاد رکھے گئے جن میں سے بعض مکمل بھی ہوچکی ہیں اور نائیجیریا میں احمدیہ مساجد کی تعداد سو سے زیادہ ہوگئی ہے۔ آپ نے قرآن مجید اور دیگر اسلامی لٹریچر کی اشاعت کی تفصیل بھی بتائی۔ اسی طرح تحریک جدید اور نصرت جہاں سکیم کے تحت نئے سکولوں، ہسپتالوں کی مستقل عمارتوں کی تعمیر اور وسعت کے متعلق پروگرام بھی پیش کیا۔تقریر کے دوران پنڈال پُر جوش نعروں سے گونج اٹھا۔ یہ تقریر اسی روز ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے نشر ہوئی اور بعض اخبارات نے اسے جلی سرخیوں سے شائع کیا۔

جلسہ کے شبینہ اجلاس میں شکیل احمد صاحب منیر نے سلائیڈز اور فلم کے ذریعہ جلسہ سالانہ کے روح پرور مناظر اور بیرونی ممالک کے احمدی مشنوں کو پیش کیا۔ یہ پروگرام بہت دلچسپی سے دیکھا گیا۔

جلسہ کے دوران خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماءاللہ کے الگ الگ اجلاس بھی ہوئے۔ خدام نے اپنے اجلاس میں الاروعربک سکول کی تعمیر کے لئے لجنات نے لیگوس کی مرکزی مسجد کے لئے ایک معقول رقم جمع کی۔ انہی ایام میں مولوی محمد اجمل صاحب شاہد نے ایک اجلاس میں مرکزی مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں انجینئروں اور کنٹریکٹرز کا اور ایک اجلاس مجلسِ منتظمہ کا بلایا جس میں متعدد اہم جماعتی فیصلے ہوئے۔ ایک اور اجلاس ان کی صدارت میں مربیانِ نائیجیریا کا بھی ہوا۔ الغرض کانفرنس کے تینوں بابرکت ایام متعدد پروگراموں سے بھرپور تھے جو ہر اعتبار سے کامیاب رہے اور حاضرینِ جلسہ نئے جوش وجذبہ اور تازہ عزم کے ساتھ مراجعت پذیر ہوئے۔[141]

ہالینڈ

۱۴؍جنوری ۱۹۷۳ء کو عیدالاضحیہ کی مبارک تقریب پوری شان اور پُر وقار طریق پر منائی گئی۔اس موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے حسب ذیل روح پرور پیغام ارسال فرمایا:۔

''پیارے بھائیو و بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

عیدالاضحیٰ کے موقع پر میری طرف سے سب بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں عید مبارک اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔اپنی خاص الخاص رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا رہے۔اپنے بے شمار افضال آپ پر نازل فرمائے اور اپنے اندر ایثار و قربانی کی صحیح روح پیدا کرتے ہوئے اسلام کی سربلندی اور غلبہ کے لئے ہمیشہ کوشاں رہنے کی توفیق بخشے۔ہمیں اپنے اندر ابراہیمی روح پیدا کرنے اور اولادوں کو اسماعیلی صفات میں رنگین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

خلیفۃ المسیح الثالث''[142]

عید کی نماز ہالینڈ مشن کے انچارج مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل نے پڑھائی اور خطبہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ارشاد فرمایا جو حاضرین کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوا۔آپ نے سورۃ الصافات کی بعض آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق تب ہی قائم ہوسکتا ہے جب کہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں بڑی سے بڑی قربانی سے لے کر چھوٹی سے چھوٹی قربانی کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔آپ نے بتایا کہ بعض باتیں بادی النظر میں بہت چھوٹی ہوتی ہیں اور لوگ ان کی پروانہیں کرتے اور انہیں معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں حالانکہ وہی چھوٹی چھوٹی باتیں نتائج کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا پیار حاصل کرنے کے لئے ہر چھوٹی سے چھوٹی قربانی کے لئے بھی تیار رہنا چاہیے۔کیونکہ اس سے آگے چل کر بڑی قربانی کرنے کی توفیق ملتی ہے۔آپ نے مزید فرمایا کہ جو لوگ چھوٹے چھوٹے امتحانوں میں کامیاب نہیں ہوسکتے وہ بڑے بڑے امتحانوں میں کامیاب ہونے کی کیسے امید کر سکتے ہیں۔لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی زبان حال سے ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ہم اپنے آپ کو ابراہیمی اور اسماعیلی صفات کے رنگ میں رنگین کریں''۔

اس ایمان افروز خطبہ کا ڈچ میں خلاصہ مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل نے بیان کیا۔ اسلامی اخوت و برادری کا یہ عظیم الشان نظارہ عجیب طرح سے دلوں پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ ہالینڈ، ترکی، مصر، مراکش، لیبیا، شام، انڈونیشیا، سورینام، بھارت، نائیجیریا اور یوگنڈا کے مسلمانوں نے اس میں شرکت کی۔ نماز عید کے بعد مشن کی طرف سے معزز مہمانوں کی خدمت میں چائے اور ظہرانہ پیش کیا گیا۔ ورلڈ کانگریس آف فیتھ کے صدر ڈاکٹر آر۔بوک (Dr.R.Boeke) بھی اپنی اہلیہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ اسی طرح مسلمانان مراکش کے امام اپنے چند رفقاء کے ساتھ اس پُر کیف دینی اجتماع میں موجود تھے جنہوں نے ٹی وی کی عربی سیکشن کے لئے دعوت چائے کی ایک فلم بھی تیار کی۔ عید کی خبر ملکی اخبارات نے نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع کی۔[143]

مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل کے قلم سے فروری تا اپریل ۱۹۷۳ء کی مطبوعہ رپورٹ کا ایک اہم حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں:۔

''۱۔ ہالینڈ کے شہر Leiden جو علوم شرقیہ کی یونیورسٹی ہونے کے لحاظ سے سارے یورپ میں مشہور ہے کی ایک چرچ سوسائٹی Remonstrantse Kerk میں اسلام پر تقریر کے لئے ہمیں بلایا گیا چنانچہ خاکسار وقت مقررہ پر حاضر ہوا۔ پہلے دوپہر کے کھانے کا انتظام تھا اس سے فراغت پر تقریر شروع ہوئی خاکسار نے ایک گھنٹہ تک اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد سوالات کے لئے وقت تھا چنانچہ ڈیڑھ گھنٹہ تک سوالات کئے جاتے رہے جملہ سوالات کا خدا تعالیٰ کے فضل سے تسلی بخش جواب دیا گیا۔ بعد ازاں لٹریچر پیش کیا گیا جو بعض نے خرید کیا۔

۲۔ ہیگ کے ایک ہسپتال کے نرسنگ سٹاف کی طرف سے اسلام پر تقریر سننے کی خواہش کا اظہار کیا گیا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر خاکسار نے تقریر کی اور بعد میں سوالات کا موقع دیا۔ تمام سوالوں کا جواب مناسب رنگ میں دیا گیا۔

۳۔ وسطی ہالینڈ کے شہر Utrecht میں بائبل سوسائٹی کی طرف سے ''اسلامی عبادات'' کے موضوع پر تقریر کے لئے دعوت موصول ہوئی چنانچہ خاکسار بذریعہ ریل گاڑی حاضر ہوا۔ سٹیشن پر کیتھولک بائبل سوسائٹی کے پادری صاحب تشریف لائے ہوئے تھے ان کے ہمراہ جلسہ گاہ پہنچا۔ رات کے آٹھ بجے تقریر شروع ہوئی۔ تقریر کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ تک سوالات اور جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ تمام سوالات کا مناسب رنگ میں جواب دیا گیا۔ بعض افراد نے ہمارا لٹریچر خرید کیا۔

۴۔سکینڈری سکول ہیگ کے طلبہ میں اسلام پر تقریر ہوئی۔ پون گھنٹہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، قرآن کریم کے نزول و جمع قرآن اور تعلیمات اسلامیہ پر روشنی ڈالی گئی اور بعد ازاں جماعت کا تعارف کروایا گیا۔ وقفہ کے بعد سوالات کا موقع تھا چنانچہ جس قدر سوالات ہوئے ان کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔

۵۔ایمسٹرڈم شہر میں ڈچ گیانا کے ایک خاندان میں تقریب ہوئی جہاں بہت سے لوگ مختلف شہروں سے آکر اکٹھے ہوئے تھے خاکسار نے موقع کی مناسبت سے تقریر کی اور اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کو بیان کر کے ان پر عمل کرنے کی تلقین کی۔

۶۔ ہیگ شہر میں بھی ایک دوسرے خاندان کے ہاں جہاں انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو جمع کر رکھا تھا خاکسار کو بلایا گیا۔ یہ سب چونکہ مسلمان تھے اس لئے خاکسار نے انہیں اپنے مذہب کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے، اس پر قائم رہنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اسلامی تعلیمات کا دیگر مذاہب کی تعلیمات سے موازنہ کر کے اس کی خوبیوں پر روشنی ڈالی۔تقریر کے بعد متعدد سوالات کا جواب بھی دیا۔

۷۔ایمسٹرڈم شہر میں ایک تنظیم کی طرف سے ایک بین المذاہب کانفرنس کا انتظام کیا گیا جس میں قریباً ڈیڑھ سے دو ہزار افراد نے شرکت کی۔

خاکسار کو بطور نمائندہ اسلام کے شمولیت کی دعوت ملی۔ چنانچہ خاکسار حاضر ہوا اور اسلام کی نمائندگی کی اور قرآن کریم سے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کی تشریح کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر مختصر سے وقت میں روشنی ڈالی۔

اس موقع پر کتب کی نمائش کا بھی انتظام کیا گیا تھا چنانچہ خاکسار نے بھی ایک چھوٹی سی جگہ کرایہ پر لے کر اسلامی لٹریچر کا سٹال لگایا بفضل اللہ تعالیٰ لوگوں نے ڈچ ترجمہ قرآن کریم اور دیگر کتب خرید کر خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔ بعض کتب تو ختم ہو گئیں اور واپس آکر بذریعہ ڈاک بھجوانی پڑیں۔

۸۔روٹرڈم کے قریبی شہر Ridderkerk کے ایک کیتھولک سکول میں اسلام پر تقریر کے لئے بلایا گیا۔ چنانچہ خاکسار نے تقریر کی اور سوالات کا جواب دیا۔ نیز بعد ازاں مساجد اور بعض اسلامی عمارات وغیرہ پر مشتمل رنگین سلائیڈز بھی دکھائی گئیں۔

۹۔ Wassenaar شہر میں ایک مذہبی سکول میں اسلام پر تقریر ہوئی۔ ایک گھنٹہ تک تقریر کی گئی اور سوالات کا جواب دیا گیا۔

۱۰۔ ورلڈ کانگریس آف فیتھس کے زیر انتظام ایک بین المذاہب مباحثہ کا انتظام ہیگ کے ایک مشہور ہوٹل میں ہوا۔ جس میں دو عیسائی، ایک ہندو، دو بدھسٹ اور ایک اسلام کے نمائندگان نے حصہ لیا۔ بحث کا عنوان تھا ''کیا نجات کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری شرط ہے اور وہ کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے'' خاکسار کو بطور نمائندۂ اسلام مدعو کیا گیا۔ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' سے استفادہ کرتے ہوئے اور قرآن کریم کی آیت بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ:۱۱۳) کی تشریح کرتے ہوئے اس موضوع پر روشنی ڈالی۔

کانفرنس کی رپورٹ جو بعد میں شائع ہوئی اس میں ہمارا بھی اچھے الفاظ میں ذکر آیا اور اس مضمون کو پسند کیا گیا۔

بعض تنظیموں، کالجوں، سکولوں اور ہسپتالوں کی طرف سے وفود بلوائے جاتے ہیں تا وہ خود آ کر مسجد دیکھیں لوگوں سے ملیں تقریر سنیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں اور دیگر معلومات حاصل کریں عرصہ ہذا میں نہ صرف ڈچ لوگوں کے گروپس مشن ہاؤس آئے بلکہ بعض یہاں پر موجود مسلمانوں کے گروپ بھی مسجد میں آتے رہے۔

۱۔ Bronovo ہسپتال ہیگ کی نرسنگ سٹاف کا ایک گروپ اپنے انچارج کی معیت میں مشن ہاؤس پہنچا۔ خاکسار نے پہلے اسلام پر تقریر کر کے ضروری باتوں کو بیان کیا اور اسلام کے متعلق یہاں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی بعد ازاں سوالات کا موقعہ دیا گیا اور ہونے والے جملہ سوالات کا جواب دیا۔

۲۔ ہیگ شہر کے ایک سیکنڈری سکول کے طلبہ کا ایک گروپ اپنے دینیات کے استاد کی نگرانی میں مسجد پہنچا۔ خاکسار نے پون گھنٹہ تک اسلام کے متعلق بتایا اور بعد ازاں سوالات کا موقعہ دیا۔ چنانچہ ہونے والے جملہ سوالات کا جواب دیا گیا اور بعد میں مسجد دکھائی گئی اور لٹریچر پیش کیا گیا۔

۳۔ Loosduinen جگہ سے ایک سکول کے طلبہ کا ایک گروپ مشن ہاؤس میں آیا۔ خاکسار

نے ان کے سامنے پون گھنٹہ تک اسلام پر تقریر کی اور بعد میں ان کے جملہ سوالات کا جواب دیا۔ مسجد دکھائی گئی اور لٹریچر دیا گیا۔

۴۔ ہیگ شہر کے ایک پرائمری سکول کے طلبہ کا ایک بڑا گروپ مشن ہاؤس جمعہ کے روز آیا اور مسجد میں بیٹھ کر جمعہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ خطبہ میں بھی ان کے مفید مطلب مضمون بیان کیا گیا اور بعد میں مشن ہاؤس کے میٹنگ روم میں بٹھا کر اسلام سے متعلق معلومات بہم پہنچائی گئیں۔ ہمارے نومسلم احمدی بھائی عبدالعزیز فرحاخن نے تقریر کی اور ان کے سوالوں کا جواب دیا۔

۵۔ International American سکول کے طلبہ کے یکے بعد دیگرے دو گروپس مشن ہاؤس آئے اس سکول میں غیر ملکی سفیروں اور ان کے سٹاف ممبران کے بچے تعلیم پاتے ہیں۔ خاکسار نے ان کے سامنے اسلام پر تقریر کی اور ان کے سوالوں کا جواب دیا۔

۶۔ Oosterbeek جگہ سے ایک ہسپتال میں کام کرنے والوں کا ایک گروپ مشن ہاؤس پہنچا۔ خاکسار نے انہیں اسلام پر جملہ معلومات مہیا کیں۔ اور ان کے تمام سوالوں کا جواب دیا نیز مسلمان مریضوں کی دیکھ بھال اور کھانے وغیرہ کے متعلق ضروری باتوں سے آگاہ کیا۔

۷۔ Scheveningen سائیکل سوار یونین کا ایک گروپ مسجد آیا۔ خاکسار نے ان کے سامنے اسلام اور احمدیت پر تقریر کی اور ان کے سوالوں کا جواب دیا۔

۸۔ Ermelo شہر سے ریفارمڈ چرچ سوسائٹی کا ایک گروپ مشن ہاؤس آیا چنانچہ ان کے سامنے پون گھنٹہ تک تقریر کر کے اسلام پر معلومات بہم پہنچائیں۔ قرآن کریم کا دوسرے مذاہب کی کتب سے موازنہ کر کے بتایا اور اسلامی تعلیمات کی امتیازی حیثیت پر روشنی ڈالی نیز ڈیڑھ گھنٹے تک ان کے سوالوں کا جواب دیا۔

۹۔ مصر کے مسلمان بھائیوں کا ایک گروپ جو ہالینڈ میں ہائر ٹریننگ کے لئے آیا ہوا تھا نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مشن ہاؤس آیا۔ نماز کے بعد ان کی خاطر تواضع کی گئی۔

۱۰۔ ایک اتوار کے روز ترک مسلمانوں کا ایک گروپ مسجد آیا اور نماز ظہر ہمارے ساتھ ادا کی ان کی بھی چائے کافی بسکٹ وغیرہ سے ضیافت کی گئی۔

دیگر مساعی

(ا) ورلڈ کانگریس آف فیتھس کے جلسہ میں حاضر ہوا وقفہ سوالات میں سوالات کر کے بحث میں

حصہ لیا اور اسلامی نظریہ بیان کیا اس موقعہ پر خاکسار کو اس تنظیم کی مجلس عاملہ کا ممبر چنا گیا۔

۲۔ Oost West رائل سوسائٹی کے ایک جلسہ میں شرکت کی۔ مقرر اور منتظمین سے مل کر تعارف حاصل کیا۔

۳۔صوفی مومنٹ کے ایک جلسہ میں شریک ہوا اور یہاں کے ایک مشہور مقرر اور مصنف Mr. Vanpraag سے ملاقات کر کے تعارف حاصل کیا اور دیگر لوگوں سے ملا۔

۴۔ پاکستانی سفارتخانہ کی دعوت میں شرکت:

پاکستان کے آئین کے منظور ہونے پر پاکستانی سفارت خانہ میں ایک دعوت کا اہتمام ہوا۔ خاکسار بھی مدعو تھا، چنانچہ حاضر ہو کر بہت سے پاکستانی بھائیوں سے تعارف حاصل کیا۔ نیز خاکسار کی تجویز پر جناب سفیر صاحب نے جملہ حاضرین کو آئین کے بارہ میں تفصیلات سے آگاہ کیا۔

ملاقاتیں

ڈائریکٹر صاحب ٹیلیفون ضلع ہیگ سے ان کے دفتر میں جا کر ملاقات کی اور لٹریچر پیش کیا۔ بعد ازاں ڈائریکٹر صاحب نے خود مشن ہاؤس آ کر مسجد دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا چنانچہ وقت مقررہ پر وہ مشن ہاؤس آئے جہاں انہیں مسجد دکھائی گئی اور اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا گیا اور جماعت احمدیہ کے تبشیری کام سے متعارف کرایا گیا نیز ڈچ قرآن کریم بطور تحفہ پیش کیا گیا۔

ریفارمڈ چرچ کی مجلس عاملہ کا ایک ممبر دوسری بار گفتگو کے لئے مشن ہاؤس آیا چنانچہ ایک گھنٹہ تک مسیح ناصری علیہ السلام اور حادثہ صلیب پر گفتگو ہوئی اور انہیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے مطلع کیا گیا کہ مسیح علیہ السلام ایک سو بیس سال زندہ رہے اور پھر کشمیر میں وفات پائی۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ وہ اور ان کے چند ساتھی کشمیر جا کر قبر مسیح دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" [144]

مبلغینِ احمدیت کی آمد ورونگی

آمد

۱۹۷۳ء میں جو مجاہدین احمدیت غیر ممالک میں فریضہ تبلیغ بجالانے کے بعد واپس تشریف لائے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

قریشی محمد اسلم صاحب	(از ماریشس ۲۸/مارچ ۱۹۷۳ء)
ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب	(از کینیا ۲/اپریل ۱۹۷۳ء)
سید میر مسعود احمد صاحب	(از ہالینڈ ۱۶/اپریل ۱۹۷۳ء)
محمد منور صاحب	(از اسرائیل ۳۱/مئی ۱۹۷۳ء)
نصیر احمد خان صاحب	(از غانا ۶/جولائی ۱۹۷۳ء)
چوہدری محمد شریف صاحب	(از گیمبیا ۹/اگست ۱۹۷۳ء)
عطاء المجیب راشد صاحب	(از انگلستان ۲۵/ستمبر ۱۹۷۳ء)
فضل الٰہی بشیر صاحب	(از گی آنا ۱۶/اکتوبر ۱۹۷۳ء)
محمد صدیق امرتسری صاحب	(از فجی ۲/نومبر ۱۹۷۳ء)
بشیر احمد شمس صاحب	(از سیرالیون ۶/نومبر ۱۹۷۳ء)
سید کمال یوسف صاحب	(از سویڈن ۱۰/دسمبر ۱۹۷۳ء)

روانگی

اس سال جو مبلغین احمدیت مرکز سے بغرضِ اعلائے کلمۃ اللہ بیرونی ممالک میں تشریف لے گئے ان کے نام یہ ہیں۔

السید منیر الحصنی صاحب	(برائے شام ۸/جنوری ۱۹۷۳ء)
چوہدری شریف احمد باجوہ صاحب	(برائے امریکہ ۱۱/جنوری ۱۹۷۳ء)
بشیر احمد آرچرڈ صاحب	(برائے گلاسگو ۱۸/جنوری ۱۹۷۳ء)
مرزا لطف الرحمٰن صاحب	(برائے کینیا ۲۶/جنوری ۱۹۷۳ء)

محمد احمد انور صاحب (برائے گیمبیا ۸ مارچ ۱۹۷۳ء)
جلال الدین قمر صاحب (برائے اسرائیل ۹ ؍مارچ ۱۹۷۳ء)
عبدالحمید عبدالرحمٰن صاحب آف ماریشس (برائے ماریشس ۱۰ مارچ ۱۹۷۳
سید جواد علی صاحب (برائے ڈنمارک ۱۸؍مارچ ۱۹۷۳ء)
السید ابوالفرخ الحصنی صاحب (برائے شام ۲۴ مارچ ۱۹۷۳ء)
میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی (برائے امریکہ ۱۲؍اپریل ۱۹۷۳ء)
محمد اشرف اسحاق صاحب (برائے تنزانیہ ۲؍مئی ۱۹۷۳ء)
ملک محمد رفیق صاحب (برائے تنزانیہ ۲؍مئی ۱۹۷۳ء)
منیر الدین شمس صاحب (برائے انگلستان ۳۰؍جون ۱۹۷۳ء)
حافظ بشیر الدین عبیداللہ صاحب (برائے گیمبیا ۳۰؍جولائی ۱۹۷۳ء)
محمد صدیق صاحب گورداسپوری (برائے امریکہ یکم اگست ۱۹۷۳ء)
منیر الدین احمد صاحب (برائے سویڈن ۷؍اگست ۱۹۷۳ء)
محمد صدیق صاحب ننگلی (برائے گی آنا ۵ ستمبر ۱۹۷۳ء)
امام دین صاحب (برائے انڈونیشیا ۱۳؍اکتوبر ۱۹۷۳ء)
محمد سعید انصاری صاحب (برائے انڈونیشیا ۱۳؍اکتوبر ۱۹۷۳ء)
محمد شفیع اشرف صاحب (برائے انڈونیشیا ۱۳؍اکتوبر ۱۹۷۳ء)
راجہ نصیر احمد صاحب (برائے انڈونیشیا ۱۳؍اکتوبر ۱۹۷۳ء)
ملک محمد اکرم صاحب (برائے گیمبیا ۶؍نومبر ۱۹۷۳ء)
عبدالکریم شرما صاحب (برائے تنزانیہ ۷؍نومبر ۱۹۷۳ء)
خلیل احمد مبشر صاحب (برائے سیرالیون ۱۲؍نومبر ۱۹۷۳ء)
چوہدری رشید الدین صاحب (برائے لائبیریا ۲۱؍نومبر ۱۹۷۳ء)
علی حیدر رُاپل صاحب (برائے غانا ۲۱؍نومبر ۱۹۷۳ء)
عبدالرشید رازی صاحب (برائے فجی ۲۲؍نومبر ۱۹۷۳ء)
فضل کریم تبسم صاحب برائے سیرالیون ۲۳؍دسمبر ۱۹۷۳ء)

نصیر احمد چوہدری صاحب (برائے غانا ۲۳ردسمبر ۱۹۷۳ء)

محمد امین چیمہ صاحب (برائے سیرالیون ۲۳ردسمبر ۱۹۷۳ء)

145

نئی مطبوعات

۱۹۷۳ء میں مندرجہ ذیل نئی کتب شائع ہوئیں اور سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں مفید اضافے کا موجب بنیں۔

ا۔''تاریخ احمدیت جموں وکشمیر'' (مصنفہ قریشی محمد اسد اللہ صاحب فاضل مربی سلسلہ)

۲۔مسیح دجال اور یاجوج وماجوج کا ظہور۔(مؤلفہ محمد اسد اللہ قریشی صاحب مربی سلسلہ احمدیہ)

۳۔''قرآن عظیم دنیا کے کناروں تک'' (اردو۔انگریزی۔ناشر مجلس نصرت جہاں)

۴۔حضرت بابا نانک کا مقدس چولہ قدیم سکھ کتب کی روشنی میں (مؤلفہ گیانی عباد اللہ صاحب ریسرچ سکالر سکھ مذہب) (یہ معلومات افروز کتاب آکسفورڈ اینڈ کیمبرج پریس اردو بازار لاہور میں چھپی اور گورونانک اکیڈمی (پاکستان) نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ سے شائع ہوئی)۔

۵۔سید سلیمان صاحب ندوی سے میری خط وکتابت (حضرت ماسٹر محمد عطا صاحب ریٹائرڈ اورینٹل ٹیچر ربوہ)

۶۔تفسیر صغیر کے بے مثال معنوی لغوی اور ادبی کمالات (مولانا دوست محمد شاہد صاحب)

۷۔ہمارا خالق۔مصنف محمد ضیاء اللہ۔تاریخ طبع اکتوبر ۱۹۷۳ء۔مطبع ایورگرین پریس، لاہور۔ ناشر جاوید احمد نمبر۳ پارک ویو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

۸۔نقوش جاوداں۔مصنف چوہدری عبد السلام اختر صاحب ایم اے

۹۔تاریخ احمدیت جلد ۱۴۔ مؤلفہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب

۱۰۔چشمۂ توحید۔مبشر احمد راجیکی صاحب

۱۱۔احمدیت۔مصنفہ مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری

۱۲۔البشریٰ للیائسین تفسیر سورۃ یٰسین۔مصنفہ عبد اللطیف بہاولپوری صاحب

۱۳۔احادیث الاخلاق

حوالہ جات

(صفحہ 428 تا 537)

1. الفضل ۷؍فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
2. الفضل ۲۷؍فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
3. الفضل ۱۲ جون ۱۹۷۳ء
4. الفضل ۲۳؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
5. الفضل ۶؍دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
6. الفضل ۲۰؍دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
7. الفضل ۵ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۱
8. الفضل یکم نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
9. الفضل ۵ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۱
10. الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۱
11. الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۵
12. الفضل ۸؍فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
13. الفضل ۲۷ فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
14. الفضل ۸ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
15. ”تشحیذ الاذھان“ ربوہ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۸
16. الفضل ۲۲۔۲۴؍اپریل ۱۹۷۳ء
17. الفضل ۶ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
18. الفضل ۲۲ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
19. الفضل ۲۷؍مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
20. الفضل ۸؍جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
21. الفضل ۱۴؍جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
22. الفضل ۱۹ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
23. الفضل ۲۷ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

24 الفضل ۲/اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
25 الفضل ۲۰/ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
26 الفضل ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
27 الفضل ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
28 الفضل ۱۳/نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
29 الفضل ۲ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
30 الفضل ۶ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
31 الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۸
32 الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۶
33 الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
34 الفضل ۲۵ فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۸
35 الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
36 الفضل ۲۷ فروری ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
37 الفضل ۸ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
38 تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۱۷۲
39 الفضل ۲۰ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
40 الفضل یکم اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۵۔۶ و ۳/اپریل صفحہ ۳ تا ۵
41 الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
42 الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۱، ۶
43 الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
44 الفضل ۲۰/اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
45 الفضل ۱۵، ۱۸/اپریل ۱۹۷۳ء
46 الفضل ۱۸/اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
47 الفرقان ربوہ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۰۔۴۱
48 ترجمہ از گھانین ٹائمز ۱۵/مئی ۱۹۷۳ء
49 الفضل ۲۷ ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۹
50 خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث برموقع ہنگامی مجلس مشاورت منعقدہ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳۲، ۳۳
51 الفضل یکم جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳

52 الفضل ۸؍جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۳-۴
53 الفضل ۱۵؍مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
54 ہفت روزہ رضا کار لاہور ۲۴ مئی ۱۹۷۳ء
55 الفضل ۹ مارچ ۱۹۷۴ء صفحہ ۶
56 الفضل ۲۸؍جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
57 الفضل ۸؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
58 الفضل یکم نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
59 روزنامہ مساوات کراچی ۵؍نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۰
60 الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۴
61 الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۴
62 ہفت روزہ بدر قادیان ۲۰/۱۳؍دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۷-۱۸
63 الفضل ۵ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۶
64 الفضل ۹؍ستمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
65 خودنوشت سوانح میاں محمد ابراہیم جمونی صفحہ ۱۲۸-۱۳۳
66 الفضل ۹-۱۰؍اکتوبر ۱۹۷۳ء
67 الفضل ۱۰؍اکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۳
68 ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن ۲۵؍نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۱
69 الفضل ۲۶ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
70 الفضل ۶ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
71 الفضل ۲۷؍جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۔ ماہنامہ تحریک جدید اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۴-۱۶
72 الفضل ۲۷؍جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۱
73 الفضل ۱۹؍مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳
74 رسالہ ’’تحریک جدید‘‘ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۳
75 الفضل ۷؍جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۳-۴
76 خط آمدہ از مولانا عطاء المجیب راشد صاحب مورخہ ۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۵ء۔ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت
77 الفضل ۸؍اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶
78 الفضل ۱۷ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۴
79 الفضل ۳۰ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

80 رسالہ ’’تحریک جدید‘‘ ربوہ اکتوبر۱۹۷۳ءصفحہ۲۰۔۲۱۔۲۲۔دسمبر۱۹۷۳ءصفحہ۱۲۔۱۳

81 رسالہ تحریک جدید دسمبر۱۹۷۳ءصفحہ۱۲

82 الفضل ۱۵؍جولائی۱۹۷۳ءصفحہ۴-۵

83 الفضل ۱۹؍جولائی۱۹۷۳ءصفحہ۳

84 الفضل ۲۵؍ستمبر۱۹۷۳ءصفحہ۳-۴

85 الفضل ۱۰؍اگست۱۹۷۳ءصفحہ۶

86 گاٹن برگ پوسٹن مورخہ ۲۹؍اکتوبر۱۹۷۳ءبحوالہ الفضل ۲۱؍نومبر۱۹۷۳ءصفحہ۳،۴

87 الفضل ۱۴؍مارچ۱۹۷۳ءصفحہ۳

88 الفضل ۲۹؍اپریل۱۹۷۳ءصفحہ۴۔رسالہ خالد ربوہ جون۱۹۷۳ءصفحہ۲۰-۲۱

89 الفضل ۲۷؍جون۱۹۷۳ءصفحہ۶

90 رسالہ تحریک جدید جولائی۱۹۷۳ءصفحہ۱۵-۱۶

91 الفضل ۲۵؍مئی۱۹۷۳ءصفحہ۳-۴

92 رسالہ تحریک جدید اپریل۱۹۷۳ءصفحہ۵-۶۔و اپریل۱۹۷۳ءصفحہ۱۴(انگریزی حصہ)

93 الفضل ۱۸؍مئی۱۹۷۳ءصفحہ۱

94 الفضل ۵؍جولائی۱۹۷۳ءصفحہ۶

95 الفضل ۱۳؍جولائی۱۹۷۳ءصفحہ۴

96 الفضل ۲۱؍اگست۱۹۷۳ءصفحہ۵

97 الفضل ۳نومبر۱۹۷۳ءصفحہ۶

98 الفضل ۲؍اکتوبر۱۹۷۳ءصفحہ۶

99 الفضل ۲۷؍جنوری۱۹۷۴ءصفحہ۴

100 الفضل ۹؍فروری۱۹۷۴ءصفحہ۳

101 الفضل ۵فروری۱۹۷۴ءصفحہ۶

102 اربعین نمبر۴صفحہ۱۳۔روحانی خزائن جلد۱۷صفحہ۴۴۲۔۴۴۳

103 الفضل ۲۷۔۲۸؍اپریل۱۹۷۳ء

104 الفضل ۱۰؍مارچ۱۹۷۳ءصفحہ۱

105 الفضل ۶۔۷؍جولائی۱۹۷۳ءصفحہ۳-۴

106 الفضل ۲؍جنوری۱۹۷۴ءصفحہ۶

107 الفضل ۲۸؍اگست۱۹۷۳ءصفحہ۵۔۶

108 الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

109 الفضل ۲۴؍ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

110 رسالہ ’’تحریک جدید‘‘ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۷-۸

111 ’’روح پرور یادیں‘‘ صفحہ ۶۷۱ مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مطبع لائن پریس ہسپتال روڈ۔ طبع اوّل

112 الفضل ۲۲؍ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۳-۴

113 رسالہ ’’تحریک جدید‘‘ مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۵

114 الفضل ۲۳؍ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۳

115 الفضل ۱۴؍ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۳-۴

116 الفضل ۲۳ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۳،۴

117 روح پرور یادیں صفحہ ۶۷۲

118 الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۷۴ء صفحہ ۴

119 مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ’’روح پرور یادیں‘‘ صفحہ ۶۷۳-۶۷۵

120 الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

121 رسالہ تحریک جدید نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۵

122 الفضل یکم فروری ۱۹۷۴ء صفحہ ۱

123 رسالہ تحریک جدید مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۲-۱۵

124 الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۷۳ء صفحہ ۳،۴

125 الفضل ۱۹؍ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۵

126 الفضل ۳۰؍ نومبر و یکم دسمبر ۱۹۷۳ء

127 رسالہ تحریک جدید اپریل ۱۹۷۳ء انگریزی حصہ صفحہ ۷، ۱۰۔ رسالہ تحریک جدید مئی ۱۹۷۳ء صفحہ ۵ تا ۱۲۔ رسالہ تحریک جدید جون ۱۹۷۳ء انگریزی حصہ صفحہ ۱۵، ۱۷

128 الفضل ۱۲۸ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۶

129 رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ ۴۳-۱۹۴۲ء صفحہ ۱۶۔ مطبوعہ قادیان۔ تحدیث نعمت صفحہ ۳۸۴-۳۸۵ از حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب۔ طبع دوم۔ مطبع پاکستان پرنٹنگ ورکس ریٹی گن روڈ لاہور۔ اشاعت دوم دسمبر ۱۹۸۲ء

130 الفضل ۲۹؍ جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۳-۴

131 الفضل ۸؍ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۴-۵۔ رسالہ تحریک جدید جون ۱۹۷۳ء صفحہ ۵ تا ۱۳۔ رپورٹ مولوی مجید احمد صاحب سیالکوٹی مبلغ نائیجیریا حال لندن

132 الفضل ۸؍ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۴

133 الفضل۹ راگست ۱۹۷۳ء صفحہ۳۔رسالہ تحریک جدید جون ۱۹۷۳ء صفحہ۱۵(انگریزی حصہ)

134 الفضل ۷ردسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ۳

135 الفضل ۶راکتوبر ۱۹۷۳ء صفحہ۳۔رسالہ تحریک جدید نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ۸

136 الفضل ۷ردسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ۴۔۵

137 الفضل ۱۱رنومبر ۱۹۷۳ء صفحہ۴

138 الفضل ۲۷رجنوری ۱۹۷۴ء صفحہ۶

139 الفضل ۲۹رجنوری ۱۹۷۴ء صفحہ۱

140 الفضل ۱۳رفروری ۱۹۷۴ء صفحہ۴

141 الفضل ۲۶رفروری ۱۹۷۴ء صفحہ۵-۶

142 الفضل ۶رفروری ۱۹۷۳ء صفحہ۳

143 الفضل ۶رفروری ۱۹۷۳ء صفحہ۵

144 الفضل ۲۹رجولائی ۱۹۷۳ء صفحہ۳-۴

145 خط آمدہ از وکالت تبشیر مورخہ۲راکتوبر ۲۰۱۶ء۔ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

اشاریہ

تاریخ احمدیت جلد 29

مرتبہ

فراست احمد راشد، وقاص عمر، قمر الحق قریشی

اسامہ شمیم احمد، اظفر جاوید چیمہ، نعمان احمد بشارت

اسماء

آ۔الف

پ۔ت۔ٹ۔ث

ج ۔ چ

ح ۔ خ

د۔ذ

ر۔ز

س۔ش

ص۔ض

غ

ف۔ق

ن

و۔ہ

ENGLISH

مقامات

آ۔الف

ب۔پ

ت ۔ ٹ

ج۔چ

ص۔ع۔غ

ف۔ق

ک۔گ

و-ہ-ی

ENGLISH

کتابیات

آ ۔ الف

د۔ڈ۔ذ۔ر۔ز

ن ۔ و ۔ ہ ۔ ی

ENGLISH NAMES

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ہمراہ جماعت احمدیہ انگلستان کے افراد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سنڈے سکول (محمود ہال) لندن میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مسجد فضل لندن میں

مسجد نور فرینکفرٹ، جرمنی میں پریس کانفرنس کا ایک منظر
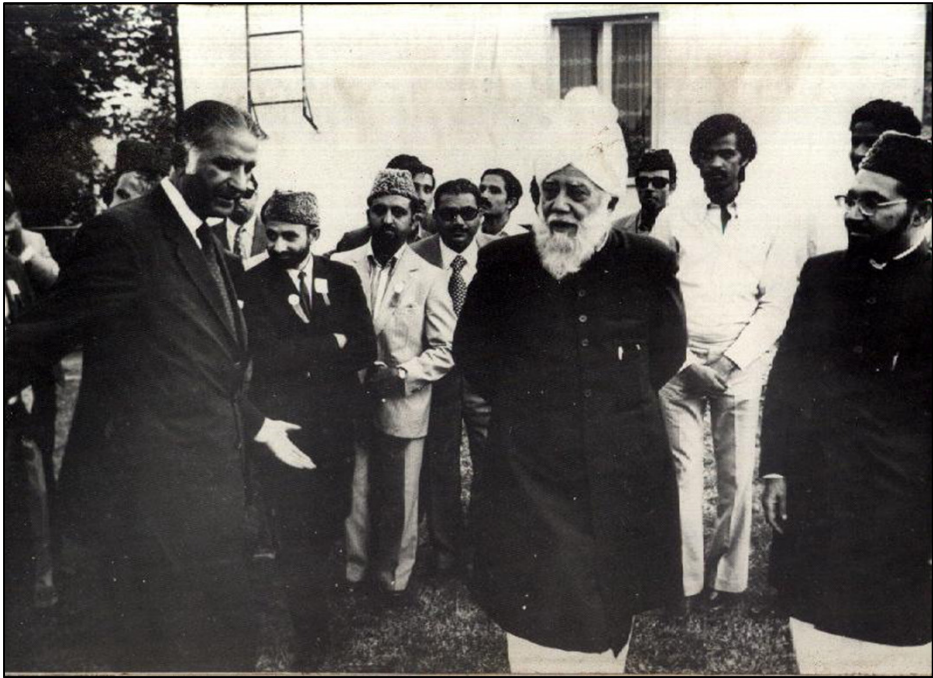
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دائیں طرف جرمنی میں پاکستانی سفیر سجاد حیدر صاحب
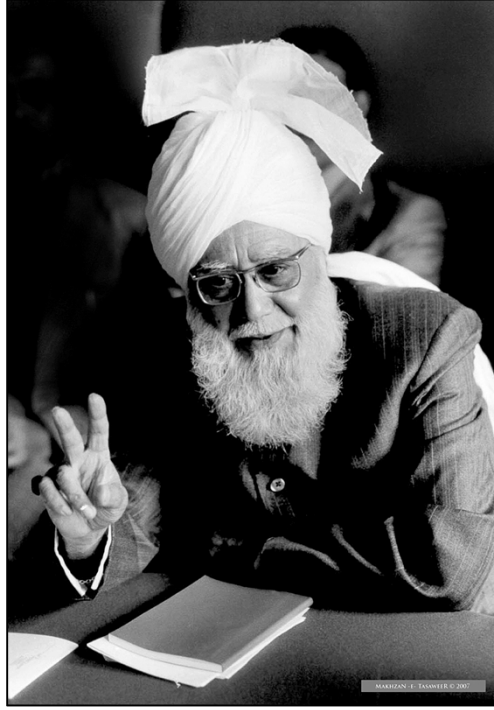
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پریس کانفرنس کرتے ہوئے۔ زیورک (سوئٹزرلینڈ)

مجلس عرفان، مسجد فضل لندن کا ایک منظر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور بائیں طرف ڈاکٹر عبد السلام صاحب۔ لندن

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مختلف احباب سے ملاقات فرماتے ہوئے۔ لندن

مولانا عطاء المجیب راشد
صاحب کی الوداعیہ تقریب کا
ایک منظر۔ لندن

دوران سیر نماز کی تیاری
کے مناظر۔ حضور وضو
کرتے ہوئے

تفریحی مقامات کی سیر
کے چند مناظر۔ انگلستان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث
کے دورہ یورپ سے واپسی
کے مناظر۔لاہور ائرپورٹ

حضرت خلیفۃ المسیح کے ہمراہ مجلس عاملہ
خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ربوہ
(1973-74)
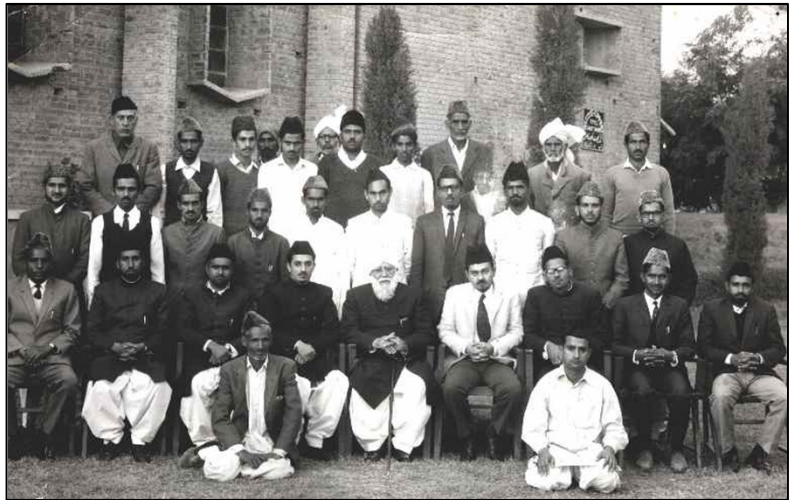
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث زیر تعمیر جدید پریس ربوہ کا معائنہ فرماتے ہوئے۔

جدید پریس کی تعمیر کے دوران وقار عمل کا ایک منظر
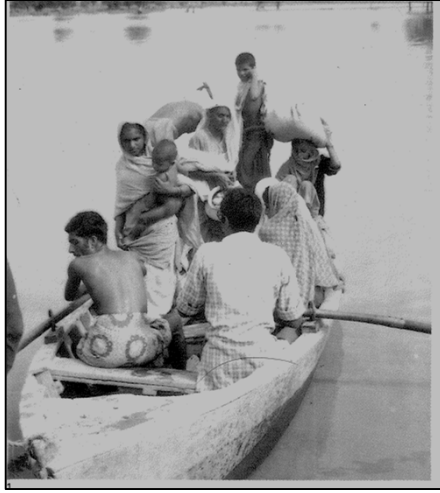
1973 کے سیلاب کے موقع پر
امدادی کاموں میں مصروف خدام

سیلاب کے موقع پر ملک منور احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور محمد حنیف رامے صاحب (وزیر اعلیٰ پنجاب) کو جماعت کی خدمات کی تفصیل بتا رہے ہیں۔ چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور بھی تشریف فرما ہیں۔
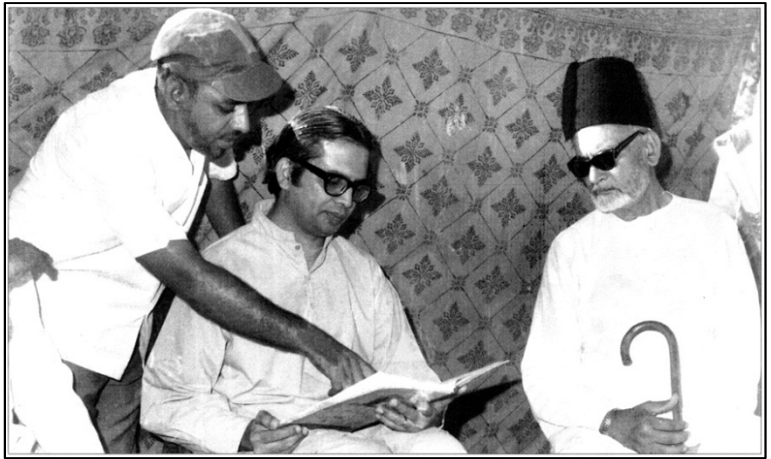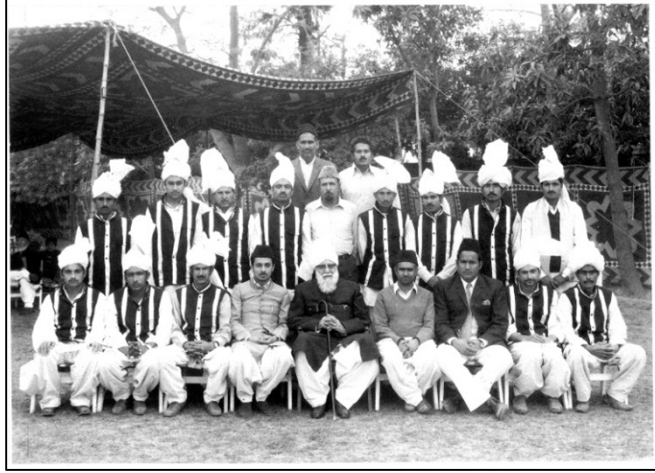
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ہمراہ ربوہ رائیڈنگ کلب کے کھلاڑیوں کا گروپ فوٹو

آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ کے موقع پر انتظامیہ سے میٹنگ کا ایک منظر

آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ کے موقع پر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے ہمراہ کھلاڑیوں کا ایک گروپ فوٹو

اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث حاضرین سے خطاب فرماتے ہوئے

لاہور سے بذریعہ سائیکل ربوہ آنیوالے خدام چوہدری حمید اللہ صاحب صدر خدام الاحمدیہ کے ہمراہ
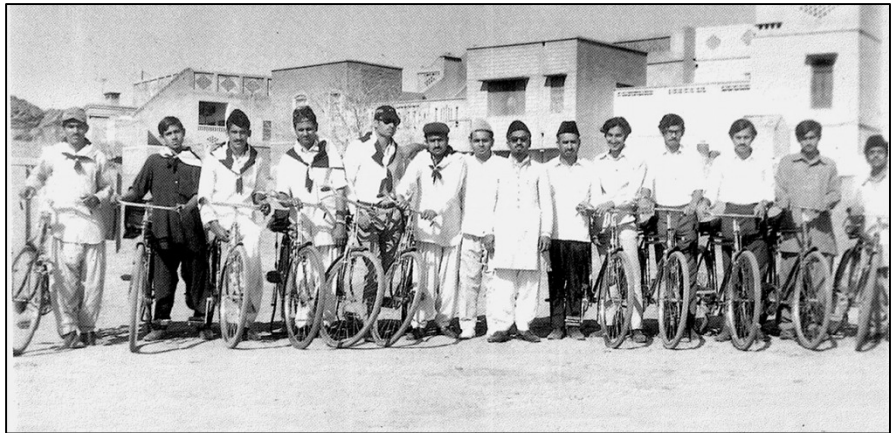
کراچی سے بذریعہ سائکل ربوہ آنیوالے خدام (نیچے بیٹھے ہوئے)

مولوی محمد صدیق صاحب فجی کے گورنر جنرل سر جارج ڈاکمباؤ کو قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ فجی
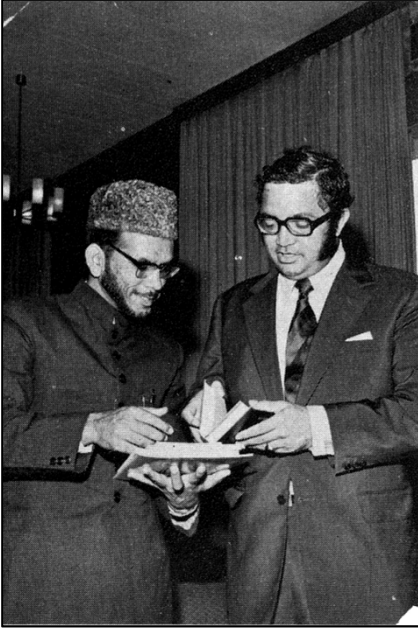
مولوی محمد اسلم قریشی صاحب جزائر شیشلز کے وزیر اعلیٰ جیمز مَنشم کو قرآن کریم کا تحفہ پیش کر رہے ہیں۔ ماریشس

مولوی بشیر احمد شمس صاحب کیپ سیر اہوٹل کے اسسٹنٹ مینیجر آیرک فیگل کو قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے 80 نسخہ پیش کر رہے ہیں۔ سیر الیون

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان
صاحب اور سیر الیون کے قائم مقام
صدر جناب ایس آئی کروما صاحب کی
ملاقات کا ایک منظر
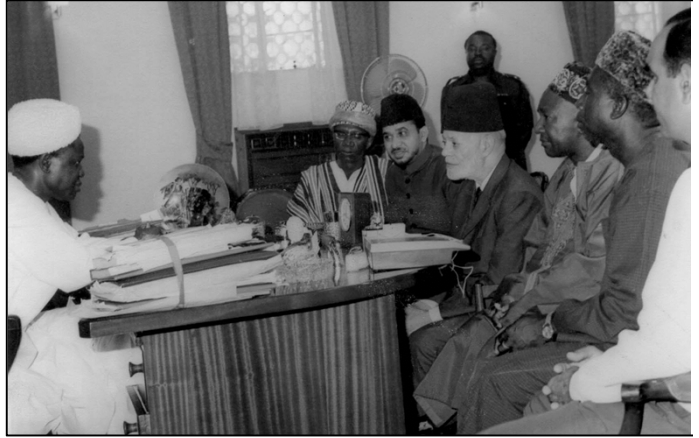
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب
کا سیر الیون میں استقبال

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے دائیں جانب بشیر احمد شمس صاحب
اور بائیں جانب مسٹر گوبیولا مین صاحب ریزیڈینٹ منسٹر جنوبی صوبہ سیر الیون

پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب نشتر
میڈیکل کالج ملتان میں سائنس کانفرنس
سے خطاب کرتے ہوئے۔ زیر صدارت
ذوالفقار علی بھٹو۔ 1973

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث صد سالہ جوبلی
کا اعلان کرتے ہوئے۔ جلسہ سالانہ
1973

بیرونی ممالک سے آنیوالے بعض
احمدی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے
ہمراہ۔ بر موقع جلسہ سالانہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دائیں
جانب (کرسیوں پر) السید منیر
الحصنی صاحب اور مولانا ابو العطاء
صاحب جالندھری۔ بائیں جانب
صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور
(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد
صاحب تشریف فرما ہیں

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب

حضرت ماسٹر محمد نور الٰہی صاحب جنجوعہ

حضرت بابو شمس الدین بٹ صاحب

حضرت مولوی عطاء اللہ صاحب

حضرت میاں عبد المجید صاحب انبالوی

حضرت میاں نذیر محمد صاحب

حضرت ڈاکٹر محمد محمود خاں صاحب سنوری

حضرت صوفی محمد رفیع صاحب
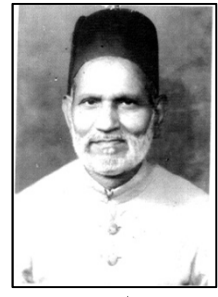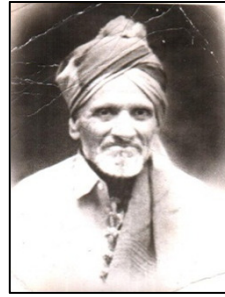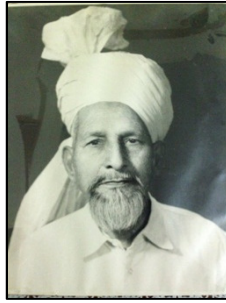
حضرت مرزا نذیر علی صاحب قادیانی
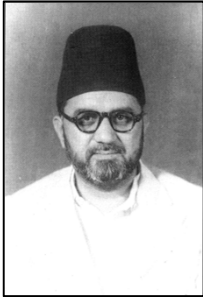
حضرت قائم علی صاحب

مکرم سید میر داؤد احمد صاحب

مکرم شیخ بشیر احمد صاحب

مکرم بابا نور احمد صاحب درویش
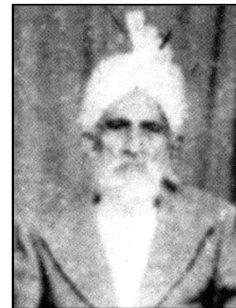
مکرم حافظ عبد العزیز صاحب ننگلی درویش

مکرم عزیز احمد صاحب گجراتی درویش